یارِ ستمگر
از نیلم ریاست

یارِ ستمگر

از نیلم ریاست

ملنے کا پتہ

Facebook@ Neelam Riasat Novels

Instagram @Neelam Riasat

riasatneelam@gmail.com

جملہ حقوق

نام کتاب : یار ستمگر

ترتیب وتدوین: از نیلم ریاست

سن اشاعت : جون 2022ء

قیمت :

وہ اندھیرے کمرے میں دیوار گیر کانچ کی کھڑکی میں بیٹھ کر نیچے سڑک پہ لگے ٹریفک کے اشاروں کی بتیاں دیکھ رہی تھی۔ برستی بارش کی بوندیں لکیروں کی شکل میں کھڑکی پہ اپنے نشان چھوڑ رہی تھیں۔ پانی کے قطرے روشنیوں کو مزید اُجاگر کرنے میں مصروف تھے۔ کوئی بھی آنکھ رکھنے والا شخص اُس لڑکی کے چہرے پہ رقم تحریر پڑھتا تو جان جاتا۔ وہ لڑکی ایک دل تھی۔ ایک ٹوٹا ہوا دل تھی۔ اور اسکی تکلیف اسکی آنکھوں میں درج رہتی۔ نہ کاجل سے مٹتی نہ مسکراہٹ سے چھُپتی۔

وہ روز یادوں کے باکس کھولتی۔ تکلیف سے گزرتی اور پھر انکو اسی طرح احتیاط سے بند کر کے سنبھال دیتی۔ یہ اسکا روز کا معمول تھا۔

یادوں کے صندوق کھول کر

گزرے پلوں کے سائے اپنے پاس بکھیر کر

اُن میں تجھے ڈھونڈتی ہوں۔ تم مجھ سے شکوہ کرو گے کہ اگر اتنا ہی یاد کرتی ہو، تو چھوڑ کر کیوں گئی؟ کسی دن تمہیں بتاؤں گی، کہ وہ کیا وجہ تھی، جس کے لیے مجھے اپنے ہاتھوں اپنے دل کو یعقوب علیہ السلام والے غم کو گلے میں ڈالنا پڑا۔ ان سے ان کا بیٹا سازش کر کے دور کیا گیا، میں نے خود ہی دے دیا۔

کیا کوئی جان بوجھ کر بھی ایسے روگ پالتا ہے؟ میرا جواب ہو گا، ہاں کبھی کبھی زندگی میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے سخت راہ کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ وہ راہ جس کے بغیر آپ نامکمل ہو میں اس کو خود سے دور کرنا پڑتا ہے۔

ایک ہی زاویے میں گھنٹہ بھر سے بیٹھے رہنے کی وجہ سے اسکی کمر اکڑ گئی۔ اُس نے ہاتھ میں پکڑا کافی کا خالی کپ ایک طرف رکھا۔ اور دونوں

گھٹنوں کو کھول کر اپنے پیر نیچے اتارے گھٹنوں کی ہڈی نے اس حرکت کے خلاف بھرپور احتجاج کیا جسے مکمل اگنور کرتی وہ کھڑی ہوئی اور دو چار بل جسم کو دیے تاکہ وہ چلنے کے قابل ہو جائے۔

پھر دھیمے قدموں سے چلتی اپنے سرد پڑے بیڈ تک آئی۔ ہر رات کی طرح آج بھی سونے کو من نہیں کر رہا تھا۔ مگر اب اسکے جسم میں اتنی ہمت نہیں بچی تھی کہ وہ آرام کیے بغیر اپنے فرائض سرانجام دے پاتی۔

باہر بارش ہوتی۔ اور اندر وحشت کے ڈیرے لگتے۔

کسی کا زندگی سے بھرپور لمس یاد آتا۔

اُس کی نظروں کی وارفتگی تصور میں آکر نیند چھین لیتی۔

کہیں آتے جاتے راستے میں یا کسی مارکیٹ میں، چوراہے میں، کہیں ماں کی گرم آغوش میں چھپا شیر خوار دیکھ لیتی تو ساری ساری رات تکیہ بھگوتے گزرتی۔

میں نے کب سوچا تھا تم مجھے یوں یاد آؤ گے۔

کب سوچا تھا میرے دل میں تمہارے نام کی اُداسی گھر کرے گی۔

پر پھر یہ بھی سچ ہے کہ میری زندگی میں آج تک جو بھی ہوا۔۔۔ وہی ہوا جو میں نے کبھی سوچا نہ تھا۔

بیڈ پہ چت لیٹ کر رضائی اوڑھی تو بند ہوتی آنکھوں کے کناروں سے آنسو ٹوٹ کر بالوں میں گم ہو گئے۔

مائیں نی مائیں ساڈے گیتاں دے نیناں وچ

برہوں دی رڑک پوے

ادھی ادھی راتیں اُٹھ روون موئے میتراں نوں

تے مائیں سانوں نیند نہ پوے

☆☆☆☆☆☆☆☆

ملاقات کے لیے آنے والی ہستی کو دیکھ کر اُس نے نظریں گھماتے ہوئے زیرِ لب خود کو گالی دی۔

جبکہ سامنے والی ہستی اسکو دیکھتے ہی آنسوؤں پہ اختیار کھو بیٹھی۔

اُس نے اُنکو چُپ کروانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کسی بُت کی طرح اکڑ کر ان کے پاس پڑی کرسی پہ ٹک گیا۔ جیل میں قید ہونے کے باوجود اس کے چہرے پہ کسی قسم کی عاجزی یا شکست نہیں تھی، ایک نظر کے بعد دوسری نظر بھی اُن پہ نہ ڈالی۔

جبکہ وہ اپنی سفید بے داغ چادر کے پلو سے آنکھیں صاف کرنے کے بعد دکھی لب ولہجہ لیے بولیں۔

"میں نے اسکی ہر منت کر دیکھی ہے۔۔۔اس پہ کسی کے کہے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

اُس شخص کی آنکھوں کے سامنے ایک خوبصورت مگر ضدی عورت کا چہرہ گھوما تو ماتھے پہ ایک بل کا مزید اضافہ ہوا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟ کیا کسی کان نے ایسا سنا یا کسی آنکھ نے ایسا دیکھا ہے۔۔۔جو تماشہ ہمارے گھر ہو رہا ہے۔ تمہارا چھوٹا بہنوئی آیا تھا۔ میں نے اسکو بھی کہا ہے کہ۔۔۔"

"اماں اُس شخص کے ذریعے صلح کی بات کرنے سے بہتر ہے مجھے سزا ہو جائے۔۔۔جب میں آپ کو پیغام بھجوا چکا تھا کہ میری ملاقات کو یہاں پہ کوئی نہ آئے تو کیوں آئی ہیں؟ مجھے پھانسی نہیں لگ رہی ہے جو آپ ایسی پریشان

ہیں۔ اگر سزا ہوتی بھی ہے۔۔ تو زیادہ سے زیادہ سات آٹھ سال کی ہو گی ،میں مر نہیں جاؤں گا۔"

"تمہارا دل کس مٹی سے بنا ہوا ہے؟ میرا لاڈلا بیٹا، ایک عورت کی وجہ سے اس حال کو پہنچ گیا۔ اور میں غم بھی نہ کروں، مجھے یہ سمجھ نہیں آتا وہ کیسے تم پہ ایسا الزام لگا رہی ہے؟ تمہارا باپ اور چچا عمرے پہ گئے ہوئے ہیں۔ مجھے لگتا ہے، اسی چیز کا اس نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ ماں یا باپ گھر پہ ہوتے تو اور بات تھی۔ وہ لوگ کسی نہ کسی طرح اُسکو سمجھا کر صورتحال پہ قابو پا لیتے، میرے تو ہاتھ پیر ہی پھول گئے ہیں۔ بھائی تمہارا بہت دوڑ دھوپ کر رہا ہے، مگر بیچارے کی دال نہیں گل رہی، بیچ میں موئی ہڑتالیں چل رہی ہیں، جس کی وجہ سے ہر دوسرے روز ادارے بند ہوتے ہیں، میں کیسے برداشت کر لوں کہ میرا بیٹا شبِ برات گھر پہ نہیں کرے گا۔"

ماں کی پریشانی سے بے آرام ہو کر اس نے لمبی سانس بھری اور اُن کے دونوں ہاتھ تھام کر مخاطب ہوا۔

"ہمارے ملک کے بڑے بڑے نامور سیاست دان جیل کی ہوا کھانے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ آپ کو بھی اپنی سوچ کو جمہوری کرنا ہو گا۔ تب ہی اس ملک میں رہا جا سکتا ہے۔ فخر سے کہیں میرا بیٹا۔ اپنی عورت کی جانب سے کئے کیس میں جیل گیا ہے، جتنے فخر سے کہیں گی، اتنا ہی لوگ آپ پہ اور مجھ پہ رشک کریں گے۔ اور جہاں تک رہی اُس عورت کی بات، اس کے ساتھ میں خود نمٹوں گا۔ اسکو کوئی کچھ نہ کہے، جو من مانی کرتی ہے، کرنے دو، تا کہ بعد میں اسکو کوئی غم نہ ہو کہ مجھ سے بچنے کے وہ تمام اقدام نہ کر پائی جو کرنے چاہیے تھے۔ اب آپ یہاں مت آیئے گا۔ بھائی کو میرا پیغام دیجئے گا، میں

اسکے نام پاور آف اٹرنی بنوارہا ہوں۔ میرا وکیل ایک دو دن میں ان سے رابطہ کرے گا۔"

"میں خود نہیں آئی ہوں۔ مجھے علم تھا تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگے گا۔"

اُس نے بھنویں اچکا کر ماں کی آنکھوں میں دیکھا۔

انہوں نے کوئی جواب دینے کی بجائے اپنے بیگ کی بیرونی جیب سے ایک ورقہ نکال کر اسکے سامنے کر دیا۔

اُس نے ورقہ لینے کے لیے فوراً سے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ سوالیہ نظروں سے ماں کا چہرہ دیکھتا رہا۔ جن کے آنسو ایک دفعہ پھر اُبل پڑے۔

وہ بولیں، تو یوں لگا جیسے ہچکی لی ہو۔ "خود کھول کر دیکھ لو۔"

اُس نے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں کاغذ تھام کر کھولا۔

جوں جوں صفحے پہ درج متن اسکو سمجھ آیا۔ چہرے کی سرخی میں اضافہ ہوتا گیا۔

جبکہ اماں آنسوؤں کے درمیان بتارہی تھیں۔

"ہمیں تو اس سب کی خبر بھی نہ ہوتی جو وہ درزی کی لڑکی اُدھر ہسپتال میں نہ لگی ہوتی۔ اُسی نے تمہاری بیوی کو ادھر دیکھ کر ڈاکٹر سے ساری معلومات لی ہیں۔ میری تو بھوک پیاس مر گئی ہے۔ میں اُسی دن اسکے پاس گئی پہلے تو میرے سامنے آنے سے انکار کر دیا۔ بہت انتظار کروانے کے بعد آئی تو صاف کہہ دیا۔ یہاں سے چلی جائیں۔ جو کچھ آپ کے بیٹے نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مر کر بھی معاف نہیں کروں گی۔ میں نے اسکے آگے ہاتھ بھی جوڑے ہیں۔ مگر وہ کچھ سُننے کو تیار نہیں ہے۔"

وہ بولا تو آواز میں انتہا کا ٹھہراؤ تھا۔

"اماں آپ گھر جائیں، میں جیل میں ہوں، پر بے بس ولاچار نہیں ہوں ،اس عورت کی فکر کرنا اسی پل سے بند کر دیں، یہ کچھ نہیں کر پائے گی۔"

ماں کو مطمئن کر کے واپس بھیج دیا۔

مگر اپنا سکون غارت تھا۔

اُس نے اپنے سیل کے قریب کھڑے سپاہی کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

سپاہی بظاہر تو اُس پہ جیسے احسان کرتے ہوئے قریب آیا۔ مگر دل سے وہ ایسے ہی کسی موقعے کی تلاش میں تھا۔ کیونکہ قیدی نمبر دس کے گھر سے آنے والا تین وقت کا شاندار قسم کا کھانا قیدی تو برائے نام کھاتا تھا۔ البتہ سپاہیوں کی خوب موج لگی ہوئی تھی۔

وہ دیکھ رہا تھا۔ جب سے قیدی کی ملاقات ہو کر گئی تھی۔ وہ بے چینی سے چکر کاٹ رہا تھا۔ قیدی کو ابھی سزا نہیں ہوئی تھی۔ کیس کو عدالت میں آئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ مگر بظاہری حلیے اور بول چال سے وہ کسی بڑے گھرانے کا معلوم ہوتا تھا۔

"بولو۔۔۔؟"

"کیا جیلر صاحب موجود ہیں؟"

کیوں؟"

"اگر زیادہ سوال وجواب کئے بغیر میرا کام کر دو تو زیادہ فائدہ رہے گا۔"

"آن ڈیوٹی موجود اہلکار کو دھمکی دے رہے ہو یا رشوت؟"

"یہ تو اب آن ڈیوٹی اہلکار کی عقل پہ منحصر ہے۔ وہ کیا سُنتا اور سمجھتا ہے۔ اسوقت میں تو فقط ایک ضرورت مند ہوں۔ جو بھی میرے کام آئے گا۔ اسکو بس رقم بتانی پڑے گی۔ نام اب تک مجھے معلوم ہو ہی چکا ہے۔"

سپاہی نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ کچھ دیر سوچنے کی ایکٹنگ کی۔ قیدی جانتا تھا۔ یہ سب اپنا دام بڑھانے کے اقدام ہو رہے ہیں۔ مگر اتنا تو یقین ہی تھا ۔اسکی آفر رد نہیں ہونے والی۔

اور وہی ہوا۔اگلے تین گھنٹے بعد وہ قیدی جیلر کے کمرے میں بیٹھ کر نہ صرف چائے پانی پی رہا تھا۔ بلکہ ضروری کال بھی جیلر کے فون سے کی جا رہی تھی۔

فون پہ بات مکمل کر کے اُٹھا۔"

"کوئی بڑی بات نہیں جو اگلے دو تین گھنٹوں میں تم لوگوں کو میری رہائی کے آرڈر مل جائیں۔ تم لوگوں نے میرے مشکل وقت میں ساتھ دیا ہے۔ معاوضہ بھی انعام کے ساتھ دیا جائے گا۔"

جیلر کہہ نہ سکا کہ جناب میرے بیٹے کی کال آئی ہے۔دو عدد اعلٰی نسل کی بھینسیں اور ایک عدد موٹر سائیکل میرے گھر پہنچایا جا چکا ہے۔ کیونکہ جیلر نے رونا رویا تھا کہ خالص دودھ بہت مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔اور دوسرا یہ کہ میرے بیٹے کے پاس موٹر سائیکل تک نہیں ہے۔جو وہ کالج آسانی سے آجا سکے۔

☆☆☆☆☆☆

گاڑی میں بیٹھے شخص نے ایک دفعہ پھر اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ کب سے سامنے والے بنگلے پہ نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ مگر کوئی حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پوری معلومات لیکر نکلا تھا۔اس لیے اسکو بھرپور یقین تھا ۔کہ جس کی تلاش میں وہ آیا ہے۔ وہ اندر ہی موجود ہے۔

وہ اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھ رہا تھا۔ جب اُس بنگلے کا گیٹ کھلا اور کالے رنگ کی ٹیوٹا کرولا برامد ہوئی۔

گاڑی کو ڈرائیور چلا رہا تھا۔ اور پچھلی سیٹ پہ کالا چشمہ لگائے ایک لڑکی براجمان تھی۔ جسکا سارا دھیان اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کی سکرین پہ تھا۔ جیسے ہی کرولا قریب سے گزر کر آگے گئی۔ انتظار میں بیٹھے شخص نے اپنے ڈرائیور کو پیچھا کرنے کا اشارہ کیا۔

کرولا اور پیچھا کرنے والی گاڑی کے درمیان فقط ایک اور گاڑی تھی۔

ٹیوٹا کرولا نے پہلے ایک بوتیک کا رُخ کیا۔ وہاں پہ دس منٹ رُکنے کے بعد اگلی منزل کی جانب روانہ ہوئی۔

دوسری گاڑی کچھ فاصلے پہ ساتھ ساتھ رہی تھی۔

ٹیوٹا کرولا ایک پرائیویٹ ہسپتال کے انڈر گراؤنڈ پارکنگ آلاٹ میں داخل ہو کر غائب ہو گئی۔ جبکہ دوسری کار وہیں باہر رُک گئی۔ گاڑی کا ڈرائیور وہیں رہا۔ پینجر سیٹ سے وہ سنجیدہ چہرے سمیت نکلا اور متوازن قدموں سمیت ہسپتال کے داخلی دروازے سے ہوتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہوا۔ اسکا رُخ ریسیپشن کی جانب تھا۔

"السلام علیکم یہاں کا انچارج کون ہے؟"

وہاں پہ موجود لڑکے نے سوال کرنے والے سوٹڈ بوٹڈ بندے کو سر تا پیر غور سے دیکھا۔ اور پہلا خیال یہی آیا کہ کوئی سرکاری آفیسر ہسپتال کے دورے پہ نکل آیا ہے۔ اس لیے ہکلاتے ہوئے بولا۔

"وہ۔۔۔ س۔۔۔ سر ایوب یہاں کہ انچارج ہیں۔"

"اس وقت کہاں ملیں گے آپ کے یہ سر ایوب؟"

"سر وہ سر اس وقت اپنے دفتر میں موجود ہیں۔"
"اب کیا مجھے یہ پوچھنا پڑے گا کہ انکا دفتر کدھر پایا جاتا ہے؟"
ماتھے پہ تیوری لیے خشک و سرد لہجے میں بولتا سامنے والے کو مزید نروس کر رہا تھا۔
"نہیں سر۔۔۔آیئے میں آپ کو انکے دفتر تک چھوڑ آتا ہوں۔"
"بڑی مہربانی ہو گی۔"
وہ لڑکا آگے چل پڑا۔اُسکی پیروی کرتے ہوئے وہ مزید پوچھنے لگا۔
"آج کتنی لیڈی ڈاکٹرز آن ڈیوٹی موجود ہیں؟"
وہ لڑکا ایک پل کو اسکی سمت دیکھ کر بولا۔
"اس وقت تو جی بس مس اسماء ہی موجود ہیں۔"
"اور ان مس کی ڈیوٹی کتنے گھنٹے قائم رہنی ہے؟"
"مس نائٹ شفٹ پہ ہیں۔چھ سے صبح سات بجے تک یہیں ہوں گی۔ لیں سر دفتر آ گیا ہے،اب میں جاؤں جی؟"
سامنے والے نے اپنی ڈیپ بیلو ڈریس جیکٹ کی جیب سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر اُس لڑکے کے ہاتھ پہ رکھا۔
"رشوت نہیں ہے۔۔۔تمہارے تعاون کا انعام ہے۔"
اتنا کہہ کر دروازے پہ دستک دی۔دوسری جانب سے اجازت ملتے ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔
وہ لڑکا تعجب سے اسکو دیکھتا رہا۔جیسے ہی اسکے پیچھے دروازہ بند ہوا۔وہ کندھے اچکاتے ہوئے پانچ ہزار کے نوٹ کو جیب میں ٹھونس کر واپس اپنی ڈیوٹی پہ مڑ گیا۔

ادھیڑ عمر ڈاکٹر ایوب نے آنے والے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انہوں نے تو اپنے عملے کا کوئی ممبر سمجھ کر اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ مگر ایک اجنبی شخص کو سامنے کھڑے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ مزید حیرت تب ہوئی جب نووارد بغیر اجازت کے کرسی کھینچ کر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

"جناب آپ کون؟۔۔۔اور کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟"

"ویسے تو میں تمہارے اس ہسپتال کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہوں ، مگر اب یہ تمہارے رویے پہ ہے کہ تم مجھے میرے سوالوں کا جواب سیدھے سے دیتے ہو۔ یا مجھے دوسرے راستے پہ مجبور کرتے ہو۔"

ڈاکٹر ایوب کا ماتھا ٹھنکا۔

"سر کیا ہم سے کوئی گستاخی سرزرد ہو گئی ہے؟"

"کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ تمہارے اس ادارے میں غیر قانونی کام کیوں کئے جاتے ہیں؟"

"سر میں سمجھا نہیں۔۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔؟ جہاں تک مجھے علم ہے۔ ہمارے یہاں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوتا ہے۔۔۔ ہماری لیبارٹری سے لیکر آپریشن تھیٹر۔۔۔ فارمیسی ہر جگہ ایمانداری کا خیال رکھا جاتا ہے آپ نے اپنا تعارف نہیں دیا؟ کیا آپ کا تعلق کسی ٹی وی چینل سے ہے؟ کیا آپ کیمرہ پہنے ہوئے ہیں؟"

وہ اسکے آخری سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

" جانے دو ایوب صاحب۔ اگر میں تفصیل میں چلا گیا تو تمہاری ایمانداری کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ فلحال تو مجھے اس بات کا جواب چاہیے

کہ تمہارے ہسپتال میں میری بیوی کے ابارشن کرنے کی اپوائمنٹ کس نے دی ہے۔اور کس کی اجازت سے یہ گناہ کیا جانے والا ہے؟"

اسکے چہرے پہ دوڑنے والی غصے کی سُرخی نے ایوب کے پسینے چھُڑا دیئے۔

"ابارشن؟"

"جی ہاں ابارشن۔۔ذرا بلائیں اپنی آن ڈیوٹی لیڈی ڈاکٹر کو۔"

ایوب کے ماتھے پہ سلوٹیں آئیں۔بولا۔

" جناب آپکو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے یہاں ایسا کوئی کام نہیں کیا جاتا ہے۔ ہمارا ایک نام ہے۔ جس پہ ہم کوئی کمپرومائز نہیں کرتے ہیں۔"

"تو پھر ڈر کس بات کا۔ڈاکٹر اسماء کو بلائیے، باقی ان سے پوچھ گچھ میں خود کرلوں گا۔"

"آپ ڈاکٹر اسماء سے بات کر کے اپنی تسلی کرلیں۔۔۔ مگر میں پہلے ہی بتا دیتا ہوں۔آپ کو مایوسی ہونے والی ہے۔"

ایوب نے انٹرکام پہ مس اسماء کو بھیجنے کا پیغام چھوڑا۔۔۔ تین منٹ بعد دروازے پہ دستک ہوئی۔

ایوب کی کرخت آواز نکلی۔

"تشریف لائیے۔"

ایک پچیس چھبیس سالہ اسٹائلش سی لڑکی نے دروازہ کھولتے ہی پوچھا۔

"سر آپ نے بلایا؟"

"جی مس اسماء آیئے بیٹھیے۔۔۔ یہ صاحب آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں
۔۔اور انکے سوال کا جواب مجھے بھی چاہیے۔"
ڈاکٹر اسماء کو ایوب صاحب کا لب ولہجہ معمول سے ہٹ کر لگا۔۔۔ مگر پھر
بھی اپنا وہم سمجھ کر ٹالتے ہوئے آکر کرسی پہ بیٹھ گئی اور وہاں موجود تیسرے
شخص کی جانب رُخ کیا۔ جو گہرے نیلے ٹراؤزر سوٹ کے ساتھ سفید بے داغ
شرٹ پہنے ہوئے تھا۔
"جی میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"
"آپ میری کیا مدد کریں گی۔ مدد تو میں آپ کی کرنے آیا ہوں۔"
اسماء نے ایک دفعہ ایوب صاحب کی جانب دیکھا۔۔۔ پھر مہمان کی
جانب۔۔۔اور بولی۔
"میں سمجھی نہیں کہ آپ کیا کہنے چاہ رہے ہیں؟"
"ڈاکٹر صاحبہ آج آپ ایک لڑکی کا ابارشن کرنے والی ہیں۔ کیا یہ بات سچ
ہے۔۔۔؟ اگر آپ انکاری بھی ہوں۔۔۔ تو میرے پاس آپ کے خلاف
سب سے بڑا ثبوت اُس خاتون کی اس ہسپتال میں موجودگی ہے اور وہ یہاں پر
اسی کام کے لیے آئی ہے۔ جبکہ آن ڈیوٹی صرف ایک لیڈی ڈاکٹر موجود ہے جو
کہ آپ ہیں۔ کیا آپ کو اِن میں سے کسی ایک بات سے بھی انکار ہے؟"
ڈاکٹر اسماء منہ کھولے اسکو دیکھے جا رہی تھی۔۔۔ جو بات اس نے ٹاپ
سیکریٹ رکھی تھی۔ وہ یوں سرِ عام کھل گئی تھی۔ مگر پھر خود کو بروقت
سنبھالتے ہوئے ترشی سے گویا ہوئی۔
"اول تو یہ کہ میں اپنے مریضوں کی پرسنل معلومات کسی کے ساتھ
ڈسکس نہیں کرتی ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے اور اس بچے کو

لیکر اس کے خاندان والے اس کو سیریس قسم کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں یونہی اس کام کے لیے راضی نہیں ہوئی تھی۔ اس لڑکی کی زندگی کو خطرہ ہے
۔"

"اور آپ تک یہ خرافات کس نے پہنچائی ہیں؟ اُس لڑکی نے؟"

" ظاہری بات ہے جی۔ اور کون بتائے گا۔ وہ اپنے امی ابو سے چھپ کر آئی ہے۔"

"اُس لڑکی نے کہانی سُنا دی اور آپ نے آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا۔۔۔؟ ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے جب آپ ایک معصوم بے قصور جان کا قتل کرنے پر راضی ہوئی تھیں۔ تو آپ کا یہ اخلاقی فرض نہیں بنتا تھا۔۔ کہ آپ اس لڑکی کے بارے میں اپنے طور پر تفتیش کرواتیں۔۔۔ یا کہ آپ کو نوٹ ہی اتنے مل گئے تھے کہ آپ نے اس بارے میں سوچنے کی بھی زحمت نہیں کی کہ وہ لڑکی جھوٹی بھی ہو سکتی ہے۔ "

" یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ اسکے چہرے پہ رقم تھا کہ وہ کسی مشکل میں ہے۔"

" یہ بھی تو ہو سکتا ہے نہ کہ اس لڑکی کے چہرے پہ موجود تاثرات ندامت کے ہوں۔ گناہ کو سوچ کر پچھتاوے کے ہوں۔ اندر سے ڈر رہی ہو۔ اور آپ اپنے غلط چہرہ شناسی کے زعم میں میری آنے والی نسل کو ختم کرنے چلی ہیں۔"

"ڈاکٹر صاحبہ وہ لڑکی میری بیوی ہے۔ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ مجھے بروقت اطلاع مل گئی۔ ورنہ یقین جانیے میں یہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ معاف تو میں اب بھی نہیں کروں گا۔ آپ کے خلاف کیس کروں گا۔ تاکہ آئندہ آپ دو لاکھ کے پیچھے بغیر تصدیق کے قتلِ عام نہ کرتی پھریں۔

"سر پلیز آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔ آپکی مسز نے کہانی بنا کر ایکٹنگ ہی ایسی کی تھی۔ کہ میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو دھوکا کھا جاتا۔ سر ایوب آپ ان صاحب سے کہیے نا۔ سر میں ایک ایماندار ملازمہ ہوں، سر میں نے پیسے کے لالچ میں کیس نہیں لیا تھا، سر اُس لڑکی کا بار بار یہی کہنا تھا، کہ اگر اُس نے بچے سے جان نہ چھڑوائی تو اسکی جان کو خطرہ ہے۔"

آپکے ساتھ میرا ملازم بات کرے گا۔ فلحال مجھے اتنا بتادیں آپکی جھوٹی مریضہ اس وقت کس کمرے میں موجود ہے۔"

"وہ گائینی وارڈ کے کمرہ نمبر چار میں ہے۔"

"بہت خوب۔۔۔ تعاون کا شکریہ۔۔۔ اُمید ہے کہ ہم دوبارہ نہیں ملیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے نکلا۔۔۔ جیب میں سے فون نکال کر اپنے ملازم کا نمبر ملا کر ضروری ہدایت دینے لگا۔۔۔ اس دوران اس کے قدم گائینی وارڈ کی جانب رواں دواں تھے۔۔۔ فون پہ بات ختم کرنے کے بعد فون بند کر کے جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھا۔۔۔ مطلوبہ کمرے کے دروازے پہ وہ چند سکینڈ کو رکا اور اگلے پل گہری سانس کھینچ کر دروازے کے ہینڈل پر وزن ڈالا ۔۔۔ دروازہ کھل گیا۔۔۔

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ دوبارہ بند کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں پر موجود تو تھی۔ مگر دل کو بے چینی لاحق تھی۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ بُرا ہونے والا ہو۔ وہ بار

بار خود کو تسلی دیتی کہ نہیں۔ جس شخص سے مجھے خطرہ ہے۔ وہ اس وقت حوالات میں بند ہے۔ بہت جلد اسکو سزا ہو جائے گی۔

سزا آج ہوتی ہے یا کل۔ یہ فائنل نہیں تھا۔ مگر اسکے دماغ میں ایک بات بالکل کلئیر تھی کہ ۔۔۔ وہ اب زمانہ قریب میں اُس شخص کی شکل کبھی نہیں دیکھے گے۔ جس سے وہ دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتی ہے۔ اتنی نفرت کہ وہ اسکی اولاد کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر رہی تھی۔ ہاں چند گھنٹوں کی بات تھی۔ پھر زبردستی کی لکھی کہانی کا ختمی انجام ہو جائے گا۔ اپنے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔

تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی اور اگلے پل دروازہ وا ہوا۔

فریم میں اُبھرنے والے چہرے کو دیکھ کر اس کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا۔

مگر آج سامنے والے کی نظروں میں نرمی کی جگہ شعلے نکل رہے تھے۔

آج وہاں اسکو ویسی ہی نفرت نظر آئی جیسی اُس کے اپنے اندر پائی جاتی تھی۔

اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا وہ شخص عین کمرے کے وسط میں سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا بولا۔

"خونخوار جانور بھی اپنی اولاد کے لیے نرم ہوتا ہے۔ تم نے تو اُس جانور کو بھی مات دے دی۔ جو ماس تو کھاتا ہے۔ مگر اپنی اولاد کے لیے کرم ہی کرم ہوتا ہے۔ کیا سمجھ لیا تھا۔۔۔؟ میں اتنا کمزور ہوں۔۔۔؟ کہ اپنی اولاد کی حفاظت نہ کر پاؤں گا؟"

وہ بڑی دھیمی مگر سرد اور دوٹوک آواز میں بولتا جارہا تھا۔۔۔ اور آج وہ صرف سُن رہی تھی۔ ایک دم سے اُسکو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے اوسان

دھنگ رہ گئے تھے۔ اور زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ورنہ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔۔ وہ تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والوں میں سے تھی۔

" سارے قصور میرے ہیں۔۔۔ اپنی اولاد کو کس بات کی سزا دینے جاری تھیں؟"

بلا آخر لب ہلے۔

" یہ میری اولاد نہیں ہے۔"

" اچھا۔۔۔ کیا تمہارے وجود میں نہیں پل رہا ہے۔۔۔؟ یا تمہارے خون سے نہیں سینچ رہا؟ کس حوالے سے یہ تمہاری اولاد نہیں ہے؟"

" ہر حوالے سے۔"

" مجھے بھی تو بتاؤ۔۔۔؟"

" جب میں تمہیں اپنا شوہر ہی نہیں مانتی ہوں۔۔۔ تو اسکو اپنی اولاد کیوں مانوں گی۔۔۔ یہ حر۔۔۔۔۔"

منہ پہ پڑنے والے زوردار چانٹے نے اگلے لفظ چھین لیے۔

" خبردار۔۔۔۔ جو تم نے میرے بچے کو گالی دی۔"

نم آنکھوں کے ساتھ وہ اسکی جانب دیکھ کر غصے سے چیخی۔

" دوں گی گالی۔۔۔ کیوں نہ دوں۔۔۔ جو کچھ تم نے کیا ہے۔۔۔ اب اُس کا سامنا کرنے سے کیوں ڈر رہے ہو۔؟"

" تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ کیا میری شکل پہ کسی قسم کا خوف یا ڈر دیکھ رہی ہو۔۔۔؟ نہیں نا۔ کیونکہ میں چور نہیں ہوں۔۔۔ بے ایمان نہیں ہوں۔"

وہ تالیاں پیٹ کر داد دینے لگی۔

"براوو۔۔۔ جس تھالی میں کھاتے رہے اسی میں چھید کر کے کہتے ہو۔ تم چور نہیں ہو۔ اگر ایسا ہے تو ملاؤ میرے باپ کا نمبر اور یہاں میرے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرو۔ پھر میں مانوں کتنا دم رکھتے ہو۔"

"مجھے کوئی کم عمر جذباتی لڑکا سمجھا ہوا ہے۔ جو تمہاری جملے بازی کا جواب دینے کھڑا ہو جائے گا۔"

"اپنا سامان پکڑو۔۔۔ اور میرے ساتھ چلو۔۔۔ تمہیں آزادی راس نہیں آئی ہے۔"

"میں شور مچا کر سارا ہسپتال سر پہ اُٹھا لوں گی۔ میرے نزدیک آنے کا تو سوچنا بھی مت۔"

"کیا کرو گی۔۔۔؟ مجھے پولیس کے حوالے کروا کر میرے پہ ہراسمنٹ کا کیس کرواؤ گی؟ تم پاگل ہو گئی ہو۔ ہارمونز تمہارے دماغ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب میں سے فون نکال کر اس کے برابر بیڈ پہ اُچھالا۔

"یہ فون پکڑو اور اپنے والد کو کال ملاؤ۔ انکا نمبر سپیڈ ڈائل پہ موجود ہے۔ اُن سے بات کرو۔ اور پھر انسانوں کی طرح میرے ساتھ چلو۔"

اپنے باپ کو اپنی آپ بیتی کا ایک ایک احوال سُنانے کے لیے فون ہاتھ میں لیکر نمبر ملایا۔

جیسے ہی دوسری جانب سے ہیلو کی آواز آئی۔۔۔ وہ جوش سے بولی۔

"آپ سے رابطہ کیوں نہیں ہوتا تھا۔۔۔ میں۔۔۔"

دوسری جانب اسکے والد نے جس لہجے میں بات شروع کی وہ اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ ہر بات پیار اور محبت سے کرنے والے باپ کی آواز میں

غصہ اور نفرت بول رہی تھی۔ اور جو جو باتیں انہوں نے کیں۔ اسکے کانوں میں سیسے کی طرح پگھلتی گئیں۔

کال پورے تین منٹ چلی۔۔۔۔ وہ بت بن کر صرف سنتی رہی۔ اور آخر بے ہوش ہو گئی۔

اُس مرد نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے بے خبر ہوتے وجود کو فرش پہ اوندھے منہ گرنے سے بچانے کی خاطر اُس عورت کو دونوں بانہوں میں تھام لیا۔ پھر نرمی سے بیڈ پہ لٹا کر ڈاکٹر کو بلا لایا۔

کال کٹ چکی تھی۔۔۔ آگہی کا تیر چل چکا تھا، اب یہ دیکھنا باقی تھا کہ اس سے کس درجے کی تباہی عمل میں آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"آپی ابی کہہ رہے ہیں۔۔ اگر آپ کو ہر حال میں آج ہی اپنی نئی گاڑی خریدنی ہے تو۔۔ جلدی سے تیار ہو کر آئیں۔"

آج ویک اینڈ ہونے کی وجہ سے وہ سستی کا شکار تھی۔ اور اپنے کمرے کے کارپٹڈ فرش پہ بیٹھی اپنے جیولری باکس کو خالی کرنے کے بعد اب سیٹ کر رہی تھی۔ ابھی تک شب خوابی کے لباس میں تھی۔ ایک ڈھیلا سا گرے سوئیٹر اسکے ساتھ چیک والا کالا اور گرے ٹراؤزر۔ ایمان کی بات پر ایک دم سے چوکس ہو کر متوجہ ہوئی اور خوشی و جوش سے پوچھا۔

"ہائے کیا ابی نے واقعی ایسا بولا ہے۔۔۔؟"

"ہاں نا۔۔۔ اب جلدی سے تیار ہو کر آجائیں۔"

ایمان چہرے کے زاویے بناتی واپس مڑ رہی تھی جب اس نے اُٹھ کر اسکو بازو سے دبوچا۔۔۔ اور کمرے میں واپس کھینچا۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔ اِدھر بیٹھ کر یہ سارا بکھیڑا سمیٹو۔۔۔ میں ابھی آئی۔۔۔"

اُس نے زبردستی ایمان کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود کمرے سے نکل گئی۔

ایمان نے اپنی عینک کا فریم درست کرتے ہوئے غصے سے اپنے سامنے بکھری اپنی بہن کی جیولری کو دیکھا۔۔۔ اور خود سے بڑبڑائی۔

"آپی جو کہتی ہیں۔ ابی سے منوائے بغیر ان کو سکون نہیں لینے دیتی ہیں۔ شی از سو سیلفش۔ اب ابی سے کنفرم کرنے گئی ہوں گی۔ جیسے میری بات پہ تو یقین ہی نہیں ہے۔ اوہ پر ابی کے پاس تو فاز بھائی آئے بیٹھے ہیں۔"

ایمان نے اپنا سیدھا ہاتھ پیشانی پہ مارا۔

"پہلے خود اندھوں جیسے بھاگ گئی ہیں۔۔۔ اب آ کر مجھے ہی ڈانٹیں گی۔ اُف میری لائف۔ اللہ کسی کو درمیان والا بہن بھائی نہ بنائے۔ ساری عمر رعب سُنتے ہی گزر رہی ہے۔"

ایمان بولنے کے ساتھ ساتھ بڑی بہن کی ساری انگوٹھیاں اٹھا اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پہ سجا چکی تھی۔ ایک بڑے سے جھمکے کو ماتھے پہ ٹیکے کی صورت ٹکایا۔ اب چوڑیاں پہن رہی تھی۔ جو کہ اسکی فربہی مائل کلائیوں پہ خوب بج رہی تھیں۔

تیزی سے سیڑھیاں اترتی وہ ہوا کے گھوڑے پہ سوار ابی کے کمرے میں بغیر ناک کئے داخل ہوئی۔

"ابی جان کیا میرے سماعت نے جو سُنا وہ سچ ہے۔۔۔؟"

دونوں چچا بھتیجا بڑے ریلیکس انداز میں بیڈ پہ نیم دراز ہو کر خشک میوہ جات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فاز کی گود میں ایک فائل کھلی پڑی تھی۔

جسے وہ پوری توجہ سے پڑھ رہا تھا۔ایک پل کو نظر اُٹھی۔نہ سر پہ آنچل نہ سینے پہ۔اسکا خون ہی کھول کر رہ گیا۔

اور ایک دم بھنویں اچکا کر نظر واپس فائل پہ ٹکا دی۔

جہانگیر تارڑ عام طور پر بیٹی کو دیکھ کر خوش باش ہو جایا کرتے تھے۔مگر اس وقت اسکے حلیے کی وجہ سے ماتھے پہ شکن آگئی۔

ٹھٹھکی وہ بھی تھی۔۔ مگر پھر اپنے ازلی اعتماد کے سہارے جم گئی۔

"ابی کیا آپ مجھے گاڑی دلوا رہے ہیں؟"

بھینچے کے پہلو بدل کر فائل پہ نظریں غرق کرنے پر وہ اسکا احتجاج سمجھ گئے اور بیٹی کو وہیں ٹوک دیا۔

"امل بیٹے کمرے میں آنے سے پہلے ناک کرتے ہیں۔۔ اور یہ کیا حلیہ ہے یوں منہ اٹھا کر بھائی کے سامنے آنے کا۔"

"ابی یہ آدمی میرا بھائی کبھی نہیں ہو سکتا۔میرا ایک ہی بھائی ہے۔جسکا نام فاز تو ہرگز نہیں ہے۔اور دوسرا یہ کہ میں آپ کے پاس آئی تھی۔مجھے کیا علم آپ نے اپنے مہمان کو ڈرائنگ روم کی بجائے لا کر اپنے کمرے میں بٹھایا ہوا ہے۔"

"امل بدتمیزی مت کرو۔۔۔ فاز اس گھر کا فرد ہے۔۔ مہمان نہیں ہے۔"

"اوہ ایز آلویز۔۔۔ آپ اس شخص کی ہی حمایت کریں گے۔مجھے فضول میں اپنا سر کھپانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔آپ بس اتنا بتا دیں کیا واقعی آپ نے ایمان سے مجھے گاڑی دلوانے کی بات کی ہے۔۔ یا مذاق تھا؟"

"میں مذاق کیوں کروں گا۔ تمہارا اپنا مطالبہ تھا نئی گاڑی کا۔ آج فاز کو میں نے اسی لیے زحمت دی ہے۔ اسکے ساتھ جاکر گاڑی پسند کر آؤ۔ باقی یہ دیکھ لے گا۔"

امل کا منہ کڑوا ہو گیا۔ بادل ناخواستہ بولی۔

میں تیار ہو کر آتی ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ایمان کو بولی۔

"ابی ہمارے گھر کا کوئی کام کوئی فیصلہ اس شخص کی مداخلت کے بغیر کیوں نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا ابی اس کے انتظار میں ہیں تو میں کب کی ان کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئی ہوتی۔ کل میری پہلی آفیشل ریمپ واک ہے۔ میں لیٹ نہیں ہونا چاہتی ہوں۔ اسلیے میں اس آدمی کا احسان لینے پر مجبور ہوں۔"

ایمان اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"میں بھی چلوں؟"

"کیا یہ بھی پوچھنے والی بات ہے۔ اُس شخص کے ساتھ جانے کا سوچ کر ہی مجھے الجھن ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کجا کے اس کے ساتھ گاڑی میں اکیلے بیٹھنا۔ اُف اللہ ایسا وقت کسی دشمن پر بھی نہ لائے۔"

نیچے باغیچے سے فاز کی آواز سُنائی دی۔ امل اپنے کمرے کی بالکونی پر نکلی۔

وہ شائد اپنی کوئی کال سُننے کے بعد اندر کی طرف جا رہا تھا۔

سفید کلف دار سوٹ پہ ہلکی ہلکی سی شکنیں اُبھر آئی تھیں۔ امل نے وہیں سے للکارا۔

"میں دودھ پیتی بچی ہر گز نہیں ہوں۔۔۔ جو تمہاری انگلی پکڑ کر شوروم تک جاؤں۔ اپنی یہ سردمزاجی فدائیوں تک محدود رکھا کرو۔ مجھے اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے۔"

وہ اس کی ہمت پہ داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت بھی وہ اپنے اسی حلیے میں تھی۔ دراز قد میں ٹراؤزر شرٹ بگی ہونے کے باوجود اس کے جسم کے بعض مقامات پر بری طرح نمودار تھی۔ اس دفعہ فاز نے نظر نہیں جھکائی۔ اور نظر جُھکاتا بھی کیوں؟ جب سامنے والی کو فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ تو ویسے بھی حسن کا دیوانہ واقعہ ہوا تھا۔

اُس کو جم کر کھڑا دیکھ کر امل کو غصہ آیا۔ کیونکہ وہ یک ٹک آنکھیں جھپکے بغیر دیکھے جا رہا تھا۔ اس کو جواب میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ بڑے آرام سے جتایا۔

"ایسا کرو خود جا کر چچا کو انکار کر دو۔"

امل نے دانت پیسے۔

"جانور کہیں کا۔"

پیر پٹختی کمرے میں چلی گئی۔

سنجیدہ چہرے کے ساتھ اندر کی جانب جاتے ہوئے لبوں پر بڑبڑاہٹ تھی۔

"اس منہ زور ندی کے آگے بندھ باندھنا اہم ہو گیا ہے۔ ورنہ سالوں کی کمائی عزت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔"

آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ فاز کے دوست کے شوروم کی جانب جا رہے تھے۔ ایمان امل کے ساتھ پچھلی سیٹ پر براجمان تھی۔ فاز کی آنکھوں کو مہنگے

کالے شیشے اپنے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود امل کا جب بیک ویو مرر پر اٹھنے والی نظر سے واقف تھی۔

مضبوط ہاتھوں سے اسٹیرنگ وہیل کو گھماتے ہوئے اس نے بڑے آرام سے موڑ کاٹا۔ اور ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"ایمان سُنا ہے کچھ لوگ ذہن کے بڑے پکے واقع ہوئے ہیں۔ اُن کا لوگو ہے کہ جان جاتی ہے تو جائے، عزت جاتی ہے تو جائے، مگر وہ کلے کا تمرا کا اس شوق ضرور پورا کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کو ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو لوگ خاندانی رسم و رواج سے ٹکراتے ہیں۔ ان کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔"

امل بڑی اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ یہ سب کس کو سُنا رہا ہے۔ اسلئے بیک ویو مرر میں اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

"ہمارے باپ دادا نے تو کبھی طوائفوں اور ناچنے والیوں پہ دولت نہیں واری تھی۔ نہ ہی انہوں نے حرام کی کمائی گھر میں داخل کی تھی۔ نہ ہی ان کے ان گنت معاشقے رہے تھے۔ پھر ایسا کرنے والے انسان کا وجود اب تک اس خاندان میں نظر کیوں آرہا ہے؟ رسم و رواج توڑنے والے کے اپنے ٹکڑے کیوں نہیں ہوئے؟"

فاز کے لب ایک کونے سے ہلکے سے پھیلے پھر واپس ایک لائن میں آگئے۔ مزا لیتے ہوئے بولا۔

"چلو یہ تو کھلا کہ جتنا تم میری ذات سے لاپرواہ نظر آنے کی کوشش کرتی ہو۔ حقیقت اُس کے برعکس ہے۔"

امل ناگواری سے بولی۔

"تمہاری حیثیت میری زندگی میں اتنی سی ہے کہ میرے ابی تمہیں تمہارے گھر سے بُلا کر میری ڈرائیوری کرنے کا بولتے ہیں۔ جیسے ایک نوکر کو بولا جاتا ہے۔"

فاز نے ایک دفعہ پھر دل جلانے والی مسکراہٹ چھپائی اور کمینگی سے بولا

۔

"خبر رکھا کرو امل جہانگیر کہیں ایسا نہ ہو۔ یہ ڈرائیور عمر بھر کے لیے تمہارا ذمہ دار بنا دیا جائے۔"

امل نے خوفزدہ نگاہوں سے اُس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے منہ میں خاک فاز اورنگزیب، ایسا دن دیکھنے سے پہلے میں مرنا پسند کروں گی۔"

فاز نے اس کے تاثرات سے لُطف لیتے ہوئے کہا۔

"میرا مخلصانہ مشورہ ہے امل جہانگیر مردوں کا مقابلہ کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ بہت پچھتاؤ گی۔ میں پہلے سے بتا رہا ہوں۔ تاکہ بعد میں تم ہمیں الزام نہ دو۔"

امل نے حیرت سے دریافت کیا۔

"تمہیں آوارہ بدچلن مرد کہنے کا مطلب تمہاری نظر میں یہ ہے کہ میں تمہارا مقابلہ کرنا چاہ رہی ہوں؟"

فاز نے گیراج کے سامنے گاڑی روکی اور بڑے تحمل سے بولا۔

"اگر میں ایک آوارہ بدچلن انسان ہوں تو تم بھی تو ماڈلنگ میں جا کر ایسا ہی بننا چاہ رہی ہو۔ تم میں اور مجھ میں کوئی خاص فرق تو نہیں رہے گا۔"

امل کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔

"تمہارا مطلب ہے، ماڈلنگ کرنے والے بدچلن ہوتے ہیں؟"

فاز نے بھی آگے سے سیدھا سوال داغہ۔
" تو کیا آدھی ننگی ہو کر غیر مردوں کے سامنے جانے والی عورتیں
پرہیز گار ہوتی ہیں؟"
امل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
" تمہاری سوچ سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم کتنے چھوٹے انسان ہو۔ مہنگا
لباس اور نفیس خوشبو بھی تمہیں خوبصورت دکھانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔"
وہ لاپرواہی سے بولا۔" چلو تم مجھے نہ سہی میری خوشبو کو تو نفیس مانتی ہو۔
آہستہ آہستہ میرے بارے میں بھی رائے بدل جائے گی۔"
امل نے نفرت سے کہا۔
" ہاں تمہاری موت کے بعد دنیاداری کو میں بھی کہہ دوں گی۔ مرنے
والا کمبخت اچھا انسان تھا۔"
فاز کے لبوں کو دانتوں میں دبا کر طنزیہ مسکراہٹ امل کی جانب پھینکنے
سے امل کی روح تک جل کر راکھ ہو گئی۔ ایمان سے بولی۔
"مانی چلو گھر چلیں۔"
مانی نے منہ بسورا۔
" آپ لوگ اتنا لڑتے کیوں ہیں؟ ہم گاڑی لیے بغیر واپس نہیں جائیں
گے۔ کیوں فاز بھائی؟"
وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولا۔
" بالکل جی۔۔ آج گاڑی والی سر درد ختم کر کے ہی واپسی ہو گی۔ اب روز
روز میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے فضول کاموں کے لئے نہیں نکل سکتا ہوں
۔"

امل بھی باہر نکل کر مستحکم لہجے میں بولی۔ "بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارا قیمتی وقت ۔۔ میں گھر جا رہی ہوں۔" وہ سڑک کی جانب چل پڑی اور وہ اُس کو جاتے دیکھتا رہا۔ اس سے پہلے کہ ایمان گاڑی سے نکل کر اس کے پیچھے جاتی۔ امل پہلا آنے والا رکشہ روک کر اس میں بیٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

"تمہیں کتنی دفعہ کہاں ہے۔ کرائے پہ مت رہو۔ آخر میرا اتنا بڑا گھر کس کام کا؟ اگر میری اپنی ہی بیٹی نے کرائے پہ رہنا ہے تو۔"

"مجھے یہاں پہ آسانی رہتی ہے۔ ایک تو یہ جگہ میرے کام کے قریب ہے۔ دوسرا میری آنے جانے کی روٹین ایسی ہے کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے والوں کو ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں لگتا۔"

"اکیلی لڑکی فلیٹ کرائے پہ لیکر رہ رہی ہے۔ اور جس علاقے میں تمہارا فلیٹ ہے۔ وہاں تو دن دہاڑے لوگوں کو چھریاں مار دی جاتی ہیں۔ ڈرگ ڈیلرز کا گڑھ ہے۔ میں کہتی ہوں اگر اکیلے ہی رہنا تھا تو کیا کسی اچھی جگہ پہ گھر نہیں لے سکتی ہو؟"

"اچھی جگہ پہ اتنے میں ایک کمرہ بھی نہیں ملتا جتنے میں یہاں مجھے ایک فلیٹ میسر ہے۔۔۔ اور مجھے یہاں کے لوگ کچھ نہیں کہتے ہیں۔ میرے بلاک میں رہنے والے سارے لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔"

"ہاں تو اگر تمہارے گھر کا لاک توڑ کر سارے پیسے اور قیمتی چیزیں چوری کر لیں۔ اور جواب میں تم نے پولیس میں رپورٹ تک نہ کی اب وہ تمہیں پسند نہ کریں گے تو کیا بیر پالیں گے۔"

"آپ اپنی صحت کی سُنائیں۔ گھر پہ سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں ۔۔۔ اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ۔ میں نے نیا واکنگ گروپ جوائن کیا ہے ۔ ہر جمعۃ کو ہم لوگ چار سے پانچ میل چلتی ہیں ۔ اس کے علاوہ میری ایک بنگالی دوست کیفے کھول رہی تھی ۔ میں اُس کے ساتھ پارٹنر بن گئی ہوں ۔ ہفتے میں دو دن وہ وہاں ہوتی ہے ۔ دو دن میں تم یہاں ہو تو میرے پاس تھوڑی رونق ہے ۔"

"اپنی بہو کو بولیں نا کہ بچوں کو آپ سے ملوانے لیکر آیا کرے ۔۔۔ رونق ہو جایا کرے گی ۔"

"وہ تو اسی انتظار میں رہتی ہے ۔ کب میں چھوٹا سا بھی اشارہ کروں اور وہ بچوں کو میری طرف چھوڑ کر اپنی دوستوں کے ساتھ جائے ۔ اسکے شوہر کا فون آیا تھا ۔ اگلے ہفتے فرانس جا رہا ہے ۔"

"ہیں ۔۔۔ کیا اکیلا جا رہا ہے؟"

"اُسکی اتنی ہمت ۔ اکیلا تو وہ کارنر شاپ تک نہیں جا سکتا ۔ بیوی بھی ساتھ جا رہی ہے ۔"

"اور بچے ۔۔۔؟"

"نانا نانی کے ساتھ رہیں گے ۔ اسکی ماں کی اچھی شامت آئی ہوئی ہے ۔"

وہ دھیمے سے ہنسی ۔

"اچھا سُنو ۔"

"جی کہیے؟"

"کیا ابھی تک نائٹ شفٹ کر رہی ہو؟"

"ہاں ۔۔۔ مجھ سے دن کے وقت کام نہیں ہوتا ہے ۔"

"تمہاری ہر بات اُلٹ ہے۔ لڑکیوں والی کوئی بات نہیں ہے۔ اور سُناؤ، وہ جو تمہارا ہمسایہ تھا۔۔؟"

"کون؟ وہ اپنا چوہدری؟"

"ہاں۔۔۔ وہی کیا ابھی تک ادھر ہی رہتا ہے۔۔؟"

"خالہ وہ بھی میرے جیسا فوجی ہے۔ دن کے وقت لمبی تان کر سویا ہوتا ہے۔ اور رات کو کام کرتا ہے۔"

"تم نے اسکو پوچھا نہیں کبھی، اسکے ماں باپ کے بارے میں کہاں سے ہے؟"

"وہ بات بھی ایسے کرتا ہے۔ جیسے پتھر مار رہا ہو۔ اور مجھے کبھی اسکے بارے میں جاننے کا شوق نہیں ہوا۔"

"ہاں۔۔۔! تم اس دنیا کا حصہ ہی کب ہو، جو تمہیں اپنے ارد گرد بسنے والوں کے احوال جاننے کی فکر ہو، کبھی سوچا ہے ایسا کب تک چلنا ہے؟"

"مجھے سوچنے سے نفرت ہے۔"

"یہ بھی اچھا ہے۔ اور پسند کیا ہے۔؟"

"بے خبری، خود فریبی، نہ آشنائی۔"

اُس نے سرگوشی میں کہا تو دوسری طرف چندیل کو خاموشی چھا گئی۔ پھر خالہ بولیں۔

"ملی۔۔۔؟"

"جی خالہ۔۔۔؟"

"کب تک اس ملک میں چھپنے کا ارادہ ہے؟"

"کیوں؟ کیا آپ مجھ سے تنگ آ گئی ہیں؟"

"میں کیوں تنگ ہونے لگی تم کون سا میرے ساتھ رہتی ہو۔"

"تو پھر آپ نے آج اچانک سے ایسا سوال کیوں پوچھا ہے؟"

"کیونکہ کل میری پاکستان میں تمہاری ممانی سے بات ہوئی تھی، وہ کہہ رہی تھی۔ میں تم سے رشتے کی بات کروں۔"

"کس کے رشتے کی خالہ؟" "تمہاری ممانی چاہتی ہے تم اس کی بہو بن جاؤ، ماموں کی بھی یہی خواہش ہے۔"

ملی نے قہقہہ مارا۔ "ممانی نے ہی ماموں کو اس طرف لگایا ہونا ہے، آخر میرے نام پہ اتنی ساری جائیداد ہے، جس کی خاطر وہ مجھے قبول کرنے پر راضی لگتی ہیں۔ آپ ان سے کہیے گا، میں آج بھی وہی ملی ہوں۔ جس کے لیے انہوں نے کبھی میری ماں کے سامنے بہت غلط بیانی سے کام لیا تھا، اور میری ساری جائیداد میرے وارث کی ہے۔"

"شادی کر لو۔ اگر شادی نہیں کرنی تو کم از کم ایک بوائے فرینڈ ہی بنا لو۔ اکیلی رہ رہ کر تم آدم بیزار ہو گئی ہو۔"

"کھنڈرات میں انسان نہیں بستے میری بھولی ماں۔۔۔ جنات کا بسیرا ہوتا ہے۔ ویسے بھی میں ابھی تک کسی کے نکاح میں ہوں۔ جب تک طلاق نہ لوں، شادی نہیں کر سکتی ہوں۔ اور طلاق لینے کا مطلب ہے کہ میں اس کے ساتھ رابطہ کروں۔ وہ کڑوا گھونٹ میں پی ہی لیتی اگر جو مجھے کسی اور کے ساتھ کی چاہت ہوتی۔"

"میں اپنے دیور سے بات کروں۔۔۔؟ وہ چند دن کے لیے تمہارے پاس آجاتا ہے۔ اسکو لندن دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔"

" خالہ۔۔۔۔! کیوں بیچارے شریف آدمی کی جان کو عذاب میں ڈالنا چاہتی ہیں۔ "

" نہیں عذاب کیسا۔۔۔ بلکہ وہ تمہیں اچھے کھانے بنا کر دے گا۔ بڑا اچھا شیف ہے۔ تمہیں بتایا تو تھا۔ اپنا یوٹیوب چینل چلا رہا ہے۔ صرف کھانوں کی ترکیبیں ڈالتا ہے۔ "

" مجھے اس بیچارے سے مکمل ہمدردی ہے۔ اگر یہاں میرے دروازے پہ آیا تو بری طرح پٹ کر جائے گا۔ کیونکہ یہ جو سارے گینگسٹر میرے آس پاس رہتے ہیں نا۔ آتے جاتے مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر ہاتھ ہلاتے ہیں۔ سوچ لیں آپ کے دیور کے ساتھ کیا کریں گے۔ جب میں کہوں گی۔ زبردستی میرے گھر میں گھس رہا ہے۔ اور ویسے خالہ اندر کی بات بتاؤں۔۔۔؟ "

" جا بے وفا لڑکی منہ کا سارا ذائقہ ہی خراب کر دیا۔ "

" ارے ابھی کہاں ابھی تو اصل بم پھوڑنے جا رہی ہوں۔ "

" مجھے کچھ نہیں جاننا۔ تم اپنی زندگی کو ضائع کرو۔ میری طرف سے سب کے سب آزاد ہو۔ میں کل ہی اپنا پیچھلا گارڈن کھودتی ہوں۔ اور سبزیاں اگاتی ہوں۔ بڑھاپے کا کوئی تو ساتھی ہو۔ "

" کیوں۔ کیا کارنیشن سٹریٹ۔۔۔ ایسٹ اینڈرز اور مسٹر خان ٹی وی پہ آنا بند ہو گئے۔۔۔؟ "

" نہیں سب ہی آ رہے ہیں۔ روز شام کو پوسٹ آفس سے چھٹی کے بعد سب کی قسطیں دیکھ کر ہی سوتی ہوں۔ "

" ویسے آپکو ایک اور سیریز کا بتاؤں۔ آپکو پسند آئے گی۔ "

"نہ تم ہر گز مت بتانا، آخری دفعہ تم نے بتائی وائیکنگز۔ اُف اللہ کیا، یکھتی ہو تم، اور کیسے دیکھ لیتی ہو۔ مار مار اور بس مار دھاڑ، چاکو، کلہاڑے۔۔ توبہ مجھے تو اب تمہاری بڑی فکر ہے۔ تمہارے اندر نارمل لڑکیوں والی ایک عادت نہیں ہے۔"

"اچھا اب میں فون بند کر رہی ہوں۔ میری بریک ختم ہو گئی ہے۔ مجھے جاب پہ جانا ہے۔"

"ہاں ہاں کرو لوگوں کی ویٹری! اچھا ہوا اللہ نے میری بہن کو بہت پہلے اپنے پاس بُلا لیا۔ آج اپنی نازوں پلی کو ایک تھرڈ کلاس ریسٹورنٹ میں ویٹری کرتے دیکھ کر صدمے سے ہی مر جاتی۔"

"وہ ہوتیں تو شائد میرے اندر کچھ بچ جاتا۔۔ اب کیا ہے؟ فقط راکھ کا ڈھیر ۔"

خالہ کو پچھتاوا ہوا ساتھ ہی بولیں۔

"اچھا دفعہ کرو۔ میں تو ویسے بھی بڑھاپے میں آ کر بس دماغی طور پر فارغ ہو چلی ہوں۔ کچھ بھی بول دیتی ہوں، پر ملی شادی کر لو۔۔۔ میری جان چاہے کسی ڈرگ ڈیلر سے ہی سہی۔ پر تمہاری تنہائی مجھے راتوں کو بے چین رکھتی ہے ۔"

"خالہ مجھے اتنا بتا دیں۔ چالیس سال کی عمر میں بوڑھی کیسے ہوئی ہیں ۔۔۔؟"

"ہائے کچھ نہ پوچھو۔۔۔! صحبت ایسے لوگوں سے رہی جنکو چھوٹی عمر کے لوگوں سے ابسیشن تھی۔ اسلیے چالیس سال بعد میں مکمل ہوئے۔ بڑھاپا پہلے آیا ہے۔"

"دیکھ لیا آپ نے پھر شادی کرنے کا انجام۔"

"اچھا۔۔۔! اچھا۔۔۔! تم میرے کندھے پہ رکھ کر بندوق مت چلاؤ۔ اپنی کہانی خود لکھو۔"

"وہی تو کر رہی ہوں۔۔۔اب خدا حافظ۔"

"جاؤ، پر پلیز فون اٹھالیا کرو۔ زندگی سے بیزار ہو تو میرا کیا قصور جسکی کال دیکھ کر بھی اگنور کردیتی ہو؟"

"میں دیکھ کر اگنور نہیں کرتی ہوں۔ فون میرے بیگ میں رہتا ہے۔"

"ایک بات اور۔۔"

"ہاں جی کہہ لیں۔۔۔! ویسے تو شائد ہی وقت ملے۔ دوبارہ میری زندگی میں شائد آپ سے بات ہی نہ ہو۔"

"ہاں تبھی کہنا چاہتی ہوں۔ آج کل جدید دور نے بہت سی سہولیات دی ہوئی ہیں۔ ایک ٹیکنالوجی ہے۔ جسکو سمارٹ فون کہتے ہیں۔ یہ جو ہماری دنیا کا گلوب ہے نا جسکی ناسا کے مطابق گولائی کی لینتھ۔ کوئی چوبیس ہزار نو سو ایک میل ہے۔ اس اتنے بڑے سیارے کو ایک انٹرنیٹ نامی ایجاد نے سمارٹ فون کے ساتھ مل کر ایک جدید گاؤں کی شکل دے دی ہوئے ہے۔ میری بچی ۔۔۔! تم بھی کبھی خود کو ان سہولیات سے مستفید کرو۔ ایک سیکنڈ ہینڈ ہی سمارٹ فون لے لو۔ تاکہ کبھی کبھار یہ عورت تمہاری مرجھائی ہوئی شکل دیکھ کر ہی خوش ہو جایا کرے۔ اگر کہتی ہو تو میں اپنے کارڈ پہ تمہیں کنٹریکٹ پہ فون لے دیتی ہوں۔ کبھی دعائیں دو گی۔ کیسی فرشتہ صفت ماسی تھی۔ مجھے غاروں کے دور سے نکال کر جدید دنیا سے متعارف کروایا۔"

"ہاں ضرور دعائیں دیتی۔ اگر میں نے آپکی جدید دنیا کو برتنے کے بعد نہ چھوڑا ہوتا۔ مجھے غاروں میں سکون میسر ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیں بائے۔"

اُس نے مزید کچھ کہنے سُننے کا موقع دیئے بغیر نہ صرف لائن کاٹ دی بلکہ فون بند کر کے اپنی جینز کی جیب میں رکھ دیا۔

جاتی گرمیوں کی رات میں وہ اُ ، وقت ریسٹورنٹ کے عقب کی جانب واقع سُنسان گلی میں موجود تھی۔ جہاں یا تو کچرے کے بڑے بڑے ڈرم موجود تھے۔ یا وہاں سامان والے ٹرک وغیرہ آتے تھے۔ انسان تو دن کی روشنی میں بھی اس ویران جگہ کا رُخ نہ کرتے۔ سوائے نشہ کرنے والوں کے ۔پر وہ ہر روز اپنی دس پندرہ منٹ کی بریک یہیں بیٹھ کر گزارتی۔

ایم پی تھری اور ہیڈ فون کان پہ دھرا ہوتا اور تسلی سے لکڑی کے خالی گریٹس پہ بیٹھ کر اونچی بلڈنگز کی سرنگ میں چھپے آسمان کو ڈھونڈتی۔ آسمان نظر آتا۔ تو ستاروں کی تلاش میں نظریں بھٹکتیں۔ ستارے بھلا یونہی مل جاتے ہیں۔۔۔؟ نہیں یونہی ملتے ہوتے تو ہر کسی کا دامن ستاروں سے بھرا ہوتا

۔

آج بھی ایک ستارہ نہ ملا۔ اور بریک ختم ہوگئی۔ وہ اُٹھی۔۔۔اپنی جینز پہ نہ نظر آنے والی گرد جھاڑی اور پچھلا دروازہ جس کے درمیان اُس نے اینٹ رکھ کر اسکو کھلا رکھا ہوا تھا۔ اینٹ ہٹا کر اندر چلی گئی۔ اور اُس کے پیچھے بھاری دروازے کے بند ہونے کی آواز پوری گلی میں گونجی۔

☆☆☆☆☆☆

"امل یہ کیا حرکت تھی۔ اگر تم نے یوں راستے سے واپس آنا تھا۔ تو فاز کے ساتھ گئی ہی کیوں تھی۔ کتنی بُری بات ہے۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر خاص

تمہاری مدد کو آیا تھا۔" وہ گرے رنگ کی ہڈی اور گرے ہی ٹریک سوٹ پہنے صوفے کی نرمی میں دھنسی بیٹھی ٹیلی وژن دیکھ رہی تھی۔

ہاتھ میں فروٹ باؤل پکڑ رکھا تھا۔ جس میں سے فورک کی مدد سے کھا رہی تھی۔ سامنے سکرین پر پیرس میں ہونے والے فیشن شو کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ باپ کے تنبیہ کرنے پر آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔

"ابی مجھے اس کا احسان لینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ ایمان سے پوچھیں وہ کیسے میری ذاتی زندگی پر رائے زنی کر رہا تھا۔ جیسے میرا باپ لگتا ہو۔ مجھے آئندہ مت اس کے ساتھ بھیجئے گا۔ آپ خود میری گاڑی منگوادیں۔"

"امل اگر اُس نے کچھ کہا ہے۔ تو مجھے یقین ہے۔ تمہاری بہتری کو ہی کہا ہو گا۔ تم اُس کے خاندان کی لڑکی ہو۔ وہ تمہارا بھلا ہی چاہے گا۔"

"ابی مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ آخر اتنا پڑھ لکھ جانے کے باوجود آپکی سوچ وہیں گاؤں کے ماحول میں کیوں اٹکی ہوئی ہے۔ اگر آپ کو یہ ڈر ہے کہ آپ کے بہت نیک خاندان کی لڑکی غلط ماحول میں جارہی ہے۔ تو آپ کو بتادوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ آج شوبز کے بارے میں وہ پہلے جیسی سوچ رکھنا غلط ہے۔ اتنے اتنے بڑے اور خاندانی گھرانوں کے بچے اس فیلڈ میں کام کر رہے ہیں۔ شوبز کو کنجر خانہ بول کر گزر جانا انتہائی غلط اور زیادتی کی بات ہے۔ آپ کے خاندان کی عورتیں گھریلوں فنکشنز میں ننگے سر فل میک اپ میں گھومتی ہیں۔ ہر عورت یا بچی چاہے وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ہر ایک کو یہی ہوتا ہے کہ وہ سب سے الگ اور پیاری لگے۔ انکے لیے سب کرنا جائز ہے۔ کیا وہاں انکو خاندان یا باہر کے مرد نہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔۔؟ میں نے ماڈلنگ کرنا کیا شروع کی یہاں تو سب نیک پروین بن گئے۔ ایک بری رہی تو میں۔ وہ منحوس

شخص ہمارے گھر آتا ہی اس لیے ہے۔ تاکہ یہاں کی کن سوئیاں لے سکے کبھی اس نے آکر بتایا اسکی بہنیں کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟ ایک بہن کے پاس کتنے فون ہیں۔۔؟ آدھی آدھی رات تک سوشل میڈیا پہ فیک اکاؤنٹس پہ کیا کرتی ہوتی ہیں۔ ادھر فوراً سے عزت کا ٹھیکیدار بن کر آجاتا ہے۔ تب آپکے خاندان کی عزت کہاں گئی ہوتی ہے۔ جب شادیوں کے فنکشنز میں آپکے خاندان کے مرد مجرہ کرواتے ہیں۔۔؟ تب تو بڑے بوڑھے سب وہاں کھڑے ہو کر رنگین مجموں سے آنکھیں سینک رہے ہوتے ہیں۔ اندھے پیسے پھینک کر ان عورتوں کے جسم کو داد دی جاتی ہے۔ اب اپنی بیٹی باعزت طریقے سے ایک پروفیشن اپنانا چاہ رہی ہے تو سب کی غیرت جاگ گئی۔"

"تمہاری زبان حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے امل۔ تم بولتے وقت یہ لحاظ بھی بھول جاتی ہو کہ سامنے تمہارا باپ کھڑا ہے۔"

"آپ بھی تو اپنی بیٹی کو سمجھنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ایک اتنا سا شوق ہے۔ کیوں میری راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں۔ میں بتا رہی ہوں ابی۔ میں ہر حال میں ماڈلنگ کروں گی۔ اس کے لیے اگر مجھے یہ گھر بھی چھوڑنا پڑا تو میں تب بھی باز نہیں آؤں گی۔ پھر اپنے عظیم خاندان کے سامنے کھڑے ہو کر مجھ سے لاتعلقی کا اظہار کر لیجئے گا۔"

"امل بیٹی ماں باپ کے ساتھ یوں ضد نہیں لگاتے ہیں۔ میں اور تمہارے ابی تمہارے دشمن تو نہیں ہیں بیٹی۔ ہم نے ساری عمر اس معاشرے میں گزاری ہے۔ اچھے بھلے کی تمیز کر سکتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ شوبز میں جانے والے لوگ کسی طرح سے بھی عزت اور مرتبے میں کم ہیں۔ بیٹی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ کام تمہارے لیے بہتر نہیں ہے۔ ہمارے بیک گراؤنڈ کو سوٹ

نہیں کرتا۔ دوسرا میں اتنی کھلے دل کی ماں نہیں ہوں۔ کہ اپنی بیٹی کو اتنے لوگوں کی مخالفت مول لیکر کوئی کام کرنے دوں۔ اتنے سارے پروفیشن ہیں کسی بھی فیلڈ کا انتخاب کرلو۔ جہاں تمہارے ابی تمہیں خوشی سے اجازت دے دیں۔ سمجھ رہی ہونا میری بات؟"

"امو۔۔ آپ نے آج تک اگر شوہر کی بات کے مخالف کوئی بات کی ہے تو بتائیں۔۔۔؟ ابی کہہ دیں دن ہے تو آپ کے لیے دن ہے۔ ابی کہہ دیں رات ہے تو آپ کے لیے رات ہے۔ میں ایسی اللہ میاں کی گائے نہیں ہوں۔ مجھے اپنا اچھا برا خود سوچنا آتا ہے۔ آپ لوگ تایا لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کو انڈر پریشر کیا ہوا ہے۔ آپ کو سب کاموں کے لیے ان کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ اگر بات صرف آپ دونوں کی ہوتی نا تو مجھے یقین ہے۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا تھا۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میرے والدین تنگ نظر لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اسلیے خدارا دوسرے لوگوں کی فکر کرتے ہوئے میرا دل نہ توڑیں۔ آج میرے کیرئیر کا بہت اہم موڑ ہے۔ اگر آج میں اپنا یہ ٹیسٹ پاس کر گئی نا۔ تو اگلے ماہ پیرس میں ہونے والے فیشن ویک میں شرکت کر سکوں گی۔ میری ہائٹ کی وجہ سے مجھے بارہ نئی لڑکیوں پر ترجیح دی گئی ہے۔۔ آپ کو تو فخر ہونا چاہیے کہ جس انڈسٹری میں جانے کی خواہش میں لڑکیاں لڑکے سالوں کوشش کرتے رہتے ہیں۔۔ مگر چانس نہیں ملتا۔ وہاں آپ کی بیٹی کو پہلے اوڈیشن پہ ہی چن لیا گیا۔ میری تمام دوستیں اس بات پر مجھ سے اس قدر متاثر ہوئی ہیں۔ اور گھر کی مرغی کو دال برابر بھی قدر نہیں مل رہی ہے۔"

"ضدی اور ہٹ دھرم تم آج نئی نہیں ہوئی ہو۔ سدا سے ہی ایسی ہو۔ خود
غرض، جو چاہیے سو چاہیے چاہے اسکے لیے کسی دوسرے کا نقصان بھی ہوتا
ہے۔ تو تمہاری بلا سے ماں باپ سمجھا سمجھا کر بوڑھے ہو رہے ہیں۔ اور نواب
زادی کی ایک ہی رٹ ہے۔ آپ اسکو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اگر یہ اپنی
من مانی کرنا چاہتی ہے تو کرلے۔۔۔ پھر ماں باپ پہ بھی ایک ہی دفعہ فاتحہ پڑھ
کر آج دہلیز پار کرنا۔"

"چلو جی اب ان کے ایموشنل ڈرامے شروع ہو گئے ہیں۔"

"تمیز نام کو بھی نہیں ملی تمہیں۔۔۔ نہ میں اتنی گئی گزری تھی۔ نہ تمہارا
باپ اتنا بد تہذیب ہے۔ نہ جانے کس پہ جا پڑی ہو۔"

"اپنے لگتوں پہ گئی ہوں۔"

"ہمارا نام ہی روشن کرتی رہنا۔ کبھی اپنی بد کلامی سے کبھی آوارہ شوق سے
۔ میں تمہارے ساتھ مزید سر نہیں کھپا سکتی ہوں۔ ہر روز سونے سے پہلے سر
درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب تمہاری مہربانی ہے۔"

امو شروع ہوئیں تو سارا غصہ نکال کر وہاں سے واک آوٹ کر گئیں۔

"آپکی بیوی میری سگی ماں بالکل نہیں ہیں۔ اسلیے ابی آپ مجھے جہاں سے
لیکر آئے تھے۔ وہاں واپس چھوڑ آئیں۔"

"ناٹ فنی امل۔۔۔! ناٹ فنی ایٹ آل۔۔۔! ماں کو یوں پریشان کرتی ہو
۔ تئیس سال کی ہو گئی ہو۔ مگر عقل کے لحاظ سے ابھی بھی ٹین ایج میں پھنسی
ہوئی ہو۔"

"ابی پلیز سپورٹ می۔۔۔! اس وقت میرے لیے میرا شوق سب سے
اہم ہے۔"

"میں تمہیں کسی فضول فیصلے میں سپورٹ نہیں کر سکتا ہوں۔ اور مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میری بیٹی کو ماں باپ کے بڑھاپے کا کچھ احساس نہیں ہے۔ کہ اگر ہم لوگ کچھ کہہ رہے ہیں۔ تو تم سُن لو۔ ہمیشہ اپنی ہی منواتی آئی ہو۔ کیا ہو جائے گا اگر جو میری بھی ایک مان لو گی۔"

"اوہ میرے خدایا۔۔۔! آپ ماں باپ لوگ اس قدر خود غرض کیوں ہوتے ہیں۔۔؟ لوگ کیا کہیں گے انکی اتنی پرواہ ہے کہ اپنے بچوں کی خوشیاں کھا جاتے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آخر اس میں غلط کیا ہے۔۔؟ میں کونسا گناہ کرنا چاہ رہی ہوں۔ فقط ایک ڈیزائنر کے ملبوسات پہن کر میک اپ کر کے ریمپ پہ یہاں سے وہاں تک واک ہی تو کرنی ہے۔ کوئی زنا کرنے تو نہیں جا رہی۔۔"

اگلی بات اسکی پوری ہونے سے پہلے ہی جہانگیر تاڑر کا ہاتھ اٹھا اور لاڈلی کے چہرے پہ اپنا نشان چھوڑ گیا۔ وہ اپنے گال پہ ہاتھ رکھے۔ پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھتی چلی گئی۔ جو غصے سے کانپ رہے تھے۔

"مجھے اس لمحے میں افسوس ہو رہا ہے کہ تم میری بیٹی ہو۔ جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔۔۔ جو کرنا چاہتی ہو جا کر کر لو۔۔ میری طرف سے جاؤ بھاڑ میں۔۔ وہاں بیٹھ کر رونا ان دنوں کو جن میں ماں باپ کی یوں بے حرمتی کر رہی ہو۔ اس وقت میری نظروں سے دور چلی جاؤ۔ نفرت محسوس کر رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر جہانگیر صاحب بھی کمرے سے چلے گئے۔

وہ کتنی دیر تک حیرت سے بت بنی کھڑی رہی۔ دماغ پہ بہت بوجھ ڈالنے پر بھی کوئی ایسا وقت یاد نہ آیا جب باپ نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہو۔

حیرت کی جگہ صدمے نے لی ۔۔ اور صدمے کو غصے نے وقتی طور پہ چھپا دیا۔

اس نے آنکھ سے بہتی پانی کی لکیر کو صاف کیا ۔۔۔ اور فون اٹھا کر اپنی سب سے قریبی دوست کا نمبر ملایا۔

"ہیلو شی ۔۔۔ مجھے تمہاری گاڑی میں لفٹ چاہیے ۔"

"یہ کیا انداز ہے جنابِ عالی ، نہ سلام ، نہ دعا ، نہ حال ، احوال ، اور سیدھی اپنے مطلب پہ ۔ ہٹ مطلبی عورت ۔۔۔ !"

"میں اس وقت ایسے موڈ میں ہوں کہ یا خود کو مار دونگی یا کسی اور کو ۔۔"

"کیوں ؟ ایسا کیا کھا لیا ہے ۔۔ ؟ یا ماڈلنگ کے چکر میں ڈائٹنگ کر کر کے دماغ ہل گیا ہے ۔۔ ؟"

"ایسا کرو ۔۔ ! تم بکواس کر لو میں لفٹ کے لیے کسی اور کو فون کر لیتی ہوں ۔"

"ہاں ہاں لگاؤ اب شایان کو کال جو تمہاری زلفوں کا اسیر ہے ۔ منحوس آدمی کچے دھاگے سے کھنچا چلا آئے گا ۔"

"دھاگے سے کھنچا آئے یا بلڈوزر پہ چڑھ کر آئے ۔ تمہاری بلا سے تم کھاؤ اپنا کے ایف سی اور بیٹھ کر پی ایس فور کھیلو ۔ دنیا میں انہی دونوں کاموں کے لیے ہی تو بھیجی گئی ہو ۔"

"اچھا بی بی زیادہ اوقات دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ جیسے تمہارے دماغ میں ماڈلنگ کا خناس بھرا ہوا ہے ۔ ویسے ہی دوسرے لوگوں کے بھی اپنے اپنے شوق ہیں ۔ دنیائے ولاگز میں فقط ایک لڑکی ہوں ۔ پاکستان میں بیٹھ کر یوٹیوب پر گیمز کا چینل چلا رہی ہوں ۔ جانتی ہو بڑے بڑے مشہور لوگوں

کے اتنے زیادہ سبسکرائبرز نہیں ہیں۔ جتنے تیری اس بہن کے ہیں۔ چار ملین عبور کرنے کی دیر ہے۔ یوٹیوب سے گولڈ کا بٹن ملے گا۔ میں گھر پہ بیٹھ کر اتنا پیسہ بنا رہی ہوں۔ تم جیسی ماڈلز تو میرے ہاتھ میں ہوا کریں گی۔ "

"انتہا درجے کی خوش فہم پیدا ہوئی ہو۔"

"او بھئی تیرے جیسی ماڈل فیگر نہ سہی۔۔۔۔! خوش فہمی ہی سہی کچھ تو اپنے پلے میں ہے نا۔"

"ماڈل فیگر تمہارے بس کا روگ بھی نہیں ہے۔ کھاتی تھوڑا ہو بھینس ـ"

"جتنی تم خوبصورت ہو۔ کاش اتنی ہی خوب سیرت بھی ہوتیں۔ یقین جانو بہت پیاری لگتیں۔ اب اس گز بھر لمبی بدلحاظ زبان کے ساتھ بس زہر سے ذرا ہی کم بری لگتی ہو۔"

"بہت شکریہ۔ اور اب یہ بھی بتا دو۔ لفٹ دے رہی ہو یا نہیں؟"

"تم بلاؤ اور میں نہ آؤں۔۔۔؟ ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے۔۔۔ اور تو کوئی بات نہیں"

ثبی منی بیگم کی گائی غزل کے شعر کو اپنے مطلب کے مطابق استعمال کر گئی۔

"بتاؤ۔۔ کب آؤں۔۔؟"

"لنچ کے بعد۔"

"کیا تھا جو تم بڑے دل کی ہوتیں۔۔ اور کہتیں۔۔ ابھی ہی آ جاؤ۔ لنچ دونوں ساتھ کریں گے۔ اسی بہانے امو کے ہاتھ کے بنے کوفتے کھانے کو ملتے ۔۔۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں۔۔ مسز جہانگیر نے آج کوئی کوفتے نہیں بنائے ہیں۔ اورنج رنگ کی دال بنی ہوئی ہے۔۔۔ ساتھ امی نے نان بنائے ہیں۔"

"نان تو سمجھ میں آتا ہے۔ پر یہ اورنج دال کونسی ہے۔۔؟"

"مجھے کیا علم کہ کونسی ہے۔۔۔ نہ میں دال کھاتی ہوں۔۔ نہ انکے حسب نسب و نام پہ تحقیق رکھتی ہوں۔۔"

"اللہ کرے تیری شادی کسی شیف سے ہو جائے یا کسی سپر سٹور والے سے۔۔۔ دن رات دالوں کی باتیں ہوا کریں۔۔۔ وہ تجھے دالوں پہ دیوان لکھ کر سنائے۔۔۔ اور تو۔۔۔"

"بس بس چپ کر جا بے حیا عورت۔۔۔ کبھی کوئی اچھی دعا نہ دینا۔۔۔ میری شادی نہیں ہونی ہے۔ کیونکہ میری زندگی کے بہت سے گولز ہیں۔ میں دنیا میں صرف اس لیے نہیں آئی ہوں۔۔ کہ شادی کر کے کنبہ سنبھالوں۔۔ نہ ہی میں نے تعلیم اس لیے حاصل کی ہے کہ اچھا رشتہ مل سکے۔۔ نہ دن رات منہ پہ بیوٹی کاسمیٹکس کا لیپ اس امید پہ کرتی ہوں کہ رنگ گورا ہو جائے تاکہ جو میرا رشتہ دیکھنے آئے میری گوری رنگت کا ایسا اسیر ہو کر جائے کہ باقی کچھ یاد ہی نہ رہے۔ نہ ہی میں اچھا لباس پہن کر باہر نکلنے سے پہلے یہ سوچ رہی ہوتی ہوں کہ آج ایک دو تو اس قاتل فگر کو دیکھ کر ضرور گریں گے۔ کھرے دل کی نڈر اور بہادر لڑکی ہوں۔ اپنی زندگی اپنے لیے جی رہی ہوں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے نہیں۔"

"امل تم اس قدر سیلف ابسیسڈ عورت ہو کہ اپنی ذات کی صفات میں جو صفات سرے سے موجود بھی نہیں ہیں۔ ان پہ بھی لمبی لمبی چھوڑنے کی عادی

ہو۔ بیچاری عورت۔۔۔! یہ چست پاجامے پہن پہن کر شایان کے دل کو لوٹا

اب۔"

"یہ جو تم ہر دفعہ شایان شایان کی تسبیح پڑھتی ہو نا۔ اگلی بار جب ملا تو ہاتھ
جوڑ کر اس سے کہوں گی او بھائی تو میری جان چھوڑ کر اس کے ایف سی کی
شیدائی پہ فدا ہو جا کیونکہ اسکو تیرے سوا کوئی نہیں سوجھتا۔"

"کھا میری قسم کہ تو ایسا بولے گی۔ اگر تو اسکو اس بات پہ منا لیتی ہے نا۔
تو اپنی آدھی کمائی تیرے اکاؤنٹ میں ڈلوا دوں گی۔"

"ہاں تو نے گھنٹہ کمانا ہے۔ اور گھنٹہ ہی میرے اکاؤنٹ میں آئے گا۔ اگر
تجھ سے دو دن کے لیے تیری گاڑی مانگ لوں۔ اتنے میں تیرا جگر فیل ہونے
لگتا ہے۔ آئی بڑی آدھی کمائی دینے والی۔"

"دیکھ گاڑی ایک الگ چیز ہے۔ جو اپنی ماں کو بھی ادھار نہیں دیتی ہوں۔
پائی پائی جوڑ کر اپنی شہزادی کو خریدا تھا۔ تو خود سوچ تیرے جیسے سر پھرے
لوگوں کو گاڑی دینے کی کیا تک بنتی ہے۔ جو غصے میں ہوں تو چاہے گاڑی ہی
سیدھی کسی دیوار میں ٹھونک دیں۔ نہ بابا نہ ایسا ریسک میں تو نہ لوں۔"

"بس بکواس جتنی مرضی کروا لے کوئی تجھ سے بکواس کرنے میں تو نے
پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ آج تک کتنی گاڑیاں مار چکی ہوں۔۔؟"

"نہیں ماری تو اسکا یہ مطلب تو نہیں ہے نا کہ آگے بھی نہیں مارو گی۔ کیا
پتا تم اسی انتظار میں ہو کہ جس دن شبی کی گاڑی ہاتھ آئی اگلے پچھلے سب بدلے
چکانے ہیں۔"

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا شبی۔۔۔۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔۔! تو ایک لاعلاج
کیس ہے بیٹا۔۔۔۔ جا کے ایف سی کھا۔۔۔ پی ایس فور کھیل اور مر جا۔۔۔

میں کسی اور سے لفٹ مانگ لوں گی۔۔۔۔نہ جانے کس پاگل کتے نے کاٹا تھا ۔۔۔جو تیرا نمبر ملا لیا۔۔۔ایک نمبر کی کام چور بھانڈ عورت۔۔۔۔ بائے ۔۔۔!"

اس نے فون بند کر کے بیڈ پہ پھینکا تو لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔وہ جانتی تھی۔شبی عین وقت پہ اسکو پک کرنے کے لیے موجود ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

"دادو جان کیا آپ کو نظر نہیں آرہا ہے؟"

" نظر تو آرہا ہے۔اس لیے تو پوچھ رہی ہوں۔۔۔باپ کے فون پہ کیا کر رہے ہو؟"

"اُف،ایک تو آپ سوال بہت کرتی ہیں۔"

اُس نے جیسے بڑوں کی طرح ماتھے پہ ہاتھ مار کر بات کی تھی۔۔۔اسکی اس ادا نے اسکی دادی کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی۔

"تم کون سا میرے سوالوں کے فوراً سے جواب دے دیتے ہو۔"

"دادو جان میں گیم کھیل رہا ہوں۔"

"بس اسی موئے فون کی وجہ سے ہی تمہاری نظر کمزور ہوئی ہے۔ تمہارے باپ کو بھی احساس نہیں ہوتا۔جب دیکھو اسکا فون تمہارے ہاتھ میں ہوتا ہے۔"

"دادو میری نظر کمزور نہیں ہے۔میری آنکھوں میں موجود آئی بال کی شیپ انڈے جیسی ہے۔جسکی وجہ سے میری نظر ایک پوائینٹ پہ فوکس کرنے میں ناکام رہتی تھی۔یہ عینک پہن کر مجھے چیزیں زیادہ فوکسڈ نظر آتی ہیں۔"

"اپنی عمر دیکھو اور اپنی باتیں دیکھو۔ کہاں تین سال کا بچہ یوں پٹر پٹر دادی کو لیکچر دیتا ہو گا۔"

"'دادو جان۔۔۔ میں تین سال کا نہیں ہوں۔ میں ساڑھے تین سال کا ہوں۔ بابا نے اپنے فون کے کیلنڈر پہ میرا برتھ ڈے مارک کیا ہوا ہے۔ میں ہر ویک چیک کرتا ہوں۔ ابھی میرا برتھ ڈے آنے میں پورے اتنے ماہ باقی ہیں۔
"

اس نے فون اپنی گود میں رکھنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر چھ انگلیاں دکھائیں۔ تب ہی ایک دراز قامت مرد وہاں آیا۔۔۔ قمیض کے کف بند کرتے ہوئے ماں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"لگتا ہے آپ کا جانے پر وگرام بدل گیا ہے؟"

"نہیں پروگرام نہیں بدلا ہے۔ ہم تو دادی پوتا تمہارا انتظار کر رہے تھے۔
"

"میں تیار ہوں، چلیں چلتے ہیں۔ اسکے سونے کے وقت سے پہلے واپسی کرنی ہے۔"

"کیا تمہیں بھوک نہیں لگی ہے۔۔؟ آفس سے آتے ہی میں نے تمہیں اس طرف لگا دیا۔ جمال نے بڑے مزے کا آلو گوشت بنایا ہوا ہے۔ پہلے کچھ کھالو۔۔"

"نہیں اس وقت بھوک محسوس نہیں کر رہا ہوں، واپس آکر کھالوں گا۔
"

ماں کو جواب دینے کے بعد بیٹے سے مخاطب ہوا۔

"موسٹی ابھی اپنی گیم کو بند کرو۔"

"بابا پہلے وارننگ دیتے ہیں۔ کہ موسٰی فون پہ تمہارا وقت ختم ہونے میں دس منٹ بچ گئے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ پانچ منٹ بچ گئے ہیں۔ یہ ایک دم سے نہیں کہہ دیتے موسٰی گیم بند کرو۔"

"جی حضور آپ بجا فرما رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس وقت ہم کسی کی عیادت کو جا رہے ہیں۔ اسلیے مہربانی کریں اور فون دے دیں۔"

دادی کو چادر اوڑھتے دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور فون پہ اپنی ایپ بند کرتے ہوئے فون باپ کی جانب بڑھا دیا۔۔۔ جسے ہاتھ میں لیکر وہ مسڈ کالز کی ہسٹری دیکھنے لگا۔۔۔ جبکہ موسٰی بولا۔۔۔

"بابا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔؟"

"یہ عیادت کیا ہوتا ہے۔۔۔"

"کسی بیمار کا حال احوال پوچھنا۔۔۔"

"تو ہم کس بیمار کا حال احوال پوچھنے جا۔۔۔ رہے ہیں۔۔؟"

"دادو کے بھائی کا۔۔"

"دادو آپ کے بھائی کو کیا ہوا ہے۔۔؟"

"وہی جو تمہارے دادا کو ہوا تھا۔۔۔"

"اوہ۔۔۔۔ دادا جان کا تو دل بے ایمان ہوا تھا۔"

اسکی دادی نے ہنستے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"کیا تم نے اسکو یہ معلومات دی ہیں۔۔۔؟"

"نہیں وجو۔۔۔ بابا کہتے تھے۔ دادا جان کا دل کمزور ہو گیا ہے۔۔۔ مگر دادا جان کہتے ہیں۔ انکا دل بے وفا ہو گیا ہے۔ اور انکے ساتھ بے ایمانی کر گیا ہے۔"

"تم نے آج اریکا صدقہ دیا تھا۔۔؟"

وہ بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ جو سنجیدہ چہرہ لیے فون کی سکرین پڑھتے ہوئے بلڈنگ کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں فون تھا تو دوسرا ہاتھ موسٰی نے تھاما ہوا تھا۔

"جمعے کو مسجد میں پیسے دیئے تھے۔"

"لو بھلا۔۔۔ تین دن گزر گئے۔ میں نے تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے۔ ہر روز اس پر سے وار کر کچھ نہ کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ میرا گھر بھرا پڑا ہے۔ اللہ نے حد سے بڑھ کر نوازا ہوا ہے۔ پوتے پوتیاں ہیں۔ نواسے نواسیاں ہیں۔ پر میرے موسٰی جیسا پیارا دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسکی زبان اتنی میٹھی ہے۔ اور ہر بات کا اسکو علم ہے۔ مجال ہے جو کبھی کسی بات پہ چونک جائے۔ اللہ کا تحفہ ہے۔ اسکو نظر نہ لگے۔۔۔ اسلیے میں اریکا صدقہ دیتی ہوں۔"

"اماں ہر دوسرا بچہ ایسا ہی ہے۔ باتونی اور افلاطون۔ اس میں کیا خاص ہے۔ یہ آپکا اپنا ہے نا اسی لیے آپ ایسا سوچتی ہیں۔ ورنہ اسکی کلاس میں جا کر دیکھیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک توپ بچہ ہے۔ بات ایسے کرتے ہیں۔۔ جیسے بابا آدم کے دور سے تعلق رکھتے ہوں۔"

"تم مجھے یہ سب بتانے مت بیٹھ جایا کرو۔ جو کہتی ہوں۔ اس پہ عمل کر دیا کرو۔۔"

گاڑی پارکنگ سے نکالتے ہوئے وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔۔

"جی اچھا۔۔۔اور کچھ ؟"

"پوچھ ایسے رہے ہو۔۔۔ جیسے ماں کے بڑے فرمانبردار ہو۔۔۔ جو کہوں گی۔۔۔فٹ سے عمل کرو گے۔"

وہ جانتا تھا۔ لب و لہجہ بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔ اسلیے بات وہیں ختم کردی۔ موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے۔۔۔ فروٹ لے لوں۔۔ یا کیک وغیرہ۔۔؟"

"فروٹ ہی لے لو۔ پہلے ہی لالے کو دل کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کیک وغیرہ کہاں کھا پائے گا۔"

پچھلی سیٹ پہ دادی کے برابر بیٹھے موسٰی کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔

"دادو میں کیک لوں گا۔"

"اچھا بیٹے بابا سے بولو تمہارے لیے لے آئے گا۔"

"بابا مجھے کیک کھانا ہے۔"

"تم نے ڈنر کر لیا تھا۔۔۔؟"

"ہاں جمال چاچا نے پاسٹا کھلایا تھا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ کیک لے دیتا ہوں۔ مگر گھر جاتے ہی دانت برش کر لینا۔"

"میں ایک بات سوچتی ہوں۔"

ماں کی بات پہ اُس نے بیک ویو مرر سے انکا چہرہ دیکھا تھا۔ نظروں میں گہری سنجیدگی تھی۔

"اماں۔۔۔ پلیز۔۔۔۔!"

"نہیں میں کچھ نہیں کہہ رہی ہوں۔ بس میرے دل سے اُسکا خیال نہیں جاتا۔"
"کس کا خیال دادو۔۔۔؟"
اُنکے بیٹے نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔
"دادو نے ایک بلی پالی ہوئی تھی۔ جو گھر سے بھاگ گئی ہے۔ اسکی بات کر رہی ہیں۔"
"تو دادو آپ اُداس نہ ہوں۔ ہمارا ابلا لے لیں۔"
جوش میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر باپ کی جانب لپکا اور اسکے کندھے پہ سر جھکا کر بولا۔
"بابا۔۔۔ ہم اپنا ٹافی دادو کو دے دیتے ہیں۔"
جواب میں باپ نے اپنا گیئر سٹک پہ رکھا ہاتھ ایک پل کو اسکے گھنے بالوں میں پھیر کر پوچھا۔
"کیا تم ٹافی کے بغیر رہ لوگے۔۔؟"
"ہم نیا لے آئیں گے۔"
"میں صدقے میں قربان میرا نرم دل بچہ۔۔۔ جو بلا رو رو کر باپ سے مانگا تھا۔ آج اسکو دادی پہ قربان کرنے کو تیار ہے۔"
"بابا میں خالی کیک نہیں لوں گا۔۔۔ ساتھ میں گاڑی بھی لوں گا۔"
"گاڑی لیکر کیا کروگے۔ ابھی تو آپکی ٹانگیں بہت چھوٹی ہیں۔ پہلے بابا جتنے لمبے ہو جاؤ۔ تاکہ پاؤں بریک تک پہنچ سکیں۔"
"بابا یار میں نے اصلی والی گاڑی نہیں لینی ہے۔ ریموٹ کنٹرول والی لینی ہے۔ وہ جو دوکان میں لگی ہوئی ہے۔"

موسیٰ نے کھڑکی میں سے باہر دیکھتے ہوئے مارکیٹ میں موجود کھلونوں والی دکان کے شوکیس کی جانب اشارہ کیا۔

"جس کو آپ ریموٹ کنڑول والی گاڑی سمجھ رہے ہو۔ وہ دھکا لگانے والی گاڑی ہے۔"

"ناہی بابا۔۔! وہ دیکھیں تو۔۔ باکس میں پیک ہے۔"

"باکس کہاں یار وہ تو دوکان کے باہر لٹک رہی ہے۔ رسی سے باندھی گئی ہے۔ اسی کی بات کرر ہے ہونا۔۔ وہ سُرخ والی۔۔"

بیٹے کو تنگ کرنے کی نیت سے وہ موسیٰ کی کہی گاڑی کے اُلٹ۔۔ دوکان کے باہر لٹکی پلاسٹک کی کار کی جانب متوجہ تھا۔ موسیٰ نے پہلے دادی کو دیکھا ۔۔۔ پھر باپ سے بولا۔

"بابا یو وانٹ مائی گلاسز؟ سو یو کین سی دا رائٹ کار (بابا آپکو اپنی عینک دوں تاکہ آپ اصل کار دیکھ سکو)؟"

"یار گلاسز کے بغیر بھی مجھے نظر آرہی ہے۔۔۔ یہ سامنے ہی تو لٹکی ہوئی ہے۔"

"بابا۔۔۔ اٹس ناٹ دیس ون۔۔۔ (بابا یہ والی نہیں) میری گاڑی شوکیس میں شیشے کے اندر پڑی ہے۔ وہ دیکھیں نا۔۔۔ وہ جس کے اندر کالا ریموٹ پڑا ہوا ہے۔"

موسیٰ باپ کو اپنی بات سمجھانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہا تھا مگر اس کے باوجود کامیابی نہیں نصیب ہو رہی تھی۔

"اماں آپ اسکو بتائیں نا بھلا کام کی گاڑی بھی کوئی شوکیس میں رکھتا ہے۔ شوکیس میں تو ٹوٹی پھوٹی کار پڑی ہے۔۔۔ چلنے والی تو باہر ہے۔۔ اسکے ساتھ رسی باندھ کر جمال موسیٰ کو جھولے دیگا۔"

"دادو۔۔۔ بابا کو بولیں ناں۔۔۔ موسیٰ اس گاڑی پہ نہیں بیٹھے گا۔۔ موسیٰ چھوٹی کار کو ریموٹ سے چلائے گا۔"

"دادو کی سفارش کروانے سے پہلے موسیٰ یہ بات بتائے کہ موسیٰ اتنی ساری گاڑیوں کا کیا کرے گا؟ پہلے ہی آپ کے پاس ہر رنگ کی کار موجود ہے۔"

"وہ سب تو پرانی ہو گئی ہیں۔ یہ نئے ماڈل کی کار ہے۔۔۔ بابا پلیز۔۔۔"

"کیا وجہ بیان کی ہے بیٹا۔ بہت اچھے یعنی کل کو باپ بھی بدل لو گے کہ۔ اب یہ بابا پُرانا ہو گیا ہے۔ اسکی جگہ کوئی نیا بابا لے آتا ہوں۔"

موسیٰ ہنسا۔۔۔ اور بولا۔

"نو۔۔۔ آئی لو مائے بابا۔۔۔ مجھے نیا بابا نا ہی چاہیے۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دینا۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے۔۔۔ نیا باپ کوئی مل گیا ہو۔"

اُس کی بات پہ ماں نے بری طرح گھورا تھا۔

"تمہیں شرم تو نہیں آئی۔"

"عرصہ گزارا ہے بے شرم میں پھر ایسے خجل خراب ہوئے اور اُجڑے ہیں کہ اب تو بے شرمی سے بھی نفرت سی ہو گئی ہے۔"

"تو پھر ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟" ماں کے سوال پر وہ ہلکا سا مُسکراتے ہوئے بولا

"کیونکہ کبھی کبھی خود اذیتی بھی مزا دیتی ہے۔"
اماں نے بیٹے کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"تم نے اُس کے پیچھے جوگ لیا ہوا ہے۔ مگر مانتے نہیں ہو۔"
"ماننے یا نہ ماننے سے حقیقت تو نہیں بدلتی ہے۔"
وہ یہ سب صرف سوچ سکا۔۔ ماں کو سُنا کر وہ اپنا کیس مشکل نہیں بنانا
چاہتا تھا۔۔ اُسکو علم تھا۔۔ ماں صرف موقع کی تلاش میں تھیں۔۔ کب اُسکو
کسی بات پر قابو کر کے نچوڑ لیتیں۔
وہ خاموشی کے ساتھ گاڑی سے نکل گیا۔
کچھ باتیں ان کہی ہی اچھی رہتی ہیں۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆
وہ سامنے کھلے رجسٹر پہ کچھ لکھ رہا تھا۔ موبائل کی گھنٹی بجی مگر اس نے
اٹھایا نہیں۔ کیونکہ ساری توجہ لکھنے پر مبذول تھی۔۔۔ کام مکمل ہوتے ہی پین
بند کر کے میز پہ رکھا اور کال اُٹھالی۔
"جی اباجی۔۔۔؟ فرمایئے۔۔۔؟"
"اوئے یار تمہاری کیسی بری عادت ہے کہ جتنی دیر تک دو تین دفعہ کال
نہ ملائی جائے تم فون نہیں اٹھاتے ہو۔"
"اباجی کال کرنے والے کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسکو واقعی مجھ سے کام
ہے۔ اگر میں نے اپنے سو کام چھوڑ کر کال اٹھانی ہے۔ تو اگلے میں بھی صبر ہو
۔"
"صبر کیسا۔۔۔ اگلے بندے کو ایمرجنسی بھی تو پیش ہو سکتی ہے۔"

"تو بتائیں کہاں پہ آگ لگی ہے۔۔۔یا کس کو موت کے فرشتے نظر آرہے ہیں۔میں جاکر اسکے سرہانے بیٹھ کر سورۃ یاسین پڑھوں۔"

"تمہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔جب تمہیں کال کی جائے۔"

"تکلیف نہیں ہوتی اباجی مصروفیت میں خلل آتا ہے۔اس بات پہ مجھے تپ چڑھتی ہے۔"

"تجھے تپ کس بات پہ نہیں چڑھتی وہ بھی بتادے بھائی۔"

"نہیں اب میں اتنا بھی بے ادب نہیں ہوں۔کہ منہ پھاڑ کر کہہ دوں کہ یہ جو آپ اندھے وا اپنے جاننے والوں کو نوازتے ہیں۔جو لوگ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے آپ نے انہی کے بندے کو تین لاکھ کی بھینس دلوادی ہے۔بندہ کچھ سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرتا ہے۔انکی پسلی ہے کہ وہ تین لاکھ واپس کرسکیں۔اور پیسہ درختوں پہ تو اگتا نہیں ہے کہ جہاں سے اتار اتار کر لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔"

"اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔سفید پوش انسان کی مدد کر دینے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔اس کے حالات تنگ تھے۔میں نے اچھی نسل کی بھینس دلوادی۔اب دودھ بیچ کر اپنا گزر بسر کرلے گا۔"

"اس کے بیٹے کو میں نے ادھر فیکٹری میں کام دیا تھا۔دو دن ٹک کر نہیں آیا۔ایسے ہڈ حرام لوگ سفید پوش نہیں ہوتے ہیں۔ہم دن رات ایک کر کے کمارہے ہیں۔اور ان جیسے ڈرامہ مظلوم آجاتے ہیں۔آپ جیسے نرم دل لوگوں کو بیوقوف بنانے۔"

"تمہاری جیب سے اگر کچھ گیا ہے۔تو بتاؤ میں بھر دیتا ہوں۔ورنہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔میرا روپیہ ہے جہاں مرضی لگاؤں۔"

"ٹھیک ہے جی۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔"
"وہ جہانگیر کا فون آیا تھا۔۔۔ پریشان لگ رہا ہے۔"
"تو مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔۔۔ آپکا بھائی ہے۔۔۔ آپ جانیں اور وہ۔"
"ہم دونوں بھائی ٹھہرے شریف آدمی۔۔۔ اسلیے اپنی اوقات سے باہر کی مشکل پڑنے پر تم جیسے واہیات آدمی سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔"
فاز کا قہقہہ جاندار تھا۔۔۔۔ جبکہ اورنگزیب کہہ رہے تھے۔
"جہانگیر کی امل کے ساتھ تکرار ہوئی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ امل اسکے کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے۔ ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔ پیار یا ڈانٹ کا اُس پہ کوئی اثر نہیں۔ وہ اپنی ہی ضد پہ اڑی ہوئی ہے۔"
"تو آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟"
"اسکو ذرا ڈرا دھمکا دو۔۔۔ کسی طرح اپنے ارادے سے باز آ جائے۔"
"وہ آپکی ہی نسل سے ہے۔۔۔ ڈرانے دھمکانے سے بھی باز نہیں آئے گی۔"
"باپ کے ڈرانے پہ نہیں مانی مگر تم سے ڈر جائے گی۔"
"میری بات پہ وہ بھڑکے گی جیسے پٹرول کو آگ پکڑتی ہے۔ جلا کر سب کچھ بھسم کر دینے والی۔"
"مجھے تمہاری کوئی سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ پہلے تم خود ہی جہانگیر سے کہتے رہے ہو کہ تم اسکو قابو کر لو گے۔ اب اچانک سے کیا ہو گیا ہے۔ جو یوں کہہ رہے ہو۔"

"ایک کزن کی حیثیت سے وہ کبھی بھی میرے قابو میں نہیں آئے گی۔ ہاں اگر واقعی میری مدد چاہیے تو اسکو میرا کر دیں پھر میں جانوں اور میری بیوی۔"

لائن کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر اورنگزیب کی پُر سوچ آواز ابھری۔

"وہ باپ کے کہنے پر اپنا شوق تو چھوڑ نہیں رہی ہے۔ تم سے شادی کے لیے ہاں کیسے کرے گی۔ تمہیں تو وہ ویسے بھی پسند نہیں کرتی ہے۔"

فاز اپنے والد کی معلومات پہ ایک دفعہ پھر دل کھول کر ہنستے ہوئے بولا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ وہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔"

"میرے سامنے کئی واقعات ہیں۔ اسکے پیپروں کے دوران ایک دن تم اسکو لینے گئے تھے۔ اس نے تمہارے ساتھ آنے سے انکار کر دیا۔ رکشہ لیکر لوکل آ گئی۔ اور پچھلی عید پر ہمارے گھر آئی ہوئی تھی۔ سب کو آئس کریم دے رہی تھی۔ مگر تمہیں نظر انداز کر گئی۔ اس طرح کے اور بھی کئی واقعات ہیں۔"

فاز ایک دفعہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"میں تو آپکو بے خبر ہی سمجھتا تھا۔۔۔ مگر آپ تو بڑے چُھپے رستم نکلے۔"

"اب دانت مت نکالو۔۔۔ معاملے کا حل نکالو۔"

"بتا چکا ہوں۔۔۔ ایک ہی حل ہے۔ اگر آپ دونوں بھائیوں کو منظور ہے تو بتا دیں۔ آپکا کام ہو جائے گا۔"

"اسکا خاص خیال رکھو گے۔۔۔؟"

"خاص کیا خاص الخاص خیال رکھوں گا۔"

"سوچ لو ساری عمر کی بات ہو گی۔ یہ نہیں کہ ابھی تم امل کو مادلنگ سے روکنے کی خاطر سارا پنگا مول لو اور بعد میں جان چھڑانا چاہو۔ ایسا نہیں ہو گا۔ وہ میری بیٹی ہے۔اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔"

"تو والدِ محترم اپنی بیٹی کو پھر وہ سب کرنے کی اجازت دے دیں جو اسکی چاہت ہے۔ پھر کاہے کو سارا جھگڑا کھڑا کرنا۔"

ابو نے اسکی بات کو دو پل سوچا اور بولے۔

"تمہارا کوئی مطالبہ۔۔۔؟"

"مطالبہ تو نہیں ہے جناب مگر ایک شرط ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"چاہے میرے اور اسکے درمیان جتنا بھی بڑا گھمسان کا رن پڑے۔ خاندان کا کوئی فرد ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔اپنے بھائی کو بھی پوچھ لیں۔ یہ نہ ہو آج میں ساری سر درد لوں اور کل کو انکی ہمدردیاں اپنی منہ پھٹ بد تہذیب بیٹی کے ساتھ ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں بھی فاز ہوں۔ خطروں سے میں بھی نہیں گھبراتا۔ خاص کر جب بات خودداری کی آجائے۔ نہ کوئی باپ نہ چچا۔ کہیے منظور ہے۔۔۔؟ اپنے بھائی سے بھی پوچھ کر مجھے واپس کال کر دیں۔"

"نکاح میں ہم شریک ہوں گے؟"

فاز ہنسا۔

"ابا۔۔۔ یہ پسند کی شادی ہے۔ میاں بیوی ایک دوست اور مولوی دوجا کوئی نہیں۔"

"پسند کی کیسے۔۔۔؟"

"جیسے بھی ہوئی آپ کو علم ہو جائے گا۔ مجھے آپکی کال کا انتظار ہے۔ اگلے آدھے گھنٹے میں یا میں شکار کے لیے نکلوں گا یا پھر ہنی مون پر۔"

اس نے کال کاٹ کر فون میز پہ رکھا۔

لبوں پہ بڑی کمینی سی مسکراہٹ تھی۔

تصور کی آنکھ سے امل کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر دل ہی دل میں کہا گیا۔

"امل جہانگیر۔۔۔ اگلے پچھلے سارے حساب بے باک ہونے کا وقت آگیا ہے۔ سیانے سچ کہتے ہیں۔۔۔ گرم گرم کھانے سے منہ جلتا ہے۔ اور مجھے سیانوں کے اقوال نے ٹھنڈا کر کے کھانے کا سبق دیا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار مجھے اپنے ماں باپ کی سمجھ نہیں آتی۔"

"کیوں کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

"اب یہی دیکھ لے۔ دونوں کو میرا نام رکھتے وقت بس ایک ہی بات یاد رہی۔ شبنم جی سے محبت تھی۔ دونوں نے محبت کو زندہ رکھنے کے لیے اپنی اولاد کا نام ہی شبنم رکھ دیا۔ نہ بندہ پوچھے۔ محبت تم لوگوں کو ہے۔ اسکا معاوضہ تمہاری اولاد کیوں بھرے۔ اب کل کو تم بہت بڑی ماڈل بنتی ہو۔ اور ظاہری بات ہے۔ چاہے تم کتنی بھی بُری لگو۔ ایک دوست ہونے کی حیثیت سے مجھے تم سے محبت کرنی ہی پڑے گی۔ کیونکہ دوست یہی کام کرنے کے لیے تو پیدا ہوئے ہیں۔ دوست بد شکل ہو تو اس کی ہمیشہ جھوٹی تعریف کر کے اسکو خوبصورت ہونے کا احساس دلوانا۔ اور اگر خوش شکل ہو تو اسکو اگلی ڈکلین کہہ کہہ کر احساسِ کمتری میں مبتلا کرنا۔ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔ تو تم سے اپنی محبت کی

سزا اپنی اولاد کو کیوں دوں۔ مر کے بھی اپنی بیٹی کا نام امل نہیں رکھوں گی۔ وہ تم پہ چلی گئی تو میرا کیا بنے گا۔ وہ تو ماں کو دو دن میں بیچ کر کھا جائے گی۔"
وہ فرائز کو کیچپ میں ڈبو کر منہ میں رکھتے ہوئے بولی۔
"مجھے یقین نہیں آتا۔ ایسی ہی بکواس تم اپنے چینل پہ بیٹھ کر کرتی ہو۔ اور لوگ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"
"امل میری بچی نہ جل ۔۔۔ نہ جل ۔۔۔ کالی ہو گئی نا ۔۔۔ تو پاکستانی انڈسٹری میں تمہیں بریک نہیں ملنی۔"
امل بولی۔
"اب وہ زمانے گئے جب ۔۔۔ گورے رنگ کو ہی خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔"
شبی نے پیپسی کے بڑے گلاس میں سے دو چار گھونٹ بھرے اور ٹشو میں ڈکار لی۔
امل نے اسکے بازو پہ ہاتھ مار کر اپنی ناگواری کا اظہار کیا ۔۔۔ جبکہ شبی بولی
-
"میری جان وہ زمانے کہیں نہیں گئے۔ میری ساہیوال والی خالہ کے بیٹے کی شادی تھی۔ وہ ہی جس کو مجھ سے بھی عشق ہوا تھا۔ پر پھر میرا اسائز دیکھ کر عشق کی موت واقع ہو گئی۔ وہی جو حبیب بینک میں مینیجر ہے۔"
"جان گئی ہوں۔ تم ثنا اللہ کی بات کر رہی ہو۔ اب اصل وجہ بک دو۔ تمہید باندھنے میں دس منٹ لگاتی ہو۔ بات چاہے اندر کچھ بھی نہ ہو۔"
"ایسے ہی کچھ بھی نہ ہو۔ تمہاری تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جانی ہیں۔ اُس ثنا اللہ نے اپنی شادی پہ پوری باڈی کی سکن پالش کروائی تھی۔"

"شبی تیرا ستیاناس جائے۔دل خراب کر دیا۔اپنے سے ہی بک رہی ہو گی ۔ورنہ لڑکے کیوں کروانے لگے باڈی پالش۔"

"تو لڑکیاں کیوں کرواتی ہیں۔۔؟ گورا لگنے کو ہی نا۔۔ تو اب وہ بیچارہ کیوں نہ کرواتا۔۔؟لڑکیوں سے سوگنا زیادہ اس کو کالے رنگ کا کمپلیکس ہے۔ خود کو گورا کرنے کے لیے مہینے میں دو دفعہ فیشل کرواتا ہے۔شادی والے دن اس کی دلہن کے میک اپ کی بیس کم تھی۔اس کی زیادہ تھی۔اور تو اور اُس نے پلکنگ بھی کروائی ہوتی ہے۔میں نے تو کب کا اسکو کھسرے کا خطاب دیا ہوا ہے۔بڑا بُرا مناتا ہے۔اپنی بیوی کو کہتا ہے۔میں نے اس موٹی سے شادی نہیں کی ہے نا اسلیے جلن میں اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتی ہے۔پر میں تمہیں بتا رہی ہوں۔اگر میری شادی اُس ہپی سے ہوتی نا میں نے میٹرو کے نیچے آکر خود کشی کرنی تھی۔"

"یہ شرف میٹرو کو ہی کیوں ملنا تھا۔۔۔؟"

"کیونکہ وہ ن لیگ کا ووٹر جو ہے۔اور ابا میرے ٹھہرے پی ٹی آئی کے۔ ساری زندگی انہوں نے زلیل کرنا تھا۔کہ نہ ن لیگ والوں نے لاہور میں میٹرو بنائی ہوتی۔نہ میری بیٹی کی جان جاتی۔جاتے جاتے بھی میں نے ایک تیر سے دو شکار کر کے جانا تھا۔"

"تم سے یہی امید کی جاسکتی تھی۔"

"تو اور کیا بچ گیا میرا میسر (خالہ زاد)۔"

امل ایک دم سے اُداس سی شکل لیکر لہجے میں حسرت لیے بولی۔

"شبی یار تم کتنی خوش قسمت ہو۔"

"ہاں یہ تو ہے۔۔۔ آخر برطانیہ کی ملکہ جو ہوں۔ اور تم افریکہ سے مائیگریٹ کر کے آنے والی امریکن سیاہ فام۔ جس نے امریکہ میں گوروں کے خلاف اپنے حقوق کی جنگ لڑی۔ یہ بات کرتے ہوئے تمہیں شرم تو آئی نہ ہو گی۔ کہ شرم کا اور تمہارا دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دس دس ہزار کے جوڑے پہنتی ہو۔۔۔ نت نئے گیجٹ خریدتی ہو ہر روز کسی نئی جگہ لنچ و ڈنر اُڑاتی ہو۔ اور خوش قسمت مجھے کہا جا رہا ہے۔ تم تو ایک دفعہ بولتی ہو تمہارے ابی منہ مانگی رقم تمہارے ہاتھ پہ رکھ دیتے ہیں۔ کبھی میرے باپ سے مانگ کر دیکھو۔ منگتوں کی طرح منتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اب تو ایسی عادت ہو گئی ہے کہ ڈیڈی کو دیکھتے ہی منہ سے بے اختیار ایک ہی جملہ نکل آتا ہے۔ اللہ آپکا بھلا کرے بچے جیئے۔۔۔ اللہ بھاگ لگے رہیں۔۔۔ دے جا سخیا اللہ کے نام پہ۔"

امل ہی کیا انکے ساتھ والے میز پہ موجود لڑکیاں بھی قہقہے مار رہی تھیں۔

"اور ڈیڈ بھی ایسے ڈھیٹ ہیں۔ ایسے وقت میں مجھے دیکھتے ہی راستہ بدل لیتے ہیں۔ قسم سے اُس وقت اپنا آپ بڑا لاوارث سا لگتا ہے۔ جب آپ کے پسندیدہ پاپ سٹار کا شو ہو اور ٹکٹ خریدنے کو جیب میں پھوٹی کوڑی نہ نکلے۔ اور ماں باپ چہرے پہ تحریر چپکائے پھر رہے ہوں۔ اس منگتی سے ہمارا دور دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔ وہ تو شکر ہے اللہ کا جس نے دماغ دیا۔ اور میں نے اپنا خود کا کام شروع کر لیا۔ میں نے ارادہ کیا ہوا ہے۔ اتنی دولت کمانی ہے کہ ایک دن ڈیڈ میرے پاس آئیں گے۔ بیٹی دو چار کروڑ دے دو۔ اور میں کہوں گی۔ ان منگتوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"دو چار کروڑ؟ یہ منہ اور مسور کی دال۔"

"ویسے امل۔۔۔وہ جو تمہارا کزن ہے۔"

"کونسا۔۔؟"

"ارے وہی۔ جو شکل سے یتیم لگتا ہے۔ اگر جو اس کو پہننے اوڑھنے کا ہنر نہ آتا ہونا۔۔۔ تو یقین کرو شکل سے بالکل پاٹھی لگتا ہے۔۔۔ اُس پہ وہ فارمولا سیٹ بیٹھتا ہے۔"

"کونسا۔۔۔؟"

"وہی کہ پیسہ آنے کی دیر ہے۔۔۔ لوگ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔"

"یہ تم اُس کی بات تو نہیں کر رہی ہو؟ جس کی مجھے سمجھ آئی ہے کہ تم اُس کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں یار جہانگیر انکل کی آنکھ کا تارا۔۔۔"

"اُف چُپ کر جاؤ۔ میں اس شخص کا نام تک نہیں سُن سکتی۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے۔ کیونکہ جہانگیر انکل جب اس کی بات کر رہے ہوتے ہیں۔ لہجہ گھی شکر بنا ہوتا ہے۔ مان نہ مان بیٹا تجھے وہی ملے گا۔۔۔ لکھ کر رکھ لے۔"

"تمہاری اس کالی زبان کو کاٹ کر نہر میں نہ پھینک دوں۔۔۔ تمہارے منہ میں سات چولہوں کی سواہ۔۔۔"

"بیٹا جو مرضی کہہ لے۔ میں نے وہی کہا ہے۔ جو آج تک محسوس کیا ہے۔ چل ویسے لڑکا اکڑ خان ہے۔ دھن دولت کی بھی کمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ پلس پوائنٹ یہ ہے۔ تیری اس زرافے جیسی لمبی گردن کے پاس وہی کھڑا اچھا لگے گا۔ کیونکہ اسکا قد تیرے سے لمبا ہے۔ ورنہ ایسا نہ ہو۔ تیری

جوڑی بھی نیکال کیڈ من اور اُس مشن امپاسبل والے ہیرو جیسی بنے۔۔۔اُسکا کیانام ہے۔۔؟ میرے ذہن میں نہیں آرہا۔۔۔"

امل نے لقمہ دیا۔

"ٹوم کروز۔۔۔"

"ہاں ہاں۔۔۔ وہی۔۔۔ بیچارہ بڈھا ہو گیا۔ مگر ہیلی کاپٹرز سے چھلانگنا اب بھی نہیں چھوڑا۔"

"تمہاری بکواس تو نہ کبھی بند ہوئی ہے۔نہ ہو سکتی ہے۔ دنیا میں صرف دو کام کرنے آئی ہو۔ فری کا کھانے۔اور مفت مشورے دینے۔ تم یہاں بیٹھ کر اپنا کام چالو رکھو۔ میں چلتی ہوں۔"

"ارے کہاں چلتی ہو۔اور خود ہی تو تم نے کہا تھا۔ شی کل کے شو کے لیے نروس ہو رہی ہوں۔ تمہارا نروس پن دور کرنے کو میں آسمان کے تارے توڑ لائی۔اور تم مجھے ہی ڈمپ کر کے جا رہی ہو۔ اللہ اسے اب کیا کہوں۔ گالی نہ دینے کی قسم کھا چکی ہوں۔ ورنہ ایک سو ایک القابات سے نوازتی۔ چل اب شرافت کے ساتھ بل پے کر۔ پھر میری کار میں پیٹرول بھی دلوانا ہے۔اتنے امیر گھر کی لڑکی سے دوستی چنے بیچنے کے لیے نہیں کی تھی۔"

امل اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتے ہوئے بولی۔

"کاش مارکیٹ میں غیرت برائے فروخت ملتی ہوتی۔ یقین مان منوں کے حساب سے تیرے لیے خریدتی۔"

"اُس سے کیا فائدہ ہونا تھا۔ سُنا نہیں ہوا۔ کہ انسان کو بُرے دوست مل جائیں تو وہ نیک سے نیک انسان کو بھی ڈبو دیتے ہیں۔ بس میرے اندر بھی جو جو

غیر انسانی خوبیاں ہیں۔ وہ تیری صحبت کا ہی اثر ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی تجھ سے سیکھی۔ اپنی پھٹیچر شخصیت پر غرور کرنا تم سے سیکھا۔"

"میں سب سمجھتی ہوں۔ تم اصل میں پس پردہ میری بے عزتی کر رہی ہو۔ مگر اپنی خاطر جمع رکھو۔ مجھے محسوس نہیں ہوتی۔"

"وہ تو ہم سب جانتے ہیں۔ تم سُننے والے دن پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔"

دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو جواب در جواب دیتے ہوئے بل پے کرنے کے بعد پارکنگ کی جانب آئیں۔ جہاں شی کی مہران سوزوکی اپنی پوری خستہ حالی سمیت کھڑی تھی۔

شی نے بڑے پیار سے دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اور اُسی لاڈ سے دروازہ دوبارہ بند کیا۔

جبکہ امل نے لاپرواہی سے دروازہ کھول کر اپنا بیگ پچھلی سیٹ پہ پھینکا۔ اور زور سے دروازہ بند کیا۔

شی نے آنکھیں میچ کر دل پہ ہاتھ رکھا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے۔ میری چمپا کلی کے ساتھ یوں سوتیلوں سا برتاؤ مت کیا کرو۔ نازک مزاج ہے۔ بُرا منا جاتی ہے۔ پر تمہاری موٹی عقل میں یہ بات سماتی ہی نہیں ہے۔ جس دن یہ روٹھ گئی نہ۔ تم اسکو یاد کر کر کے رویا کرو گی۔ بے قدری عورت۔"

"تم نئی کار کیوں نہیں استعمال کرتی ہو۔ اُس کو شو پیس کے طور پہ خریدا تھا۔۔؟"

"مجھ سے یہ بے وفائی نہ ہو گی۔ میں کبھی پہل نہیں کروں گی۔ جب تک چمپا کلی چلتی ہے۔ دوسری کوئی حسینہ اس کی جگہ نہیں لے گی۔"

"اپنی چمپاکلی کی طرح تم بھی لاعلاج ہو چکی ہو۔"

"کوئی شک۔۔؟ ویسے میں نے اس کے سارے پارٹس آرڈر کئے ہوئے ہیں۔ باڈی یہی رہے گی۔ اندر سے اسکو بدل دوں گی۔"

"رحم کرو۔"

"بلکہ میں سوچ رہی ہوں۔ یانی سے رابطہ کروں۔"

"ہیں۔۔۔؟ کون یانی۔۔۔؟"

"ارے وہی یامینائز کا اونر۔۔۔ یانی جو گاڑیوں کو ریپ کرنے والی کمپنی ہے۔ اس کا ورکشاپ یوکے میں ہوتا ہے۔ بس کسی دن جوش میں آکر اُس کو ای میل کروں گی کہ۔ مجھے اپنی چمپاکلی کو نئے رنگ میں ریپ کروانا ہے۔"

"صدقے جاؤں۔ وہ تمہاری چمپاکلی کو ایک نظر دیکھ کر ڈیڈ سی میں پھینک دے گا۔"

"وہ گاڑیوں سے محبت کرتا ہے۔ تمہارے جیسا بدزوق نہیں ہے۔"

"گاڑیوں سے محبت کرتا ہے۔۔۔ شی جی۔۔۔ خوفناک نظر آنے والی بے رنگ وروپ مشینوں سے نہیں۔"

"تمہیں تو بس موقع چاہیے میری چمپاکلی کی برائیاں کرنے کا۔"

"کسی دن اسی کسی سڑک پہ یہ دم توڑ جائے گی۔ اور وہ دن دور نہیں لگتا ہے۔"

"چُپ کر جاؤ۔ ورنہ گاڑی سے دفع کر دوں گی۔"

امل کھل کر ہنستی چلی گئی۔

پھر ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"کل امو۔۔۔ابی میں سے کوئی بھی میرے شو پہ نہیں آئے گا۔ کیا تم سے بھی ایسی ہی توقع رکھوں؟"

"مجھے یوں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہو تو آج رات ہی جا کر ہال کے باہر کیمپ لگا لیتی ہوں۔ سٹیج کے بالکل سامنے کی سیٹ خریدی ہے۔ وہ بھی ڈبل پیسے دیکر۔ تیرے سٹیج پہ آتے ہی میں نے سیٹیاں مار مار کر ہال میں شور مچا دینا ہے۔ ایک تو سوچ رہی ہوں۔ اپنے ساتھ دو ڈھول والے لیکر جاؤں۔ جیسے ہی تم ریمپ پہ آؤ۔ میں نعرہ ماروں۔ ہٹ اٹ بوائز۔۔۔! اور وہیں پہ ڈھولی شروع ہو جائیں۔ واہ کیا اینٹری ہو گی۔ چھت سے تم پہ پھول گریں۔ اور تم سٹیج پہ ناچتی ہوئی آؤ۔"

امل مکمل شی کی جانب رُخ کر کے اس کو گھورنے لگی۔

"اب میں نے کیا کر دیا ہے؟"

"سیریسلی تم ایک الگ کیس ہو۔"

"بس بات ختم ہوئی بھلائی کا زمانہ ہی کہاں ہے۔ شُکر ہے میں نے ڈھول والے کو پیسے نہیں دے دیئے۔ ورنہ ایویں خرچہ پڑ جانا تھا۔"

"تم جتنی بڑی فلم ہو۔ نا میں بڑی اچھی طرح جانتی ہوں۔ کل وقت پہ پہنچ جانا۔ ورنہ مرنا تم نے میرے ہاتھوں ہی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

آج اُس کے دادا کی برسی تھی۔ سارا خاندان اکٹھا ہونے والا تھا۔ اسلیے وہ جلدی گھر آ گیا تھا۔

"ایک تو آپ نے ان مفت خوروں کو سر پہ چڑھایا ہوا ہے۔ کام کاج ان سے کوئی ہوتا نہیں۔ روٹیاں توڑنے آ جاتے ہیں۔"

آدمیوں سے بھری حویلی پہ نظر ڈال کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا وہ بغیر کسی لحاظ کے اپنے بڑے بھائی کو سُناتا گاڑی سے نکل کر گھر کی جانب چل پڑا۔
پیچھے سے ایک آدھ بندوں نے آواز بھی لگائی۔
"فاز بات سُنو یار۔"

"اس وقت اس کو جانے دو نہ جانے کس بات پہ بھڑکا ہوا ہے۔"
"صمد یار ایک ضروری کام تھا۔۔۔فاز سے کہوا گر وہ مدد کر دے۔"
"کیا کام ہے۔۔؟ وہ تو گھر چلا گیا ہے۔۔۔تم کام بتاؤ۔۔۔میں بات کروں گا۔"

"یار ہماری زمین پہ کسی نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ہم یہ تک نہیں جانتے کہ وہ کون لوگ ہیں۔بس ڈاک کے ذریعے کورٹ کا آرڈر ملا ہے کہ اس زمین پہ تیسری پارٹی کا حق ہے۔اسلیے ہم لوگ فصل نہ لگائیں۔یار ہماری جدی پُشتی زمین ہے۔ہمارے پاس سارے کاغذات موجود ہیں۔ مگر اس کے باوجود عدالت نے ہماری درخواست خارج کر دی ہے۔فاز سے کہوا گر یہ پٹواری وغیرہ کو ذرا دھمکی لگا دے۔ہماری اپیل پہ اگلے ہفتے پٹواری کے بیان ہونے ہیں۔اگر وہ بیان ہمارے حق میں دیتا ہے۔تو ہمارا کیس مضبوط ہوگا۔اس وقت پٹواری ہماری نہیں سُن رہا۔اُس کو شائد بڑی رقم لگائی گئی ہوئی ہے۔"
"میں تمہارا پیغام فاز کو دے دوں گا۔اگر وہ کچھ کر سکتا ہوا تو۔ضرور کرے گا۔"
"بڑی مہربانی صمد بھائی۔میں عمر بھر آپ کا اور فاز بھائی کا مشکور رہوں گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم بیٹھو دوپہر کا وقت ہے۔ کھانا وانا کھا کر اندر آرام کرو۔"

"نہیں جی۔ میں صبح کا آیا بیٹھا ہوں۔ فاز بھائی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُن سے تو بات نہیں ہو سکی۔ پر شکر ہے آپ نے تو میری عرض سُنی ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو خیر ہی ہو گی۔"

"شکریہ جناب۔ اب مجھے اجازت دیں صمد بھائی ذرا یاد سے فاز بھائی سے میری درخواست بیان کیجئے گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی ہاں ہاں فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔"

صمد اُس شخص کو تسلی دینے کے بعد خود بھی گھر کی جانب ہی چل پڑے۔ چھوٹے بھائی سے کچھ باز پُرس کرنے کا من ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"اماں۔۔۔! جب بھی دیکھتا ہوں۔ اپنے اس نکمے ٹبر کی خدمتوں میں لگی ہوتی ہیں۔ آگ لگائیں سب کاموں کو۔"

"اللہ معافی دے۔ کیوں بولنے سے پہلے سوچتے نہیں ہو۔ قسمت والی ہوں۔ اللہ نے آل اولاد میں بٹھایا ہوا ہے۔ تمہیں کیا کام ہے۔"

"تین بیٹیاں ہیں۔ یہ ڈھیر بہوؤں کا ہے۔ پھر بھی آپ کو کاموں سے فرصت نہیں ملتی ہے۔"

"ارے کب یہ لڑکیاں مجھے کسی کام کو ہاتھ لگانے دیتی ہیں۔ یہ تو آج گل شیر کے لیے حلوہ بنانے بیٹھ گئی تھی۔ کتنے دنوں بعد گھر آیا ہے۔"

"آپ نے جتنے ملوے بنانے تھے۔ گل شیر کے باپ کے لیے بنا چکی ہیں
۔ اب یہ کام گل شیر کی ماں کے ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹے پالے ہیں۔ اب
بہوؤں کو انکے بچے خود پالنے چاہیئے۔"

وہ ماں کا ہاتھ پکڑے انکو زبردستی چولہے کے آگے سے اٹھا کر اپنے ساتھ
لیے بیٹھک کی جانب لے جا رہا تھا۔ حمیدہ بیگم صفائیاں دینے کے ساتھ ساتھ
اپنے خالی ہاتھ کے ساتھ اپنا دوپٹہ درست کر رہی تھیں۔

گل شیر کی ماں نے یہ منظر دیکھا تو مسکراہٹ لیے بولیں۔

"فاز۔۔۔ کل کو اگر تم نے اماں جی سے اپنی بیوی کی خدمت کروائی نا تو
پھر دیکھنا۔"

وہ رکے بغیر بھابھی کو جواب دیتے ہوئے بولا۔

"میں ایسی کاہل بیاہ کر نہیں لانے والا۔ جس کی خدمت میری ماں کو کرنی
پڑے۔ وہ لڑکی بیاہ کر لاؤں گا۔ جو میری ماں کو پلنگ پہ بٹھا کر انکی بلائیں لیا
کرے گی۔"

اماں نے بیٹے کے چوڑے شانے پہ پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اور ہنستے ہوئے
بولیں۔

"جھلا نہ ہو تو۔ لے بھلا وہ بیچاری میری بلائیں کیوں لے گی۔ بلائیں تو میں
اسکی لوں گی۔"

"بس آپ جیسی نرم دل ساس اپنی دشمن آپ ہوتی ہے۔ بہو کی بلائیں
لیکر سر چڑھاتی ہیں۔ اور جب بہو اپنی اصلیت دکھاتی ہے۔ تو ساس رونے بیٹھ
جاتی ہے۔"

"بس پھپھا کٹنی عورتوں کی طرح شروع مت ہو جایا کرو۔ بولو مجھے
کس لیے کھینچ کر لائے ہو۔"
" سچائی تو برداشت ہوتی ہی نہیں ہے۔"
حمیدہ بیگم نے پُرسوچ نظروں سے دیکھتے ہوئے بیٹے کو کہا۔
"تمہارا موڈ خراب لگ رہا ہے۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے۔"
"نہیں بس ایسے ہی۔۔ حویلی میں مفت خوروں کو دیکھ کر غصہ آگیا تھا۔"
" مفت خورے کہاں ہیں پُتر اپنے گاؤں کے بندے ہیں۔ کام کے دنوں
میں بغیر معاوضے کے روٹی پر ہی کام کر جاتے ہیں۔"
تبھی صمد دروازے پہ ہلکی سی دستک دیکر اندر آئے اور آتے ہی فاز کو
سنجیدہ نظروں سے دیکھا۔ جس پہ وہ ماتھے پہ سلوٹ لیکر بولا۔
"خیریت ہے مولوی۔۔۔؟ نظروں سے کیوں مار رہے ہو۔۔؟"
اماں نے بھی نوٹ کیا تب ہی پوچھا۔ "صمد پُتر کیا ہوا ہے؟"
"اماں یہ دو نمبر کام کر رہا ہے۔ دولت کے انبار یونہی نہیں لگ رہے۔ اور
صدمے والی بات تو یہ کہ دوسروں کا حق مارتے ہوئے اسکا ضمیر بھی اس کو
ملامت نہیں کرتا۔"
فاز بڑے بھائی کو ایسے گھور رہا تھا۔ جیسے کچا چبا جانے کا ارادہ ہو۔
"تم اپنا نام صمد کی بجائے ضمیر رکھ لو۔ کیونکہ تمہیں مجھے ملامت کرنے
کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے۔"
"میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور یہ میرا فرض ہے کہ جب تم کچھ غلط کرو تو
میں تمہیں بُرائی سے بچانے کی کوشش کروں۔"

"بس جہاں بے معنٰی رُعب ڈالنے کی بات آئے تو، بڑا بھائی ہونا یاد آتا ہے اور جب بات ذمہ داریوں کی آئے۔ وہاں کچھ یاد نہیں رہتا؟"

"تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو کر منہ ماری کر رہے ہو۔ اگر توفیق پڑے تو ماں کو بھی کچھ بتا دو۔"

"اس نے باہر کی ایک پارٹی سے پیسے لیکر گاؤں کے غریب کی زمین ان کو بیچی ہے۔ بلکہ ان کو مشورے دیئے ہیں کہ کیسے وہ زمین پہ ناجائز قبضہ کر کے زمین سستے داموں اپنے نام لگوا سکتے ہیں۔ اور جس کی زمین ہے۔ وہ لڑکا اسکی اتنی عزت کرتا ہے۔ ہر دوسرے روز ہمارے گھر آتا ہے۔ کہ فاز بھائی سے کہیں میری مدد کریں۔ کیونکہ اپنا تو بڑا نام ہے نا۔ کہ کہیں کسی کو چار لگا کر سیدھا کرنا ہو۔ دو تین گالیاں دیکر عقل ٹھکانے لگانی ہو۔ اپنے فاز صاحب ان کاموں میں ماہر ہیں۔ اب وہ چاہتا ہے کہ فاز اس کی زمین واپس لینے میں اسکی مدد کرے۔ اور بیچارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ اسی نے تو اس کی زمین پہ قبضہ کروایا ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ کہ میرا بھائی اتنا بے حس ہوگا۔"

"او ہیلو۔ جو منہ میں آرہا ہے۔ بکے جا رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے کسی کی زمین پہ قبضہ کروایا ہے؟ اور مجھ سے باز پُرس کرنے والے تم ہوتے کون ہو؟"

"پیسے کی ہوس میں تم اس قدر اندھے ہو گئے ہو۔ کہ تمہیں غلط اور صحیح کا فرق بھی یاد نہیں رہا حرام مال کما رہے ہو۔"

"اگر یہ بات ہے مولانا صاحب تو کبھی اپنے بال بچوں کا خرچا ہی اُٹھا کر دیکھو۔ کیونکہ یہ بھی غلط ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریاں اپنے چھوٹے بھائی پہ ڈال کر خود بے فکر رہے۔ تم اگر بھول رہے ہو۔ تو یاد کروا دیتا ہوں۔ تمہارے

بچے میں پال رہا ہوں۔ تمہارا گھر میں چلا رہا ہوں۔ ایک دن کما کر ایک روپیہ تک تو ماں باپ کے ہاتھ پہ رکھ نہیں سکے۔ ویسے بڑے وعظ کرنے آتے ہیں ۔ جاؤ پہلے جا کر اپنے دوسرے فرائض پورے کرو۔ پھر مجھ پہ دین جھاڑنے کو آنا۔"

" تم اس قدر بد تمیز انسان ہو تمہیں چھوٹے بڑے کی تمیز تک نہیں ہے۔"

"او بھائی میں بد تمیز ہی نہیں بد لحاظ بھی ہوں۔۔۔ مجھ سے بچ کر رہنا۔"

"سُن رہی ہیں آپ۔۔۔؟ یہ سب آپ کی دی ہوئی شے ہے۔ جو لاڈلے کو کبھی کچھ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہے۔"

" مولانا میری ماں کو میرے خلاف بھڑکانا بند کر دے۔"

"تم سے تو اب میں کورٹ میں ملاقات کروں گا۔ گاؤں کے کرتا دھرتا کا کام اپنے لوگوں کی مدد کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نا کہ ناحق کسی کے لیے مشکلات پیدا کرنا۔ کسی کا مال کھانا۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں ۔۔ کیسے تم ان کی زمین سستے داموں بکواتے ہو۔ اور اپنی حرام کی کمائی میرے بچوں پہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

" جا کر لے جو کرنا ہے۔ آج اولاد پل گئی ہے۔ تو تمہیں یاد آ گیا ہے کہ وہ تمہاری اولاد ہے۔ مجھے بے حس کہتا ہے۔۔۔؟ وہ میں ہی تھا جو تیرے بیمار بچے کو یہاں سے وہاں لیکر گھومتا تھا۔ جب تم باپ صاحب حویلی میں اے سی کے نیچے لیٹ کر فلمیں دیکھ رہے ہوتے تھے۔ یا دوستوں کے ساتھ عیاشیوں میں مصروف ہوتے تھے۔"

صمد بھائی کے چہرے کا رنگ بدلا۔

فاز آنکھیں جھپکے بغیر تن کر کھڑا۔ مسلسل گھور رہا تھا۔ چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا۔

"آج کے بعد تم میری طرف سے فارغ ہو۔ بھول جاؤں گا۔ کہ میرا کوئی فاز نامی بھائی بھی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ کیسے تم لوگوں کے ساتھ ناانصافیاں کرتے ہو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے جو جائیداد میرے نام کرنی تھی وہ نہ کرنا۔ دوسرا یہ کہ کیا کر لو گے؟ ایک کنگلا انسان کر بھی کیا سکتا ہے۔ یہاں پیسے کی زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے اور تمہارے پاس تو پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے۔ پیسہ میرے پاس ہے۔ جس نے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اسلیے اپنی یہ دھمکیاں کسی اور کے لیے سنبھال رکھو۔ جو تمہیں جانتا نہ ہو۔"

"تم دونوں چُپ نہیں کر سکتے۔ ارے ماں کا بھی کوئی لحاظ نہیں ہے۔ فاز تجھے کس چیز کی کمی ہے۔ جو غریبوں کا مال کھانے پہ آ گئے ہو؟"

فاز کو تو تپ ہی چڑھ گئی۔

"آپ بھی اس کی بکواس پہ یقین کر رہی ہیں۔ کس کا حق کھایا ہے؟ اُن بے غیرتوں نے دام لیکر بھی زمین خریدار کے نام نہیں کی ہے۔ بدلے میں دوسری پارٹی نے زمین پہ قبضہ کر لیا ہے۔ تو اس میں میرا کیا قصور نکلتا ہے۔"

"جو دام زمین کا دیا گیا ہے۔ وہ اصل سے تین گنا کم ہے۔ اس زمین پہ سارا خاندان پل رہا تھا۔ اب وہ چند لاکھ لیکر کیا کریں گے؟"

"میری بلا سے جہاز بنا کر ہوا میں اُڑائیں۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

اماں کے آواز دینے کے باوجود وہ رُکا نہیں۔ اماں نے صمد کو دیکھا۔ جو فاز کو جاتا دیکھ رہے تھے۔

اماں نے ان کے کندھے پہ تھپکی دی۔

"چل پتر تم بڑے ہو۔ تم غصہ تھوک دو۔ تمہیں علم تو ہے۔ غصے میں وہ بالکل بے لحاظ ہو جاتا ہے۔ ورنہ دل کا بُرا نہیں ہے۔ تمہارے بچوں سے بڑی محبت کرتا ہے۔ خاص کر فاطمہ میں تو اس کی جان ہے۔"

"اماں آپ وہی کر رہی ہیں جو مائیں کرتی ہیں۔"

"اچھا وہ کیا ہے۔"

"مرہم پٹی۔۔اور کیا۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہی کہ بچوں کو ایک دوسرے کے قریب رکھنے کے لیے ان کے درمیان پیوند کاری کرنا۔ایک دوسرے کے حق میں دلوں کو نرم کرنا۔"

اماں مُسکرائیں۔

"تمہاری یہی بات پیاری ہے صمد کے تم باریکیوں میں دیکھتے ہو۔ جبکہ فاز کے اندر رشتوں کے حوالے سے ابھی اتنی گہرائی نہیں ہے۔"

"مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے نہ کہ وہ یوں دوسروں کے احساسات کے ساتھ کھیل جائے۔ کبھی اس کو ڈانٹ بھی لیا کریں۔دل کا بُرا نہیں ہے۔یہ کہہ کر ہر دفعہ بات ختم کر دیتی ہیں۔ لاڈلا سپوت اسی شہ میں پھنے خان بن گیا ہے۔"

"اچھا اچھا میں اُس کو سمجھاؤں گی۔ تم بھی اپنا دل صاف رکھو۔ خبردار جو تم دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف کورٹ میں جا کر لوگوں کو تماشہ دکھایا ۔باپ سے الگ جوتے کھاؤ گے۔ بھائی کی باتوں کا غصہ نہ کرنا۔ بس زبان کا تیز

ہے۔ میں تمہارے باپ سے بات کروں گی۔ دیکھ لینا خود تمہارے پاس معافی مانگنے آئے گا۔"

" مجھے اس کی شکل بھی نہیں دیکھنی ہے ۔اس سے کہیے گا۔ میرے سامنے نہ آئے۔"

صمد بھی وہاں سے چلے گئے۔اماں نے چھت پر جاتے فاز کو دیکھ کر ماتھے پہ ہتھیلی ماری۔

"وے فاز میں تیرا کی کراں۔"

وہ ہال میں داخل ہوا تو سامنے اپنی ساری پھوپھیوں کو ہاتھ میں سپارے پکڑے کلام پاک کی تلاوت میں مصروف پایا۔

"بڑی بات ہے، تم سب ایک جگہ بیٹھی ہوئی ہو۔اور اتنی خاموشی ہے۔ میں تو سمجھا تھا ابھی تک کوئی آیا ہی نہیں ہے۔ کیا حال ہے؟"

اس کی آواز سُنتے ہی سب کی توجہ اس کی طرف جاتی دیکھ کر امل نے ناک چڑھائی۔ جبکہ وہ ایک ایک کر کے اپنی پھوپھیوں کے سامنے سر جھکا رہا تھا۔ بڑی پھوپھو نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا جو اشارہ تھا کہ مجھے اُٹھنے میں مدد کرو، وہ ان کی مدد کرنے کی بجائے ان کے موڑھے کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

" بازار جانے کا بولوں تو ابھی دوڑ کھڑی ہوں گی۔ ویسے ایک موڑھے سے نہیں اُٹھا جاتا ہے۔"

پہلے تو وہ ہنسیں پھر وضاحت کرنے لگیں۔

"ہاں جیسے تمہاری ماں تو بازار نہیں جاتی ہے نا۔اب اپنے کاموں کے لیے تو مجبوری میں جانا پڑتا ہے۔" "مجبوری یا برینڈز پر لگنے والی سیل؟"

اس کی بات پر چھوٹی پھوپھو نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"تمہیں ساری خبریں ہوتی ہیں۔" صمد بھائی سے چھوٹے افضال بھائی کی زوجہ اپنی چار سالہ بیٹی کا ہاتھ پکڑے وہاں آئیں آتے ہی فاز کو مخاطب کیا۔

"بھائی ایک کام کر دیں۔" اس نے تکلف سے کھینچ کر جواب دیا۔

"جی بھائی کی بہن فرمائیں؟"

"آپ صمد بھائی کا غصہ میرے پر تو نہ نکالیں۔"

صمد کا نام سنتے ہی سارا کمرہ متوجہ ہو گیا۔ بڑی بھابھی نے وہیں ڈپٹ دیا۔

"فاز پھر سے میرے گھر والے کے ساتھ بد تمیزی کر کے آئے ہو؟" فاز نے آنکھیں گھمائیں۔ "چلو۔ اب ان کی سُنو۔۔"

اس نے بھابھی کی جانب متوجہ ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے۔

"نہیں میری ماں۔۔ یہ جو ڈیلے نکال نکال کے ہر دفعہ مجھے ڈراتی رہتی ہیں۔ کبھی ان کا استعمال اس بیجو پر بھی کر لیا کریں۔" امل جو ابھی تک خاموشی سے تلاوت کر رہی تھی۔ صمد بھائی کے لیے ایسا لفظ برداشت نہ کر پائی فوراً قطعی انداز میں بولی۔۔ "سارے خاندان میں سب سے نفیس انسان کے لیے بیجو جیسا تھرڈ کلاس لقب بولتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔"

اس کی آواز پر فاز بُری طرح چونکا۔

"اوہ۔۔۔ یہ بھی موجود ہے؟ تم اپنے منہ کے مطابق لفظوں کا انتخاب کیا کرو۔۔۔ نفیس انسان۔۔۔ اگر یہ لفظ گلے منہ پھنس جاتا تو دادا کی اگلی برسی پر تمہاری بھی برسی منا رہے ہوتے۔"

قہقہے گونجے۔۔۔ امل نے اس کو گھورتے ہوئے تعریف کی۔

"جاہل انسان۔۔"

فاز کے دماغ میں ابھی تک اباجی کے ساتھ ہونے والی گفتگو تازہ تھی۔
اسلیے کمینگی سے ہنستے ہوئے بولا۔
"پھوپھو لوگ آپ ہی اس کو سمجھائیں سوچ کر میرے نام رکھے۔ کل کو
اسی جاہل سے واہ پڑ جانا ہے۔" امل کو تو آگ ہی لگ گئی۔
"اپنی شکل دیکھی ہے ایک نمبر کا کوجا۔۔ منحوس کمینہ۔۔۔"
وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔۔ پہلے تو سب ہنس رہے تھے، مگر امل کو
غصے سے جاتا دیکھ کر فاز کو مصنوعی ڈانٹ سے نوازا گیا۔ بھابھی نے جتایا۔
"جب تمہیں پتا ہے وہ تمہارا مذاق پسند نہیں کرتی ہے تو تم کیوں اس کو
تنگ کرتے ہو۔ جانتے ہو وہ تو آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کی منتیں
کر کے اسکو راضی کیا تھا۔"
فاز نے کہا۔
"فکر نہ کریں آئندہ آپ کو مہارانی صاحبہ کی منتیں نہیں کرنی پڑا کریں
گی۔ ایویں سر پہ چڑھایا ہوا ہے۔" پھوپھو بولی۔
"امل پتہ نہیں کیوں تمہاری بات کا اتنا غصہ کرتی ہے۔ مذاق تک
برداشت نہیں کرتی ہے۔"
فاز کا موڈ مکمل طور پر خوشگوار ہو چُکا تھا۔ آنے والے وقت کا سوچ کر اس
کو ہنسی آ رہی تھی۔ اسلیے ترنگ میں بولا۔
"پگلی محبت جو بہت کرتی ہے۔"
امل کے کان میں تک پہنچنے کی دیر تھی، وہیں سے پھنکاری۔
"مر جانا۔۔۔ تم سے محبت کرنے سے پہلے میں زہر نہ پی لوں۔"
سامنے سے تائی امی کو سیڑھیوں سے نمودار ہوتا دیکھ کر ان سے بولی۔

"تائی امی اس لفنگے کو منع کر لیں۔ ورنہ ایسی بد دعا دوں گی۔ سڑ کر مرے گا۔"

تائی امی کا دل ہول گیا۔ پھوپھیوں نے امل کی لعن طعن شروع کر دی۔

"امل تیرے منہ میں خاک کس قدر بد تمیز ہو۔ سوچ سمجھ کر بولا کرو۔"

"تو آپ لوگ اس کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ کیسے فضول بکواس کرتا ہے۔ اس کو تو کسی نے نہیں ٹوکا ہے۔ کہ ایسے کیوں بھونک رہا ہے۔"

"اس نے ایسا کیا بول دیا ہے؟ ویسے بھی سب کو علم ہے وہ مذاق کرتا ہی رہتا ہے۔"

"تو براہِ کرم اسکو بولیں خاندان کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ ایسے واہیات مذاق کیا کرے میرے ساتھ نہیں۔ میں ایسے مذاق برداشت نہیں کرتی ہوں۔"

اس کے غُصے سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر فاز سوچ رہا تھا۔

"بیٹا یہ لڑکی تجھے چھٹی کا دودھ نہ یاد کروا دے۔"

سب کی توجہ امل سے ہٹانے کو بولا۔

"آپ سب کیوں اس کے الفاظ کو اتنا دل پہ لے رہی ہیں۔ وہ کون سا مجھے دل سے بد دعا دیتی ہے۔" امل جا چکی تھی، سارا کمرہ قہقہوں سے گونج گیا۔

بڑی پھوپھو نے اپنے سامنے کارپٹ پہ سر کے نیچے کہنی رکھے لیٹے فاز کے بال ہاتھوں میں بھر کر کہا۔

"اثر تمہیں بھی نہیں ہوتا۔"

تائی امی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو سوچ کر ہی ڈر آتا ہے کہ میرے دل میں کبھی ان دونوں کی شادی کرنے کا خیال بھی آیا تھا، توبہ اللہ کا شکر ہے میں نے جا کر امل کے ماں باپ سے رشتہ نہیں مانگ لیا۔ میرا گھر تو اکھاڑا بن جاتا۔"

فاز کھل کر ہنسا۔۔ (ہائے میری بھولی ماں، بہو تو یہی آنی ہے، اور دنگل بھی روز ہونے ہیں۔)

فاطمہ بھابھی ساری کاروائی ملاحظہ کرنے کے بعد بولیں۔

"فاز بھائی پلیز شہلا کو ڈیرے پہ چھوڑ آئیں۔"

فاز نے ناک چڑھا کر حیرت سے دریافت کرنا چاہا۔

"ڈیرے پہ کیا ہے۔"

"وہ سب بچے چچا جان چچی اور ابا جان کے ساتھ وہیں گئے ہوئے ہیں نا تو یہ بھی ضد کر رہی ہے کہ میں نے بھی جانا ہے۔"

امل کمرے کے دروازے پہ رک کر فاطمہ سے بولی۔

"بھابھی وہ صمد بھائی کے موٹر سائیکل کی چابی کہاں ہے؟ میں شہلا کو ڈیرے پہ لے جاتی ہوں۔ کیونکہ میں وہیں جا رہی ہوں۔"

بھابھی نے بتاتے ہوئے ابھی اتنا ہی کہا تھا۔

"چابی وہ نیچے برآمدے۔۔" فاز نے تیزی سے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بھابھی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"رحم کریں، باہر حویلی آدمیوں سے بھری ہوئی ہے۔ کیوں نموج نکالنا چاہ رہی ہیں۔ جس جس نے جانا ہے۔ جائے مگر گاڑی پہ جاؤ۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب سے چابی نکال کر بھابھی کی طرف بڑھا دی۔ اپنی ماں اور پھوپھیوں سے بولا۔۔ "اب میں نے منع کیا ہے نا تو یہ مجھے نیچا دکھانے

کو موٹر سائیکل ہی نکالے گی۔ اپنی زبان میں سمجھالیں ورنہ یہ نہ ہو موٹر سائیکل سمیت مجھے اس کو نہر میں پھینکنا پڑے۔"

امل نے مسکراتے ہوئے گاڑی کی چابی پکڑی اور شہلا سے بولی۔

"شہلا جانو آؤ ڈیرے پر چلیں۔"

فاز کا ماتھا ٹھنکا۔۔ آنکھیں میچ کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کوئی نہ کوئی پنگا کرنے گئی ہے۔"

اماں نے ٹوکا۔ "اچھا اب اگر وہ آرام سے تمہاری بات مان گئی ہے تب بھی تم اُس پہ شک کر رہے ہو، تمہارا ابھی کوئی حال نہیں ہے۔"

مگر وہی ہوا جس کا اُس کو ڈر تھا۔ پانچ منٹ بعد کریش کی آواز نے ان سب کو دہلا کر رکھ دیا۔ فاز نے ماتھا پیٹتے ہوئے خود کو زیرِ لب گالی سے نوازا۔

"گاڑی کی بینڈ بج گئی۔۔"

وہ سب حیران ہوئیں کہ اس کو کیسے پتا کہ کیا ہوا ہے۔ مگر جب منڈھیر سے نیچے حویلی کے صحن میں نظر ڈالی۔ تو فاز کی بات کی سچائی سمجھ آئی۔ جہاں مجمع لگا ہوا تھا۔ کیونکہ گیٹ کے پلر کے ساتھ فاز کی سفید ایس یو وی ٹھکی ہوئی تھی۔ بونٹ میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ ننگے پیر باہر آیا تھا۔ گاڑی کی حالت دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو کچھ کہنے سے منع رکھنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ باندھ کر سر کے اوپر رکھ لئے اور سر تاسف سے ہلاتے ہوئے اپنا دکھ چھپانے کی کوشش کی۔۔ اسی پل گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سے امل جی باہر نکلیں۔ صمد بھائی نے اس کو بازو سے پکڑ کر اس کے خیریت سے ہونے کا یقین کیا۔ امل ان کی تسلی کروانے کے بعد مڑی تو نظر چھت پہ کھڑے فاز سے ملی۔ امل نے فاز کو اسی کی کمینی مسکراہٹ لٹاتے ہوئے اشارے سے کہا۔

"یو آر ویلکم۔۔"

فاز نے سر پہ رکھے ہاتھ ہٹا کر ایک ہاتھ میں پہ پھیرنے کے بعد شہادت کی انگلی سے نبٹ لینے کا تنبیہی اشارہ کیا۔۔امل کا قہقہہ اس کو مزید جلا کر خاک کر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بیک روم میں تل دھرنے کی جگہ نہ مل رہی تھی۔ہر کوئی مصروف تھا۔ ماڈلز کے میک اپ جاری تھے۔باہر سے بلند ہوتے میوزک کی آواز آرہی تھی

۔

امل کے پیٹ میں تتلیاں اُڑ رہی تھیں۔آج اسکے خواب کو تعبیر مل رہی تھی۔

سامنے لگے آئینے میں نظر آتے اپنے حسین سراپے پہ نظر نہ جم رہی تھی ۔میک اپ آرٹسٹ نے اسکو جو لک دی تھی۔وہ اسکے چہرے کو مزید پتلا اور لمبا دکھا رہی تھی۔سارے بال سر کے اوپر اکٹھے کر کے جوڑا بنایا گیا ہوا تھا۔اس نے ٹاپ بدلی ہوئی تھی۔ٹی شرٹ کی جگہ بلاؤز پہنا ہوا تھا۔نیچے ابھی تک جینز ہی پہن رکھی تھی۔کیونکہ اسکا میک اپ مکمل ہونے کے بعد اس نے نیچے کا لہنگا پہننا تھا۔

مشرقی لباس مغربی کٹس کے ساتھ بنا ہوا تھا۔اس نے اپنے سراپے کو غور سے دیکھتے ہوئے سوچا،اس وقت اس کے خاندان کو اس کی یہاں موجودگی کی خبر ہو جائے تو کیا تماشہ لگے۔ شُکر ہوا کل گاؤں میں کسی نے یہ موضوع نہیں چھیڑا، مگر سب نے اس کو فاز کی گاڑی کی فرنٹ باڈی اتنی بُری طرح سے توڑنے پر کافی سُنائیں تھیں۔بڑوں کو اس کی کزنوں نے معاملہ سمجھایا تھا، جن

کو ہر حال میں فاز کی نظروں میں نمبر بنانے کا شوق رہتا ہے۔ مگر حیرت انگیز طور پر فاز نے بات نہیں بڑھائی۔ بلکہ تایا ابو کو جب خبر ہوئی کہ امل نے فاز کی گاڑی توڑ دی ہے، انہوں نے معنی خیز نظروں سے فاز کو دیکھا تھا، جس پر امل کو عجیب سا محسوس ہوا تھا۔

وہ لہنگا پہننے کے لیے اٹھی جب ایک لڑکے نے آواز لگائی۔

"امل جہانگیر کہاں ہیں؟"

اسکے کان کھڑے ہوئے۔

"جی ادھر ہوں۔۔؟"

"یہ آپ کے لیے ہے۔"

امل نے آگے بڑھ کر انتظامیہ کے لڑکے کے ہاتھوں سے وہ فولڈ ہوا کاغذ کا ٹکڑا پکڑا۔

لڑکا وہیں سے مڑ گیا۔ امل نے حیرت سے کاغذ کو دیکھا اور کھولا تو اس پہ چند حرف لکھے تھے۔

"امل۔۔۔ ہم لوگ غلط تھے۔ تم ٹھیک تھیں۔ ہم تمہارا شو دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ ایک دفعہ باہر آ کر بیسٹ آف لک کی وش وصول کر لو پارکنگ میں انتظار کر رہی ہوں۔ فقط تمہاری ماں۔ فائزہ جہانگیر۔"

امل خوشی سے وہیں کھڑی کودنے لگی۔

اپنے پاس کھڑی لڑکی کو مخاطب کر کے بتایا۔

"میری امی آئی ہیں۔۔۔ میں دو منٹ میں ان سے مل کر آئی۔۔۔ پلیز اگر میم پوچھیں تو بتا دینا بس ابھی آ رہی ہوں۔" اُس نے جلدی میں لہنگا پہنا اور بھاگم بھاگ باہر آئی۔

شام رات سے مل رہی تھی۔۔۔ اندھیرا چھایا تو مصنوعی روشنیوں نے اندھیرے کو کھانا شروع کر دیا۔۔۔ گاڑیوں کی لمبی قطاروں میں اپنی گاڑی سب سے الگ پارک ہوئی دیکھ کر وہ تیزی سے چلتی گاڑی کے پاس آئی مگر گاڑی کے اندر جھانکا تو گاڑی کو خالی پایا۔۔۔ سیدھی ہو رہی تھی۔۔ جب پیچھے آ کر رکتے فاز نے اسکو مڑ کر دیکھنے کا موقع دیئے بغیر ایک رومال اسکے ناک پہ رکھا۔۔۔ جو امل کے حلق سے ابھرنے کو تیار چیخ کو نکلنے سے پہلے ہی مار گیا۔

اسکا وجود فاز کے بازوؤں میں جھول گیا۔۔۔ اس نے بڑی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسکو یوں تھاما کہ دیکھنے والے کو یہی لگے کہ امل اسکو گلے مل رہی ہو۔۔۔ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ کھینچ کر اسکو فرنٹ پینجر سیٹ پہ بٹھایا۔۔۔ سیٹ کو تھوڑا پیچھے کو لٹایا۔۔۔ امل کا چہرہ ہلکا سا ڈرائیونگ سیٹ کی جانب موڑ دیا۔۔۔ باہر سے دیکھنے پر یہی معلوم ہوتا کہ جیسے بڑے ریلیکس انداز میں سیٹ پہ نیم دراز ہے۔۔۔"

اگلے چند منٹ میں گاڑی پارکنگ سے نکل کر انجان منزل کو نکل چکی تھی

۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھ کے پردے پہ روشنی دستک دے رہی تھی۔۔۔ مگر نیند اس قدر گہری تھی کہ وہ چاہ کر بھی پپوٹے کھول نہیں پا رہی تھی۔۔۔ ایسا لگتا جیسے آنکھوں کے اوپر کسی نے بھاری بوجھ ڈال رکھا ہو۔

پھر وہی آواز سُنائی دی جو وقتاً فوقتاً اسکو سُنائی دیتی رہی تھی۔۔۔ کبھی اسکو محسوس ہوتا وہ اس آواز کو جانتی ہے۔۔۔ کبھی لگتا پہلی دفعہ سُن رہی ہو۔

بڑی مشکل اور پوری کوشش کے ساتھ اس نے بھاری پپوٹے اٹھائے۔۔۔سورج کی تیز روشنی کسی برچھی کی طرح نینوں میں چبھی۔۔۔اس نے محسوس کیا وہ چت لیٹی ہوئی تھی۔۔۔احساس ہوتے ہی۔۔۔کروٹ کے بل ہو کر اُٹھی۔۔۔سب سے پہلی نظر گھاس پر پڑی۔

بڑی بڑی جنگلی گھاس۔۔۔اسکو لگا خواب ہے۔۔۔وہ اپنے گھر میں نہیں تھی۔۔۔نہ ہی یہ اسکا بیڈ روم تھا۔۔اُس نے اُٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو نقاہت کا احساس ہوا۔۔۔جیسے کئی دنوں کی بیماری سے اُٹھی ہو۔

حیرت اور بے یقینی سے تاحدِ نگاہ پھیلے سبزے کو دیکھے گئی۔۔ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر گول چکر میں گھوم کر اپنے چاروں اطراف نظر دوڑائی۔۔۔اوپر نیلا آسمان۔۔۔اور نیچے ہریالی میں نہائے اونچے نیچے ٹیلے۔۔۔کھیت۔۔۔اور آبشاریں۔۔۔

"یہ خواب ہے۔۔۔"

اسکے قریب سے خوبصورت رنگوں کی تتلی اُڑتے ہوئے جا کر ایک جنگلی پھول کے اوپر بیٹھ گئی۔

امل نے اپنے گھومتے ہوئے سر کو پکڑا۔

"مائے گڈنس میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔۔"

"تم وفات پا کر اس وقت جنت میں میری ساتھی بنی ہوئی ہو۔"

اپنے عقب سے ابھرنے والی آواز پہ وہ کرنٹ کھا کر مڑی۔

امل کی نظروں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

فاز ایک بڑے سے پتھر پہ سر کے نیچے دونوں بازو رکھ کر پیچھے کو جھک کر بیٹھا تھا۔۔ٹانگیں سامنے کو پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔

امل کو اسکے حلیے پہ تعجب ہوا۔

اُس نے بھاری جیکٹ پہن رکھی تھی۔۔۔ جس کے ساتھ دستانے اور مفلر اوڑھے ہوئے تھا۔۔۔ وہ سوچ میں پڑ گئی بھلا پنجاب میں کب سے اتنی سخت سردی پڑنے لگی کہ یہ شخص اون کا گیند بن کر گھوم رہا ہے۔

"ہیلو۔۔۔!!۔۔۔ تمہاری اس خاموشی سے جی بھر کر بور ہو چکا ہوں ۔۔۔ اڑتالیس گھنٹے گاڑی چلائی ہے۔۔۔ شکر ہو اپنے وزیر دوست کا۔۔ جس نے اپنی جھنڈے والی گاڑی ادھار دے دی۔ ورنہ ہر دوسری چوکی اور ناکے پہ کھڑے ہو کر وضاحتیں دیتا کہ آنسہ امل جہانگیر میری کون ہیں ۔۔۔ اور مسلسل نیند کی دنیا میں کیوں غوطہ زن ہے۔"

"یہ کونسی جگہ ہے۔۔؟"

"اُف صرف اڑتالیس گھنٹوں کی سنگت اور اتنا نرم اور معصوم لہجہ۔۔۔۔ زندگی سے پیار ہی نہ ہو جائے۔"

"تم تو فاز ہو۔۔۔"

"جی۔۔۔ ابھی تک فاز ہی ہوں۔۔۔"

"کیوں۔۔؟۔۔اور کیا ہونا تھا۔۔؟۔۔۔"

"ہونا تھا نہیں۔۔۔بننا ہے۔۔۔ بہت جلد میں نے مجازی خدا بننا ہے۔۔۔"

"وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔"

"جب پوری طرح ہوش و ہواس میں آ و گی۔۔۔ تب تفصیل سے بتاؤں گا۔۔۔"

"کیا ہم لوگ ٹرپ پہ آئے ہوئے ہیں۔۔۔؟۔۔ باقی افراد کہاں ہیں۔۔
؟"

"نہیں۔۔۔ ہنی مون پہ صرف دو لوگ ہی آتے ہیں۔"

"کس کا ہنی مون۔۔۔؟"

"فاز اور امل کا۔"

"میرا سر کیوں گھوم رہا ہے۔"

"سچ سُن کر۔۔۔"

"کیسا سچ۔۔۔؟"

"اپنا اور میرا سچ۔"

"تم کون ہو۔۔۔؟"

"ایک۔۔ آوارہ ضدی۔۔۔ وحشی۔۔۔"

"مجھے نیند کیوں آ رہی ہے۔۔۔"

"تم نے افیم کھائی ہوئی ہے۔۔۔"

"فاز میرے کزن کا نام ہے۔۔۔"

"ہاں ہونے والے شوہر کا بھی۔۔۔"

"وہ بہت ہی گرا ہوا شخص ہے۔"

"ہاں۔۔۔ تبھی تو تمہیں قبول کر رہا ہے۔"

"فاز نے میری استانی کے ساتھ افیر چلایا تھا۔"

دور افق میں دیکھتے ہوئے فاز نے ہنستے ہوئے تاسف میں سر ہلایا۔

"پہل میں نے نہیں تمہاری استانی نے کی تھی۔"

امل گال کے نیچے ہاتھ رکھ کر واپس جنگلی گھاس پہ لیٹ چکی تھی۔ اوپر سورج اپنی گرمائی لٹا رہا تھا۔۔ وہ ابھی بھی ڈرگز کے زیر اثر بولتی جا رہی تھی۔

"وہ میری فیورٹ استانی تھی۔ مگر اُس دن میرے دل سے اتر گئی جس دن اُس نے مجھ سے تمہارا فون نمبر مانگا تھا۔۔"

"تمہیں جلن ہوئی۔۔۔؟"

"شی واز ٹو تئی فائیو۔۔۔"

"تمہیں کیوں جلن ہوئی۔۔۔؟"

"آئی ہیٹ دیٹ مین۔۔۔ ہی از سو چیپ۔۔۔ چج آ بگ فلرٹ۔"

"بس امل جی آپکے نصیب جو اس چیپ فلرٹ سے پچھوٹے۔"

"مجھے۔۔۔۔ شو پہ جانا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ ضرور جانا۔۔۔ مگر اس وقت میرا تھوڑا سا اور ساتھ دے دو۔
"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ قریب رکھا بیک پیک ایک کندھے پہ ڈالا اور مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"مس جہانگیر۔۔۔"

"تمہاری آواز بہت بے سُری ہے۔"

"میں کونسا مہدی حسن مرحوم کا شاگرد رہا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"پاکستان کے ایک بڑے عظیم کلاسیکل سنگر۔۔۔ جواب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"میں سو جاتی ہوں۔"

"نہیں ابھی نہیں سونا ہے۔"

اُس نے دستانے اُتارے کر اپنے ہاتھ گھاس سے پہ رگڑے اور پھر امل کے گال سے مس کیئے۔

ٹھنڈے ہاتھ کے لمس سے امل کے ماتھے پہ تیوری ابھری۔۔۔آنکھیں پھر سے موند چکی تھی۔

"امل۔۔دن ڈھلنے میں صرف چند گھنٹے باقی ہیں۔۔ ہماری منزل وہ اوپر پہاڑی کی چوٹی دیکھ رہی ہو۔ ہمیں دوسری جانب جانا ہے۔ایک دفعہ ہمت کر کے میرے ساتھ گھوڑے پہ سوار ہو جاؤ۔پہاڑی کی چوٹی پہ پہنچتے ہی دھکا دے دوں گا۔"

اُس نے کسی طرح بھی اسکا چہرہ تھپک تھپک کر اسکو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر ہی دیا تھا۔ایک دفعہ پھر وہ جاگی سوئی کیفیت میں فاز کی بتائی ہدایات پہ عمل کر گئی تھی۔

جس ٹیلے پہ وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے اُتر کر نیچے آئے تو ویران پڑے اونچے نیچے راستے پہ ایک مٹی میں اٹی جیپ کھڑی تھی۔اور ساتھ ہی ایک بیس اکیس سالہ لڑکا ایک عدد گھوڑا لیے کھڑا تھا۔ فاز نے ایک ہاتھ میں کسی نشے کے عادی کی طرح چل کر آتی امل کا بازو تھام رکھا تھا۔اور دوسرے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام تھام لی۔جو اپنی موج میں سڑک کے کنارے اگلی تازہ گھاس کھا رہا تھا۔

"جانباز خان تم جیپ کو واپس بیس پہ لے جاؤ۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں خود سے رابطہ کر لوں گا۔پنجاب سے میرے گھر والوں کا یا کسی کا

بھی فون آئے۔ اپنے بندوں سے خاص تاکید کر دینا کہ ہر کسی کو یہی کہنا ہے کہ میں یہاں نہیں آیا ہوں۔ سُن رہے ہو نا۔۔؟"

"وہ تو ٹھیک ہے صاحب جی مگر میں آپکو گھر تک چھوڑ کر ہی واپس جاؤں گا۔"

"نہیں پیارے۔۔۔۔ یہاں سے ہم خود چلے جائیں گے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم رات ہونے سے پہلے اپنے علاقے میں پہنچ جاؤ۔"

"جیسے آپکی مرضی۔۔۔ سر۔۔۔ میں اپنے بھائی کو بول دوں گا کہ وہ آپکی خبر گیری رکھے۔"

"میں نے کہا ہے نا اسکی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ضرورت کے وقت خود رابطہ کروں گا۔"

"ٹھیک ہے جی۔۔۔۔ فی امان اللہ۔"

فاز نے سر کے اشارے سے جواب دیا۔

جانباز جیپ میں سوار ہوا اور واپس چلا گیا۔

فاز امل کی جانب متوجہ ہوا۔

"گھڑ سواری کر لو گی۔۔؟ میں تم سے پوچھ تو ایسے رہا ہوں۔ جیسے تمہارے پاس کوئی اور آپشن موجود ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ تم نشے میں ہو ورنہ جو میرے ساتھ اور اس گھوڑے کے ساتھ ہونی تھی۔ اللہ معافی۔"

امل اسکی بات پہ متوجہ تو ہوئی تھی۔ مگر توجہ اسکے الفاظ کی بجائے اسکی شکل پر گئی۔

پہلے تو دیکھتی گئی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر فاز کے کان میں چمکتے سٹڈ کو چھوا۔

"لڑکیاں کان چھیدواتی ہیں۔۔ کیا تم لڑکی ہو۔۔؟"

"صبر کر لو آنے والے دنوں میں جان جاؤ گی۔"

"تمہاری شکل کس سے ملتی ہے۔۔۔؟"

"ہمارے دادا سے۔۔۔"

"وہ کون ہے۔۔۔؟"

"تمہارے باپ کا باپ۔"

فاز نے کندھے والا بیگ ایڈجسٹ کیا اور بات کرتے کرتے ایک پیر پائیدان میں رکھ کر خود کو اوپر اٹھا کر گھوڑے پہ سوار کیا۔ ساتھ ہی جھک کر امل کی کمر میں ہاتھ ڈال کو اسکو بھی اوپر کھینچ کر اپنے پیچھے بیٹھنے میں مدد دی۔

"ہم اونٹ پہ سواری کیوں کر رہے ہیں۔۔؟"

"اس وقت ہمارے گھر والے تمہارا انداز اور گفتگو سُن لیں تو انکو غش آجائے غش۔"

جیسے ہی فاز نے گھوڑے کو چلنے کا اشارہ دیا۔۔۔ وہ حرکت میں آگیا۔

امل نے زور سے فاز کی جیکٹ پکڑ لی اور اس کا چہرہ فاز کی پشت پہ ٹک گیا۔

"تم مجھے گرانا چاہتے ہو۔۔؟"

وہ پھر سے ذو معنی انداز میں بولا۔

"نہیں وہ کام تو تم خود بھی با آسانی کر رہی تھیں۔۔ میں نے تو اسکے الٹ کیا ہے۔"

اگلے بیس سے پچیس منٹ تک ایسا ہوا کہ جیسے گھوڑے نے سپیڈ پکڑ ی۔۔۔ فاز امل کے الفاظ پوری طرح سے سُن نہ پایا۔ مگر اپنی کمر سے لگے امل کے چہرے سے محسوس ہونے والی وائبریشن سے احساس ہو تا رہا کہ وہ مسلسل بول رہی تھی۔ پر سامنے سے آنے والی ہوا اسکی آواز کو سماعت کے لیے مشکل بنا

رہی تھی۔ درختوں اور جنگلی گھاس میں سے ہوتے ہوئے وہ لوگ ایک کھلے میدان میں پہنچے۔ بیس منٹ پہلے جو سورج پوری تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس وقت اسکو بادلوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ ہوا تیز ہو گئی تھی۔ امل کے بال ہوا سے لڑتے ہوئے فاز کے چہرے تک پہنچ رہے تھے۔ جنکو اس نے دو ایک بار تو ہٹایا۔ مگر پھر یہ شعر پڑھ کر انکے حال پہ چھوڑ دیا۔

کالی کالی زلفوں کے پھندے نہ ڈالو

ہمیں زندہ رہنے دو اے حسن والو

کھلے میدان کے درمیان کو عبور کیا تو ایک دفعہ پھر درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔ جس کے بہت اندر جا کر ہٹ تھا۔۔۔ دور سے نظر نہ آتا ۔۔۔ مگر جوں جوں فاصلہ کم ہوا۔۔۔ ہٹ کی شکل و صورت واضح ہونے لگی ۔۔۔

ہٹ پہ پہنچتے ہی فاز نے شکر کا کلمہ پڑھا۔۔۔ کیونکہ پچھلے دو دن سے صرف دو گھنٹے کی نیند لی تھی۔۔۔ منزل قریب دیکھ کر ہی نیند غالب آگئی تھی ۔۔۔

پہلے امل کو نیچے اترنے میں مدد دی۔۔۔ پھر خود اُترا۔۔۔ گھوڑے سے بندھا سامان کھول کر گھوڑے کو آزاد کر دیا۔۔۔

گھوڑا کسی سیکھائے ہوئے جانور کی طرح سر جھکا کر ایک طرف کو چل پڑا ۔۔۔ فاز جانتا تھا۔۔۔ وہ سیدھا اپنے مالک کے پاس جائے گا۔۔۔

فاز نے امل کا ہاتھ پکڑا۔۔۔ ہٹ کی سیڑھیاں عبور کر کے دروازے تک آیا۔۔۔ جیب میں سے چابی برآمد کرتے ہوئے لاک کھولا۔۔۔ پہلے امل کو اندر

داخل کیا۔۔۔ جس کو دیکھ کر ہی لگ رہا تھا۔۔۔ کسی بھی وقت خراٹے بھرنے لگے گی۔۔۔

لکڑی سے بنے خوبصورت ہٹ کے اندر کا ماحول تاریک مگر گرم تھا ۔۔۔ ٹھنڈ سے چھٹکارا ملنے پر جسم و جاں کو سکون ملا تھا۔۔۔

"وہ سامنے بیڈ روم کا دروازہ ہے۔۔۔اگر سونا چاہو۔۔۔"

وہ سامان ایک طرف رکھتے ہوئے جس سے مخاطب تھا۔۔۔ وہ سیٹنگ روم کی کھڑکی کے پاس پڑے بظاہر گندے مندے نظر آتے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔۔۔ سر بیک سے ٹکا کر آنکھیں موندیں۔۔۔اور وہیں بے خبر ہو گئی۔۔۔

"فاز اور نگزیب بیٹا۔۔۔ سکون کی گھڑیاں تب تک ہی میسر ہیں۔۔۔ جب تک یہ خاتون سو رہی ہے۔۔۔اسکے بعد تجھے کان بند کرنے سے بھی فائدہ نہیں ملنا۔۔۔اسلیے ان خاموش ساعتوں کو غنیمت جان اور لمبی تان کر سو جا۔۔ پر پہلے اپنے گردے اٹے لباس سے نجات حاصل کرنا ہو گی۔۔۔"

سب سے پہلے اُس نے انگیٹھی میں سوکھی لکڑی ڈالی اور ان پہ مٹی کا تیل چھڑک کر آگ دکھائی۔۔۔ باہر سے اندر آنے پر تو گرماہٹ محسوس ہوئی تھی ۔۔۔ مگر وہ گزشتہ تجربے سے جانتا تھا کہ اس علاقے میں شام ڈھلتے ہی سردی اپنے عروج پہ پہنچ جاتی۔۔۔مائنس دو سے مائنس دس تک ڈراپ کرنا عام سی بات تھی۔۔۔

واش روم میں پانی تو موجود تھا۔۔ مگر انتہائی سرد۔۔۔پہلے باہر کی سرد ہوا میں جا کر اُس نے ہٹ سے ذرا فاصلے پہ بنے چھوٹے سے پاور ہاؤس کا لاک

کھول کر بجلی چلائی۔۔۔ وہاں ایک چھوٹا ساونڈ ٹربائن لگا ہوا تھا۔۔۔ جو باآسانی ایک بھرے پڑے گھر کو ضرورت کی بجلی سپلائی کر سکتا تھا۔۔۔

بجلی چلانے کے بعد اُس نے دروازہ دوبارہ لاک کیا۔۔۔ اور گھر کی جانب آگیا۔۔۔ اندر آکر اپنی جیکٹ وغیرہ اُتار کر سٹینڈ پہ ڈالی۔۔۔ بجلی پہ چلنے والا گرم پانی کا سسٹم چلا کر شاور لیا۔۔۔۔

صاف دھلے کپڑے پہن کر تولیے سے اپنے سر کے بال سکھاتا ہوا بیڈ روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔ جب امل کے ایک جانب کو جھکے سر پہ نظر پڑی ۔۔۔ ترس سا آگیا۔۔۔

آگے بڑھ کر اسکو صوفے پہ لٹا کر اسکے پیر بھی صوفے پہ رکھے جوتے اُتار کر اندر سے ایک کمبل لا کر اسکے آدھے جسم پہ ڈال دیا۔۔۔ کیونکہ انگیٹھی میں جلنے والی آگ نے پہلے ہی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔۔۔

بیڈ روم میں آکر۔۔۔ بستر کو جھاڑ کر چادر وغیرہ دوبارہ سے بچھائی اور سر تک رضائی اوڑھ کر لیٹ گیا۔۔۔ دماغ کو بے خبر ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

آنکھیں کھول کر اندھیرے میں پوری کوشش کرکے دماغ پہ زور ڈالا ۔۔۔ کہاں۔۔۔ ہوں۔۔؟۔۔۔ میرے کمرے میں ایسی کوئی کھڑکی نہیں ہے ۔۔۔ کہ بیڈ پہ لیٹ کر باہر دیکھوں تو کھڑکی میں چمکتا چاند نظر آئے۔۔۔

اسکو گرمی لگ رہی تھی۔۔۔ اوپر پڑا کمبل اُتار کر ایک طرف پھینکا۔۔۔ اُٹھ کر بیٹھنے پہ احساس ہوا کہ وہ کسی بیڈ پہ نہیں بلکہ ایک صوفے پہ سوئی ہوئی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں چھوٹا سا لیمپ جل رہا تھا۔۔اسکی روشنی کو بھی ڈم کیا گیا ہوا تھا۔ اسی کی نہ ہونے جیسی روشنی میں باقی کمرے کا جائزہ لیا۔۔۔ ماتھے پہ تیوری تھی۔۔۔ جیسے کڑی سے کڑی ملانے کی کوشش میں ہو۔۔۔

نیم اندھیرے میں دو چار دروازے ہی نظر آئے۔۔۔ کھڑکی سے ذرا دور ایک چھوٹا سا میز موجود تھا جس پہ پرانے ماڈل کا ٹی وی پڑا ہوا تھا۔۔۔

امل نے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر موجودہ صورتحال کو سوچنا شروع کیا۔۔ تو دماغ میں ایک کے بعد ایک دھماکہ ہوا۔

اسکا شو۔۔۔ تیاری۔۔۔ اموں کا پیغام۔۔۔۔ خالی گاڑی۔۔۔ اور اُس قابلِ نفرت آدمی کے چہرے کی آدھی جھلک۔۔۔ پھر بری سی بدبو کا ناک کے نتھنوں سے ٹکرانا۔۔۔ اور دماغ کا مکمل تاریکی میں ڈوب جانا۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اُٹھی۔۔۔۔ لیمپ کے پاس جاکر اسکی روشنی کو تیز کیا۔۔۔ پھر اس روشنی کی مدد سے کمرے کا مین سوئچ بورڈ تلاش کرکے یکے بعد دیگرے سارے بٹن دبا دیئے۔

کمرہ روشنی میں نہا گیا۔۔۔ بالکل اجنبی اور انجان ماحول اور جگہ دیکھ کر امل کی آنکھیں پھٹنے کو تیار ہو گئیں۔۔۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔ میرے ساتھ ایسی حرکت کون کرے گا۔۔۔ کوئی کیوں مجھے ایسا دھوکا دے گا۔۔۔ وہ اموں کا پیغام نہیں تھا۔"

باآواز بڑبڑانے کے ساتھ ساتھ وہ دیوانہ وار سب سے پہلے دروازے کی جانب بڑھی۔

کھولا۔۔ تو سامنے کچن تھا۔۔۔ وہیں سے ننگے پیر دوسرے دروازے کی جانب آئی۔۔۔ کھولا۔۔۔ تو اندھیرے نے استقبال کیا۔۔۔ وہ اسکو ویسے ہی کھلا چھوڑ کر تیسرے دروازے کی جانب بڑھی۔۔۔ واش روم تھا۔۔۔ اور بس سارا گھر اس ایک چکر میں ہی ختم ہو گیا۔۔۔۔ لکڑی کے فرش پر اسکے پیروں کی دھمک پیدا ہو رہی تھی۔۔۔

امل کو لگا اگر اسی وقت اس بند ماحول سے نہ نکلی تو سانس آنا بند ہو جائے گا ۔۔۔

کانپتے ہاتھوں سے جا کر آخری دروازے کا لاک گھمایا۔۔۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔۔۔ امل نے دیوانہ وار دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔۔۔

"دروازہ کھولو۔۔۔؟۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔۔؟۔۔۔ کوئی میری آواز سُن رہا ہے۔۔۔؟۔۔۔ پلیز کوئی آ کر یہ دروازہ کھولو۔۔۔۔ ابی۔۔۔۔!!!۔۔۔۔۔ اموں۔۔۔۔!!۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔؟۔۔۔!!۔۔۔"

"کیا سر کھا رہی ہو۔۔۔ یہاں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔۔ اور میں اللہ کے فضل سے بہرہ نہیں ہوں۔۔ جو تم یوں چلا چلا کر دہائی دے رہی ہو ۔۔۔"

فاز کی آواز پہ وہ چونکی۔۔۔ ہاتھ وہیں رُک گئے۔۔۔ مڑ کر اُس سمت کو دیکھا۔۔ جہاں سے آواز آئی تھی۔۔ وہی کمرہ جہاں اندھیرا تھا۔۔۔

اپنے ڈوبتے دل اور ابھرتے خدشات کی تصدیق کرنے کو اس کمرے تک آئی۔۔ بتی جلاتے ہی بیڈ پہ رضائی میں چھپا وجود نمایاں ہوا۔۔۔ جس نے آنکھوں کے اوپر باز ورکھ کر روشنی کی راہ روکی۔۔۔

"کہہ دو کہ جو میں سمجھ رہی ہوں۔۔۔ وہ سب جھوٹ ہے۔۔۔"

"میرے کہنے سے اگر تمہاری تسلی ہوتی ہے۔۔۔ تو کہہ دیتا ہوں۔۔۔ جو تم سمجھ رہی ہو۔۔۔ ویسا بالکل نہیں ہے۔۔ بلکہ معاملہ اس سے بھی گھمبیر ہے۔۔۔ اگر بھوک لگی ہے تو ساتھ ہی کچن ہے جا کر کچھ کھالو۔۔ وہاں سامان موجود ہے۔۔۔ ورنہ یہ بتی بند کرو اور جا کر آرام کرو۔۔۔"

امل کو لگا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔۔۔ اگلے پل غصے سے آگے بڑھی۔۔۔ اور کھینچ کر رضائی اسکے چہرے سے ہٹا کر چیخی۔۔۔

"میں یہاں تمہارے ساتھ کیسے آئی۔۔۔؟ میری ماں اور باپ کدھر ہیں ۔۔۔؟"

"تم میرے ساتھ گاڑی پہ آئیں۔۔۔ اور چچی چچا اپنے گھر پہ ہیں۔۔۔ بس یا کچھ اور۔۔۔؟"

"میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔ لہذا بیرونی دروازہ کھول دو۔"

"مجھے بتاؤ ۔۔۔۔ آج تک کب ایسا کوئی موقع آیا ہے۔۔۔ جب میں تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر تمہارے غلام کی خدمات سرانجام دیتا رہا ہوں ۔۔؟ یہ رُعب جا کر کسی اور پہ ڈالنا۔۔۔ باہر کے دروازے کی چابی وہیں دروازے کے پاس کیل پہ لٹکی ہوئی ہے۔۔۔ جاؤ جا کر لاک کھولو اور شوق سے اپنے گھر جاؤ۔۔۔ ہاں جاتے ہوئے بیرونی دروازہ بند کرتی جانا۔۔ میں نہیں چاہتا گھر ٹھنڈا ہو۔۔"

امل کے بس میں ہوتا تو وہ اس شخص کو یہیں انہی پلوں موت کی نیند سلا دیتی۔۔۔ مگر وہ اُس پر لعنت بھیجتی ہوئی باہر آئی۔۔۔ صوفے کے پاس گرے اپنے جوتے پہنے۔۔۔ کیل پہ لٹکی چابی اُتاری۔۔۔ تالے میں گھما کر جب کلک کی آواز آئی تو اُس نے دروازہ کھولا۔۔۔

دروازہ کھلتے ہی۔۔۔ اسکے وجود میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔۔۔ ٹھنڈی ہوا نے بھرپور استقبال کیا۔۔۔ ماتھا چوما۔۔ بلائیں لیں۔

مگر جس بات نے حیرتوں کے پہاڑ گرائے وہ یہ تھا کہ دروازہ کھولنے کے بعد سوائے چاند کی چاندنی کے دور دور تک کوئی روشنی نظر نہ آئی۔۔۔ اُس نے دروازے سے نکل کر اپنی آنکھوں کو سکیڑ سکیڑ کر پوری توجہ سے ارد گرد کے خوفناک نظر آتے ماحول پہ نظر ڈالی۔۔۔ کچھ سجھائی نہ دیا۔۔۔ جھینگو کی آوازیں اور پھر قریب کہیں پہ اُلو بولا۔۔۔ اُسکے قدم وہیں تھم گئے۔۔۔

گردن کے لوئیں کھڑے ہو گئے۔۔۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اپنے گھر پہ تو نہیں ہے۔۔۔ پر تایا کے گھر یا انکی حویلی پہ بھی نہیں ہے۔۔۔ اس جگہ سے وہ مکمل طور پہ ناواقف تھی۔۔۔ اندھیرے کی دہشت نہیں ہوتی۔۔۔ دہشت اُن چیزوں اور جانوروں کی ہوتی ہے۔۔۔ جنہیں اندھیرا پناہ دیتا ہے۔۔۔ اُسی وحشت نے امل کے قدم واپس موڑ دیئے۔۔۔

دروازہ پوری قوت کے ساتھ بند کرتی ہوئی۔۔۔ دل ہی دل میں پکا ارادہ کر کے کچن میں گئی۔۔۔ بتی جلا کر یہاں وہاں سب دیکھا۔۔ چھری نظر نہ آئی۔۔۔ ماچس کو تلاش کیا وہ بھی نہ ملی۔۔۔ جب مایوسی سمیٹ کر کچن سے نکل رہی تھی تو انگیٹھی کے پاس پڑی لکڑیوں سے بھری ٹوکری دکھی۔۔۔ مگر نظروں کی چمک لکڑیوں سے نہیں بلکہ ٹوکری کے پاس دھری ماچس اور تیل کی بوتل دیکھ کر بڑھی تھی۔

متوازی اور پُر عزم قدم اُٹھاتی وہ آگے آئی۔

ایک ہاتھ میں بوتل تھامی۔۔۔ دوسرے میں ماچس۔۔

بوتل کا ڈھکن کھول کر فرش پہ تیل کی دھار گراتی ہوئی فاز کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔اور اسکی رضائی پر بھی تیل گرایا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ بدبو سونگھ کر ہوشیار ہوتا۔۔۔امل نے تیلی جلا کر تیل پہ پھینک دی۔۔۔۔

آگ کے شعلے بلند ہونے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔۔۔

فاز پھرتی کے ساتھ رضائی سے باہر نکلا۔۔۔راستے میں اپنی فتح کا جشن منانے کو تیار کھڑی امل کو بازو سے کھینچ کر ایک طرف ہٹایا۔۔اور رضائی کو الٹا کرکے آگ کے اوپر پھینکا۔۔۔آگ۔۔۔کے شعلے دب تو گئے۔۔۔مگر اگلے ہی پل پھر بلند ہونے کو تیار ہو گئے۔۔۔

وہ بھاگ کر واش روم میں گیا اور وہاں پانی سے بھری بالٹی کو لا کر آگ کے اوپر پھینک دیا۔

وہ جو آگ لگا کر اب تماشہ دیکھنا چاہ رہی تھی۔۔۔بہت بڑی بھول یہ کر گئی کہ تیل والی بوتل کو ہنوز ہاتھ میں تھامے کھڑی رہی۔۔۔بے خیالی میں بوتل ٹیڑھی۔۔ہوئی اور تیل امل کے اپنے کپڑوں پہ گر گیا۔۔۔آگ کو ماند پڑتے دیکھ کر وہ کمرے سے نکلنے کی نیت سے آگے بڑھی جو سب سے بڑی خطا ثابت ہوئی۔۔۔آگ اسکے وجود کی جانب لپکی۔۔۔ایک چیخ کے ساتھ اسکے ہاتھ سے بوتل گری۔۔۔جس کے جواب میں بجھتی ہوئی آگ پھر سے زور پکڑ گئی۔۔۔

فاز کے منہ سے گالیوں کے انبار برآمد ہوئے۔۔۔اس نے بیڈ کی چادر اور نیچے پڑی دریاں سب کچھ کھینچ کر اُتارا اور امل کے گرد لپیٹنے کر بعد ہٹا کر آگ پر پھینک کر پیروں سے دبایا۔۔۔امل کو کھینچتے ہوئے لے جا کر شاور کے نیچے کھڑا کر کے۔۔۔ٹھنڈا پانی چلا دیا۔۔۔

فاز کے اس عمل میں ایک سے ڈیڑھ منٹ لگا تھا۔۔۔۔ مگر اتنے سے قلیل وقت میں بھی امل کے ہاتھ اور بال آگ سے متاثر ہو گئے۔۔۔

اب وہ ٹھنڈے پانی کے نیچے کھڑی نہ صرف تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔۔ بلکہ پانی کے ساتھ ساتھ ہاتھوں کی تکلیف کی وجہ سے نکلنے والے آنسو بھی بہہ رہے تھے۔"

روتے ہوئے چلائی۔

"مجھے تم سے اتنی نفرت ہے فاز اورنگزیب کہ میں تمہاری جان لے لینا چاہتی ہوں۔۔۔"

"ہاں دیکھ چکا ہوں۔۔۔ اب چُپ کر کے کھڑی رہو۔۔۔ ورنہ وہ حشر کروں گا کہ سات پشتیں یاد کریں گی۔۔۔ جاہل عورت۔۔۔"

"میں جاہل نہیں ہوں۔۔۔ تم جاہل ہو۔۔۔ کتے انسان۔۔۔ کیا ضروری تھا کہ اللہ تمہیں میرے خاندان میں پیدا کرتا۔۔۔؟ تمہیں کس نے میرا باپ بنایا ہے۔۔؟ جب میرے اپنے ماں باپ میرے پاس نہیں ہیں۔۔۔ تو تم ادھر کیوں ہو۔۔؟ کیوں مجھے یہاں لائے ہو۔۔۔؟ کیا باہر ملنے والی عورتیں کم پڑ گئی تھیں۔۔۔ جواب خاندان کی لڑکی پہ شب خون مارنے کا ارادہ کیا ہے۔۔۔؟"

"اپنا منہ دھو رکھو۔۔۔ تم اس قابل کہاں کہ تم پہ شب خون مارنے کو دل چاہے۔۔۔۔۔ میری پسند کا ایک معیار ہے۔۔۔۔ چند لمحوں کی ساتھی بھی وہ چنتا ہوں۔۔۔ جس پہ ایک نظر پڑے تو نظر ہٹنا بھول جائے۔۔۔۔ تمہیں تو ساری عمر اپنے ارد گرد دیکھا ہے۔۔۔ بے صبری اور بیتابی جاگنا تو بہت دور آج تک جذبات میں ہلکی سی ہلچل تک نہیں ہوئی۔۔۔۔ اور ایک تم ہو کہ خود اپنے حسن پہ واری صدقے رہتی ہو۔۔۔"

"تم جیسے گندے اور پیچ انسان کی بری نظروں سے اللہ نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔اسکا جتنا بھی شکرادا کروں کم ہے۔"

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔۔کچھ تو سردی اور کچھ ہاتھوں میں اٹھنے والی درد کی ٹیسیں۔۔۔۔امل کو اپنا آپ بھلا رہی تھیں۔

"ہاں زندہ بچ جاؤ تو دیگ پکا کر بانٹنا۔۔۔ساتھ ہی ساتھ ڈھول کی تھاپ پہ دھمال ڈال کر خوشی منانا۔۔"

وہ طنزیہ کہتا آگے بڑھا۔۔۔امل دیوار کے ساتھ لگ گئی۔۔۔فاز نے امل پر تمسخر بھری نظر ڈالنے کے بعد اسکے سر کے پاس لگے شاور کے ہوز کو پھیر کر پانی بند کیا۔۔۔اور واش روم سے نکل آیا۔

کمرے کی حالت ابتر ہو چکی تھی۔۔۔اپنی رسٹ واچ پہ نظر ڈالی۔۔۔رات کے ڈھائی کا وقت تھا۔اُس نے رضائی اور چادر وغیرہ کو ایک ساتھ لپیٹ کر اٹھایا اور بیرونی دروازے سے باہر رکھ دیا۔۔

اپنے بیگ میں سے ایک زنانہ لباس نکال پھر کچن کے کیبنٹ میں رکھے فرسٹ ایڈ باکس میں سے فاسٹ ریلیو فروم برن کی سپرے نکال کر واش روم میں بت بن کر کھڑی امل کے سامنے سنک پہ اور دروازے پہ لباس لٹکا دیا۔

"مہارانی صاحبہ یہ آپکا شیش محل نہیں ہے۔۔۔جہاں باندھیاں آپ کے ان گنت لباس لیکر آموجود ہوں گی۔۔۔اسلیے خیال رہے کہ تمہارے پاس بس گنتی کے تین لباس موجود ہیں۔۔جس میں سے ایک کو آدھا جلا چکی ہو۔۔"

"میرے سامنے سے اپنی شکل گم کر لو۔۔۔۔"

"رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔۔اگر میں بروقت کاروائی نہ کرتا تو اس وقت تم روسٹ مرغ کی طرح اکڑی پڑی ہوتیں۔"

"تمہاری جان لینے کے چکر میں اگر میری اپنی جان جاتی ہے۔۔۔ تو مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔۔۔"

"واہ کیا جذبہ ہے۔۔۔اب یہاں پر سردی سے اکڑنا ہے یا اپنے ہاتھ پہ کچھ دوا وغیرہ لگوانی ہے۔۔۔؟"

"تم سے کس نے کہا ہے میری اتنی فکر کرنے کو مکار فریبی۔۔۔۔ دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ تمہاری شکل دیکھ کر جی کر رہا ہے۔۔۔۔ خودکشی کر لوں۔۔۔ میں صرف دن چڑھنے کی منتظر ہوں۔۔۔ تم جتنا مرضی زور لگا لو۔۔۔ میں تمہارے منصوبے کبھی بھی کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔۔ مجھے ایک شو کے درمیان سے اغواء کر کے کیا سمجھ رہے ہو۔۔۔؟ تمہاری جیت ہو گئی ہے؟ تم نے میرا جو نقصان کیا ہے۔۔۔ میں وہ سب سود سمیت پورا کروں گی۔۔۔ اور جہاں تک رہی میرے کیریئر کی بات میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں ۔۔ جب کہا ہے کہ ماڈلنگ کرنی ہے۔۔۔ تو تم جو مرضی کر لو۔۔۔ ماڈل تو میں بن کر ہی رہوں گی۔۔۔ پہلے میرا شوق تھا۔۔ مگر اب میری ضد ہے۔"

امل کی کانپتی آواز میں واضح چیلینج تھا۔

وہ جو واپس پلٹ رہا تھا۔۔۔ تھم گیا۔۔۔ مڑا تو آنکھوں میں انتہائی سرد تاثر تھا۔۔۔ جیسے وہ کسی بے رحم درندے کی آنکھیں ہوں۔

بولا تو اسکے لہجے نے امل کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑا دی۔

"تمہیں اب تک حقیقت کی سمجھ نہیں آئی نا۔۔۔؟ میرا ایک مخلصانہ مشورہ مانو۔۔۔۔ اپنی ہار تسلیم کر لو۔۔۔ جس جگہ پہ تم اس وقت موجود ہو

۔۔۔ یہاں انسان تو کہیں رہ گئے۔۔۔ دور دور تک کوئی جانور بھی نظر نہیں آتا ۔۔۔ تمہاری فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہی اس جگہ کا انتخاب ہوا تھا۔۔۔ سورج کی پہلی کرن نکلتے ہی۔۔۔ اپنے مشن میں جت جانا۔۔۔ میری طرف سے کھلی چھٹی ہے بھاگ جاؤ۔۔۔۔ کل شام چار بجے تک کا وقت دیتا ہوں ۔۔۔ جہاں بھاگ سکتی ہو۔۔۔ بھاگ جانا۔۔۔ اگر تم یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤ۔۔۔ تو ماڈلنگ کر لینا۔۔۔۔ تمہیں کسی کا باپ بھی منع نہیں کرے گا۔۔۔ عیش سے آدھے پورے لباس پہن کر اپنے جسم کے ابھار اور گہرائیوں پر ساری دنیا کے مردوں کی نگاہوں کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی داد وصول کرنا۔۔۔ جو چاہو وہ کرنا۔۔۔۔ کل شام چار بجے کے بعد بھی تم یہیں موجود ہوئیں تو امل جہانگیر نہیں رہو گی۔۔۔ گھڑی کی سوئیوں کے پانچ بجنے کا اعلان کرنے سے پہلے تم امل فاز بنو گی۔۔۔ میں شام چار بجے کے بعد تم سے نکاح کر رہا ہوں۔ چچا نے بھیک مانگی تھی کہ میری عزت بچا لو۔۔۔ میں نے وعدہ کر لیا۔۔۔ مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے سے پہلے اتنا یاد رکھنا ۔۔۔ مجھے تمہاری شکل میں ذرا سی بھی کشش محسوس نہیں ہوتی ہے۔۔۔ پر شوہر بننے کے بعد اپنے سارے حق وصول کروں گا۔۔۔ مجھ سے ٹکرانے کی کوشش مت کرنا۔۔۔ ورنہ ساری عمر کسی انسان کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گی ۔۔۔ اور نکاح سے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔ باہر ٹیلی ویژن پڑا ہوا ہے ۔۔۔ جب دماغ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے نا تو اُس کو آن کر کے خبریں ضرور سُننا ۔۔۔ تم اپنے گھر سے یہاں آج نہیں آئی ہو۔۔۔ دن کا اجالا نکلتے ہی تم کو غائب ہوئے پورے چار روز ہو جائیں گے۔ یہ چار روز تم نے میری سنگت میں گزارے ہیں۔ چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق آخری دفعہ تمہیں دو دن

پہلے اسلام آباد کے بڑے ہوٹل میں اپنے شوہر کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔۔۔ جہاں تم امل فاز کے نام سے ٹھہریں ہوئی تھیں۔۔۔اور تمہارے ساتھ تمہارا شوہر فاز اور نگزریب تھا۔۔۔ تم نے مسکرا کر ٹی وی رپوٹرز کو ہاتھ بھی ہلایا تھا۔۔۔ ہوٹل میں دونوں میاں بیوی کا قیام ہوٹل کے ماسٹر سوئٹ میں تھا۔۔۔دونوں میاں بیوی ایک ہی کمرے میں مقیم رہے۔۔۔چند گھنٹوں کے سٹے کے بعد ہوٹل سے روانہ ہو گئے۔۔۔"

"تمہارے ماں باپ کو وہ نوٹ مل چکا ہے۔۔ جو تم انکے لیے لکھ کر چھوڑ آئیں تھیں۔۔۔ جس پہ تم نے فاز اور نگزیب کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا ہوا ہے۔۔۔ تمہارے سارے کزنز تمہیں لعن طعن کر رہے ہیں۔۔ کہ دل ہی دل میں فاز سے اتنی محبت۔۔۔اور اوپر سے کیسے اُس کے لیے نفرت برستی تھی ۔۔۔ ساری بازی پلٹ چکی ہے امل۔۔۔اور ہاں۔۔۔ اگر تم خاموشی سے نکاح پڑھ لو تو ہو سکتا ہے۔۔۔ ایک آدھ دن میں تمہاری یہاں سے جان چھوٹ جائے۔۔۔ اگر نہیں تو شائد ہم یہاں سے واپس ہی نہ جائیں۔۔۔ میرا کاروبار اتنا مضبوط ہے کہ میں آرام سے گزارا کر سکتا ہوں۔"

امل کو لگا جیسے چھت سر پہ آ گری ہو۔۔۔ کیسی آندھی چلی تھی۔۔۔ جس نے آناً فاناً اسکی پرسکون ندی جیسی چلتی زندگی میں ایک ایسا طوفان برپا کر دیا تھا ۔۔۔ جس میں اسکی ساری ہستی ختم ہونے جا رہی تھی۔۔۔ ماں باپ کی یاد آتے ہی اُس کی ہمت جواب دے گئی۔۔۔ مگر وہ فاز کے سامنے یوں ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی۔۔۔اسلیے پھنکاری۔

"کہہ لیا جو کہنا چاہتے تھے۔۔۔؟۔۔۔اپنی اوقات کا اندازہ اسی بات سے لگالو فاز اورنگزیب کہ ایک لڑکی کو اغواء کر کے زبردستی اپنے ساتھ نکاح میں باندھنا چاہ رہے ہو۔۔۔"

"ایسا میں صرف اس لڑکی کو خودکشی کرنے سے بچانے کے لیے کر رہا ہوں۔۔۔ورنہ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔تم نے رہنا تو میرے ساتھ ہی ہے۔۔۔نکاح کر کے رہو۔۔۔یا نکاح کے بغیر رہ لو۔۔۔جیسے تمہاری سہولت ہو۔۔۔کیا کروں بڑا رحم دل واقعہ ہوا ہوں نا۔۔۔تمہارا نام میرے نام کے ساتھ لیا جا رہا ہے۔۔۔تم دودھ کی دھلی بھی ہو تو اب تمہیں کون مائی کا لال قبول کرے گا۔میں تو تمہیں معاشرے میں مقام دے رہا ہوں۔۔۔"

اس سے آگے امل سُن نہ سکی۔۔۔۔بھری شیرنی کی طرح اس پہ الٹ پڑی۔۔۔اپنے جلے ہاتھوں کی تکلیف۔۔سردی سے اکڑتا وجود سب بھول گئی۔۔۔فاز کے چہرے۔۔۔وسینے پہ زوردار تھپڑ اور مکے رسید کرتی چلی گئی۔

"تم مجھے معاشرے میں مقام دلواؤ گے۔۔۔دل کے کالے نظر کے بد انسان۔۔۔۔میرا اپنا ایک مقام ہے۔۔۔عزت والے باپ کی بیٹی ہوں۔۔۔آج تک سر اٹھا کر جیتی آئی ہوں۔۔۔تمہاری اپنی حیثیت کیا ہے جو تم مجھے مقام دلوانے کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟ ہاں۔۔۔؟ کیا کردار ہے تمہارا۔۔؟ اپنے باپ کے ساتھ منہ ماری تم کرتے ہو۔۔۔اپنے بھائیوں پر احسان تم جتاتے ہو۔۔۔اللہ نے رزق کیا دے دیا۔۔۔تم اپنے آپ کو کہیں کا دیوتا سمجھنے لگ گئے۔۔۔نہ آج تک تمہیں کسی کی بہن بیٹی کی عزت کا خیال آیا۔۔نہ تم نے کبھی کسی عورت کو بخشا۔۔۔تمہارے سامنے عورت کے روپ میں کھسرا بھی آجائے تمہارا اس پہ بھی دل آجاتا ہے۔۔۔۔میں نے اپنی زندگی میں تم

سے بڑھ کر لچڑ انسان نہیں دیکھا۔۔۔ میں مر تو جاؤں گی فاز اور نگزیب مگر تم سے نکاح کسی حال میں نہیں کرونگی۔۔۔۔ اگر میں شام چار بجے تک یہاں سے فرار نہ ہو پائی نا۔۔ تو جان دے دوں گی۔۔۔ مگر۔۔۔ تمہاری نہیں چلنے دوں گی۔۔۔"

فاز نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر جھٹکے۔۔۔ اور آنکھوں میں طنزیہ مسکراہٹ لیے بولا۔

"میں تمہاری کسی بات کا غصہ نہیں کروں گا۔۔۔ کمزور انسان صرف بول ہی سکتا ہے۔۔۔ تم بھی بولو۔۔۔۔ جی بھر کر بولو۔۔۔ مگر یہ یاد رکھنا۔۔۔ ادھار میں اپنے باپ کا بھی نہیں رکھتا۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

وہ پہلے تو سردی اور درد سے کانپ رہی تھی۔۔۔ مگر غصے کی زیادتی نے باقی سارے احساسات بھلا دیئے۔۔۔ غصے سے ہی سپرے اُٹھا کر باری باری اپنے دونوں ہاتھوں پہ ماری۔۔۔۔ جلن میں ایک دم افاقہ ہوا۔۔۔ جیسے ٹھنڈے پانی کے قطرے پڑ گئے ہوں۔۔۔

لباس بدلا تو سب سے پہلا خیال یہی آیا۔۔۔۔ آخری دفعہ اپنے ہوش و ہواس میں جو لباس اُس نے زیب تن کر رکھا تھا۔۔۔ وہ ڈیزائنر کا لہنگا تھا۔۔۔ اور جو لباس ابھی اس نے اتارا تھا۔۔۔ وہ شارٹ شرٹ اور ٹراوزر تھا۔۔۔

یہ اسکا اپنا لباس نہیں تھا۔۔۔ نہ ہی جو اب پہنا وہ ہی اپنا تھا۔

خون میں نئے سرے سے ابال اٹھا۔۔۔ کیا باہر نکل کر اس بے حیا آدمی سے پوچھوں۔۔۔؟۔۔۔ یا مٹی ڈال دوں۔

مگر وہ مٹی نہ ڈال سکی۔

واش روم کا لاک کھول کر باہر آئی ۔۔۔ گھر میں ٹی وی کی آواز گونج رہی تھی ۔۔۔

وہ ٹی وی کے سامنے رکھے ون سیٹر صوفے پہ بیٹھ کر ہاتھ میں پکڑی پلیٹ میں سے چمچ کی مدد سے کچھ کھا رہا تھا۔

امل نے مضبوط آواز میں استفسار کیا۔

" میں تمہارے باپ کی بھتیجی ہوں ۔۔۔ تمہارے دادا کا خون ہوں ۔۔۔ کہہ دو کہ تم اتنے مرے ضمیر کے نہیں ہو کہ میری بے ہوشی میں میرا لباس بدلا ۔۔۔"

" اچھا ۔۔۔ تو کیا جو بھی حوالے تم نے دیئے ہیں ۔۔۔ انکی خاطر سچ سے انکاری ہو جاؤں ۔"

امل آگے بڑھی اور چلتے ٹیلی ویژن کو دھکا دیکر فرش کی زینت بنا دیا۔

" شاباش بہت اچھا کر رہی ہو ۔۔۔ ایک ایک کر کے میری توجہ بٹانے والے سارے اسباب ختم کرو ۔ تاکہ پھر میرا سارا فوکس تمہاری ذات کی جانب مبذول ہو جائے ۔۔۔ مجھے تمہارا انداز پسند آیا ہے ۔۔۔ ویسے بھی دو جوان مخالف جنس لوگ ایک جگہ موجود ہوں ۔۔ تو پہلے گرم بستر اور اب ٹیلی ویژن ان دونوں چیزوں کی ضرورت کس کو محسوس ہو گی ۔۔ ؟"

" بد شکل انسان ۔۔۔ میں تم پر لعنت بھیجنا بھی پسند نہیں کرتی ۔ "

" ہاں میں تو تمہاری منت کر رہا ہوں ۔۔۔ کہ مجھ پہ اور کچھ نہیں تو کم از کم لعنت ہی بھیج دو ۔ "

" اللہ کرے تم آج کا سورج نہ دیکھ سکو ۔ "

" تمہاری ہر دعا قبول ہونی ہے ۔۔۔ تم نے چلے جو کاٹے ہوئے ہیں ۔ "

"اللہ کرے تم کتے کی موت مرو۔۔"

"سوچ سمجھ کر بولو۔۔۔کیونکہ میری موت پہ سب سے زیادہ رونا بھی تم نے ہی ہے۔"

"تمہاری موت پر میں جشن مناؤں گی۔"

"ایک دن اپنے کہے پہ خود پچھتاؤ گی۔"

"ہر سال تمہاری برسی پہ بڑا فنکشن رکھ کر ناچ گانا کروایا کرونگی۔"

"تمہارے پوتے پوتیاں تمہاری عقل پہ ماتم کیا کریں گے۔"

"تم نے میرے ساتھ جو کیا ہے۔۔اللہ کرے تمہاری کبھی بخشش نہ ہو۔

"

"میں نے جو قربانی دی ہے۔۔۔یہی قربانی مجھے جنتی کرے گی۔"

"دل کرتا ہے تمہارا منہ نوچ لوں۔"

"اب تو یہ تمہارا ہی ہے۔نوچو یا پیار کرو۔پر پہلے کچن میں جا کر کچھ کھا پی لو۔ تمہیں انرجی کی ضرورت ہو گی۔کیونکہ ابھی تم نے یہاں سے فرار بھی ہونا ہے۔خالی پیٹ کہاں تک جاؤ گی۔"

امل کچن کی بجائے بیڈروم میں چلی آئی۔اندر سے دروازہ لاک کیا۔۔بیڈ پہ خالی میٹرس منہ چڑا رہا تھا۔۔۔اس پہ کوئی چادر وغیرہ موجود نہیں تھی۔

اس نے کسی چادر کی تلاش میں نظر دوڑائی۔۔۔الماری نظر آئی۔۔جسے کھولا۔۔تو اس کے اندر ایک خانے میں تو صرف خشک میوہ جات اور ٹن وغیرہ بھرے ہوئے تھے۔

دوسرا خانہ کھولا تو اس میں مردانہ لباس تھے۔

مایوسی سے دونوں پٹ بند کئے۔

اور دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔
ٹیلی ویژن ایک دفعہ پھر سے چل رہا تھا۔
اُس نے بظاہر سیٹنگ روم نظر آتے ائریے پر نظر ڈالی مگر کوئی چادر نظر نہ آئی۔
کچن کا رُخ کیا۔۔۔ گرم کھانے کی خوشبو نے پیٹ کی انتڑیوں میں نئی امید پیدا کی جس کے تحت انہوں نے انگڑائی لی۔
مگر اسکا دھیان کھانے کی بجائے اس پردے کی جانب گیا۔۔۔ جو کچن کی سامنی دیوار کے ساتھ لٹک رہا تھا۔۔۔ اُس نے قریب جا کر پردے کا کونا پکڑ کر اندر جھانکا۔
سامنے گیلری تھی۔ جس میں ایک عدد پیٹی اور کچھ ٹرنک نظر آئے۔
عام حالات میں وہ کبھی یہ کام نہ کرتی پر اس وقت ہڈیوں میں گھستی سردی اسکا خون منجمد کر رہی تھی۔ گیلے بال۔۔۔ سر پہ نہ کوئی ٹوپی نہ چادر۔۔۔ نہ جرسی نہ سوئیٹر۔
سٹول پہ کھڑی ہو کر اُس نے گیلری تک پہنچنے کی کوشش کی مگر پہنچ نہ پائی۔
باہر جا کر ایک عدد لکڑی کی مریل سی کرسی لائی اس پہ کھڑے ہو کر گیلری تک ہاتھ پہنچے اور پھر اُس نے ان ہاتھوں کی مدد سے خود کو اوپر کھینچنا چاہا تو کراہ نکل گئی۔۔۔ جلنے کی وجہ سے اُلٹے ہاتھ کی جو جلد اکڑی ہوئی تھی۔۔۔ وہ پھٹ گئی۔۔۔ خون رسنے لگا۔۔۔ اپنی بے بسی پہ آنسو نکل آئے۔۔۔ کرسی سے نیچے اُتر آئی۔۔۔ اور لات مار کر کرسی ایک طرف گرا دی۔۔۔ آستین کی پشت سے آنسو صاف کئے۔۔۔ اور آگے بڑھ کر چولہے کے قریب رکھی دیگچی

کا ڈھکن اُٹھا کر دیکھا۔ اندر پڑی بریانی دیکھ کر یوں محسوس ہوا جیسے پکا کر فریز کی گئی ہو۔

شلف پہ کونے میں پڑا چھوٹا سا مائیکرو ویو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ جگہ پہلے سے ہی کسی کے استعمال میں تھی۔

دل نے کھانے سے روح گردانی کرنے کا مشورہ دیا تو دماغ نے فوراً سرزنش کی۔

"جب سانس آ جا رہی ہے تو کھانا چھوڑ دینے سے کس مسئلے کا حل نکلنا ہے۔؟۔۔۔ کس کی صحت پہ اثر پڑنا ہے۔۔ اور جس کے ساتھ اس وقت مقابلہ ہے وہ تو کھا پی کر مزے کر رہا ہے۔۔۔"

یہ خیال آتے ہی اُس نے جو ایک واحد پلیٹ نظر آ رہی تھی اُس میں چاول نکال کر مائیکرو ویو میں رکھ کر اسکو آن کیا۔۔۔

پانی کا گلاس اور چاول لیکر جب کمرے کو جا رہی تھی تو صوفے پہ پڑا کمبل نظر آیا۔۔۔ چاول کمرے میں رکھ کر باہر آئی اور کمبل بھی لے آئی۔۔۔ جسے بیڈ پر پھینک کر اپنے پیچھے دروازہ لاک کر دیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

"آپ یوں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں؟"

بیوی کی بھرائی ہوئی آواز پر جہانگیر نے تپ کر جواب دیا۔

"تو اور کیا کروں۔۔؟"

"اُس کو ڈھونڈنے کی کوشش تو کریں۔۔۔"

"کیوں میں ایسی بیٹی کے پیچھے جاؤں جس کو میری محبت کا احساس ہی نہیں ہو۔۔۔ اُس دن میری ہر منت ہر واسطے کو بے مول کر کے اُس شو پہ گئی تھی

۔۔۔ میرے دل سے وہ اُس دن اُتر گئی تھی۔۔۔ اب بھی وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔۔۔ جو خط وہ ایمان کے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی۔۔۔ تم خود اسکی تحریر پڑھ چکی ہو۔۔۔ اب باقی کیا بچتا ہے۔۔؟"

" وہ فاز کو ناپسند کرتی تھی۔۔۔ اسکے ساتھ گھر کیسے چھوڑ گئی۔۔۔۔ اور ایسا ہوا بھی شو کے دوران۔۔۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔۔۔ اہل کبھی کسی پہ اتنا اعتبار نہیں کر سکتی کہ اُس کے لیے اپنے ماں باپ کو چھوڑ جائے ۔۔۔"

" عجیب پاگل عورت ہو۔۔۔ اُس دن تمہارے سامنے ہی اُس نے کہا تھا نا کہ اگر ہم لوگ اسکی خواہش کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ اپنے شوق کے لیے یہ گھر بھی چھوڑ جائے گی۔۔ تو اب چھوڑ گئی ہے۔۔۔ فاز کے دوست کے الفاظ اگر کہو تو دہرا دیتا ہوں ۔۔۔ اسکے مطابق دونوں کافی عرصے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔۔۔ بس ماڈلنگ کے نام پہ دونوں کا اختلاف تھا ۔۔۔ اُس دن شو کے دوران فاز اسکو ملنے گیا تھا۔۔۔ اور ایک ہی سوال کیا۔۔۔ میں یا ماڈلنگ۔۔۔ وہ ماڈلنگ چھوڑ کر اسکے ساتھ ہو گئی۔۔۔"

" اگر ایسی بات تھی تو ان لوگوں کو گھر چھوڑ کر جانے کی کیا آفت آئی ہوئی تھی۔۔۔ یہاں کون انکے رشتے کی مخالفت کرتا۔۔؟ میں تو چاہتے ہوئے بھی اس ڈر سے اہل کے سامنے فاز کا نام نہیں لیتی تھی کہ اہل سرِ عام فاز کے بارے میں برا بھلا بولتی تھی۔۔۔ مجھے تو فاز پسند تھا۔۔۔ ہم سے کہہ دیتی ہم خود اپنے ہاتھوں دونوں کی شادی کروا دیتے ۔۔۔ یوں برادری کے سامنے شرمندہ تو نہ ہونا پڑتا۔۔۔ کل باجی کلثوم آئی تھیں۔۔۔ منہ پھاڑ کر کہہ گئیں ۔۔۔ ہماری بھی بچیاں ہیں۔۔۔ مگر مجال ہے کہ کبھی انہوں نے کوئی ایسا کام کیا

ہو۔۔۔ جو خاندان کی عزت پر حرف لگائے۔۔۔ ایک امل ہے کبھی اسکی تصویریں اخباروں میں آتی ہیں۔۔۔ اور آج کل ٹیلی ویژن میں ایک کمرشل ایڈ میں بھی آرہی ہے۔۔۔ کسی بیوٹی کریم کا کمرشل ہے۔۔۔"

"کیا یہ سچ ہے۔۔؟"

"اللہ جانے سچ ہے یا نہیں۔۔۔ میں کون سا ٹی وی دیکھتی ہوں۔۔۔"

جہانگیر صاحب کے لب بھینچ گئے۔۔۔ سرد لہجے میں بولے۔۔

"ایمان کو یہاں بلاؤ۔۔۔"

جہانگیر صاحب کو نئے سرے سے غصے میں دیکھ کر امو کو لگا شائد کچھ غلط کہہ گئی ہیں۔۔۔ انہوں نے ایمان کو آواز دی جو دو منٹ بعد کمرے میں داخل ہوئی۔۔ کالی جینز کے اوپر ایڈی ڈاس کی ہڈی پہنے لاپرواہ انداز۔۔

"جی امو۔۔۔ آپ نے بلایا۔۔۔؟۔۔"

"تمہارے ابی نے کوئی بات کرنی ہے۔۔"

"جی ابی۔۔۔؟۔۔۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ امل کی کمرشل آن ایئر چل رہی ہے۔۔؟"

ایمان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔۔۔

"ج.جی اب ابی۔۔۔"

"یہ کب ہوا۔۔۔؟۔۔ کیا تمہارے علم میں تھا۔۔؟۔۔"

"ابی میں نے انکو منع کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔۔۔ آپ خود انکی ضدی اور ہٹ دھرمی سے اچھی طرح واقف ہیں۔۔۔ وہ کسی کی بات کو اہمیت ہی نہیں دیتی ہیں۔۔۔ ماننا تو دور وہ تو میری رائے سُننا گوارا نہیں کرتی ہیں۔۔۔ الٹا مجھے دھمکی لگا دی کہ اگر کمرشل کے منظر سے آنے سے پہلے میں نے آپ

کو کچھ بتایا تو وہ اپنے انسٹا گرام پہ میری سب سے بُری دکھنے والی تصویر اپ لوڈ کر کے اپنے پانچ ہزار فالورز کو ٹیگ کر دیں گی۔۔۔ بس ابی آپ کو بتانے کی خواہش رکھنے کے باوجود میں اس بات سے ڈر گئی تھی۔۔۔ اصل آپی انتہائی خود غرض بہن ہیں۔۔۔ انکو جو چاہیے ہوتا ہے۔۔۔ ہر حال میں حاصل کر کے رہتی ہیں۔۔۔ امو بھی تو بس انکو ہی مہنگے کپڑے اور میک اپ خرید دیتی ہیں ۔۔۔ جب میں کچھ مانگوں تو کہہ دیتی ہیں۔۔ پیسے نہیں ہیں۔۔۔ سارے پیسے اپنی لاڈلی کے لیے ہی ہوتے ہیں۔۔۔ اب فاز بھائی کے حق میں اللہ خیر کریں ۔۔۔ ویسے عجیب بات ہے۔۔۔۔ دونوں ہی لاواں ہیں۔۔۔ سمجھ سے باہر ہے ایک دوسرے کو پسند کیسے کر لیا۔۔۔ اور شادی بھی بھاگ کر کی ہے۔۔۔ یعنی ہم کوئی خوشی نہ دیکھ لیں۔۔۔"

"اچھا بس کرو۔۔ تمہیں کچھ چاہیے ہو تو مجھ سے پیسے لیکر خرید لیا کرو ۔۔۔"

"شکریہ ابی۔۔۔ اب میں جاؤں۔۔؟۔۔ کل میرا کیمسٹری کا ٹیسٹ ہے ۔۔۔ اور ابھی تک تیاری کوئی خاص نہیں ہوئی ہے۔۔"

"ہاں جاؤ۔۔۔ اللہ تمہیں کامیاب کریں۔۔۔"

ایمان باپ کو گلے مل کر گال پہ پیار کرنے کے بعد ماں کو پیار کر کے واپس ہو گئی۔

جہانگیر صاحب نے فون اٹھایا۔۔۔ اور امو۔۔ کمرے سے نکل۔۔ آئیں ۔۔ انکے لبوں پہ بڑبڑاہٹ تھی۔۔۔

"جا اُلّو اللہ تیرا بھلا کرے۔۔۔ ماں کے سفید سر میں خاک ڈال کر انعام والا کام کیا ہے بیٹی۔۔۔ کمرشل کی ہی کسر بچی تھی۔۔۔ وہ بھی پوری ہو گئی۔"

نئے سرے سے انکی آنکھ میں نمی بھر آئی۔

بیوی اور بیٹی کے کمرے سے جانے کے بعد جہانگیر صاحب نے اپنے بھائی کا نمبر ملایا۔

جیسے ہی دوسری جانب سے فون اُٹھایا گیا۔۔وہ چھوٹتے ہی بولے۔

"السلام علیکم بھائی جان۔۔امل کی ماں تو بہت ہی پریشان ہو رہی ہے۔کیا ہم لوگوں نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔۔؟"

"وعلیکم السلام۔۔"

سلام کے جواب کے بعد اورنگزیب صاحب نے لمبی سانس کھینچی اور بولے۔

"جہانگیر۔۔۔فیصلہ لے لیا تھا۔۔۔اُس پر عمل ہو چکا ہے۔۔اب کیوں متذبذب کا شکار ہو رہے ہو۔۔؟۔۔کیا بیٹی کا کمرشل نظر سے نہیں گزرا ہے ؟۔۔چلو کوئی چائے بسکٹ کی مشہوری کرتی تو اتنا محسوس نہ ہوتا۔۔نہ جانے کس واہیات چیز کو پروموٹ کر رہی ہے۔۔۔"

"مجھے اپنے فیصلے پہ رتی بھر بھی پچھتاوا نہیں ہے۔۔۔میں تو بس آپکی رائے لینا چاہ رہا تھا۔۔اُس کی ماں کو سچ بتانا چاہتا ہوں۔۔تاکہ رونا دھونا تو ختم ہو۔۔گھر کا ماحول خراب کیا ہوا ہے۔۔"

"بات سُنو جہانگیر۔خاندان کو یہ علم ہونے کی دیر ہے۔۔کہ امل کو اسکی مرضی کے خلاف فاز زبردستی ساتھ لیکر گیا ہے۔وہ طوفان اُٹھے گا کہ خدا کی پناہ۔۔۔پھر چاہے لاکھ مرتبہ کہو کہ ہم دونوں کی رضا شامل ہے۔کوئی فرق نہیں پڑنا۔امل کو سب کی ہمدردی ملنی ہے۔اور اُس نے کسی کی پرواہ نہیں کرنی۔فاز بیچ میں خواہ مخواہ پیسا جائے گا۔۔اس وقت میری نظر میں تو سب سے بہتر

حل تو یہی ہے کہ خاموش رہ کر فاز اور امل کی واپسی کا انتظار کیا جائے۔۔البتہ
یہاں گھر پہ فاز کی بھابھی اور ماں اسی موضوع پہ پریشانی کا اظہار کر رہی تھیں
۔۔میں نے بول دیا۔۔اتنا کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے۔دونوں نے شادی ہی کی ہے
۔۔۔جو کہ ساری دنیا کی ہی ہونی ہوتی ہے۔اس بات کو لمبا کھینچ کر اس میں سے

کیا برآمد ہونا ہے۔
تھوڑے توقف کے بعد بولے۔
"اب ہر کسی کو یہ تو نہیں بتایا جا سکتا کہ ہماری بیٹی کی نظر میں ہمارے کہے
کی اوقات دو کوڑی کی نہ تھی۔اپنی منانے نکلی تھی۔ہم نے اپنی تدبیر چلادی۔
اب آگے اسکا انجام کیا ہونا ہے۔۔اس کی مجھے تو ایسی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔
کہ امل اپنے سارے اختلافات ایک طرف ڈال کر فاز کے ساتھ راضی خوشی
نبھاہ کرے گی۔اب یہ فاز کی قسمت۔۔۔مجھے تو سارے خاندان میں ایک وہی
نظر آیا۔جو ڈٹ کر مقابلہ کرنے والوں میں سے ہے۔۔۔اپنے سے وابستہ
رشتوں کی قدر کرتا ہے۔۔۔اب وہ امل کا دل جیت پاتا ہے کہ نہیں۔۔۔یہ
اللہ ہی جانے۔۔۔"
" بھائی صاحب۔۔۔مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔۔۔اگر میری بیٹی فرمابردار
ہوتی۔۔۔تو میں اپنے گھر سے اسکو اسکی خوشی کے ساتھ رخصت کرتا۔۔۔امل
کے لیے فاز میری سب سے پہلی پسند تھا۔۔۔اچھا۔۔اپنی طرف سے امل کا
مستقبل محفوظ کرنے کی میں نے تو اپنی سی کوشش کر دی ہے۔۔اب آگے اللہ
سے دعا ہی کر سکتا ہوں۔۔کہ وہ امل کے دل میں نرمی ڈال دیں۔۔تاکہ وہ فاز
کے ساتھ انا سے پیش نہ آئے۔۔۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔۔ تم فکر مند نہ ہو۔۔۔ ایک تو اُس بد تمیز کا نمبر بند جارہا ہے۔۔۔ ورنہ تم اُس سے بات ہی کر لیتے۔۔۔ تسلی ہو جاتی۔"

"کوئی نہیں جب وقت ملا وہ خود ہی کال کرلے گا۔۔۔ اچھا اب اجازت دیں۔۔ آپکا کافی سر کھالیا ہے۔۔"

"بھابھی اور بچوں کو کچھ دن گاؤں لے آؤ۔۔۔ خیال بٹے گا۔۔۔ کہیں بھابھی بیمار نہ پڑ جائے۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ خود تو نہیں آپاؤں گا۔۔ ان لوگوں کو بھیج دیتا ہوں۔۔"

"چلو جیسے مناسب سمجھو۔"

"اللہ حافظ۔۔"

☆☆☆☆☆☆

"بابا۔۔؟"

"جی۔۔؟"

"کیا کر رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں یار جو تمہاری تصویریں لی تھی نا، وہ تمہارے فیس بک اکاؤنٹ پہ اپلوڈ کر رہا ہوں۔"

اپنے فون پہ بیٹھی مانی نے تاسف سے سر ہلایا اور بولی۔

"موسٰی یہ جو میرے بھائی صاحب ہیں نا، یہ اپنی ہی دنیا میں رہتے ہیں، حقیقت پسند نہیں رہے ہیں۔ کیونکہ جس کے لیے یہ ہر ماہ بلا ناغہ تمہاری تصویریں اپ لوڈ کرتے ہیں نا، اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہونی ہے۔"

موسٰی کے باپ نے نفی کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو تم ایویں شک کرتی ہو، میں اُس کو دکھانے کے لیے تھوڑی اپ

لوڈ کرتا ہوں۔"

"ہاں بھائی صاحب ہم تو سب پاگل ہیں نا۔۔ موسٰی کے نام کی آئی ڈی ہے، جو صرف میرا آپکا اور اپنے اس لفنگے کا میوچل فرینڈ ہے، سُن رہے ہیں؟ صرف اُن کا فرینڈ ہے، جن کی آئی ڈی پر اس کا آنا جانا ہو سکتا ہے، موسٰی کی بات نہیں ہے، بھائی۔۔۔اپنی ذات پہ اس قدر زیادتی کیوں کر رہے ہیں؟"

"تم میری والدہ والے کام کیوں کرنا چاہتی ہو؟ ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں، میری ماں ان کاموں کے لیے کافی ہے، تم اپنی انرجی ضائع نہ کیا کرو،"

"بابا آنی کیوں لڑ رہی ہیں؟"

"بیٹے اس کے ایگزام آگئے ہیں نا، اور اس نکمی نے بالکل بھی پڑھائی نہیں کی ہوئی سارا سال بس دوستوں کے ساتھ مستی کرتی رہتی ہے، اب اس کو سوچ سوچ کر غصہ چڑھ رہا ہے۔"

مانی نے مکمل احتجاج کیا۔۔

"جی نہیں موسٰی کو پتا ہے اس کی آنی بہت لائق اور محنتی ہے۔ وہ بہت اچھی طالب علم ہے، اپنا ہر کام وقت پر کرتی ہے، اسلیے اس کو ایگزامز سے کوئی ڈر نہیں لگتا ہے"

موسٰی کے باپ نے بڑا حیران ہو کر پوچھا۔

"اچھا جی۔۔۔؟"

جس پہ مانی نے اس سے بھی لٹکا کر کہا۔

"ہاں جی۔۔!!" وہ اپنا کام پورا کر کے اُٹھا۔

"موسٰی آپ تیار ہو؟"

مانی نے پوچھا۔
"کہیں جا رہے ہیں؟"
"ہاں جی موسٰی اور میں بال کٹوانے جا رہے ہیں۔"
"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔۔ جب تک آپ بال کٹوائیں گے، میں مارکیٹ سے ایک کتاب کا پتا کر لوں گی۔"
وہ اپنا والٹ نکال کر کیش چیک کرنے کے بعد واپس جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔
"ابھی آپ کو کتاب یاد آئی ہے، مارکیٹ پہنچ کر یاد آئے گا آپ کا جوتا ٹوٹ گیا ہے، الماری میں ایک بھی موزوں سوٹ نہیں ہے، پھر آپ کو کسی ریستورانت کے آگے سے گزرتے وقت اچانک سے یاد آئے گا کہ آپ کی فلاں فلاں دوست ابھی کچھ دن پہلے یہاں سے کھانا کھا کر گئی ہے، کیوں نا ہم بھی کھا کر دیکھیں، آخر وہ سچ بول رہی تھی۔"
مانی ہنسی اور اپنا بدلہ لیتے ہوئے بولی۔
"جو مرضی کہتے رہیں، کم از کم میں کسی کے دیکھنے کے امکان کے پیچھے۔۔ غور کریں۔۔ یقین نہیں ہے، فقط امکان ہے، اور اس امکان کے پیچھے تین سال سے ہر ماہ بلا ناغہ موسٰی کی تصویریں اپ لوڈ کرنے والی میں نہیں ہوں، آپ ہیں۔"
وہ فقط مسکرا کر رہ گیا، مانی کو مارکیٹ میں اُتار کر وہ موسٰی کو ساتھ لیے اپنے حجام کے پاس پہنچا۔ موسٰی نے جاتے ہی اعلان کیا۔
"چاچو آج آپ میرے بال نہیں کاٹیں گے، بس بابا کے کاٹ دیں۔"
اشفاق نائی ان کے گاؤں والے سیپی کا بیٹا تھا، دو سال پہلے اس نے یہاں لاہور

کی مصروف ترین مارکیٹ میں دکان کرائے پہ لیکر اپنا کام شروع کیا تھا، جب اس نے دکان لینی تھی، پگڑی میں بیس لاکھ مانگا جارہا تھا، کیونکہ وہ اس سے پہلے ترکی میں یہ کام کرتا رہا تھا، جس سے اُس نے پیسے جمع کیے تھے، مگر پھر بھی بیس لاکھ نہیں کر پارہا تھا، تب وہ موسٰی کے باپ کے پاس آیا تھا، کہ اگر وہ اپنی گارنٹی پہ اس کا کام کروادے، وہ دو سال سے ہر دفعہ بال کٹوانے اسی کے پاس آتارہا تھا۔ اور یہ سوال ہمیشہ اس کے دماغ میں جنم لیتا تھا، آخر اس نائی کی مدد پہ کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس بات کا جواب ابھی تک نہیں ملا تھا، یا شائد وہ جواب کی سچائی کو ماننے سے انکاری تھا۔

اشفاق نے موسٰی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔۔ جسے موسٰی نے تھام لیا۔

"تو شہزادہ آج بال نہیں کٹوائے گا؟"

موسٰی نے فوری ہاں میں ہاں ملائی۔۔

"تو پھر آپ آئے کیوں ہو؟"

موسٰی اپنے ازلی اعتماد کے ساتھ بولا۔

"میں تو آپ کی بلی کے ساتھ کھیلنے کے لیے آیا ہوں۔۔" اشفاق بولا۔

"بلی تو آپ کے گھر پہ بھی ہے۔"

"وہ تو بلی کا بچہ ہے، آپ کی تو بڑی بلی ہے، شفاق انکل بلو کدھر ہے؟"

"آپ بیٹھو میں منگواتا ہوں۔"

موسٰی نے پریشانی سے پوچھا۔۔

"کیا وہ آج نہیں آیا ہے؟"

اوپر جو بیوٹی پارلر والی ہیں نا وہ بلو کو لیکر گئی ہیں۔" اشفاق نے لڑکے کو اشارہ کیا جاؤ لیکر آؤ۔۔ ساتھ ساتھ وہ موسٰی کے باپ کے بال کاٹنے کا سامان بھی کر رہا تھا، اس کے ہاتھ میں بہت زیادہ صفائی تھی، مگر اب وہ صرف خاص گاہکوں کے بال خود کاٹتا تھا، باقی کام اس کے ماتحت دیکھتے تھے، کیونکہ اس کے پاس رش ہی اتنا ہوتا تھا کہ اس کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ ہر کسٹمر کو خود سروس دیتا، مگر اس نے کام کا معیار بہت اعلٰی رکھا ہوا تھا۔

"باباجان کیا میں ان انکل کے ساتھ بلو کو لینے چلا جاؤں۔"

وہ پُر امید نظروں سے باپ کو دیکھنے لگا، اس نے اشفاق سے پوچھا۔

"محفوظ ہے؟"

"جی چوہدری جی۔۔ دو چار لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔ خواتین کا پارلر ہے، یہ دو منٹ میں واپس آجائیں گے۔" موسٰی کو جانے کی ہری جھنڈی ملنے کی دیر تھی، وہ ایک ورکر کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ باہر کو ہو لیا۔ اشفاق نے اس کے بال کاٹ دیئے، اب شیو بنا رہا تھا۔

اس دوران موسٰی کے ساتھ جانے والا لڑکا اکیلا واپس آگیا تھا، موسٰی کا پوچھنے پر اس نے کہا، پارلر والی باجیاں اس کے ساتھ باتیں کر رہی ہیں، کہتی ہیں کہ جب اس کے بابا نے واپس جانا ہو تب آکر موسٰی کو لے جانا۔" وہ فارغ ہو گیا تو لڑکے کو ایک دفعہ پھر بھیجا۔۔ مگر اس دفعہ بھی وہ اکیلا ہی واپس آیا۔

"سر جی وہ باہر ایک باجی کھڑی ہیں، کہہ رہی ہیں۔ موسٰی کے بابا کو باہر بھیجو ان سے ملنا ہے۔"

وہ باہر نکلا۔۔اور موسٰی کے ساتھ کھڑی خاتون کو دیکھ کر وہ ڈھیلا پڑ گیا، کیونکہ وہ چہرہ اجنبی نہیں تھا۔اس کو دیکھتے ہی وہ پُر نم مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئی۔

"یہ ایک ماہ کا تھا، جب میں نے اس کو ویڈیو کال پہ دیکھا تھا، اس کی پیدائش سے پہلے میں اس کی ماں کو کئی دفعہ کہہ چکی تھی کہ تمہارے بچے نے بہت جوان ہونا ہے، کیونکہ اس کے ماں باپ دونوں ہی لمبے قد والے ہیں۔ آج اس کو ایک نظر دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اُس کا بیٹا ہے۔اپنے یقین کی تصدیق کے لیے پہلے میں نے اس سے اس کے بابا کا نام پوچھا، پھر اس کی دادی امی کا، پھر اس کی خالہ کا، دادا کا، اس کو سب کے نام معلوم ہیں، سوائے اپنی ماں کے۔۔"

اس کا جبڑا سختی سے بھینچا ہوا تھا، وہ سنجیدگی سے بولا۔۔

"آپ کو یوں اتنے عرصے بعد دیکھ کر خوشی ہوئی ہے، جہاں تک رہا آپ کا سوال تو اتنا ہی کہوں گا، موسٰی کو صرف ان لوگوں کے نام پتا ہیں، جو لوگ اس کے لیے اہم ہیں، جن کے لیے وہ اہم ہے، جو اس کی زندگی کا حصہ ہیں۔"

وہ دُکھ سے بولی۔

"وہ اس کی زندگی میں ہو یا نہ ہو، یہ بات آپ جانتے ہیں کہ وہ کتنی اہم ہے۔"

وہ تلخی سے مسکرایا۔

"میں موسٰی کے سامنے ایسی بے معنٰی گفتگو کا قائل نہیں ہوں، جو اس کے ننھے سے دماغ میں کسی قسم کی کنفیوژن کو جنم دے، اور اس کی شخصیت

میں کسی قسم کی کمی بیشی کا باعث بنے، وہ آپ کے لیے اہم ہوگی، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، ہمارے لیے وہ لوگ اہم ہیں۔ جن کے لیے ہم اہم ہیں۔"

وہ بھی دوبدو بولی۔

"اگر یہ بات ہے تو اپنی انکھوں کو بھی اپنی طرح جھوٹ بولنا سکھائیں۔۔ میں چلتی ہوں۔ مگر مجھے آپ سے اجازت چاہیئے۔ بلکہ نہیں اجازت کیوں اس پہ میرا ابھی حق ہے۔ میں اس کے لیے تحائف لانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ یہ میرا اکلوتا بھانجہ ہے۔"

وہ رہ نہ سکا کہہ دیا۔۔

"ہاں جی اسی لیے آپ نے آج سے پہلے کبھی اس سے ملنا پسند نہیں کیا ہے، خیر ہمارے گھر کے دروازے کھلے ہیں، جب چاہیں بغیر کسی تکلف کے تشریف لائیں۔ میری امی آپ سے مل کر خوش ہوں گی، السلام علیکم۔۔"

اس لڑکی نے جانے سے پہلے موتی کو پیار کیا، موتی کے بال کٹوانے کے بعد انہوں نے مارکیٹ سے مانی کو اُٹھایا، وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی بولی۔

"آپ یقین نہیں کریں گے کہ کیا ہوا ہے۔"

وہ ماضی کے جھروکوں سے نکلتے ہوئے بروقت بولا۔۔

"ہاں جی آپ کی من پسند سیلیں لگی ہوں گی، اور کیا ہونا ہے۔۔"

"قسم سے بھائی اچھا ہوا آپ نے جانے سے پہلے مجھے زیادہ پیسے دے دیئے، ماریہ بی کے نئے ڈیزائین اور کیا ہی کمال کی کلیکشن آئی ہے، اور سب پہ تیس فیصد آف تھا۔۔"

وہ ہنس پڑا۔۔

"تم نے ایک کہاوت سُنی ہو گی، کہتے ہیں نا ماس کھانے والے کو ماس مل ہی جاتا ہے، تمہارا وہی حساب ہے، جہاں جاتی ہو سیل لگی ہوتی ہے، میں تو پریشان ہوں۔ ہر دفعہ ایسا کیسے ممکن ہے۔ یا پھر تم ڈنڈی مارتی ہو، مجھے سیل کا بہانہ بنا کر ہاتھ صاف کرتی ہو۔"

مانی نے نظر چُراتے ہوئے کہا۔

"بس ایک چھوٹا سا مسئلہ ہوا تھا۔"

موڑ کاٹنے کے بعد گاڑی ایک آئس کریم پالر کے باہر روکتے ہوئے بولا

۔۔

"جی جی بس آگے آپ نہ بھی بتائیں تب بھی میں مضمون سمجھ گیا ہوں۔ کتنے لگائے ہیں؟"

مانی بچاری سی صورت بنا کر بولی۔۔

"زیادہ نہیں ہیں، بس بیس ہزار ہی کم پڑے تھے، پتا کیا ہوا ان لوگوں کے پاس میچنگ جیولری آئی ہوئی تھی۔ تو میں نے فیصل بھائی کو کہہ دیا، بل بھائی دے دیں گے، انہوں نے کہا کوئی ٹینشن نہیں مجھے جو لینا ہے لوں۔ وہ جانیں اور آپ جانیں۔۔ آپ میرے کھاتے میں لکھ لیں نا۔۔ ایک دن جب میں ڈاکٹر بن جاؤں گی، آپ کے پیسے لوٹا دوں گی۔"

"ایک لگاؤں گا اور ساری ڈاکٹری باہر نکل آئے گی، اس لڑکے کو بتاؤ کون سا فلیور لینا ہے، موسٰی آپ کون سا فلیور لو گے۔؟"

"موسٰی بابا سے بات نہیں کرے گا۔"

"سوری میری جان بال تو کٹوانا ضروری ہوتا ہے، ورنہ آپ مجنوں لگنے لگو گے۔"

مانی نے ٹکڑا لگایا۔

"بالکل اپنے بابا کی طرح، جو بال کٹوانے کے بعد بھی مجنوں ہی لگتے ہیں۔"

"مانی آپ کو پتا ہے، وہاں ہم کو ایک آنٹی ملی، وہ مجھے پیار کر رہی تھی، کہتی میں موسیٰ کی ممی کی دوست ہوں۔ مانی وہ کہہ رہی تھی موسیٰ اپنی ممی کی طرح دکھتا ہے۔"

مانی نے سوالیہ نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ کی جانب دیکھا، وہ اس کے سوال کو نظر انداز کر کے باہر دیکھنے لگا۔۔ جس پر مانی نے گہرا سانس بھر کر موسیٰ کی پیشانی چومی اور پُر یقین لہجے میں بولی۔

"موسیٰ سارا اپنے بابا پر گیا ہے۔ تھوڑا تھوڑا اپنے نانا جیسا بھی لگتا ہے، دادو جیسا بھی ہے، دادا جیسا بھی ہے، موسیٰ تو بہت ہی پیارا ہے، ابھی وہ اپنی آئس کریم اپنی مانی کے ساتھ شئیر کرے گا۔"

موسیٰ ایک دم چوکنا ہوا۔

"نہیں جی۔۔ یہ چیٹنگ ہے، آپ ہمیشہ میری آئس کریم کھا جاتی ہیں۔ اپنی دو لے لیں۔"

"نہیں نا۔۔۔ تمہاری آئس کریم سب سے مزے کی ہوتی ہے، مجھے وہی چاہیئے۔" موسیٰ باتوں میں لگ گیا تھا، اس کے باپ کے چہرے پہ گہرا سکوت رقم تھا۔

عشقیہ پریشانیاں وی خوب نے
جان بوجھ نادانیاں وی خوب نے
ہن اُداسی چوں وی مل جاندا سکون

دل دیاں ویرانیاں وی خوب نے

آپ اپنے نال ہی کریے فریب

اُف بے ایمانیاں وی خوب نے

ہاں محبت کافی دیندی غم مگر

دیکھ مہربانیاں وی خوب نے

عاشقی وچ لُطف بے شمار نے

یار پر قربانیاں وی خوب نے

ناز نال تبدیل کر گئے راستے

یا خُدا شیطانیاں وی خوب نے

کج گلاں بے شک نہی ہوئیاں پوریاں

دیکھ پر علانیہ وی خوب نے

فخر کر سرتاج دیوانہ تیرا

اُس دیاں دیوانیاں وی خوب نے

☆☆☆☆☆☆

گھن گرج کی آواز پہ اسکی آنکھ کھلی تھی۔۔۔ حالانکہ وہ سونے کی نیت سے نہیں لیٹی تھی۔۔ مگر پیٹ بھر کر کھانے کے بعد گرم کمبل میں خود کو لپیٹ کر لیٹی تو دنیا کا ہوش نہ رہا۔۔

آنکھ کھلتے ہی اسکے حسیات بیدار ہوئے۔۔ اپنے گرد پھیلے اندھیرے کو دیکھ کر پہلا اندازہ یہی لگایا کہ ابھی تک دن نہیں نکلا ہے۔۔۔ پر اگلے ہی پل چمکنے والی بجلی نے اسکو ہلا کر رکھ دیا۔۔۔ بجلی کے کڑکنے کی آواز اس قدر تیز تھی۔۔ یوں محسوس ہوا کہیں قریب ہی گری ہو۔۔۔ وہ اُچھل کر بیڈ سے اتری

اور یہ جان کر حیرت کا جھٹکا لگا کہ جس دروازے کو وہ اندر سے لاک لگا کر سوئی تھی۔۔ وہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔۔۔ بتی جلائی تو بیڈ پہ فقط ایک کمبل نہیں تھا۔۔۔ کمبل صرف دائیں طرف تھا۔۔ جہاں وہ سوئی ہوئی تھی۔۔۔ جبکہ بیڈ کے بائیں طرف چادر بچھی تھی۔۔۔ سرہانہ رکھا ہوا تھا۔۔۔۔ اور رضائی کی تہہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔۔ کہ بیڈ پہ صرف وہ ہی نہیں سوئی تھی۔۔۔ دوسرے سرے پہ کوئی اور سویا تھا۔۔۔ اب اس کوئی اور کا سُراغ لگانا اس وقت دنیا کا آسان ترین کام تھا۔۔۔ کیونکہ اسکی معلومات کے مطابق اس جگہ پہ اِل کے علاوہ صرف ایک اور شخص موجود تھا۔۔۔ جسکا نام لینے کو بھی من نہیں کر رہا تھا۔۔۔ دو پل کو آنکھیں موند کر اُس نے نئے سرے سے جاگتے غصے کو گہرا سانس بھر کر قابو کرنے کی کوشش کی۔۔۔ کمرے سے نکلی تو احتیاط بھری نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔۔۔ مگر ہال میں کوئی زی روح نہ تھا۔۔۔ کچن کا دروازہ بند تھا۔۔۔۔ واش روم کے کھلے دروازے سے اندازہ ہو گیا کہ ادھر بھی نہیں ہے۔۔۔۔ بے اختیار شکر کا سانس بھرا۔۔۔ مگر اگلے پل کھڑکی کے بیرونی منظر پر منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔۔۔ جس آواز سے آنکھ کھلی تھی۔۔۔ وہ بادلوں کے گرجنے کی تھی۔۔۔ مینہ پورے جوش و خروش کے ساتھ برس رہا تھا۔۔۔ شاک کے عالم میں چلتے ہوئے جا کر اُس نے خارجی دروازہ کھولا۔ پانی کی پھوار نے استقبال کیا۔۔۔ جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔۔۔ نظروں کے سامنے گہرے سبز پتوں والے درخت تھے۔۔۔ جنکی اونچائی آسمان کو چھوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ جنگلی گھاس نے کوئی حصہ خالی نہ چھوڑ ہوا تھا۔۔۔ جو اس وقت تیز ہوا میں ناچتی ہوئی آسمان سے چھما چھم برستے پانی میں نہا رہی تھی۔۔۔ اتنی موٹی موٹی بوند گر رہی تھی۔۔۔ جیسے اوپر نل چل

رہے ہوں۔۔۔ اپنے پلان پہ پانی پھرتے دیکھ کر امل کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا معلوم ہوا۔۔۔ گردن موڑ کر وال کلاک پہ نظر ڈالی۔۔۔ جہاں ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔

اُس نے ایک دفعہ تو جوش میں یہی سوچا کہ بارش ہو رہی ہے تو کیا۔۔۔؟ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ جبکہ وہ شخص بھی نظر نہیں آ رہا۔ اس سے بہتر وقت بھلا کونسا ہوگا۔۔۔ کیونکہ سامنے ہوتے ہوئے وہ جتنا مرضی دعوٰی کر لے بھاگنے وہ مجھے پھر بھی نہیں دے گا۔ زبانی کلامی کہہ رہا ہے کہ اگر یہاں سے جانے میں کامیاب ہو جاؤں تو مجھے ماڈلنگ کرنے دیا جائے گا۔۔ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ مگر میں اس کو کیوں یہ احساس دوں کہ اسکے کہے الفاظ میرے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔۔۔۔ وہ تو یہی سمجھے گا کہ بس نکاح کی دھمکی پہ ہی اسکی ہوا نکل گئی۔۔۔ میں آرام سے سوچ سمجھ کر یہاں سے نکلوں گی۔ جو نقصان ہونا تھا۔۔ وہ تو ہو گیا۔ ہائے ڈیزائیزر اپنے لہنگے کے چوری ہونے پہ میری جان کو خوب روئی ہو گی۔۔۔ گالیاں کوسنے بھی دیئے ہونگے۔۔۔ اسکی خیال کے ساتھ ایک نئی سوچ نے جنم لیا۔

"کیا واقعی اموّ اور ابّی نے اُس جھوٹے خط کا اعتبار کر لیا ہے۔۔؟ یعنی وہ مجھے اتنا بیوقوف اور بے اعتبار سمجھتے تھے کہ میرے خلاف بچھے جال میں وہ اتنی جلدی پھنس گئے۔ ایمان نے تو انکو بتا ہی دیا ہو گا کہ میں کسی لڑکے کے لیے اپنا گھر چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔ اپنی چھوٹی سی خواہش کے لیے لڑنے کا آج مجھے یہ صلہ ملا ہے کہ میرے سے اتنی بڑی بڑی غلطیوں کی توقع رکھی جا رہی ہے۔ میرے ساتھ سوچنے کو ملا بھی تو کون۔۔۔؟ فاز اور نگزیب

۔۔۔؟ جس شخص کو کبھی میں نے منہ تک نہ لگایا۔۔۔ آج اسی کے نام سے مجھے زلیل ہونا پڑ گیا۔"

یونہی سوچوں میں غلطاں۔۔ وہ نہ جانے کتنا وقت دروازے کے بیچ کھڑی رہی۔۔۔

اس دوران فاز نہ جانے کہاں تھا۔۔۔ نہ تو امل کو تجسس جاگا نہ ہی اُس نے پتا لگانے کی کوشش کی۔۔۔ بجلی چمکی تو شدت اس قدر تھی کہ امل قد سے اچھلی۔۔۔ سر دروازے کو لگا۔۔۔ نانی یاد آ گئی۔۔۔ اُس نے بجلی کے خوف سے دروازہ بند کر دیا۔۔۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے دل کی دھڑکن کو کنٹرول کیا۔۔۔ جب دوبارہ بجلی نہ چمکی تو اُس نے منہ دھویا اور صوفے پہ ٹک کر باہر دیکھنے لگی۔۔۔۔ بارش مسلسل برس رہی تھی۔۔۔ دو سیکنڈ کی بریک لیے بغیر۔

بیرونی سرسبز و شاداب منظر دیکھ کر امل نے سوچا۔

"اگر حالات وہ نہ ہوتے جو اس وقت ہیں۔۔۔ تو یہ جگہ انتہائی حسین لگتی ۔۔۔ کسی شاعر کا خواب۔۔۔ رومینٹک۔۔۔" پر امل کو سوائے ناگہانی آفت کے اور کچھ یاد نہ تھا۔

"مجھے یہاں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔۔۔ کچھ کرنا چاہیے ۔۔۔ کوشش کروں گی تو کامیابی کی صورت نظر آئے گی۔۔۔ اُس بے اعتبار اور گھٹیا انسان کا کیا پتا نہ جانے کیا قدم اُٹھائے۔۔۔ آخر کسی نیک نیت سے تو وہ مجھے یہاں انجان اور ویران جگہ پہ تو نہیں لایا ہے نا۔۔۔۔ یہ آدمی جسکے بارے میں بھری آبادی والی جگہ پر اچھی بات سُننے کو نہیں ملتی وہ یہاں کیسے اپنے نفس کو سُلا کر نیک بنے گا۔۔ ایک دفعہ مجھے یہاں سے نکلنے کی راہ مل جائے فاز

اور نگزیب تمہیں عدالتوں میں یوں گھسیٹوں گی کہ تمہاری آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔۔۔۔"

جسم میں ایک نیا عزم دوڑتا محسوس ہوا۔

بارش ابھی بھی برس رہی تھی۔۔۔ مگر شدت میں کمی واقعہ ہو چکی تھی

۔۔۔

اُس نے سارے گھر کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔۔۔ نتیجے میں ہاتھ سے خون بہنے لگا۔۔۔ جو تھوڑا سا زخم رات کو ہوا تھا۔۔۔ کسی چیز کے لگنے سے جلد اُتر کر خون رسنے لگا تھا۔۔۔۔ دانت مضبوطی سے بھینچ کر اُس نے بیڈ شیٹ کاٹ کر پٹی کی صورت ہاتھ پہ باندھ لی۔۔۔۔ جرابیں پہن کر جوتا پہنا۔۔۔ جو تھا تو بند ہی مگر اتنا مضبوط ہر گز نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ کہ اونچے نیچے جھاڑی دار راستوں کی مار برداشت کر سکتا۔۔۔ جس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُس نے دو مردانہ جرابوں کے جوڑے پہنے تھے۔

ایک بھاری جرسی پہننے کے بعد اوپر کپڑوں میں سے ملنے والا مفلر اوڑھا ۔۔۔۔ آٹے والے بڑے سے پلاسٹک کے بیگ میں سے آٹا ٹب میں ڈال کر بیگ خالی کیا۔۔۔ اسکو الٹا کر کے ایک کونا موڑا۔۔۔ اور اسکو اپنے سر پہ رکھ کر بیڈ شیٹ سے ایک اور پٹی کاٹ کر رسی کی شکل اُس بیگ کو اپنی کمر پہ باندھ لیا۔

کچن سے ایک چھری اٹھائی ۔۔۔۔ ماچس کی ڈبیہ جیب میں رکھی ۔۔۔ ڈھونڈنے سے بھی کہیں ٹارچ نہ ملی۔

پورے سوا بارہ وہ ہٹ سے نکل آئی۔

جس طرف پیروں کے ایک دو نشان جا رہے تھے۔۔۔ دل کڑا کر کے اُسی راستے پہ قدم ڈال لیے۔

خوش فہمی تو پہلے بھی کوئی نہ تھی۔۔۔ مگر جب ہر قدم پہ پیر زمین میں دھنستے ہوئے محسوس ہوئے تو جی چاہا وہیں بیٹھ کر فاز اور اسکی اگلی پچھلی نسلوں کے لیے گیت گائے۔

دو چار منٹ میں ہی وہ ہٹ سے کافی دور آگئی۔۔۔ کیونکہ قدم مٹی سے بھاری ہونے کے باوجود اُس نے سپیڈ کم نہ کی۔۔۔ بارش مسلسل جاری تھی پر چونکہ اب وہ درختوں کی چھاؤں میں چل رہی تھی۔۔ جن کے پتوں نے اسکو شلیٹر تو دیا تھا۔۔ مگر وہیں دن کی روشنی جو پہلے ہی آدھی بادلوں نے چھپادی تھی باقی کی کسر درختوں کی گھنی چھاؤں نے پوری کردی۔۔۔ وہ جلد از جلد اس جنگل نما جگہ سے نکل کر کسی روڈ تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔۔۔ اگر دن کے بارہ بجے روشنی کا یہ عالم تھا۔۔ تو یہ بات عام فہم تھی کہ دو سے تین گھنٹے بعد دن بالکل ڈھل جائے گا۔۔۔ اور اندھیرا مزید گہرا ہو جائے گا۔

خوف زدہ نظروں سے اپنے ارد گرد کے ماحول پہ سرسری سی نظریں دوڑاتی وہ لمبے لمبے ڈگ بھر رہی تھی۔۔۔ جہاں کہیں شاخیں ختم ہوتیں بارش کا پانی آبشار کی طرح اسکے سر پہ گرتا۔۔۔

نہ اُس کے پاس گھڑی تھی۔۔۔ نہ فون۔۔۔ نہ سمت کا تعین کرنے کا کوئی آلہ نہ ہی یہ علم تھا کہ وہ کس علاقے میں موجود ہے۔۔۔ چل چل کر ٹانگوں میں درد ہونے لگا۔۔۔ اندھیرا بڑھ چکا تھا۔۔۔ خوف نے دل میں اپنے پنجے مزید گہرے کر لیے تھے۔۔۔ ایک تو بارش کا شور۔۔۔ اوپر سے مختلف سمتوں سے اُٹھنے والی جانوروں کی آوازیں۔۔۔ چار چار من کے بھاری جوتے۔۔۔ بھیگی جر سی بکھرے بال۔۔۔ سُرخ ہو کر مسلسل بہتی ہوئی ناک۔۔۔ ٹھنڈ

سے سُن ہوتے ہاتھ۔۔۔اور دور دور تک کسی سڑک کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔۔۔

"ہاؤووووو۔۔۔"

انجانی سمت سے اُٹھنے والی یہ آوازا تنی بلند تھی کہ اُس کے قدم خود بہ خود رُک گئے۔۔۔خوف سے چاروں اور گردن گھما کر اندازہ کرنا چاہا کہ آخر آواز کس سمت سے آئی ہے۔۔۔مگر نیم اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔۔۔

سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔۔۔دل کی دھڑکن کانوں میں سُنائی دے رہی تھی۔۔۔۔وہ اگراندازے کے طور بھی کہتی تب بھی اسکوہٹ سے نکلے ہوئے دو سے ڈھائی گھنٹے بیت چکے تھے۔۔۔اور اب وہ کوشش بھی کرتی تب بھی یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ جہاں وہ اس وقت موجود ہے ہٹ وہاں سے کس سمت میں ہے۔۔۔اور کتنے فاصلے پر ہے۔۔۔یعنی واپسی بھی ناممکن نظر آرہی تھی۔۔۔

"آؤووووووو۔۔۔"

اب کی دفعہ آواز شائد چند میٹر کے فاصلے سے ہی آئی تھی۔۔۔امل نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے چھری پہ اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی۔۔

۔۔۔۔

" تو امل جہانگیر تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ایک جنگلی جانور کو پیچھے چھوڑ کر بھاگی ہو۔۔اور دوسرے کا لقمہ بننے جا رہی ہو۔"

"ہاؤووووووو۔۔۔"

اب کی دفعہ آواز ہی نہ آئی بلکہ۔۔۔اندھیرے میں چمکتی دو آنکھیں بھی منظر پہ آئیں۔۔۔ایسا لگ رہا تھا۔۔ جیسے تاریکی میں دو موم بتیاں جل رہی

ہوں۔۔۔بس فرق صرف اتنا تھا کہ موم بتی کی روشنی سکون دیتی ہے۔۔امن کی علامت ہے۔۔۔پر وہ سونے رنگ کی آنکھیں دہشت ناک تھیں۔۔۔غصے سے بھری ہوئیں۔۔۔

امل کے کانوں میں سائیں سائیں گونجھ گئی۔۔۔ پیروں نے جیسے زمین چھوڑنے سے انکار کردیا۔۔۔وہ بھاگنا چاہتی تھی۔۔۔ چیخنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر ان دو جلتی نظروں نے جیسے اسکو مسمرائز کر کے ایک جگہ ساکت کردیا ہو۔۔۔

وہ یہ نہ جان پائی کہ کونسا جانور تھا۔۔۔ مگر اتنا واضح تھا کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا کتا یا بلی نہیں تھی۔۔۔ تین چار فٹ اونچا خونخوار قسم کا بلا امل کو پورے فوکس میں رکھ کر غرا رہا تھا۔۔۔

اپنی موت کو چند گز کی دوری پہ کھڑا دیکھ کر اسکی ساری افسری نکل گئی ۔۔۔۔

اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔۔۔اور گلا پھاڑ کر فاز کو آواز دی۔۔۔

اب وہ وہاں موجود ہوتا تو فوراً سے منظر پہ آتا۔۔۔۔

جانور اور غصے سے کراہا۔۔۔امل کی چیخیں اور بلند ہوئیں۔۔۔اتنی دل چیر دینے والی آواز تھی پھر بھی سامنے والے کو رحم نہ آیا۔۔۔اُس نے دو قدم آگے بڑھائے ہونگے جب امل کو ایک دم احساس ہوا کہ اسکی مدد کو کوئی بھی نہیں آنے والا ہے۔۔۔ یا یہیں کھڑے کھڑے اپنی ہڈیوں کو اس جانور کی خوراک بننے دے گی یا۔۔اپنے آپ کو بچانے کے لیے ممکن جدوجہد کرے گی ۔۔۔جانے اس میں کہاں سے ہمت آئی۔۔۔اور اُس نے سرپٹ بھاگنا شروع کردیا۔۔۔ساتھ ساتھ چلا رہی تھی۔۔۔

"فاز۔۔۔۔!۔۔۔میری مدد کرو۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی پوری طاقت لگا کر بھاگنے کے باوجود اسکے قدموں کی رفتار اتنی تیز ہر گز نہ تھی کہ چار ٹانگوں والا جنگلی درندہ اسکو آسانی سے پکڑ نہ پاتا۔۔۔ جانور کی سانسوں کی آواز اپنے قریب سے قریب تر آتی محسوس کر کے اس نے مزید تیز بھاگنے کی کوشش کی مگر اگلے ہی پل وہ ہوا میں معلق تھی۔۔۔ جب تک سمجھ پائی کہ ہوا کیا ہے۔۔۔ تقریباً آٹھ فٹ گہری کھائی میں گرتے ہی تکلیف سے اسکی چیخیں نکل گئیں۔۔۔ اسکا پیر ٹیڑھا ہو کر اسکے اپنے وزن کے نیچے دب گیا۔۔۔ اور اسی طرف کی ٹانگ پیٹ اور کندھے پہ ہزاروں کی تعداد میں سوئیاں چبھتی محسوس ہوئی تھیں۔۔۔

اسکا چہرہ کیچڑ میں دھنسا تھا۔۔۔ اور جسم کے ہر ہر پور سے درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔۔۔

اپنی تکلیف کی وجہ سے اُٹھنے والی کراہوں اور سسکیوں پہ کوئی اختیار نہ رہا۔۔

مگر دو سکینڈ بعد جب کھائی کے اوپر سے اُسی سونے رنگ آنکھوں والے نے جھانک کر غرانا شورع کیا تو وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ گئی۔۔۔ دم سادھ گئی۔۔۔

جانور کی جان پہ بنی ہوئی تھی۔۔۔ وہ کسی طرح اس انسانی وجود تک پہنچنے کے چکر میں پاگل ہو رہا تھا۔۔۔

امل کو جیسے یقین ہو گیا اب سارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔۔۔ ماں باپ بہن بھائی کے علاوہ اتنا بھرا پڑا خاندان اور وہ اس پل یہاں لاوارثوں کی طرح ایک کھائی میں گری ہوئی تھی۔۔۔ کانٹے اسکی کھلڑی ادھیڑ کر اسکے جسم میں

پیوست ہوئے تھے۔۔۔ اور ایک خونخوار جانور اسکا خون پینے کے لیے کھائی کے اندر آنے کی سعیمیں لڑار ہا تھا۔۔۔

امل کا دماغ اس قدر ماؤف ہو رہا تھا کہ دعا کرنے کا ڈھنگ بھی یاد نہ رہا ۔۔۔ تکلیف کی شدت سے حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

منہ سے نکلنے والی کراہ کے ساتھ اللہ کے نام کی صدا نکلی تھی۔

"یا اللہ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ صبح نو بجے ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد اپنے مشن پہ روانا ہوا تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ اس جگہ پہ پہلی مرتبہ نہیں آیا تھا۔ بلکہ تین چار مرتبہ پہلے بھی آ چکا تھا فرق صرف یہ تھا کہ پہلے وہ دوستوں کے ساتھ آتا رہا تھا۔۔۔ اس دفعہ حالات و واقعات بالکل جدا تھے۔۔۔ پہلے وہ دوست ساتھ مل کر یہاں جنگل میں شکار کرتے۔۔۔ شہر سے ہمراہ آئے ہوئے شباب کے ساتھ تازہ شکار کے بنے کباب انجوائے ہوتے۔۔۔ قہقہے لگتے۔۔۔ جنگل میں مور ناچنے کے مترادف ناچ گانے ہوتے۔۔۔ عیاشی ماری جاتی۔

اگر اسکو موقع دیا جاتا تو وہ موجودہ صورتحال کی بجائے پہلے جیسے حالات میں اس جگہ پہ آنا پسند کرتا۔۔۔ مگر خیر۔۔۔

جانے پہچانے راستوں سے ہوتا ہوا وہ بیس منٹ میں ہی جنگل سے نکل کر مطلوبہ سمت کو جا رہا تھا۔۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اسکو قبیلے کے گھر نظر آنا شروع ہو گئے۔

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس نے برساتی کوٹ اور بھاری نیلون کے بوٹ بھی پہن رکھے تھے۔۔ وہ مقامی موسم سے نمٹنے کے پورے انتظام

کے ساتھ نکلا تھا۔۔ مگر وہ بارش شروع ہونے سے پہلے ہی لوکل قبیلے میں موجود اپنی سلام دعا والے لڑکے کے گھر پر پہنچ گیا۔

دروازہ ایک ستر اسی سالہ بوڑھے نے کھولا۔۔۔ جسکے گال سُرخ ٹماٹر کی طرح اور رنگ مکھن جیسا سفید تھا۔۔۔ اتنی عمر ہونے کے باوجود اسکے جسم میں چستی تھی۔

"اوئے تم آیا ہو۔۔ منصور کا دوسات۔۔۔"

"السلام علیکم چاچا تم تو ابھی بھی زندہ ہو۔۔۔ میں تو سوچتا تھا۔۔اب کہیں مرکھپ گئے ہو گے۔۔۔"

"ابھی میں نے اپنا چوتھا شادی منایا ہے۔۔۔ مرے گا میرا دشمن۔۔۔"

فاز نے زبردست قہقہہ لگایا۔

" واہ جوان واہ میں تمہاری کارکردگی سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔۔۔ کیا چاروں بیویاں ساتھ ہیں۔۔۔"

"نہیں یار۔۔۔ تین مر گیا ہے۔۔۔ اور چوتھی بیمار ہے۔۔۔ سوچ رہا ہوں۔۔ اسکے جانے کا وقت بھی شائد قریب آگیا ہے۔۔ تو اگلا رشتہ دیکھنا شروع کر دوں۔"

"اپنے رکھ چاچا۔۔۔ وہ تین مر گئیں۔۔ اور ایک تم کو موت نہ آئی۔۔۔
"

"او یار فاز وہ مجھ سے جل جل کر مر گئیں۔۔۔ تمہارا دوسات کدھر ہیں ۔۔۔؟۔۔ انکو سمجھا دینا۔۔ اس دفعہ یہاں پہ کسی کے ساتھ کوئی شرارت نہ کریں۔۔۔ ورنہ پنجاب انکا لاش واپس جائے گا۔ روح ادھر ہی نکال دی جائے گی۔"

"کتنی زیادتی کی بات میرے یار کو یہاں ایک بیوی نہیں کرنے دیتے ہو اور خود چار چار مناتے ہو۔"

"تمہارا یار ہو یا تم ہو۔۔۔ یہاں کسی قبیلے کی لڑکی سے شادی نہیں منا سکتے ۔۔۔ قبیلے کی لڑکی کا شادی قبیلے سے باہر نہیں ہوتا۔۔۔ چاہے وہ مجھ جیسے جوان سے ہو یا تم جیسے بوڑھے شخص سے شادی صرف قبیلے میں ہی ہوگا۔۔۔ تم میری رسم ورواج کا احترام کرتا ہے۔۔۔اسی لیے ہمارا لوگ تمہارے یہاں آنے پہ اعتراض نہیں اُٹھاتا۔۔۔ ورنہ یہاں غیر لوگ پاؤں بھی نہیں دھر سکتا۔"

"بہت شکریہ چاچا۔۔ تم لوگ ہمیشہ عزت سے پیش آتے ہو۔۔اب ذرا بتادو منصور کدھر ہے؟ مجھے اس کے ساتھ ضروری کام ہے۔"

"منصور جانور کا چارہ لینے گیا ہے۔۔ تم اندر چلو۔۔چائے پانی پیو۔۔ میں اسکو بلانے کے لیے کسی کو بھیج کر آتا ہوں۔۔ منصور کا ماں اندر ہی ہے۔۔۔ وہ تم کو جانتا ہے۔۔۔ تم جاؤ اندر یہ تمہارا ہی گھر ہے۔۔"

فاز نظریں نیچی رکھ کر چاچا فریدوں کے لکڑی اور گارے سے مل کر بنے گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ منصور کی ماں کے ہاتھ کا بنا مقامی قہوہ پی رہا تھا۔۔۔ جب تازہ ہواؤں میں پلنے والا سپوت منصور گھر آیا۔۔۔ پیاری صحت سُرخ وسفید رنگ۔۔۔ چینی لوگوں جیسے نین نقش۔۔۔ چھوٹے چھوٹے قد۔۔۔یہ خصوصیات اس قبیلے کی خاصیت تھیں۔

"کیسے ہو میرے دوست۔۔۔"

منصور اسکو خوش دلی سے گلے لگاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جس پہ فاز نے اسکو زور سے اپنے ساتھ لگا کر بھینچا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تم بھی اے ون نظر آ رہے ہو۔۔"

"مجھے تمہاری آمد کی خبر مل چکی تھی۔۔۔ سوچ رہا تھا۔۔ آج شام تک تمہاری طرف چکر لگاؤں گا۔"

"مجھے تمہاری مدد درکار تھی۔۔ اس لیے خود ہی آ گیا۔۔۔"

"حکم کرو۔۔ کیا کرنا ہے۔۔۔ غذا کا سامان تو تمہارا آدمی پہلے سے ہی ادھر چھوڑ گیا تھا۔۔ اگر موسم ٹھیک رہے تو میں روزانہ تازہ دودھ بھجوا دیا کروں گا۔۔۔ آج کل چونکہ سردی ہے اسلیے چرند پرند میدانی علاقوں کو ہجرت کر گئے ہوتے ہیں۔۔ کیونکہ یہاں برف باری کے باعث خوراک کی کمی ہو جاتی ہے۔۔۔ ہاں البتہ دریا میں مچھلی کی مقدار میں فراوانی آتی ہے۔۔ آج کل وہی زیادہ کھائی جاتی ہے۔۔۔"

"وہ سب ٹھیک ہے۔۔۔ اس وقت مجھے پرسنل مدد چاہیے۔۔۔"

منصور اسکو بازو سے تھام کر ایک طرف لے گیا۔

"اب بولو کیا بات ہے۔۔۔"

"شادی کرنی ہے۔۔۔"

"دماغ ٹھیک ہے۔۔"

"ہاں۔۔ نا۔۔ بالکل ٹھیک ہے۔۔"

"پھر تمہاری بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔۔ اپنے ماں باپ کو بولو تمہاری شادی کرے۔۔ یا ہمارے قبیلے میں کہیں آنکھ وانکھ لڑا بیٹھے ہو۔۔۔ میں پہلے ہی بتا دوں۔۔ یہاں پہ ایسا کام کرنے والے کو اونچائی سے دھکا دے دیا جاتا

ہے۔۔۔ جہاں پہ اسکی لاش کو جنگلی جانور کھاتے ہیں۔۔۔ دو گز زمین بھی میسر نہیں آتی۔۔۔ اسلیے میرا بھائی یہ شادی کی خواہش کو دل میں ہی مار کر یہاں سے نو دو گیارہ ہو جا۔۔۔ بھری جوانی میں مارا جائے گا۔۔۔ ماں باپ کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا روگ ہے۔۔۔"

"تمہاری بکواس اگر ختم ہو گئی ہو تو میں کچھ کہہ لوں۔۔۔"

"بولو۔۔"

فاز نے اسکو گھورتے ہوئے مختصر سا بتا دیا۔۔۔ جسکو سُننے کے بعد منصور بولا۔

"انتہائی پاگل انسان ہو۔۔۔ پنجاب سے شادی کر کے ادھر آنا تھا نا۔"

"ممکن نہیں تھا۔۔۔ ورنہ یہی کرتا۔۔۔ تم مدد کر رہے ہو یا میں کسی اور سے رابطہ کروں؟"

"بڑے شوق سے جاؤ۔۔۔ یہاں پہ بھنک پڑنے کی دیر ہے کہ تم ایک نامحرم لڑکی کے ساتھ اکیلے ہٹ میں ٹھہرے ہوئے ہو۔۔۔ اسکے بعد اپنے علاقے کی عدالتوں کو بھی بھول جاؤ گے۔۔۔ یہ لوگ تم دونوں کو الٹا لٹکا دیں گے۔۔۔"

"تم نے کوئی اچھی بات بکنی ہے۔۔۔؟۔۔۔ یا اسی طرح زبان چلانی ہے؟"

"میرا کہا سچ تمہیں بکواس ہی لگے گا۔۔۔ اچھی بات یہی ہے کہ جلد از جلد شادی کر لو۔۔۔ ورنہ تمہارے لیے خطرہ ہو گا۔۔۔ تم میری بہن کو ادھر لے آؤ۔۔۔ میں اُسکا نکاح تمہارے ساتھ پڑھوا کر اُسکو تمہارے ساتھ رخصت کر دوں گا۔"

"وہ یہاں آئی نا تو تیرے سارے قبیلے کو اپنی موجودگی کی خبر کرے گی
۔۔۔ مجھے تو شائد نکاح پہ دستخط کروانے کو بھی اسکو بندوق دکھانی پڑے۔۔۔ تم
نہ جانے کیا باتیں کر رہے ہو۔"

"اوئے ظالم۔۔۔ تم اسکو ڈرا کر اُس سے شادی کرے گا۔۔۔ ایسا ظلم تم
کیوں کرے گا۔۔۔"

"کیونکہ اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"تم مجھے اسکے ساتھ بات کرنے دو۔۔۔"

"کوئی فائدہ نہیں پتھر سے سر پھوڑنے کے برابر ہے۔"

"تمہارے ساتھ بھی تو سر پھوڑ رہا ہوں۔۔۔ اسکے ساتھ بھی پھوڑ لوں گا
۔۔۔ چلو مجھے اسکے پاس لیکر چلو۔۔۔ میں اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے چلتا ہے
۔۔۔ وہ بھی اسکو سمجھائے گی۔"

"تمہیں اپنی بے عزتی کروانی ہے تو خوش آمدید پر بھابھی کو رہنے دو۔۔۔
امل انتہائی منہ پھٹ ہے۔۔ بھابھی کی دل آزاری کر دے گی۔۔۔"

"اگر وہ اتنا لڑاکا ہے تو تم اس سے شادی کیوں کرنا چاہتا ہے؟"

"مجبوری ہے۔۔۔"

"اوہ اللہ کے بندے شادی مجبوری کے نام پر نہیں کیا جاتا۔۔۔"

"تو پھر کس لیے کی جاتی ہے؟"

"شادی تو محبت کے لیے کی جاتی ہے۔۔۔"

فاز کھل کر ہنسا۔

"میرے بھولے بادشاہ نہ میں محبت کرنے والوں میں سے ہوں۔۔۔نہ میری وہ۔۔۔ یہاں بس خاندان کی بات ہے۔۔۔اسلیے تم میرا زیادہ سر نہ کھاؤ ۔۔۔اور انتظام کر کے میرے ساتھ چلو۔۔۔"

"یار تم نے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا ہے۔۔۔میں مسجد کے مولوی کو اس کام کا نہیں بول سکتا۔۔۔ وہ سو سوال کرے گا۔۔۔ اسکو ذرا سا بھی شک گزرا تو تیری شادی نہیں قتل ہوں گے۔۔۔ میں اپنے سُسر کو لیکر آتا ہوں۔۔۔ وہی ایسا انسان ہے جو زیادہ سوال وجواب نہیں کرے گا۔۔۔ اسکی نزدیک کی نظر بھی کمزور ہے۔۔۔ تو نے بندوق وغیرہ نکالی تو دیکھ نہیں پائے گا۔"

"یار تم لوگوں نے بڑے سخت اصول بنائے ہوئے ہیں۔۔۔ میرے شہر میں تو سرِ عام گناہ ہو رہے ہوتے ہیں۔۔۔ کسی کا ڈر نہیں۔۔۔ نہ ہی کوئی کچھ کہتا یا پوچھتا ہے کہ کسی کا بیٹا کسی لڑکی کے ساتھ جارہا ہے تو کیوں جارہا ہے ۔۔ دونوں محرم ہیں یا نہیں۔۔۔۔ پولیس بھی روکے تو دے دلا کر معاملہ صاف کر لیا جاتا ہے۔۔۔۔ تم لوگوں کے قبیلے میں صرف پچاس ساٹھ گھر ہیں اور اس قدر قانون وضوابط۔۔۔ کمال ہے یار۔۔۔"

"اسی لیے تو ہم لوگ بچے ہوئے ہیں۔۔۔ جن باتوں کی اجازت ہمارا دین نہیں دیتا۔۔۔ ان پر عمل کیوں کریں۔۔۔ سوائے پریشانی کے اور کیا حاصل ہونا ہے۔۔۔ تم بیٹھو میں گواہ کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔۔۔ پھر چلتے ہیں ۔۔۔ گواہ بھی مجھے کوئی مل ہی جائے گا۔"

فاز کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ایسی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے کہ تم انہی قدموں پہ گواہ لینے بھاگو۔۔۔ آرام سے بات کرنا اور کل ان لوگوں کو اپنے ساتھ ہٹ پہ لے آنا۔"

"جب تک یہ کام نہیں کرلوں گا مجھے ٹینشن رہے گی۔۔ خیر ابھی تم بیٹھو ۔۔ آتے ہی مجھے حواس باختہ کر دیا۔۔ اپنی خدمت کرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔"

"اسکی ضروت نہیں ہے۔۔ مجھے ایک دو اور کام ہیں اسکے بعد گھر جانا ہے۔"

"اتنی تیز بارش میں گھر کیسے جاؤ گے۔۔۔ آرام کرو موسم صاف ہوتے ہی نکل جانا۔۔۔۔۔۔"

"مجھے یہاں آئے کافی دیر ہو چکی ہے۔۔۔ جلد واپسی کرنا ضروری ہے رُکنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

منصور کے لاکھ کہنے پہ بھی وہ نہ رُک سکا۔۔۔ کیونکہ اندر ہی اندر ایک بے چینی سوار ہو رہی تھی۔۔۔ پیچھے وہ اکیلی ہے۔ اگر وہ واقعی بھاگنے کا پروگرام بنا بیٹھی تو کیا؟

منصور نے اسکو اپنا گھوڑا دیا۔۔۔ جس پہ سوار ہو کر وہ واپس آیا۔۔ مگر ہٹ میں قدم رکھتے ہی خاموشی نے استقبال کیا۔ بیرونی دروازہ لاک نہ پا کر ہی وہ جان گیا کہ امل وہاں نہیں ہے۔ مگر اندر ہر چیز الٹی پڑی دیکھ کر موڈ انتہائی خراب ہوا۔

وہ بات ناممکنات میں سے تھی کہ امل اس علاقے میں سے اکیلی نکل پاتی ۔۔۔ اسلیے فاز نے بڑے آرام کے ساتھ سارا کچن اور کمرے ٹھیک کیے۔۔۔ اپنے لیے گرما گرم چائے کا کپ بنا کر باہر برستی پھوار کو دیکھ کر پیا۔۔۔ اس دوران وہ امل کی ہٹ پہ واپسی کا منتظر تھا۔۔ اندھیرا پھیل گیا مگر جب اگلے

تیس چالیس منٹ گزرنے کے بعد بھی امل واپس نہ آئی تو وہ اسکی تلاش میں اسکے پیروں کے نشان ڈھونڈتا نکل کھڑا ہوا۔

ایک ہاتھ میں ٹارچ لگا پسٹل دوسرے میں گھوڑے کی لگام تھامے اسکو جنگل میں چلتے پونا گھنٹہ بیت گیا۔۔۔ نسوانی چیخ کی آواز کہیں قریب سے ہی اُٹھی تھی۔۔۔ فاز اپنے نام کی پکار پڑنے پر اس آواز کی سمت بھاگ کھڑا ہوا۔

گھوڑے کی لگامیں ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔۔۔ درختوں کے تنوں سے بچتا بچاتا بھاگتا ہوا وہ ایک مقام پر جھٹکے سے رُکا۔ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر سانس تھوڑا بحال کیا۔۔۔ ٹارچ کی روشنی میں اُس کے بالکل سامنے خوفناک شکل وصورت والا جنگلی درندہ پاگلوں کی طرح اُس کھڈے کے گرد گھوم رہا تھا۔

فاز نے پسٹل والا ہاتھ آسمان کو اُٹھا کر فائر کیا۔

فائر کی آواز سُنتے ہی وہ جانور دھیما پڑ گیا۔

مڑ کر پیچھے دیکھا۔

فاز نے ایک اور فائر کیا۔ اس دفعہ وہ جانور دم دبا کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

اگلے پل فاز گڑھے کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

"امل۔۔۔۔!!۔۔۔"

ٹارچ کی روشنی نے جو منظر اُسکو دیکھایا۔ فاز کے منہ سے اپنے لیے گالیوں کا انبار بر آمد ہوا۔۔۔ پسٹل کا سیفٹی کیچ لگا کر اسکو اپنے بیلٹ میں ٹھونسا ۔۔۔اور خود گڑھے کے اندر اُتر گیا۔

ہاتھ سے اندازاً ٹٹول ٹٹول کر وہ امل تک پہنچا۔۔۔ اور اُسکے ٹھنڈے گیلے وجود کو بڑی احتیاط سے اُٹھا کر بانہوں میں بھرا پھر بھی امل کی کراہیں گونجتی رہیں۔

فاز کے پوری توجہ اسی پوائینٹ پہ تھی کہ کسی بھی طرح اُسکا پیر نہ پھسلے کیونکہ اگر وہ گرتا تو امل کی چوٹوں میں مزید اضافہ ہونے کا خدشہ تھا۔۔۔ جس سے وقتی طور پہ وہ لاعلم تھا کہ آیا امل کو کوئی گہری چوٹ آئی ہے یا۔۔۔ بچ بچا ہو گیا ہے۔

دو چار قدم سائیڈ سائیڈ پہ رکھ کر وہ اپنے آپ کو اتنا اونچا لایا کہ جہاں سے امل کو گڑھے کے کنارے سے باہر بٹھا سکتا۔۔

پہلے امل کو باہر نکالا۔۔۔ پھر خود باہر آیا۔

گھوڑے کے لیے نظر دوڑائی تو اسکو کہیں نہ پایا۔

اُسکے اپنے کپڑے بھی بُری طرح کیچڑ سے بھرے جا چکے تھے۔۔۔ اُس نے ٹارچ ایک دفعہ پھر روشن کی اور اسکو امل کے ہاتھ میں دیا۔

"یہاں رُک نہیں سکتے ہیں۔۔۔ رُک بھی جائیں تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔۔۔ نہ ہی اندازہ لگا سکتا ہوں۔۔ کہ تمہیں چوٹ کہاں آئی ہے۔"

"مجھے ہاتھ مت لگانا۔۔"

"اور کوئی راستہ ہے تو بتاؤ۔۔۔؟۔۔۔ خود سے اُٹھ کر چل سکتی ہو۔۔؟"

"مجھے یہیں پہ مری رہنے دو۔۔۔"

فاز نے مزید کچھ نہیں کہا۔ اُسکو دونوں بازوؤں میں بھرا اور چل پڑا۔

ایک تو جنگل دوسرا گھرا اندھیرا۔ اوپر سے برساتی موسم۔

جیسے ہی ہٹ منظر پہ آیا۔۔۔فاز نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔۔۔ مگر اگلے ہی پل منصور کو ہٹ کے باہر کھڑے دیکھ کر قدم تھم گئے۔

کیونکہ منصور اکیلا نہیں تھا۔۔۔اسکے ساتھ دو لوگ اور تھے۔

فاز وہیں رُک گیا۔۔۔ سیٹی بجا کر منصور کی توجہ حاصل کی۔۔ منصور نے ٹارچ کی روشنی کی جانب نظر ضرور اُٹھائی مگر وہ کچھ دیکھ اسلیے نہ پایا کیونکہ صرف فاز کا سر نظر آیا تھا۔۔۔ باقی وجود جھاڑی کے پیچھے چھپا تھا۔

منصور اسکے کہے بغیر اشارہ سمجھ گیا۔۔۔ جب وہ دوسرے دو آدمیوں کو لیکر ہٹ کے پچھلی جانب بڑھ گیا تو فاز مضبوط قدم اُٹھاتا آگے بڑھ آیا۔

ہٹ کے اندر داخل ہونے پہ ظاہر ہوا کہ منصور کی زوجہ بھی موجود تھیں ۔۔۔فاز کو اُس عورت کی وہاں پہ موجودگی اپنے لیے غیبی امداد ہی لگی تھی۔

جو پہلے تو منہ چھپا کر بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ مگر فاز کی حالت اور پھر اسکی بانہوں میں مٹی سے ڈھنپے وجود کو دیکھ کر حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"یااللہ خیر۔۔۔۔"

وہ رُکے بغیر کمرے میں داخل ہو گیا۔اور امل کو بڑی احتیاط سے بیڈ پہ رکھا۔ مگر امل کا وجود بُری طرح سے کانپ رہا تھا۔

وہ خاتون فاز کے پیچھے ہی اندر آئی تھیں۔

"بہن جی پلیز اسکا لباس تبدیل کروا دیں۔۔۔ میں ڈاکٹر کا انتظام کرتا ہوں۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے اسکی ہڈی وغیرہ ٹوٹی ہے۔۔۔ورنہ یہ اتنی تکلیف میں نہ ہوتی۔"

"اسکو کیا ہوا ہے۔۔۔؟۔۔۔ یہ مٹی میں لت پت کیوں ہے ؟۔۔۔اور ساری بھیگی ہوئی ہے۔۔۔؟"

"جنگل میں کھو گئی تھی۔ بھیڑیا دیکھ کر بھاگی اور کھائی میں گری ہے۔"

"اُف اللہ یہ جنگل میں کیا لینے گئی تھی۔۔؟۔۔۔ کیا اسکو خبر نہیں تھی کہ یہاں تو دن دہاڑے بھیڑیا ہمارے پالتو جانور اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ جنگل تو بہت خطرناک ہے۔"

"بس غلطی ہو گئی ہے۔۔۔ میں اسکو اکیلا چھوڑ کر گاؤں چلا گیا تھا۔۔۔ اسی لیے یہ سب ہو گیا۔۔۔ آپ پلیز اسکو دیکھ لیں۔۔۔ میں ڈاکٹر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔۔۔ میں دیکھ لیتی ہوں۔۔۔ ویسے بھی مجھے منصور نے تم دونوں کے بارے میں سب بتایا ہے۔۔۔ اس وقت ڈاکٹر کہیں نہیں ملنے والا ہے۔۔۔ میرا ابا تم لوگوں کا نکاح کروانے آیا ہے۔۔۔ منصور نے اُسکو کہا ہے کہ تم دونوں پہلے سے شادی شدہ ہو۔۔۔ بس شوق کے طور پہ دوبارہ نکاح کر رہے ہو۔۔۔ تم مجھے اسکے کپڑے دو۔۔۔ اسکا نام کیا ہے؟"

"امل۔۔۔"

فاز کو حکم صادر کرنے کے بعد وہ امل سے مخاطب ہوئیں۔

"امل بہن۔۔۔ ہمت کرو۔۔۔ آنکھیں کھولو۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہاں درد ہے۔۔۔ میں یہاں گاؤں کی آدھی لیڈی ڈاکٹر ہوں۔۔۔۔ گاؤں کے آدھے سے زیادہ زچہ بچہ کے کیس میں ہی دیکھتی ہوں۔۔۔ میں تمہاری گیلی جرسی اُتارنے لگی ہوں۔۔۔ مجھے بتانا کہاں درد محسوس کر رہی ہو۔۔۔"

" فاز نے ایک نظر امل پہ ڈالی جو آنکھیں موندھے بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔

وہ باہر نکل آیا۔۔۔بیگ میں سے ڈھونڈ کر ایک شرٹ اور اپنا ڈھیلا سا پجاما اندر دے دیا۔۔۔اسکے بعد اپنا دوسرا شلوار سوٹ نکال کر شاور لیکر تبدیل کیا۔

بالوں میں تولیہ۔۔۔مارتا سیدھا کمرے کی جانب ہی آیا۔۔۔منصور کی بیوی نے وہیں دروازے پہ ہی روک دیا۔

"بھائی تم ابھی اندر مت آؤ۔۔۔۔اُس بیچاری کی اُلٹی سائیڈ کانٹوں سے بھری ہوئی تھی۔۔۔۔بہت زیادہ تکلیف میں ہے۔۔۔بڑی مشکل سے میں نے ایک ایک کر کے سارے کانٹے نکالے ہیں۔۔۔اتنے اتنے موٹے اور دو دو پور لمبے کانٹے۔۔۔جیسے سو سے زائد سوئیاں چبھوئی گئی ہوں۔۔۔اوپر سے اُسکے پاؤں کو ماؤچ آئی ہے۔۔۔سارا سوجھا ہوا ہے۔۔۔ماتھے پہ کوئی پتھر لگا ہے۔۔۔خون بہہ کر جم گیا ہوا ہے۔کیا گھر پہ ڈیٹول یا کوئی سپیرٹ ہے؟درد کی کوئی گولی وغیرہ؟"

ایک دو سیکنڈ تک تو وہ اُن خاتون کی شکل ہی دیکھتا رہا۔۔۔پھر ہوش آیا۔۔ تو فر فر بولا۔

"ہاں ہاں۔۔۔فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہوا ہے۔۔۔ٹیٹنس کا ٹیکا بھی موجود ہے۔۔۔۔میں لا دیتا ہوں۔"

"لا دو۔۔۔تب تک میں اسکو لباس پہنا دوں۔۔۔پھر تم اندر آ سکتے ہو۔۔۔"

وہ کچن میں فرسٹ ایڈ باکس لینے آیا تو منصور کو برتنوں کے ساتھ کھٹ پٹ کرتے پایا۔۔۔منصور اسکو دیکھتے ہی بولا۔۔۔

"بیٹا تیری خیر نہیں ہے۔میری بیوی حکم دیکر گئی ہے کہ جلدی جلدی کچھ پکاؤں۔یعنی ولیسے کی روٹی بھی میں ہی بناؤں۔"

"تم رہنے دو۔۔۔ فریج میں مچھلی پڑی ہے۔۔۔ میں فرائی کر لیتا ہوں۔۔۔ تمہارے ساتھ آئے مہمان کہاں گئے۔۔۔'

"انکو میں نے واپس بھیج دیا ہے۔۔۔ کل آجائیں گے۔۔۔اس وقت بھابھی کو ہوش ہی نہیں ہے بیچاری نکاح کیسے کرے گی۔ کس قدر احمق انسان ہو۔۔اسکو اکیلا چھوڑ کر کیوں گئے۔۔۔"

فاز نے کچھ بھی کہے بغیر فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔۔۔اور جا کر کمرے کے دروازے پہ دستک دی۔

دوسرے پل دروازہ کھلا۔۔۔ باکس لے لیا گیا ساتھ ہی اگلا حکم دیا۔

"ایک بالٹی میں گرم پانی ڈال کر لاؤ۔۔۔ساتھ میں ایک عدد صاف تولیہ۔۔۔صابن بھی دینا۔۔۔"

اُس نے حکم کی بجا آوری کی مگر دل میں غصہ بھی آرہا تھا کہ کاش اس عورت کو اپنی من مانی کرنے کی اتنی لت نہ ہوتی۔۔۔۔ تو کم از کم خود کو اتنی تکلیف میں نہ دھکیلتی۔۔۔راستے کا علم نہیں اور چل پڑی منہ اُٹھا کر۔۔۔اگر یہ میاں بیوی ادھر نہ آتے تو میں اسکا کیا کرتا؟

آدھے گھنٹے بعد منصور کی بیوی نے اسکو کمرے میں آنے دیا۔

"اسکو اُٹھاؤ۔۔۔تاکہ میں بستر بدلوں۔۔۔چادر گیلی ہو گئی ہے۔۔۔"

فاز نے خاموشی سے عمل کر دیا۔

مگر فرق واضح تھا۔۔۔امل کا وجود مٹی گند سے صاف ہو چکا تھا۔۔۔ بال بھی دھوئے گئے تھے۔اسکے وجود سے اُٹھنے والی بدبو کی جگہ صابن اور شیمپو کے سینٹ نے لے لی تھی۔

امل ہوش میں تھی۔ مگر اس نے نہ ہی فاز کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔۔نہ بات کی۔۔۔البتہ فاز نے اسکو اچھے سے پڑھا تھا۔۔۔ایک آنکھ تقریباً کالی ہو رہی تھی۔۔۔ہونٹ بھی کٹا ہوا تھا۔

"تمہاری خاموشی سے یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ دماغ ٹھکانے لگ گیا ہے۔"

"مسرت آپا۔۔۔اس شخص کو بولیں یہاں سے چلا جائے۔۔ مجھے اسکی شکل سے نفرت ہو گئی ہے۔"

"نہ نہ نفرت ابھی نہیں ہوئی ہے۔۔۔۔یہ مرض تمہیں پیدائشی طور پہ لاحق ہے۔۔۔"

مسرت آپا کمرے میں موجود نہیں تھی۔۔۔چادر لینے چلی گئی تھی۔۔۔ اس بات کا فائدہ اُٹھاتے وہ بولا۔۔۔

"تم مکمل طور پر میرے پہ انحصار کر رہی ہو۔۔۔اب تو باادب ہو جاؤ۔۔۔مولوی صاحب صبح پہلی کرن کے ساتھ نازل ہوں گے۔"

"کیا خبر تمہارے مولوی سے پہلے میرے فرشتے آجائیں۔۔۔"

"امل ڈیئر رسی جل گئی ہے۔۔۔پر بل نہیں گئے۔"

"ایک بات یاد رکھنا فاز اورنگزیب۔۔۔ تم بہت پچھتاؤ گے۔۔۔۔امل جہانگیر اتنی ارزاں نہیں ہے۔۔۔ آج وقت تمہارے ساتھ ہے۔۔۔اور وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔۔۔"

امل کے آنسو فاز کے سینے پہ دامن کو بھگو گئے تھے۔

"مجھے امل جہانگیر کے امل فاز ہونے کا انتظار ہے۔۔۔ پھر بات ہوگی
۔۔۔ابھی آرام کرو۔۔۔"
مسرت نے کمرے میں آکر اُسکو گھورتی نظروں سے دیکھا۔۔۔اور بولی۔
"اصولی طور پر شادی سے پہلے تمہارا اس طرح سے امل کے پاس آنا اور
بات کرنا بالکل غلط ہے۔۔۔ مگر امل اُٹھ نہیں سکتی تھی۔۔ میں اسکو اٹھا نہیں
سکتی تھی۔۔ مجبوری میں تمہیں آواز دی ہے۔۔۔ لو بچھ گئی چادر۔۔۔ اسکو
یہاں لٹادو۔۔"
"جو حکم آپا جی۔۔"
اب وہ یہ تو بتانے سے رہا کہ میں کل یہیں اس کے پہلو میں سویا ہوا تھا۔
مزید نظر ڈالے بغیر باہر آگیا۔۔۔ منصور نہ صرف مچھلی فرائی کر چکا تھا
۔۔۔بلکہ ساتھ میں چاول بھی بنا لیے تھے۔
مسرت آپا۔۔۔امل کے لیے کھانا لے گئیں۔۔۔ فاز کے اصرار پہ ساتھ
اپنا بھی نکال لیا۔۔۔ جبکہ فاز اور منصور نے باہر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کھایا۔
اب آگے کیا کرنا ہے۔۔؟"
منصور کے سوال پہ اُس نے پانی کا بڑا سا گھونٹ اندر ڈالتے ہوئے کہا۔
"شادی کرنی ہے اور کیا کرنا ہے۔"
"جبکہ امل بہن اس حالت میں ہے۔۔؟"
"اسکی حالت پہ نہ جاؤ۔۔۔زبان ابھی تک ویسی ہی ہے۔۔۔"
"کیا تمہیں کوئی لڑکی نہیں ملی جو اس کے ساتھ زبردستی کرنے پہ تُلے ہو
۔۔۔؟"

"انتہائی احمقانہ سوال ہے۔۔۔ لڑکیاں اس وقت بھی موجود ہیں۔۔۔ بہت سی یہ سُن کر روئیں گی کہ فاز کی دلہن اُن کی بجائے امل بن گئی۔۔۔ اور لڑکیاں کل بھی یہیں ہوں گی۔۔ جب یہ میری بیوی کی حیثیت سے جانی جائے گی۔"

"تو کیا اسکے ساتھ کوئی ضد ہے؟۔۔۔ کس بات کا بدلہ ہے۔۔؟"
"کیا تمہارے خیال میں فاز کوئی ایسا گیا گزرا شخص ہے جسکی سنگت کسی کو اسکے بُرے اعمال کی سزا کے طور پہ دان کی جائے گی۔۔۔؟"
"پیارے یہ امل کے نصیب کی بلندی ہے۔۔۔ جو میں اسکے مقدر کا ستارہ ٹھہرا ہوں۔۔۔ مجھے کسی کے وعدے کا پاس نہ ہوتا تو اتنا اچھا میں بھی نہیں ہوں کہ اتنی فرمابرداری سے سر جھکا جاتا۔۔۔ تم نہیں سمجھو گے۔"
"تم دونوں سمجھنے سمجھانے کا کام بعد میں کر لینا۔۔۔ ابھی میری بات سُن لو۔۔۔"

مسرت کی آواز پہ دونوں مڑے جو بیرونی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی ان دونوں سے مخاطب تھی۔۔۔ دونوں مردوں کی توجہ حاصل کر لینے کے بعد وہ گویا ہوئیں۔

"امل کے پاؤں میں موچ نہیں آئی ہے۔۔۔ میرا تجربہ کہتا ہے اندر سے جلد پھٹی ہے۔۔۔ پھر بھی اپنی تسلی کے لیے میں اسکو اپنے ساتھ گھر لیکر جانا چاہتی ہوں۔۔۔ گاؤں میں ہڈیاں چڑھانے والا بزرگ ہے۔ ایک دفعہ اسکو بھی دکھا لوں گی۔۔۔ دونوں صورتوں میں امل کم از کم دو ہفتے چلنے پھرنے سے دور ہی رہے گی۔۔۔ یہاں پہ کھانے کا مسئلہ ہوگا۔۔۔ پھر اسکو واش روم وغیرہ

لیکر جانا۔۔۔اسلیے بہتر یہی ہے کہ وہ میرے گھر رہے۔۔۔ وہاں میں اسکا خیال اچھے سے رکھ سکوں گی۔۔۔ابھی اسکو بخار ہو گیا ہے۔۔پر میں نے دوا وغیرہ دے دی ہے۔"

"آپا جی۔۔۔یہ جو خاتون کو ساتھ لیکر جانے کی بات کر رہی ہیں۔۔یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔بالکل بھی اجازت نہیں دے سکتا ہوں۔۔۔یہ مت سمجھیے گا آپ یہ بے اعتباری ہے یا ایسا کچھ بھی۔۔۔۔یہ وہیں رہے گی جہاں میں ہوں گا۔۔۔کم از کم جب تک یہ میرے نکاح میں نہیں آتی ہے۔"

"فاز بھائی تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔۔۔تم وہ حق اب استعمال کر رہے ہو۔۔۔جو اہل کے شوہر کی حیثیت سے تمہیں ملنا ہے۔۔۔حلانکہ وہ تم سے شادی پہ راضی نہیں لگتی ہے۔"

"شادی اُس کی مجھ ہی سے ہونی ہے۔۔۔اب وہ راضی خوشی زہر پی لے یا زبردستی پیے یہ اسکی مرضی ہے ۔۔آپ پلیز مجھے منانے میں اپنی انرجی ضائع نہ کریں۔۔۔۔وہ خود ہاں کرے گی۔"

مسرت اور منصور ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

پھر وہی ہوا جو فاز نے کہا تھا۔

مسرت اُس رات وہیں رُکی تھیں۔جبکہ منصور واپس چلا گیا اور اگلے روز پھر سے نکاح خوان اور گواہان کے ساتھ آموجود ہوا۔

اہل کے پاؤں کی سوجن رات بھر میں ڈبل ہو گئی تھی۔جسکی وجہ سے بخار بھی تیز رہا۔۔۔مگر وہ مصلحت اختیار کر چکی تھی۔۔۔رات کی تاریکی میں جھینگو کی آوازیں سُنتے اور اپنے جسم سے اُٹھتی درد کی ٹیسوں کے دوران اُس نے خود کو یہ بات باور کروائی کہ اگر یہاں سے نکل کر دوبارہ ماں باپ کی شکل

دیکھنی ہے تو وقتی طور پر گدھے کو باپ بنانے میں کیا جائے گا۔۔۔؟۔۔۔نکاح کا کیا ہے؟ یہاں سے نکلتے ہی وہ طلاق حاصل کرلے گی۔۔۔ایک دفعہ مسرت کے گاؤں پہنچ جائے وہاں سے ابی کو اطلاع کرنے کی کوئی سبیل کرے گی۔۔۔
وہ اس زندان میں زیادہ وقت نہیں رہ سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

فاز اپنی پہلی فتح پہ خوش تھا۔۔۔دن کے گیارہ بجے دونوں کا نکاح عمل میں آچکا تھا۔۔۔ مسرت بہن نے میٹھے چاول اور بریانی بنائی۔۔۔ سب کو مبارک کے چاول کھلائے اور منصور کے ساتھ ہی واپس چلی گئیں تاکہ امل کے گاؤں آنے سے پہلے وہ جاکر گھر پر اسکے لیے کمرہ وغیرہ تیار کرلیں۔۔۔ البتہ فاز سے وعدہ لیکر گئی تھیں کہ وہ شام تک امل کو مسرت کی جانب چھوڑ آئے گا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد وہ اندر آیا اور امل کے بیڈ پہ اسکے بالکل سامنے بڑے ریلیکس موڈ میں لیٹ کر اسکو دیکھنے لگا۔
دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھ کر تکیہ بنایا۔
امل نے ایک اچٹتی سی نظر اُس پہ ڈالی اور چہرے کا رُخ موڑ لیا۔
"نظر پھیر لینے سے نصیب تو نہیں بدل جانا۔اب تو یہ منحوس صورت عمر بھر کے لیے پلو سے بندھ گئی ہے۔۔۔ جتنا زیادہ دیکھو گی۔۔۔اُتنی جلدی مانوسیت بڑھے گی۔۔۔اگلا قدم پیار ہوگا۔۔۔ہیپی ایور آفٹر۔۔۔"
امل نے چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور بولی۔

"تم جو چاہتے تھے ۔۔۔ پورا ہو گیا ۔۔۔ کیا اب ہم گھر واپس جا سکتے ہیں؟"

فاز نے قہقہہ مارا۔

" امل ویری سمارٹ ۔۔۔اس کے نمبر تمہیں پورے کے پورے ملیں گے ۔اداکاری میں جھول نہیں ہے ۔ٹائیمنگ میں جھول ہے ۔اسلیے تمہاری قربانی بھی رائیگاں جانی ہے ۔کاش تم میری چاہت ہو تیں ۔ مگر تم میری ذمہ داری ہو ۔۔۔اور ذمہ داری صرف لی نہیں جاتی نبھائی جاتی ہے ۔ میری اب تک کی زندگی سے تمہیں میرے بارے میں اتنا تو علم ہو چکا ہو گا کہ میں اپنی ذمہ داریوں کو کس قدر سنجیدگی سے لینے والا شخص ہوں ۔اب اگر مصلحت کی یا اپنی جانب سے چالاکی کی چادر اوڑھ کر میرے نکاح میں آئی ہو ۔ تو میری بیوی بنو ۔ کیونکہ تمہیں خالی منکوحہ نہیں رکھوں گا ۔اور دل سے یہ خیال بھی نکال دو کہ یہاں سے جا کر مجھ سے علیحدگی اختیار کر لو گی ۔ہمارے خاندان میں آج تک کوئی طلاق نہیں ہوئی ہے ۔آگے بھی نہیں ہو گی ۔"

"میرے سامنے خاندان کا نام مت لینا ۔اور اگر اتنا ہی خاندان کا دم بھرنا ہے تو مجھے بتاؤ ۔۔۔ خاندان کے کس فرد نے لڑکی کو یوں اغواء کر کے زبردستی نکاح پڑھوایا ۔"

" خاندان میں پہلے کسی لڑکی نے اپنی اوقات سے باہر کے خواب بھی تو نہیں دیکھے ہیں ۔"

امل نے سپاٹ نظروں سے فاز کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کس خواب کی بات کر رہے ہو؟"

"تم بہت اچھے سے جانتی ہو ۔۔۔ کس خواب کی بات کر رہا ہوں ۔"

"کیا تم نے اپنی زندگی کا ہر کام میری اجازت سے سر انجام دیا تھا۔ فاز اورنگزیب جو میری زندگی کے معاملات میں یوں مداخلت کی ہے۔۔؟ تمہارا میری زندگی اور خوابوں سے کیا لین دین بنتا تھا؟"

"تو نکاح اور کس لیے کیا ہے۔ یہی اختیار پانے کے لیے ہی تو ساری کوشش کی ہے۔ مجھے تو یقین تھا۔ اتنی آسانی سے نکاح نہیں کرو گی۔ ہاں بھاگنے کی کوشش تم نے کی جو کہ حد سے سوا ناکام ہوئی ہے۔ مگر اسکے باوجود مجھے ایک فیصد بھی اُمید نہ تھی کہ تم بغیر کوئی احتجاج کئے چُپ چاپ مجھ سے شادی کر لو گی۔"

سچائی نے شائد پہلی دفعہ امل کو جھٹکا لگایا۔ وہ جو اپنی جانب سے فاز کو چکمہ دینے کا سوچ ہوئے تھی۔ چونک گئی۔ سنگین غلطی کا احساس جاگا۔۔۔ کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔۔۔ جیسے شریانوں میں خون اُبلنے لگا ہو۔۔۔ خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے بے یقین آواز میں بولی۔

"یقیناً تم مذاق کر رہے ہو۔"

وہ فاز کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ جو حد سے زیادہ سنجیدہ دکھا۔

"میری ماں کے منہ سے میں نے سُنا تھا۔ ایک دفعہ بھابھیوں سے کہہ رہی تھی۔ امل تو میرے فاز کی دلہن بنے گی۔ میں نے سُنا تو ہنسی آئی۔ میرے چچا کی الٹرا ماڈرن بیٹی جو مجھے دیکھ کر یوں منہ پھیرتی ہے جیسے بڑی ناپسندیدہ ہستی کو دیکھ لیا ہو۔ جو سرِ عام مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ ماں اسکو میرے حوالے سے کن نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ پر آج ثابت کیا ہوا ہے؟ یہی کہ ماں ٹھیک تھی۔"

"آج مجھے یقین ہو گیا ہے۔ماں باپ بھی ولی ہی ہوتے ہیں۔ماں کے منہ سے نکلی آج کب اور کیسے پوری ہوئی ہے۔مان گیا ہوں۔"

"تم اتنا نہیں گرو گے۔ہم کوئی میاں بیوی نہیں کھیل رہے۔تم نے کہا تھا نکاح کیے بغیر نہیں جانے دو گے۔نکاح ہو گیا۔اب تم مجھے واپس میرے گھر چھوڑ دو گے۔"

"ایسا کیوں کر کروں گا؟کون پاگل آدمی شادی اس لیے کرتا ہے کہ شادی کر کے گھر بسانے کی بجائے بیوی کو اسکے میکے بھیج دے؟"

"کیونکہ کوئی بھی ذی شعور مرد ایک ایسی لڑکی کو بیوی نہیں بناتا جو اسکو ناپسند کرتی ہو۔"

فاز نے قہقہہ لگایا۔

"تمہیں بہت جلدی خیال نہیں آگیا ہے؟نکاح نامہ کل تک مل جائے گا۔اور مجھے تمہاری ناپسندیدگی کا علم ہوتے ہوئے ہی میں نے اپنی مرضی بتائی تھی۔مجھے تمہاری ناپسندیدگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔یو آر فٹ اینڈ ہیلتھی ٹو فل فیل دا رول آف مائے وائف۔بس یہی بہت ہے۔آگے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"تمہیں شائد علم نہیں ہے۔۔۔مگر میرا ایک بوائے فرینڈ بھی ہے۔"

"ایک اور گیم۔۔۔۔مگر پہلے مجھے فقط اتنا بتا دو۔۔۔بوائے فرینڈ کے مطلب سے بھی واقف ہو یا بس ضد میں مجھے خود سے دور رکھنے کے لیے کوئی بھی کچھ بھی بولتے جانا ہے؟"

امل نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چیلنج کیا۔

"میں اسکو بوائے فرینڈ اس لیے کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ میرے اسکے ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔"

"چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہو گئی۔۔۔ اب کم از کم تم یہ نہیں کہہ سکو گی کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی ہے۔ بلکہ میں تو نادانستگی میں تمہارے ساتھ بہت بڑی نیکی کر گیا ہوں۔ اپنے ناجائز تعلق کو چھپانے کے لیے تمہیں اپنے ماں باپ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔"

ائل کا چہرہ غصے سے جلنے لگا۔

"گیٹ آؤٹ آف مائے سائیٹ۔ ابھی کے ابھی یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"آؤچ۔۔۔ لگتا ہے میری بات دل پہ جا کر لگی ہے۔۔۔ مانتا ہوں ایک حد تک میں فرمانبردار انسان ہوں۔ مگر تمہاری بد قسمتی یہ ہے کہ میں صرف ماں باپ کا فرمانبردار ہوں۔ بیوی کے ساتھ تو ایک ہاتھ سے دو ایک ہاتھ سے لو والا تعلق ہو گا۔ کیا کہتی ہو۔ اپنے ایکس بوائے فرینڈ کو فون کرنا پسند کرو گی۔ تاکہ وہ تمہیں شادی کی مبارکباد دے سکے۔"

"ہماری شادی نہیں ہوئی ہے۔"

"پاگل نے کب مانا ہے کہ وہ پاگل ہے۔ پر آج مان لو۔ باہر چھوہارے بانٹے گئے تھے۔ جتنے بھی دو چار لوگ شامل تھے منہ میٹھا کر کے گئے ہیں اسلیے میری زخمی ٹوٹی پھوٹی سی بیگم صاحبہ ٹیکنیکلی وی آر آن آور۔۔۔ مون۔"

"ابی کو تم پہ اتنا اعتبار تھا۔۔۔ تم نے انکے اعتماد کا یہ صلہ دیا ہے؟ صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔۔۔ ابھی بھی وقت ہے۔۔۔ باز آ جاؤ

"وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔۔ ہاں وقتی طور پہ ناراض ہوں گے کہ اُنکو شادی میں شریک کیوں نہ کیا۔پر بعد میں تمہارے بوائے فرینڈ کا سُن کر ٹھیک ہو جائیں گے۔بلکہ عمر بھر میرا احسان مانیں گے۔"

امل نے اپنا ٹھیک والا پیر بیڈ سے نیچے اُتارا۔ اپنی ساری توانائی سرف کرکے دوسرے پیر کو نیچے کرنا چاہا تو درد کی ٹیس سے چیخ نکل گئی۔

فاز اپنی جگہ سے اُٹھا۔۔۔ کمرے سے چلا گیا۔۔۔

امل نے شکر کا سانس لیتے ہوئے پیر واپس بستر میں رکھے ابھی سر تکیے پہ رکھا ہی تھا کہ وہ واپس آگیا۔۔۔

ہاتھوں میں ٹی وی اُٹھایا ہوا تھا۔۔۔ جسے بیڈ کے دوسرے کونے پہ رکھنے کے بعد جا کر میز لایا۔۔اور اسکے بعد سیٹ کیا۔

دس منٹ بعد ڈی وی ڈی پلیر پر مووی لگا کر خود دونوں ریموٹ ہاتھ میں لیے اب کے بالکل امل کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"کیا یاد کرو گی۔۔ تمہارے لیے انٹرٹیمنٹ کا سامان کیا ہے۔"

اُس نے پورے استحقاق کے ساتھ امل کے کندھے پہ بازو ڈال کر اسکا سر اپنے سینے پہ رکھا۔

امل نے اسکا ہاتھ جھٹکنا چاہا اُس نے دوسرے ہاتھ سے ریموٹ رکھ کر سکے ہاتھ اپنی گرفت میں کیئے۔

"کیوں بچوں والی حرکتیں کر رہی ہو۔"

"میرے قریب سے اُٹھ جاؤ۔۔ مجھے تم سے شدید نفرت ہے۔"

"تو عادی ہونے کی کوشش کرو۔"

"مجھے مسرت کے گاؤں چھوڑ آؤ۔"

"کیوں؟"

اُس نے جواب دینے کی بجائے فاز کے بازو پہ کاٹ لیا۔ مگر اسکی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔

"کیا تمہاری غیرت مر گئی ہے؟ یا سرے سے موجود ہی نہیں ہے؟ میں تم سے مسلسل نفرت کا اظہار کر رہی ہوں۔ اور تم پہ کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔"

"اثر اس لیے نہیں ہوتا۔ میری ٹوٹی پھوٹی سی زوجہ صاحبہ کہ تمہاری نفرت میں اتنا دم نہیں ہے کہ وہ مجھے تم سے دور کر دے۔ اسلیے میرا مشورہ مانو اور مزید دل جمی سے نفرت کرو۔ ہو سکتا ہے اگر صدقِ دل سے تم مجھے سلگھتی نظروں سے دیکھو تو میں واقعی میں جل کر بھسم ہو جاؤں۔"

"تم جیسے دوغلے لوگوں کو کچھ نہیں ہوتا۔۔ آستین کے سانپ۔۔۔ تم پہ اللہ کی مار پڑے گی۔"

"اللہ کی مار یونہی نہیں پڑتی۔ اللہ والے کہتے ہیں۔ کوئی کیسی بھی بددعا دے۔۔ اچھے لوگوں کے خلاف کی گئی بددعا قبول ہی نہیں ہوتی ہے۔۔۔ اور خاص کر وہ دعا جو نفرت سے بھرا دل کسی محبت والے کے حق میں کرے ۔عرش تک پہنچ ہی نہیں پاتی۔"

"بدنیت و بدعمل انسان اپنا منہ دیکھو اور اپنے دعوے دیکھو۔۔۔"

"ایک بات جان لو امل بیگم۔ تمہارا شوہر سر پھرا ضرور ہے۔ مگر بدنیت نہیں ہے۔ پورے خلوصِ دل سے تمہارے ساتھ کلمے پڑھے ہیں۔ اور بدعمل تو ہرگز بھی نہیں ہوں۔ خاص کر تمہارے معاملے میں۔ تو بالکل بھی نہیں۔ کسی قسم کی بدعملی کی گنجائش ختم کرنے کے لیے ہی تو تمہیں اس پھٹیچر حالت میں بھی قبول کر لیا ہے۔ ذرا سوچو میرے چچا کا کتنا فائدہ ہوا ہے۔ پھر

حدیثِ پاک بھی ہے۔۔کہ بہترین نکاح ہے۔ جس پہ خرچ کم سے کم آئے۔ یہاں توصرف دوچار ہزار لگے اور شادی ہو گئی۔ دوسری صورت میں تو دونوں پارٹیاں اُجڑ جاتیں۔ تو بیگم ہوش کے ناخن لو اور اپنے اس دور اندیش شوہر کی قدر کرنا سیکھ جاؤ۔ دنیاوآخرت میں بھلائی ہی بھلائی۔"

"ایک دفعہ بھی مزید اگر تم نے اپنے لیے میرے شوہر کا لفظ استعمال کیا۔ یا مجھے اپنی بیوی بولا۔۔۔ تو میں قے کردوں گی میرا دل خراب ہو رہا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ڈرامے اور فلموں نے اتنا تو سیکھا دیا ہے۔ کہ شادی شدہ خواتین کا دل کب اور کس موقعے پر خراب ہوتا ہے۔ اور ایسا شادی کے ایک گھنٹے بعد ہر گز نہیں ہوتا۔ تین چار ماہ بعد ہیروئین یہ خوشخبری دیتی ہے۔ وہ بھی انتہائی شرماتے ہوئے۔ لجاتے ہوئے۔ تمہاری طرح منہ پھاڑ کر حقارت سے نہیں کہہ دیتی۔ محبت کا اظہار مت کرنا میرا دل خراب ہو رہا ہے۔ مجھے قے آرہی ہے۔ اور ویسے بھی ابھی تک ایسی کوئی سائنس ایجاد نہیں ہوئی ہے کہ میاں نے بیوی کے فقط کندھے پہ ہاتھ رکھا ہو۔ اور نئی دنیا کی آمد کی خوشخبری مل جائے۔"

وہ ٹیلی ویژن کی سکرین پہ نظریں جمائے ایک سانس میں بولتا چلا گیا۔ اور امل حیرت سے کھلا منہ لیکر اسکی شکل دیکھے چلی گئی۔

جس پہ وہ ایک پل کو ٹی وی سے نظر ہٹا کر بولا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ کیا میرے سینگ نکل آئے ہیں؟"

"کیا چاہتے ہو۔۔؟میرے ابی کے حصے کی جائیداد۔۔؟"

"واہ کیا دور کی کوڑی لائی ہو۔ ویسے پوچھ تو ایسے رہی ہو جیسے ابھی ہاں کردوں تو تم کھڑے کھڑے دان کردو گی۔"

"تم اپنا مطالبہ بتاؤ۔ اپنی آزادی کے لیے ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔جو مجھے اس قید سے آزاد کر دے۔"

"سوچ سمجھ کر بولو۔۔۔ کہیں پھر سے اپنے ہی بول کے وزن تلے نہ دھنس جانا۔"

"میں سوچ سمجھ کر ہی بول رہی ہوں۔۔۔اپنی قیمت بتاؤ۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموشی سے سکرین کو ہی دیکھتا رہا۔ جبڑے کی ہڈی میں حرکت ہوتی رہی۔امل کی نظریں اسی پہ سوالیہ انداز میں جمی ہوئی تھیں۔

جب اُس نے یک دم اپنا رُخ امل کی جانب کیا۔ اور ایک دم سنجیدہ تاثرات کے ساتھ امل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔

"محبت۔۔"

امل نا سمجھی سے بولی۔

"کیا محبت۔۔؟"

وہ اسی انداز میں گویا ہوا۔

"میرا مطالبہ۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

"کوئی پہیلی تو نہیں پوچھ رہا ہوں۔ جس کا مطلب بتاؤں۔اور محبت کا کیا مطلب ہوتا ہے۔؟وہی میرا مطلب ہے۔"

"میں نے تم سے تمہاری قیمت پوچھی ہے فاز اورنگزیب۔۔۔مجھے وہ بتاؤ۔"

"امل فاز کیا میں تمہیں اتنا سستا شخص معلوم ہوتا ہوں۔ جسکو چند لاکھ یا کروڑ میں تول کر اپنا من چاہا مقصد حاصل کرلوگی۔۔۔؟میں بڑا مہنگا پڑنے والا

ہوں۔ کیونکہ میں تمہیں تب ہی آزاد کروں گا۔ جب تمہاری آنکھوں میں میری تصویر ہو گی اور تمہاری گود میں میری کاربن کاپی ہو گی۔ اس سے کم پہ سودہ نہیں ہو گا۔"

فاز کی بات پہ امل کا چہرہ غصے وجذبات سے ایک دفعہ پھر لال پیلا ہو گیا۔

"تم سے محبت تو وہ کرے جس کے نہ صرف نصیب بلکے دیدے بھی پھوٹے ہوں۔ اور تمہارے بچے پیدا کرنے سے پہلے میں اپنی جان دینا پسند کروں گی بے حیا انسان۔"

"پھر جلد از جلد خودکشی کر لو۔ کیونکہ یہ سب ہونے والا ہے۔ چاہے تم راضی خوشی میرے ساتھ رہو۔ یا روتے دھوتے وقت گزارو۔ زندگی تو اپنی ساتھ ساتھ گزرنے والی ہے۔"

"تم دیوانے کے خواب دیکھ رہے ہو پاگل شخص۔ جو تم نے کیا ہے۔ اس سب کے بعد میرے ابی تمہاری ہڈیاں اپنے گاؤں کے چیل کوؤں کو کھلائیں گے۔ زندہ بچو گے تو ساتھ زندگی گزارو گے نا۔"

فاز نے سنجیدہ نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے تم پہ ترس آرہا ہے امل فاز۔ بہت ترس آرہا ہے۔ تمہارے جیسی ناز نخرے والی لڑکی کو لگام ڈالی گئی ہے۔ اب چاہے جو مرضی کر لو۔ تم پہ میرے نام کا ٹھپہ تو لگ چکا ہے۔ مجھ سے دور بھی رہو۔ تب بھی میری ہی رہو گی۔ جتنی مرضی نفرت کرو گی۔ بدلحاظی کرو گی۔ پر میرے نام کی قید سے رہائی نہیں ملے گی۔"

"فاز اورنگزیب تارڑ اگر تم یہ سوچے بیٹھے ہو نا کہ تمہاری ان باتوں سے میں حوصلہ ہار کر رونے دھونے لگوں گی۔ اور تمہارے پیر پکڑ کر منت سماجت

کروں گی۔ تو اپنی خاطر جمع رکھو۔ امل جہانگیر ٹوٹ تو سکتی ہے۔ پر تم جیسوں کے سامنے جھک نہیں سکتی ہوں۔"

"اب اس سے زیادہ اور کیا ٹوٹنا ہے۔۔۔ انجر پنجر تو ہلا کے بیٹھی ہوئی ہو۔ اور بات سُنو تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ یہ الگ بات کہ بڑی سیلف سینٹرڈ قسم کی مخلوق ہو پر ہو تو یونیورسٹی گوئینگ اتنا تو سُنا ہو گا۔ شوہر کے حقوق ہوتے ہیں جن کا پورا کرنا ایک نیک بخت بیوی کا فرض ہے۔"

"شوہر کے حقوق پورے کرنے کی بات تو بہت بعد میں آتی ہے۔ پہلے تو کسی کو اپنا شوہر ماننا ضروری ہے نا۔"

"مان تو چکی ہو۔۔۔ کتنی دفعہ یاد کرواؤں۔۔۔۔؟"

"مجھے تم سے اتنی نفرت ہے۔ اگر میرے ہاتھ میں چھری ہو تو میں ابھی تمہارے سینے میں اُتار دوں۔"

"کہنا آسان ہے میری جان۔ عمل کرنا ایک الگ بات ہے۔ پہلے بھی مجھے مارنے کے چکر میں اپنے ہاتھ جلا چکی ہو۔ اب اچھی لڑکی بنو۔ اور اپنی ازدواجی زندگی کو خوامخواہ کے اڈوینچرز کی نظر مت کرو۔"

امل نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ کیونکہ میں نہیں جا سکتی ہوں۔ اور میری برداشت جواب دے رہی ہے۔"

"تم جا نہیں سکتی ہو۔ مجھے جانے کا شوق نہیں ہے۔ اور میرے میں برداشت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔۔ ویسے آپس کی بات ہے۔ آج تم دلہن ہو۔ اور چہرے پہ سُرخی کی بجائے نیل پڑے ہوئے ہیں۔ بدن سے خوشبو کی بجائے آئیوڈیس کی بو اُٹھ رہی ہے۔ آنکھوں میں حیا کی بجائے بجلیاں

چمک رہی ہیں۔ لبوں پہ مسکان کی بجائے۔ گالیاں جمی ہوئی ہیں۔ اس سب کے بعد تو مجھے اپنے نصیب پہ رشک سا آرہا ہے۔ کیسی ساتھی ملی ہے۔"

"میں تمہاری ساتھی نہیں ہوں۔ اور نہ ہی ملی ہوں۔ زبردستی اُٹھا کر لائے ہو۔ سُنا تم نے زبردستی۔"

وہ بول رہی تھی۔ اور فاز کی نظر اُسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پہ تھی۔ وہاں سے ہوتی نظریں امل کے چہرے پہ رُکیں۔ آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"کیا تمہیں سردی لگ رہی ہے۔۔۔؟"

"ن نہ نہیں۔"

اُس نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ جس پہ فاز اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

"بتیسی بج رہی ہے۔ پر میری بات سے اتفاق نہیں کرو گی۔ چلو لیٹو بستر میں۔ تمہارے ہونٹ نیلے ہو رہے ہیں۔ میں دوا دیتا ہوں۔ پاؤں کے علاوہ کہیں اور درد تو نہیں ہو رہا۔۔۔؟"

"دل و دماغ میں۔۔۔"

"اسکا علاج وقت کرے گا۔ میں نہیں۔"

اسکے احتجاج کے باوجود دوبل کے اندر فاز نے اسکو کسی بچے کی طرح لٹا کر کمبل وغیرہ میں لپیٹ دیا۔

میز پہ رکھا پانی کا گلاس اُٹھایا۔۔ اور پیکٹ سے دو پیناڈول کی گولیاں نکال کر امل کے منہ میں رکھ کر اس نے اسکے کندھے کے نیچے بازو کا سہارا دیکر اسکا سر اونچا کر کے پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی امل نے دو تین گھونٹ بھر کر گولیاں نگل لیں۔

وہ الماری کی جانب گیا اور پٹ کھول کر وہاں پڑے ایک بیگ میں سے
گرم اونی ہیٹ برامد کیا اور لا کر امل کے سر پہ ڈال دیا۔۔۔ وہ آنکھیں موندے
اسکو بھولنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ وہ دو چار منٹ اُسکے سر پہ کھڑا ہو کر
اسکو دیکھتا رہا۔۔۔ جب امل نے آنکھیں کھولنے سے انکار کر دیا تو وہ وہاں سے
ہٹ گیا۔ ٹی وی کی آواز کم کی اور قدم کچن کی طرف بڑھائے۔ وہاں پڑے
خشک لکڑی کے بڑے بڑے دو لاگ اُٹھا کر سیٹنگ روم میں دھکتے آتش دان
میں رکھے۔ اور دوبارہ کچن میں جاکر اپنے لیے کافی بنانے لگا۔ جب تک پانی
گرم ہوا۔ وہ ایک دفعہ آکر امل کو دیکھ کر گیا۔ جسکی پوزیشن میں کوئی تبدیلی
واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ کافی کا مگ لیکر اسکے برابر میں پلنگ کی ٹوہ کے ساتھ
ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔ نظریں ٹی وی پہ چلتی فلم پہ تھیں اور ذہن پہلو میں
دراز وجود کی جانب متوجہ تھا۔ چہرے پہ گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

فاز کے قرب اور اپنی سوچوں سے بھاگنے کے لیے وہ کمرے میں گونجتی
ٹیلی ویژن کی مدھم آواز پہ توجہ رکھے ہوئے تھی۔ کہیں جاکر اسکے جسم میں
دوڑتی سردی ذرا کم ہوئی اور نیند نے غلبہ کیا۔ اُس نے بالکل احتجاج نہیں کیا۔
آگے بڑھ کر اپنا وجود نیند کی آغوش میں رکھ دیا۔ ہوش جاتے ہی سارے دکھ
اور فکریں بھی چلی گئیں۔ دوبارہ جب ذہن جاگا تو کمرے میں نائیٹ بلب کی
روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹی وی بند تھا۔ اور جس چیز نے اسکو بے چینی کا شکار
کر کے نیند کی وادی سے باہر کھینچا تھا۔ وہ اسکا پسینے میں بھیگا لباس تھا۔ اور سینے پہ
دھرا بھاری وزن تھا۔

حواس جاگتے ہی یہ تکلیف دہ یقین ہوا تھا کہ بستر پہ وہ اکیلی نہیں تھی۔ اور سینے پہ دھرا بوجھ بھی اُسی شخص کی نوازش تھی۔ جو کسی ناگہانی آفت کی طرح اسکی زندگی میں وارد ہوا تھا۔

ایک ہاتھ سے کمبل ہٹایا۔ دوسرے ہاتھ سے نیم اندھیرے میں نظر آتے سیاہ بالوں والے سر کو ٹٹول کا اپنے وہم کی تصدیق کی۔ امل کے سینے پہ سر دھرے وہ خراٹے بھر رہا تھا۔ ایک بازو امل کے سر کے نیچے تھا۔ دوسرا اسکے گرد حمائل تھا۔

جیسے امل کے بھاگ جانے کے ڈر سے نیند میں بھی اسکو جکڑ رکھا ہو۔

گلے میں اُبھرنے والی چیخ کا بمشکل گلا دباتے ہوئے۔ امل نے چند پل کو آنکھیں موند کر جذبات کو کنٹرول کیا۔ پھر آنکھیں کھول کر پاس رکھی میز کی جانب بازو پھیلایا۔ تھوڑی کوشش کے بعد پانی کا آدھ بھرا گلاس اسکی گرفت میں آگیا۔

اُس نے مستحکم ہاتھوں سے پانی کا گلاس فاز کے سر پہ انڈیل دیا۔ دوسرے لمحے وہ ہڑبڑا کے اُٹھا تھا۔

"بہن کی۔۔۔ پانی کہاں سے آیا ہے۔۔۔؟"

امل نے گلاس کو زور سے فرش پہ دے مارا۔

ماجرا سمجھتے ہی وہ تاسف سے سر ہلاتا دور ہوا۔

"تم سے اچھائی کی امید رکھنا ہی فضول ہے۔۔۔"

"مجھ سے کسی قسم کا تعلق رکھنا اُس سے بھی زیادہ فضول ہے۔۔۔"

"امل ---اس وقت نہیں --- میرا موڈ سخت آف ہے -- وارننگ دے رہا ہوں -- اس وقت منہ ماری کا جو نتیجہ نکلا --- ذمہ دار تم خود ہو گی ---"

وہ حقارت سے بولی۔

"مجھ سے دور رہو ---"

فاز نے اُسی کے سٹالر سے اپنا سر اور چہرہ صاف کیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا --- رضائی کھینچی اور سر تک تان لی ----

مر کے پانچ چھ منٹ ہی گزرے ہوں گے -- جب کمرے میں امل کی آواز گونجی۔

"کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔"

"جب وہ عورت مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ تو مجھے جانے کیوں نہ دیا۔ میرے گھر لیکر نہیں جانا تو کم از اپنے ہوتے سوتوں کے ساتھ جانے دیا ہوتا۔ میں یہاں مر رہی ہوں۔ اور خود میٹھی نیند سویا ہوا ہے۔"

"اپنی غلط فہمی دور کر لو -- تمہاری بھیانک آواز کانوں میں پڑ رہی ہو۔ تو انسان میٹھی چھوڑ کڑوی نیند بھی نہیں سو سکتا اور ادھر اُدھر کی چھوڑنے سے بہتر ہے کہ جو کہنا چاہتی ہو -- وہ کہو ---"

دو سیکنڈ کی خاموشی کے بعد مریل سی سرگوشی سُنائی دی۔

"مجھے باتھ روم جانا ہے۔"

فاز نے سرہانے سے سر اُٹھا کر اُسکی سمت دیکھا اور اگلے پل قہقہہ لگایا۔

"ایٹ یور سروس میم۔ آدھا گھنٹہ ضائع کرنے کی بجائے پہلے ہی کہہ دیتیں۔ جان مجھے باتھ روم تک چھوڑ آئیں۔"

فاز نے اُٹھ کر مین لائٹ آن کی۔ امل ماتھے پہ تیوری لیے اپنے سوجے پیر کو گھور رہی تھی۔

وہ بیڈ کے قریب آیا۔ اور اسکو اٹھنے میں مدد دینے کی بجائے گود میں اُٹھا لیا۔ اور جا کر باتھ روم کے فرش پہ کھڑا کر دیا۔

"ایک بات تو بتاؤ۔ ماڈلز تو بڑی سلم سمارٹ اور ہلکی ہوتی ہیں تمہیں کیسے چانس ملا۔۔۔؟"

امل منہ کھول کر اسکی شکل دیکھنے لگی۔ جواب میں وہ انتہائی معصومیت سے بولا۔

"گھور کیا رہی ہو۔۔۔ اب کیا میں سچ بھی نہ بولوں۔ اتنی بھاری ماڈل میری نظر سے تو کبھی نہیں گزری۔ دو دفعہ تمہیں اُٹھا لیا ہے۔ میری تو کمر کا درد نکلنے والا ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ میں بھی آیوڈیکس سے مستفید ہوتا ہوں۔ فارغ ہو جاؤ تو دروازہ بجا دینا۔"

اتنا کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

امل نے ایک ٹانگ پہ وزن رکھتے ہوئے۔ دیوار کے سہارے بڑی دشواری سے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کیا۔ اتنے میں ہی سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

فارغ ہو کر واش بیسن کے سامنے کھڑی ہوئی تو اپنے چہرے کی حالت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سارا چہرہ نیلا اور سُرخ ہو رہا تھا۔

واپس پلٹی تو بے دھیانی میں پیر نیچے رکھ دیا۔ ابھی پورا وزن بھی نہ ڈال پائی تھی کہ درد کی شدت سے چیخ نکل گئی۔

دونوں ہاتھوں سے واش بیسن کو مضبوطی سے تھام کر خود کو گرنے سے بچایا۔۔۔ مگر آنسو ایک تواتر سے بہتے چلے گئے۔ درد اسکی برداشت سے باہر تھا

دوسری طرف وہ کونسا دروازے سے دور گیا تھا۔ وہیں دیوار کے پاس موجود تھا۔ امل کی آواز سُنتے ہی آگے آیا۔ مگر دروازہ لاک تھا۔

اب وہ دروازہ بجاتے ہوئے اسکو پوچھ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟ گر گئی ہو؟ اور یہ دروازہ لاک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟ سکو کھول سکتی ہو۔۔؟"

دوسری جانب سے کوئی جواب نہ ملنے پر وہ دوبارہ بولا۔

"امل۔۔۔؟"

اسکی صرف سسکیاں سُنائی دے رہی تھیں۔

وہ زیرِ لب بڑبڑاتا کچن میں گیا۔ ایک دو جگہوں پہ ڈھونڈنے کے بعد کہیں چابیوں کا گچھا ہاتھ آیا۔

چابی لگا کر دروازہ کھولا۔

اور امل کو وہیں واش بیشن پہ جھکا پایا۔

اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسکا چہرہ اوپر کیا۔۔۔ جو کہ آنسوؤں سے تر تھا۔

فاز نے کچھ بھی کہے بغیر اسکو اُٹھالیا۔

لا کر بیڈ پہ لٹایا۔۔۔ اور اسکے پیر کا معائنہ کیا۔

"سوجن پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ میں تمہیں درد کی دوا دیتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے کچھ کھا لو۔ رات کا بچا سالن وغیرہ پڑا ہوا ہے۔ اگر کہو تو وہ گرم کر کے لادوں۔۔؟ یا دودھ کے ساتھ فروٹ لو گی۔۔؟"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت اسکے چہرے پہ فقط تکلیف کے اثر تھے۔ باقی کچھ نہ تھا۔ سرہانے پہ سر رکھے نڈھال سی پڑی ہوئی تھی۔

فاز نے اسکے اوپر رضائی برابر کی۔۔۔ اور کچن تک آیا۔

مائیکروویو میں باری باری سالن اور چاول گرم کیے۔ اس دوران وہ بے چینی کا شکار رہا تھا۔ مگر سمجھ نہ آرہا تھا۔ کہ آخر اچانک سے یہ کیفیت آئی کہاں سے ہے۔

ٹرے میں کھانا اور پانی وغیرہ رکھ کر اسکے پاس لایا۔ ٹرے کو میز پہ رکھ کر امل کو سیدھا بیٹھنے میں مدد دی۔ حیرت انگیز طور پہ امل کی جانب سے کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ کسی روبوٹ کی مانند چہرہ ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا۔

اسکی کمر کے پیچھے سرہانہ رکھا۔۔ اور ٹرے اُٹھا کر اسکی گود میں رکھا۔

"تمہارے مقاصد پورے ہو گئے۔ تم تو بڑی خوشی محسوس کر رہے ہو گے۔ بظاہر سنجیدہ کھڑے ہو۔۔ مگر اندر تو جشن کا سماء ہو گا۔"

طنز کے تیر مار لینے کے بعد وہ کانپتے ہاتھوں میں چمچ تھام کر چاول نوش کرنے لگی۔

فاز یک ٹک اسکے چہرے کو دیکھے گیا۔

"بُرے حال میں ضرور ہوں۔ فاز اورنگزیب پر تم سے ڈرتی اب بھی نہیں ہوں۔ اسلیے گھورنا بند کرو۔"

"اگر ڈرتی نہیں ہو۔۔ تو گھورنا کیوں بند کروا رہی ہو۔۔؟"

"کیونکہ تمہاری گھوریوں میں کوئی اثر نہیں ہے۔۔۔۔"

"میں تمہیں گھور ہی کب رہا ہوں۔۔۔"

"تو پھر میرے سر پہ کھڑے ہو کر کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔۔۔تو آواز میں ٹھہراؤ تھا۔۔۔

"اگر میری طرف دیکھ لو تو علم ہوگا کہ میں تو تمہیں پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔مگر تم میرے لیے آسانیاں پیدا نہیں کر رہی ہو۔"

"آسانیوں کی بات ہی مت کرو۔"

وہ وہاں سے ہٹ کے جاکر بیڈ کی دوسری جانب خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔

امل کی جانب اسکی پُشت تھی۔۔جو اسکو نظرانداز کرتی چاول کھاتی رہی۔۔۔

دس بیس منٹ یونہی گزر گئے۔بلآخر امل کو ہی پہل کرنی پڑی۔

"میں نے کھانا کھالیا ہے۔۔۔دوا دے دو۔۔۔"

وہ اُسی وقت اُٹھا۔برتن ہٹا کر آئبرفین کی دو گولیاں دودھ کے ساتھ اسکے حوالے کیں۔

"ایک دفعہ ابی کے بازو پہ چوٹ لگی تھی۔۔۔"

وہ جو لائٹ بند کرنے جارہا تھا۔۔۔رُک گیا۔۔اور منتظر نظروں سے امل کو دیکھنے لگا کہ وہ اپنی بات پوری کرے۔

"امو نے روئی کے اوپر تیل اور ہلدی گرم کر کے ابی کے بازو کو ٹکور دی تھی۔۔۔"

وہ اسکی طرف دیکھے بغیر بول رہی تھی۔۔۔

وہ پوچھتے ہوئے بولا۔۔۔

"اُس سے کیا ہوا تھا۔۔؟"

"امو کہتی ہیں۔۔ہلدی درد کھینچ لیتی ہے۔۔۔اور سوجن بھی ختم کرتی ہے۔۔۔"

"دوسرے لفظوں میں تم کہنا چاہ رہی ہو کہ میں تمہارے لیے تیل اور ہلدی لگا کر روئی گرم کر کے دوں۔۔۔؟"

امل نے کندھے اُچکائے۔

فاز کو ہنسی آئی۔۔ ویسے اُس پہ بھری بیٹھی تھی۔۔ پر اپنے کام نکلوا رہی تھی۔۔

دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھا۔۔

"کونسا تیل استعمال ہونا ہے۔۔۔؟"

"سرسوں کا۔۔۔ پر پکا نہیں پتا۔۔۔"

وہ سر ہلا کر اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا کمرے سے چلا گیا۔

پہلے کھٹر پھٹر کی آوازیں آئیں۔۔ پھر ہلدی کے جلنے کی بُو۔

دو سرے منٹ روئی کا بڑا سا ٹکڑا۔ چمٹے کی مدد سے اُٹھائے کمرے میں آیا۔

"جلدی سے پاؤں آگے کرو۔۔۔"

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"

"روئی ہے اور کیا نظر آ رہا ہے۔۔۔؟"

"ایہہ۔۔۔ یہ کیسی روئی ہے۔۔۔ اتنی گندی میلی۔۔۔"

"او ہیلو۔۔۔ میڈم۔۔۔ کہوں یا لیڈی ڈیانا۔۔۔ جنگل میں بیٹھی ہوئی ہو۔۔۔ نا کہ فائیو سٹار ہوٹل میں یا اپنے ابی کے شاہانہ محل میں۔۔۔ یہاں یہ بھی غنیمت جانو۔۔۔ وہ بھی ایک سرہانے کا پیٹ پھاڑ کر تمہارے لیے روئی نکالی ہے۔۔۔ اب جلدی سے رضائی ہٹاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔۔ نہ جانے کس گندے سرہانے سے نکال کر لائے ہو۔۔ اندر چاہے کیڑے ہی ہوں۔۔"

"تم اپنے نخرے کسی اور وقت کے لیے سنبھال رکھو۔۔اس وقت اگر تم نے پیر نگا نہ کیا تو یہ روئی تمہارے گلے میں باندھ دوں گا۔۔۔ایک تو نیند برباد کروں دوسرا تمہاری اکڑ دیکھوں۔۔ کیا مجھے جانتی نہیں ہو۔۔؟"

"کیوں کیا جانیں قبض کرتے ہو۔۔۔؟"

"تمہاری کر ہی نہ لوں۔اتنی تکلیف میں ہو۔۔ پھر بھی زبان پٹر پٹر چل رہی ہے۔"

"تم تو یہی چاہو گے نہ کہ تمہیں کچھ کہہ کر تمہارے گناہوں کی یاد نہ دلائی جائے۔"

"نہ نہ جانے من۔۔۔ تمہاری بکواس مجھے گناہ یاد نہیں کرواتی۔۔۔ بلکہ ۔۔۔مجھے گناہ کرنے پہ اکساتی ہے۔۔۔ارے۔۔میں کیا کہہ گیا ہوں۔۔۔گناہ کیسا۔۔؟۔۔اپنی بیوی کے قرب میں جانے سے گناہ کیسا۔۔۔؟"

امل نے بے یقینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم پاگل ہو۔۔۔"

"کہہ سکتی ہو۔۔ بھلا اس حالت میں پڑی بیوی کس کو اٹریکٹ کرتی ہو گی ؟۔۔۔پر میرے پہ تمہارا بہت برا اثر ہو رہا ہے۔۔۔اس لیے بہتر یہی ہے۔۔۔ چپ چاپ پڑی رہو۔۔۔تاکہ میری توجہ کا مرکز نہ بنو۔۔۔کوئی خاطر خواہ فرق پھر بھی نہیں پڑنا۔۔پر کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔کیونکہ میں بالکل بھی اپنی ازدواجی زندگی کی شروعات ہلدی اور تیل کی بو میں نہیں کرنا چاہتا

ہوں۔۔۔ کل صبح یہاں کے لوکل ہوٹل کا ہنی مون سوئٹ بک کروا کر معاملات آگے بڑھائیں گے۔"

اپنی بات کے اینڈ پہ اُس نے امل کو آنکھ ماری۔

امل کتنے پل بولنے سے قاصر رہی۔

پھر کچھ بھی کہے بغیر دھپ سے پیچھے کو لیٹ کر رضائی سر تک اوڑھ لی۔

فاز نے آسمان کی جانب ہاتھ اُٹھا کر شکریہ ادا کیا۔۔ اور امل کو چھیڑتے ہوئے مزید بولا۔

"دیکھ لو بلآخر تم شرما ہی گئیں۔۔۔"

رضائی کے اندر سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔۔۔ جس کی ساری مٹھی بند تھی۔۔۔ بس درمیان والی انگلی اوپر تھی۔

فاز نے لب بھینچ کر اپنے قہقہے کا گلا دبایا۔۔ اور مسکراہٹ سمیت بولا۔

"میں بھی دل و جان سے تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں۔۔۔ تمہاری محبت میری جان ہی نہ لے جائے۔۔۔"

"شیطان جلدی نہیں مرتے۔۔۔"

"امل۔۔۔"

کوئی جواب نہ آیا۔

وہ بیڈ کے تھوڑا اور قریب آیا۔۔۔ اور اس کو نرمی سے پکارا۔

"امل۔۔۔"

ہنوز کوئی جواب نہ آیا۔

وہ اپنا بستر سیدھا کر کے بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔

"امل۔۔۔"

"بکو۔۔"

"نہ نہ ایسے نہیں۔۔۔ادب سے بولو۔۔۔جی فاز کہیے۔۔۔ایسے بولو۔"

"تمہیں تو میری جوتی بھی جی نہ کرے۔"

"جی جناب ہو گی تو رعایت ملے گی۔۔۔ورنہ ہم تم ہونگے۔۔جنگل ہو گا۔۔اور اسی جنگل میں کل اپنا منگل ہو گا۔۔۔"

"تم آج سے نہیں۔۔بلکہ سدا سے واہیات آدمی ہو۔۔"

"وہ تم نے اپنے بوائے فرینڈ کا کیا نام بتایا تھا۔۔۔ذرا پھر سے بتانا؟"

"اچھی کوشش ہے۔۔۔پر ناکام کوشش ہے۔۔کیونکہ۔۔۔اس کا نام تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گی۔۔"

وہ اسکی حقارت اور نفرت کو نظر انداز کرتے ہوئے گانے لگا۔

بسنے لگے آنکھوں میں

کچھ ایسے سپنے

کوئی بُلائے جیسے نینوں سے اپنے

یہ سماء سماء ہے خمار کا

کسی کے انتظار کا۔۔

دل نہ چُرا لے کہیں میرا۔۔

موسم بہار کا۔۔۔

"تم اپنا بھدا ریکارڈ کہیں اور جا کر نہیں بجا سکتے۔۔۔انسان کیا اب سکون کی نیند بھی نہیں لے سکتا۔۔۔"

"میری سُریلی آواز پہ میری سابقہ معشوق مرتی ہیں۔۔۔"

"بچاریاں بہری ہوں گی --- ورنہ کون اپنی سماعت پہ اس قدر ظلم برداشت کر سکتا ہے---"

"تمہیں یقین نہیں آنا --- جب تک خود ان کے منہ سے نہ سُن لو گی --- یہاں سے واپسی کے بعد میں سب کی دعوت کروں گا --- تم ملنا --- میری پسند دیکھ کر تمہیں حیرت ہو گی --- ایک سے بڑھ کر ایک حسین ---"

"ہاں بیوٹی ود آوٹ برین --- ہر طرف بھری پڑی ہے۔"

"ارے نہیں اُس سے تو اب واسطہ پڑا ہے --- تم سے پہلے میرا اتنی کند ذہن عورت کے ساتھ وقت نہیں گزرا --- خیر اب کیا ہو سکتا ہے --- اب تو روگ لگ گیا --- وہ بھی ایک دو دن کا نہیں --- جناب عالی ساری عمر کا --- یا اللہ میرے حال پہ رحم ہو ---"

"بے فکر رہو --- اپنی ساری زندگی مجھے تمہارے ساتھ گزارنی پڑی نا --- تو میں بہ خوشی اپنی زندگی ختم کر لوں گی --- یا کم از کم تمہیں مار دوں گی --- پھر چاہے مجھے باقی کا وقت جیل کی چکی پیسنی پڑے --- پیس لوں گی ---"

"تم سا کوئی پیارا کوئی شیطان نہیں ہے
کیا چیز ہو تم خود تمہیں معلوم نہیں ہے
لاکھوں ہیں مگر تم سا یہاں کون حسین ہے
کہاں پھنسی ہو خود تمہیں معلوم نہیں ہے

فاز کے گنگنانے پہ وہ ایک دفعہ پھر دانت پیستی ہوئی بولی۔

"ہاتھ جوڑتی ہوں --- چپ کر جاؤ ---"

"میں جو آرام سے سو رہا تھا۔۔۔ کیوں اُٹھایا۔۔؟۔۔اب تو ہوش ہے اتنا کہ میرے ساتھ میں تم ہو۔۔۔ کہاں پھنسی ہو تم خود تمہیں معلوم نہیں ہے۔۔۔"

وہ ایک دفعہ پھر گانے کو توڑ موڑ کر اپنے مطلب میں استعمال کر گیا تھا۔۔۔امل کی برداشت جواب دے رہی تھی۔

"یااللہ کب یہ رات ختم ہو گی۔۔۔ کب میری اس جیل سے جان چھوٹے گی۔۔۔"

کمرے میں بزر کی آواز گونجی۔

جس پہ فاز سیدھا ہوتے ہوئے بیٹھ کر بولا۔

"لو تمہاری دعا قبول ہوئی۔۔۔ گاڑی آگئی ہے۔۔۔"

ساتھ ہی اُس نے جیب سے موبائل نکال کر اس کی سکرین پڑھی۔ جس پہ چند حرف درج تھے۔

"پہنچ گیا ہوں۔۔"

"بیگم صاحبہ جانے کا وقت آگیا ہے۔۔۔ کیا ایسے ہی چلنا ہے۔۔۔ یا چینج کرنا چاہتی ہو۔۔؟"

"اس سارے وقت میں تمہارے پاس فون موجود تھا؟"

"ہاں اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے۔۔۔ منہ دھونا ہے۔۔۔؟"

"اس وقت۔۔؟"

"جی اس وقت۔۔۔"

"کہاں جائیں گے۔۔۔؟۔۔گھر۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ بس ادھر سے نکلنا ہے۔۔۔ تاکہ تمہارا پاؤں کسی ڈاکٹر کو دکھایا جا سکے۔۔"

"پلیز ایک نیکی کردو۔"

"خود ہی تو کہتی ہو۔۔ میں نیک آدمی نہیں ہوں۔۔ پھر مجھ سے ایسی توقع کیوں کر رہی ہو۔۔؟"

"مانتی ہوں تم ایک بے انتہا کم ظرف انسان ہو۔پر دیکھو میں تمہاری کزن ہوں۔اور اگر میرے ابی کو علم ہوا تم نے میرے ساتھ کیا رویہ اپنایا۔ جس جائیداد کو پانے کے لیے تم نے یہ سارے پاپڑ بیلے ہیں۔میرا باپ تمہیں پھوٹی کوڑی نہیں دے گا۔"

"اُس کی ٹینشن نہ لو۔مجھے اپنا حق لینا آتا ہے۔اب ذرا زبان بند کرو۔مجھے تم کو اُٹھا کر گاڑی تک لے جانا پڑے گا۔یا چل لو گی۔۔؟ایک دو ایکڑ تک چلنا پڑے گا۔آگے گاڑی موجود ہو گی۔"

"درد سے میں بیٹھ نہیں پا رہی ہوں۔تم مجھے پیروں پہ چل کر جانے کا کہہ رہے ہو۔اگر ہم گھر نہیں جا رہے۔تو میں یہیں ٹھیک ہوں۔کل منصور بھائی کے گاؤں چلی جاؤں گی۔"

وہ موزے پہننے کے بعد جوتا پہنتے ہوئے بولا۔

"منصور بھائی کب سے ہو گیا؟اور تم اُن لوگوں کو ایک منٹ میں چارا ڈال کر اپنا مطلب نکلوا لو۔امل جی۔آپ امل جہانگیر نہیں رہی ہیں۔امل فاز بن گئی ہو۔فاز تو ساری عمر کے لیے کسی جن کی طرح چمٹ گیا ہے۔جان نہیں چھوٹنے والی۔شاباش سرنڈر کر لو۔کیا فائدہ خوامخواہ میں انرجی ضائع کرنے کا۔۔؟ہاں؟"

اس نے الماری میں سے ایک بیک پیک نکالا۔۔۔ جس میں موجود والٹ وغیرہ کو کھول کر چیک کرنے کے بعد بیگ کو اپنے کندھے پہ ڈالتے ہوئے اُس کے پاس آیا۔

امل کے سٹالر کو اچھی طرح اسکے گرد لپیٹ کر۔اور اسکے پاؤں کو بنا کسی احتیاط سے اس کو بانہوں میں اُٹھالیا۔

اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

بیرونی دروازے کے باہر۔۔۔کالا ہیولا سامنے آیا۔امل ایک دفعہ تو ڈر گئی چیخ مارتے مارتے رُکی۔

وہ کوئی فاز کا جاننے والا تھا۔۔چابی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"بھائی جی۔۔۔ گاڑی اسٹارٹ ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔یہ آپکے ہوٹل کے کمرے کی چابی ہے۔اگرابھی نکلو تو آپ شام تک وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تمہارے تعاون کا بہت شکریہ۔ تمہاری رقم ٹیلی ویژن کے اوپر رکھی ہے۔کاٹیج کی صفائی وغیرہ دیکھ لینا۔ ممکن ہے میرا اس طرف آنا نہ ہو پائے۔اسلیے میرا سامان پیک کر کے بیس پہ بھیج دینا۔"

"جی بہتر۔۔۔ بھائی ویسے تو ایک آدھ گھنٹے میں دن نکل آئے گا۔ مگر پھر بھی جنگل سے گزرتے وقت احتیاط ہی برتیئے گا۔جب تک اگلی طرف نہ پہنچ جائیں گاڑی مت روکیئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔اب نکلتا ہوں۔"

اُس لڑکے کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔۔جسے راستے پہ ڈالتا وہ آگے چل پڑا۔

فاز کیچڑ والے راستے پہ محتاط قدم رکھتا پیچھے ہو لیا۔

اتنا سارا راستہ طے کرنے میں اُنکو سات منٹ لگے۔ امل کو یہ سات منٹ زندگی کے طویل ترین سات منٹ لگے۔ اُس کی فاز پہ بے اعتباری کا ثبوت فاز کے گلے میں ڈالی بانہوں کی گرفت سے ظاہر تھا۔ اُس نے جیسے فاز کی گردن کو جکڑا ہوا تھا۔

وہ صرف اپنے سے چار قدم آگے چلتے اُس لڑکے کی وجہ سے خاموش تھا ۔ورنہ دل کر رہا تھا۔ امل کو وہیں اُتار کر چلنے کا بولے۔

امل اُس کے ساتھ چمٹی خوفناک نظروں سے جنگل کی گہری تاریکی کو گھور رہی تھی۔ جس جانب سے نئی آواز آتی وہ فوراً اُس جانب پلٹ کر دیکھتی اور خود کو مزید اوپر کھینچتی۔ جس کی وجہ سے فاز کو سامنے کا راستہ نظر آنا بالکل بند ہوگیا۔ اُس کا چہرہ پوری طرح امل کے سینے میں گم تھا۔ اور وہ اپنے گرد پھیلے سناٹے میں چھپے بھیڑیوں کو کھوجنے میں اتنی مصروف تھی۔ کہ اپنی حرکت سے آگاہ نہ ہو پائی۔

آگے چلنے والا لڑکا درو نکل گیا۔ اس دفعہ کوئی جانور کہیں نزدیک چنگھاڑا تھا۔

امل کی چیخ پر فاز کے منہ سے گالیوں کا انبار نکلا۔ اُس نے امل کو وہیں نیچے کھڑا کر دیا۔

"خود تو مرنے کی قسم کھائے بیٹھی ہو۔ مجھے کیوں ساتھ کھینچ رہی ہو؟"

" فاز میں نے جوتے نہیں پہنے ہوئے ہیں۔ مٹی ٹھنڈی ہے۔ میرے پاؤں کے نیچے سانپ ہو سکتا ہے۔ کہیں میں کسی بچھو کے اوپر تو نہیں کھڑی۔ میرا پاؤں بھیگ گیا ہے۔ مجھے نیچے کیوں اُتارا ہے۔ کیچڑ نہیں ہے۔ برف ہے

۔۔برف۔ وہ بھیڑیا پھر آجائے گا۔ مجھے واپس ہٹ پہ چھوڑ دو۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔"

وہ اُس کا گریبان اتنی مضبوطی سے تھامے ہوئی تھی کہ فاز کو اپنا آپ چھڑوانے کے لیے اُس کے ہاتھوں کو اچھا خاصہ جھٹکا لگانا پڑا۔

"اچھا ہے ذرا ٹھنڈے پانی میں پڑی رہو۔ تاکہ تمہارے دماغ کے تار چارج ہوں۔ مجھے گردن دبا کر مارنے کا ارادہ ہے؟ اور کیا چیخیں مار کر اپنے عاشقوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا ضروری ہے۔۔؟ یہ جو تمہاری ہڈیاں ہیں نا بھیڑیا بڑے شوق سے کھائے گا۔ دو سیکنڈ لگیں گے۔ اور تم اللہ کے پاس۔ میرا کیا ہے۔ جان بچانے کا وقت آیا۔ تمہیں یہیں پھینک کر بھاگ جاؤں گا۔"

خوف سے کپکپاتے ہوئے۔۔ وہ اُس کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے سرگوشی میں بولی۔۔

"اب نہیں چیخوں گی۔ کچھ نہیں کہوں گی۔ پلیز یہاں سے لے چلو۔ پلیز۔۔۔"

"مجھ سے لڑو گی۔۔؟"

"نہیں لڑوں گی۔۔۔"

اُس کی آواز آنسوؤں میں گم ہو رہی تھی۔

"ہماری شادی کو تسلیم کرو گی۔۔۔؟۔۔۔"

"اپنا آپ نہیں دوں گی۔ باقی جو چاہے لے لو۔ میرے حصے کی جائیداد سب کچھ۔"

"مجھے تم چاہیے ہو۔"

"فاز نے اس کے سر کو دیکھتے ہوئے کہا۔
وہ تھم گئی۔
دھیرے سے سر اُٹھا کر فاز کے چہرے کو دیکھنا چاہا۔
فاز نے اپنی جیب میں سے موبائل نکال کر اُس کے چہرے پہ روشنی ڈالی
--چہرے پہ آنسو بہہ رہے تھے۔
"بولو کیا کہتی ہو۔۔۔؟"
"اگر ہاں کرو۔۔۔ تو تمہیں لے جاتا ہوں۔"
"اور اگر نہ کروں۔۔؟"
"پھر تم بھیڑیے کے ساتھ رہنا۔ اور میں یہاں سے اکیلا جاؤں گا۔ گھر جا کر کہہ دوں گا۔ سیر کو نکلی تھی۔ بھیڑیے کا لیٹ نائٹ سنیک بن گئی۔"
فاز کے پیچھے سے اُبھرتی آہٹ پہ امل نے اس کے گریبان کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اُس سمت میں دیکھا۔
سامنے نظر آتے منظر پہ اُس کا سانس اٹک گیا۔ آنکھیں اُبل کر باہر کو آ گئیں۔ اور وہ کانپتے جسم کے ساتھ سرگوشی میں گویا ہوئی۔
"ف۔۔۔۔ف۔۔۔۔فاز۔۔۔۔بھ۔۔۔۔بھی۔۔۔۔بھیڑیا۔"
فاز نے ایک پل کو گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔
اندھیرے میں سونے کی مانند چمکتی چار آنکھیں۔ جو اگلے سیکنڈ چھ ہو گئیں۔
اووووووووو۔۔۔!!
اس چیخ نے اس کے خوف کی تصدیق کر دی تھی۔
امل فاز کی اوڑھ میں چھپنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔

"چلو۔۔۔ پلیز۔۔۔ یہاں سے چلو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ کتنے سارے

جانور ہیں۔"

"مجھے میری بات کا جواب نہیں ملا"

اس دفعہ وہ غصے سے چیخ ہی پڑی۔

"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ جتا مر لینا اپنے مردانہ حق۔ کر لینا

اپنی ہوس پوری۔ پڑ گئی ٹھنڈ۔۔؟"

"ایک منٹ میرے ساتھ فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

فاز نے ماتھے پر تیوری لیکر پوچھا تو امل نے کہا۔

"کون سی بکواس؟"

"یہی ہوس والی، شرم نہیں آتی ایسا بولتے ہوئے؟"

اسی طرح۔۔۔ ٹھہری ہوئی مستحکم آواز میں نفرت لیے بولی۔

"اتنا شرم کا خیال ہے۔ تو کیوں ایسے بیہودہ مطالبے کر رہے ہو؟"

"کون سا بیہودہ مطالبہ کیا ہے؟"

اس کے ساتھ ہی اُس نے امل کو واپس اُٹھایا۔ اور بڑے بڑے قدم اُٹھاتا۔ گاڑی تک پہنچا۔۔ وہاں سے نکلنے کے بعد دونوں کے درمیان مزید کوئی

بات نہ ہوئی۔

امل سپاٹ چہرہ لیے فرنٹ مسافر سیٹ پہ نیم دراز ہو کر گاڑی سے باہر نظر

آتے گھپ اندھیرے کو گھور رہی تھی۔

اور وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ سٹیرنگ ویل کو تھامے ہوئے۔ سامنے

ہیڈلائٹ کی روشنی میں نہائے راستے پہ نظریں جمائے۔ گاڑی بھگا رہا تھا۔

گاڑی کو چلتے ہوئے آدھہ گھنٹہ ہو چلا تھا۔ مگر ابھی تک جنگل سے نہیں نکلے تھے۔

ایک اچھٹتی سی نظر امل کی جانب پھینکتے ہوئے۔ فاز کے لبوں پہ وہی ازلی دل جلانے والی مسکراہٹ اُبھری۔

"اتنی خاموش کیوں ہو۔۔۔؟ ویسے تو بڑی لمبی زبان ہے۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کچھ تو کہو۔۔۔ کیونکہ میں بوریت کا شکار ہو رہا ہوں۔"

"تم بوریت کا شکار ہو رہے ہو۔۔۔ تو میں کیا کروں۔۔۔؟"

"تم نے نوٹس کیا۔۔۔؟ صلح کا جھنڈا لہراتے ہی تمہاری آواز کتنی کومل۔ کتنی سُریلی ہو گئی ہے۔۔۔؟"

آگے سے امل خاموش ہی رہی اس پاگل کا کیا تھا۔ وہیں ویرانے میں گاڑی روک کر اس کو باہر نکال دیتا۔۔ جاہل گنوار۔

دل ہی دل میں جتنے القابات سے نواز سکتی تھی۔ نوازتی گئی۔ پر لب خاموش ہی رہے۔

اچانک دائیں جانب سے نکل کر آنے والا موٹا تازہ ہرن۔۔۔ پورے زور سے گاڑی کے بونٹ سے ٹکرایا۔

فاز نے اسی وقت بریک ماری۔۔۔۔ امل کی چیخ نکل گئی۔۔۔ اور اسکا ہاتھ میکانکی طور سٹیرنگ ویل پہ رکھے فاز کے بازو پہ گیا۔۔۔ منہ سے پہلے الفاظ ہی یہی نکلے۔

"ہائے اللہ کیا وہ مر گیا۔۔۔؟"

ایک پل کو سب بھول کر فاز نے امل کی جانب دیکھا۔ جس پہ وہ بھڑک کر بولی۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟"

"ہرن کی موت کا تو ایسے پریشان ہو کر پوچھ رہی ہو جیسے وہ تمہارا قریبی رشتے دار رہا ہو۔"

امل کو موقع ملا تھا۔ اس لیے بڑی خوبصورت مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"قریبی رشتے دار۔۔۔ مثال کے طور پہ میرا اتایا زاد۔۔۔؟ نہ نہ اگر ہرن کی بجائے تم گاڑی سے ٹکراؤ۔ فکر مندی سے پوچھوں گی تھوڑا ہی۔ میں تو خوشی سے تالیاں پیٹوں گی کہ شکر ہے مر گیا۔"

"امل تمہاری محبت مثالی ہے۔ ورنہ کون بیوی شوہر کے لیے ایسے جذبات رکھتی ہے۔ اس وقت مجھے بڑی ہی خوش قسمتوں والی فیل آ رہی ہے۔ دیکھو نا اپنے ہنی مون پہ نکلے ہیں۔ پہلا ٹکراؤ ہی ایک ہرن سے ہوا ہے۔ آگے نہ جانے کیا کیا ہونے والا ہے۔ میں تو کوشش کے باوجود اپنی خوشگواریت مار نہیں پا رہا ہوں۔"

دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دروازہ کھلتے ہی ہرن کی تکلیف میں گندھی آواز صاف سُنائی دی۔ اُس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔۔۔ اور وہ شائد اُٹھنے کی کوشش میں بار بار گر رہا تھا

۔

"تم نے دروازہ کیوں کھولا۔۔۔؟"

"فاز۔۔۔ امل کا سوال مکمل طور پہ نظر انداز کرتے ہوئے۔۔۔ گاڑی کے بالکل سامنے گرے ہرن کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

"ہش؟ ہیلو۔۔۔؟ سُن رہے ہو۔۔؟ یا عقل کے ساتھ ساتھ قوت سماعت بھی جاتی رہی ہے۔؟ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا۔ ابھی تک ہم لوگ جنگل میں ہی ہیں۔ بھول گئے ہو۔ اس آدمی نے تم سے کیا کہا تھا۔۔؟ چاہے جو بھی ہو جائے گاڑی کا دروازہ مت کھولنا۔ اور تم مہاڈ ہیٹ۔۔ وہی کام کرو گے۔ جس سے منع کیا جائے۔ تمہیں تو زندگی سے نہ جانے کیا بیر ہے۔ مگر مجھے زندگی پیاری ہے۔ سنا تم نے بہرے آدمی۔"

ایک دم وہ واپس گاڑی کے دروازے میں آکر رکا۔

"جس ہائی پچ آواز میں تم یہ ساری بکواس کر رہی ہو، نا۔۔۔ میں ہی کیا سارا جنگل سُن رہا ہے۔ اور ویسے تو مریں نہ مریں۔ تمہاری یہ زبان ضرور مروائے گی۔"

"مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانا ہے۔ گاڑی میں بیٹھو اور چلو۔"

"یہی بات اگر تم پیار سے کہتیں۔ میں ہر چیز بھول کر چل پڑتا۔ مگر اب نہیں۔ اُس ہرن کو میری ضرورت ہے۔ میں اس کو یہاں پر تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔ لہٰذا میں نے ان چند لمحات میں ہی یہ فیصلہ کیا ہے کہ۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گا۔ آخر کار یہ ہمارے پیار کا پہلا چشم دید گواہ ہے۔"

چند پل حیرت سے اُس کی کہی بات کو سمجھا۔ پھر صدمے سے نکلتے ہوئے بولی۔

"تمہارا قصور نہیں ہے۔ تمہاری بڑھتی ہوئی عمر کا تقاضا ہے۔ آسان لفظوں میں کہتے ہیں ناسٹھیا جانا۔ تم سٹھیا گئے ہو۔"

کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ جواب میں وہ چونک جاتا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ بھلا خود سوچو ہوش و حواس والا آدمی تم جیسے چکّے میں پڑتا ہے۔۔۔؟"

"نہ جانے میں نے کون سے گناہ کئے تھے۔۔۔ جو مجھے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔"

"بڑی لمبی لسٹ ہے۔۔۔ سوچنے لگو گی۔۔۔ تو ساری زندگی کم پڑے گی۔"

"تم گاڑی میں بیٹھ رہے ہو۔ کہ میں اکیلی ہی چلی جاؤں۔"

"تمہاری میرے لیے فکر مندی میرے دل پہ محسوس ہو رہی ہے۔ پر کیا کروں۔ ہرن کے گوشت کا جو مزا ہے نا۔ اُس کے سامنے تمہارے لفظوں کی شیریں کم پڑ گئی ہے۔ ہرن جیتا تمہاری محبت ہاری۔"

"گوشت۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟ تم اس معصوم کا گوشت کھاؤ گے۔؟؟"

"تو اور کیا تمہارا کھاؤں گا۔ جو مجھے یقین ہے۔ سو سال کے لیے بھی چولہے پہ چڑھائے رکھا۔ پھر بھی نرم نہیں ہو گا۔ جیسے تمہارا پتھر دل میرے کومل جذبات پہ نرم نہیں ہوتا۔"

"استغفر اللہ۔۔۔! کومل جذبات۔۔۔ اور وہ بھی اس دومن کے جُسم میں۔ یا اللہ لوگوں کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔"

باتوں کے دوران ہی فاز نے ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے چُھپا کر رکھا یہ اتنا بڑا سا چاقو برآمد کیا۔

امل نے رات کی تاریکی اور چاقو کی موجودگی کو نظرانداز کرنا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔ اس دفعہ بولی تو آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"پلیز کہہ دو کہ تم ہرن کو مزید تکلیف دینے نہیں جا رہے ہو۔۔۔؟"

"ہاں صحیح سمجھی ہو۔ میں اس کی تکلیف ختم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اور اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ اس کو ذبح کر لیا جائے۔ کیونکہ چوٹ ہرن کے پچھلے دھڑ کو لگی ہے۔ اب یہ چل پھر نہیں سکے گا۔"

"تم کہاں کے ڈاکٹر ہو؟ جو ایک نظر ڈالتے ہی تم نے اس کی چوٹ کی تشخیص کر لی۔۔۔؟ اُس کو جانے دو۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ جیسے تم کہو۔۔۔ بھلا اپنی دل عزیز بیوی کا کہا ٹال سکتا ہوں۔ صرف تمہاری خاطر اس کو موقع دیتا ہوں۔ پانچ تک گنتی کروں گا۔ اپنے چہیتے سے کہو بھاگ جائے۔ اگر یہ بھاگ گیا۔ تو ٹھیک ورنہ میں تو اس کی تکہ بوٹی مزے لے لیکر کھانے والا ہوں۔"

"تمہاری اس بیوقوف گیم کے دروان اگر کوئی خونخوار جانور آکر تمہیں چیڑ پھاڑ گیا تو میرا کیا بنے گا۔۔؟ میں کیوں ساتھ مفت میں ماری جاؤں۔۔۔؟ اگر مرنے کا اتنا ہی شوق ہو رہا ہے۔ تو گاڑی کے دروازے لاک کر کے خود کشی کرو۔"

فاز نے اپنی کنپٹیوں کو دباتے ہوئے جتایا۔

"اُف بلاوجہ کی چیخ چیخ کرتی عورتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔"

امل ترکی بہ ترکی بولی۔۔۔

"مجھے بھی بلاوجہ عورتوں پہ حکمرانی جتانے والے مرد زہر لگتے ہیں۔"

فاز گاڑی میں بیٹھا تو دل ہی دل میں امل نے شکر ادا کیا۔۔۔ مگر دو منٹ بعد جب اُس نے گاڑی کو ایسی پوزیشن میں کھڑا کیا کہ ہیڈ لائٹس سیدھی ہرن پہ پڑ رہی تھی۔

اور دفعہ پھر گاڑی سے نکل گیا۔

دو سے چار منٹ بھی نہ لگے۔۔۔ فاز نے تڑپتے ہرن کو تکبیر ڈال دی
۔۔۔

امل نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ کر چیخ کا گلا دبایا۔۔ آخر ساری کاروائی اُس کی نظروں کے عین سامنے ہی تو انجام دی گئی تھی۔

چاقو کو ذبح شدہ ہرن کی کھال کے ساتھ صاف کرکے واپس اُس کی جگہ پہ رکھا۔۔ گاڑی کو ہرن سے آگے نکال لے گیا۔ پھر نکل کر پانچ دس منٹ کی جسمانی مشقت کے بعد ہرن کو ڈیکی میں ڈالنے میں کامیاب ہوا۔۔۔ اس دوران امل لب بھینچے خاموش بیٹھی اندھیرے میں سے گھورتے جانوروں کو کھوجنے میں لگی رہی۔

فاز نے اس کا سٹالر کھینچ کر اپنے ہاتھ صاف کیے۔

"تم انسان نہیں ہو۔۔۔ بلکہ ایک درندے ہو۔۔۔"

ہرن کے خون سے بھرا سٹالر فاز نے امل کو واپس تھماتے ہوئے گاڑی آگے بڑھائی۔۔۔ امل نے ناک کو انگوٹھے اور انگلی سے پکڑ کر دوسرے ہاتھ کی ایک انگلی سے اُٹھا کر سٹالر کو چلتی گاڑی کی کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

"درندے کی بیوی کو کیا کہتے ہیں۔۔۔؟"

"تمہارے ہاتھوں سے خون کی بدبُو آرہی ہے۔۔۔"

"بلکہ ساری گاڑی میں سے خون کی بدبو آرہی ہے۔۔۔"

"اگر چاہو تو میرا ہاتھ تھام کر سونگھ سکتی ہو۔۔ میں تمہیں منع تھوڑی کروں گا۔"

فاز نے اپنا دائیاں ہاتھ امل کے چہرے کے قریب کیا۔ جسے امل نے بُری طرح جھٹکتے ہوئے حقارت سے کہا۔

" پیچھے کرو اپنے گندے میلے ہاتھ ۔۔۔ جانوروں کا قتل کر کے انکا گوشت کھانے والے بے حس انسان ۔۔۔ انسان تو دور تمہارے شر سے تو معصوم جانور بھی محفوظ نہیں ہیں ۔۔ بچاری ہرن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہو سکتے ہیں ۔۔ وہ اب ساری عمر اپنی ماں کا انتظار کریں گے ۔۔ پر ماں نہیں آئے گی ۔۔"

فاز نے ایک تعجب بھری نظر اُس پہ ڈالی اور بولا۔

"ماں آ بھی نہیں سکتی ۔۔۔ کیونکہ یہ باپ تھا۔"

اگلے پل وہ نئے سرے سے دکھی ہو گئی۔

" ہائے ۔۔۔ ظالم انسان تم نے ایک ہنستا بستا گھر اُجاڑ دیا ۔۔۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو یتیم کر دیا۔ ہائے اب انکا والی وارث کون ہو گا ۔۔۔ وہ کس کو باپ کہیں گے ۔۔۔ کون کما کر لائے گا ۔۔۔ یہ ہرن بھی یقیناً دن بھر کی مزدوری کے بعد گھر جا رہا ہو گا ۔۔۔ ہائے اُس کی بیوی ساری رات دروازے میں کھڑی ہو کر اس کی راہ تکے گی ۔۔۔ اس بچاری کو کون بتائے کہ اس کا شوہر ۔۔ اُس کے سر کا تاج ۔۔۔ کسی کی تکہ بوٹی بن گیا ۔۔۔۔"

" او ۔۔۔۔ ہیلو ۔۔۔۔ شمیم آرا ۔۔ بریک پہ پیر رکھو ۔۔۔ ماڈلنگ میں کہاں سینگ ڈال رہی تھیں۔ ڈراموں میں جاتیں ۔۔۔ جاتے ہی تمہیں پھاپھا کٹنی کا رول پلیٹ میں رکھ کر دیا جاتا۔"

" تم سے کھرا سچ برداشت نہیں ہو رہا اسی لیے مجھے چُپ کروانے کو یہ سب کہہ رہے ہو ۔۔"

" ارے کون سا سچ ۔۔ ؟ کہاں کا سچ ۔۔۔ ؟ کس کا سچ ۔۔ ؟ آئی بڑی سچ کی المبردار۔"

"چپ کر کے بیٹھی رہو ورنہ سچ سچ کھیلنا بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔"

"کمزور انسان دھمکیاں دینے کے سوا کر بھی کیا سکتا ہے۔"

فاز کا پیر بریک پہ پڑا۔۔۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

امل نے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے اور اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔۔

"اب دوبارہ پھر سے کیوں گاڑی روک دی۔۔۔"

فاز کچھ بولا نہیں بس اپنا رخ اسکی جانب کرتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

پہلے تو امل نے ناسمجھی سے اُس کو دیکھا۔ پھر جب وہ مسلسل کچھ کہے بغیر یک ٹک دیکھے ہی گیا تو تھوڑا سا ڈر گئی۔ گاڑی میں گھر کر جانے والی بمعنی خاموشی کو ختم کرنے کی خاطر فاز کے بازو پہ ہاتھ مارتے ہوئے نروس سی آواز میں بولی۔

"اچھا اب یہ ڈرامہ بند کر دو۔۔۔ دیر ہو رہی ہے۔"

فاز نے اسکا وہی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔۔۔ اور انگلیاں انگلیوں میں ڈال کر مٹھی بند کر کے اپنی گود میں رکھ لیا۔۔۔

امل نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔۔۔ مگر کامیابی نہیں ملی۔۔۔ کیونکہ فاز مکمل کنٹرول میں تھا۔۔۔

"سُنو تم جو کوئی گیم بھی کھیل رہے ہو۔۔۔ ابھی کے ابھی ختم کر دو۔"

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولا۔۔۔ اپنا دوسرا بازو لمبا کر کے۔۔۔ نرمی سے امل کا گال سہلایا۔۔۔

امل نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔؟"

"اتنی حسین بیوی بغل میں ہو۔۔۔ تو کون نہ پاگل ہو گا۔۔۔؟"

"ایسی باتیں کرتے ہوئے زہر سے بھی بُرے لگ رہے ہو۔"

وہ مکمل طور پہ اس کی جانب جھکا۔۔۔ اور امل کی کمر میں بازو ڈال کر اسکو قریب کیا۔

"کبھی کبھار زہر پینے سے ہی زندگی ملتی ہے۔۔۔ تم بھی کوشش کرو۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ تمہاری ساری پریشانیوں کا حل اسی میں سے نکل آئے۔۔۔ کیونکہ کس کی جرات ہو گی جو میری بیوی سے کسی قسم کی کی باز پُرس کرے ۔۔۔ جبکہ میں اس کی پشت پناہی کر رہا ہوں گا۔"

"میں کہہ رہی ہوں۔۔۔ پیچھے ہو کر بیٹھو۔۔۔ خبیث انسان۔"

فاز نے اس کے منہ پہ انگلی رکھ کر اسکو خاموش کروا دیا۔۔۔ پھر اسی انگلی سے اسکے ہونٹوں کی شیپ کو ٹریس کرتے ہوئے دھیمے سے بولا۔

"جب سے مجھے ملی ہو۔۔۔ تمہیں فراموش کرنے کے چکر میں مسلسل خود سے لڑ رہا ہوں۔۔۔ مگر اب سوچا ہے۔۔۔ دور رہ کر اپنا خون جلانے کا کیا فائدہ۔۔۔ جب تم اپنی ہو۔۔۔ تو بے نام کی دوری کیوں رہے کیوں نہ دل کو من مانی کرنے دی جائے۔۔۔ حرج ہی کیا ہے۔"

پہلے تو وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ڈرامہ کر رہا ہے۔۔۔ مگر اب قریب سے اس کے چہرے پہ رقم سنجیدگی دیکھ کر آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ گلا خشک ہوتا محسوس ہوا۔

ہونٹوں پہ زبان پھیرت ہوئے۔۔۔ پوری قوت سے اس کو دھکیل کر خود سے دور کرنا چاہا۔۔۔ مگر فاز نے ایک ہی جھٹکے میں اُس کو اُٹھایا اور اپنی گود میں بیٹھایا اور اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کے اپنے چہرے کے برابر کیا

۔۔۔ چند پل اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔۔۔ پھر اسکے ایک ایک نقش کو پڑھتے ہوئے بولا۔

"مجھے ہاتھا پائی کی عادت نہیں ہے۔۔۔ نہ ہی میں تم سے لڑتے ہوئے تمہارے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کروں گا۔۔۔ امانتدار کو امانت پیار سے لٹائی جائے تب ہی مزا ہے۔۔۔ تمہارا اور میرا تعلق بہت سو کے لیے ایک مثال بنے گا۔"

"ہاں جب میں تمہارے سینے میں چُھرا کھونپ کر تم سے جان چھڑواؤں گی۔۔ سارے نیوز چینلز پر پٹی چلے گی۔۔۔"

فاز کے ہاتھ اس کی کمر کو سہلا رہے تھے۔

"اور اگر تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی تو۔۔۔؟"

"ایسا دن تو کبھی نہیں آئے گا۔۔"

"اگر ایسی ہی بات ہے۔۔ تو اس وقت اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔۔؟۔۔ چہرے کا رنگ کیوں اُڑا جا رہا ہے۔۔۔؟"

اس کے چہرے کو خود سے دور رکھنے کی خاطر امل نے اسکے کندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔۔۔ اُس کی گرفت ہلکی سی لرزش کا شکار ہوئی۔۔۔ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی۔

"میرے چہرے کا رنگ اس لیے اڑ رہا ہے کیونکہ میری برداشت جواب دے رہی ہے۔۔۔ اور تمہاری فضول گوئی لمبی ہوتی جا رہی ہے۔"

فاز کی آنکھیں مسکرائیں اور وہ بولا۔

"ابھی تو ناچیز نے کچھ کہا ہی نہیں ہے۔۔۔ وہ کیا خوب بول ہیں۔۔۔ کہ

ابھی تو محبت کا آغاز ہے۔۔۔

ابھی تو محبت کا انجام ہو گا۔۔۔"

امل کو اپنے کانوں کی لوؤں۔۔ اور گالوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا۔۔۔ مگر بظاہر لاپرواہی سے بولی۔

"تم چاہے جتنی مرضی گندی بکواس کرلو۔۔۔ میرے پہ کوئی اثر نہیں ہونے والا۔۔۔"

"تو پھر ثابت کرتے ہوئے کیوں گھبرا رہی ہو۔۔۔ تم ہی نے تو کہا ہے۔۔۔ کمزور انسان دھمکی دینے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔۔ میں نے تو دکھا دیا کہ کیا کر سکتا ہے۔۔اب تمہاری باری ہے۔۔۔بولو۔۔۔"

دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔

"کیا میرے کہے جملے کا اتنا ردِ عمل ہوا ہے۔۔؟۔۔لعنت ہے میری زبان پہ۔۔۔"

"تم جانتے ہو نہ کہ میرا پیر زخمی ہے۔۔۔اگر ذرا سا بھی کسی چیز سے مس ہو گیا۔۔۔ درد سے جان تو میری جائے گی نا۔۔۔ مجھے میری سیٹ پہ واپس چھوڑو۔۔۔۔ ہم لوگ جنگل میں موجود ہیں۔۔۔اور ایک عدد مردہ ہرن گاڑی میں رکھا ہوا ہے۔۔۔اگر کوئی درندہ تازہ خون کی خوشبو سونگھتا ہوا ادھر کو آنکلا۔۔ تو یہ جو لمبی لمبی چھوڑ رہے ہو۔۔۔ سب بھول جانی ہیں۔۔۔ جان کے لالے پڑ جائیں گے۔۔۔اسلیے خدا کو مانو اور یہاں سے نکلو۔۔۔۔"

"تم میرے قرب میں بیٹھ کر عقل و فہم کی باتیں کر کے یہ ثابت کرنا چاہ رہی ہو۔۔۔ کہ فاز اورنگزیب اتنا زور دار مرد کہاں کہ وہ امل کے دل کے

چہروں کو چھیڑ سکے۔۔۔ دھیان سے کہیں اپنی بوکھلاہٹ میں تم اپنا راز ہی نہ فاش کر لو۔۔۔"

جیسے اسکو ایک جھٹکے میں سیٹ سے اُٹھایا تھا۔۔۔ ویسے ہی واپس بیٹھا دیا۔۔۔ اگلے پل گاڑی آگے بڑھنا شروع ہو گئی۔۔۔ امل نے گہرا سکون کا سانس خارج کیا۔

مزید آدھے گھنٹے تک گاڑی کچی سڑک پہ آندھا دھند بھاگتی رہی۔۔۔ جیسے ہی جنگل ختم ہوا۔۔۔ سورج کی تازہ کرنوں نے سواگت کیا۔۔۔ دور تا حدِ نظر صرف ہریالی ہی ہریالی۔۔۔ سڑک کے دونوں جانب دو دو فٹ لمبی گھاس۔۔۔ جو کہ ہوا کے دوش پہ سرمست جھوم رہی تھی۔

بے اختیار امل نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اپنا منہ کھڑکی سے باہر نکال کر آنکھیں موند لیں۔ دو منٹ کے اندر گاڑی میں سے ہیٹر کی گرمی ختم ہو کر ٹھنڈی ٹھار ہواؤں کے بسیرے ہو گئے۔

پرندوں کے جھنڈ کے جُھنڈ اپنے گھونسلوں سے نکل کر نئے دن کی تلاش میں جا رہے تھے۔

چہرے پہ ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے کھانا دشوار ہو گیا تو امل نے چہرہ اندر کر کے شیشہ واپس چڑھا دیا۔۔۔ چند منٹ میں ہی وہ کانپ رہی تھی۔

فاز نے کچھ بھی کہے بغیر ہیٹر تیز کر دیا۔۔۔ وہ اس کو اگنور کر رہا تھا۔۔۔ جس پہ امل دل ہی دل میں شکر گزار تھی۔

گاڑی میں گرمائش نے اس پہ غنودگی سوار کر دی۔۔۔ آنکھیں کھلی رکھ کر مناظر سے لطف اندوز ہونے کی پوری کوشش کی مگر اس کے باوجود نیند کا حملہ غالب آگیا۔۔۔ شیشے پہ سر ٹکائے وہ سو گئی۔

فاز اُس پہ ایک نظر ڈال کر باآواز بڑبڑایا۔
"پہلے اپنی خاموشی سے بور کر رہی تھی۔۔۔ اب منہ کھول کر خراٹے مارے گی۔۔۔ میرے باپ نے مجھے اچھی جگہ پھنسایا ہے۔۔۔۔ خیر سارے آئیڈیے میرے اپنے کمینے دماغ کی پیداوار تھے۔۔۔ تو فاز صاحب بھگتیے۔۔۔۔ بڑا شوق تھا دیوار میں سر مارنے کا۔۔۔"
ایک ہاتھ مضبوطی سے سٹیرنگ پہ جما ہوا تھا۔۔۔ دوسرے سے بال سنوارتے ہوئے نظریں سامنے بچھے سیاہ تارکول پہ جمی ہوئی تھیں۔
گاڑی کا گیئر بدل کر سپیڈ بڑھاتے ہوئے اُس نے سٹیریو کو دھیمی آواز میں لگایا۔
ٹیناثانی کی مدھر آواز کے ساتھ وہ خود بھی گنگنانے لگا۔

او خُوش پیاو سیں شالا
نہیں وے لگ آندا

ہائے یار
آن تتی دی او یار سُدھ نہیں وے لاندا

او یار
خوش پیاو سیں شالا

دونوں ہاتھوں سے سٹیرنگ پہ ڈرم بجاتا

او یار دھول سڑہاں دی صول پواندی
گھن گھن تیری راہ تتی کُرلاندی

او یار خوش پیاو سیں شالا
او۔۔۔ کیڑھا عیب ڈیٹھو دس ماہی

چھوڑ اکیلی ہو یار تھی گیو راہی

خوش پیا وسیں شالا

گانا ختم ہونے پہ سوئی ہوئی امل کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"ٹینا تانی ایک کلاس ہے۔۔۔ کلاس۔"

اگلا نمبر شروع ہونے پہ اُس نے آواز تھوڑا اور کھول دیا۔

عابدہ پروین اپنے مخصوص انداز میں آلاپ پڑھ رہی تھیں۔

میں مندی ہاں کہ چنگی ہاں

میں صاحب تیری بندی ہاں

کہن لوکی جانن دیوانی

میں رنگ سائیاں دے رنگی ہاں

ساجن میرے اکھیاں وچ وسدا

کہے حُسین فقیر نمانا میں ور چنگے نل منگی ہاں

گھوم چرکھڑا سائیاں دا تیری کتن والی جیوے

عابدہ جی کا ساتھ علی عظمت دے رہے تھے

کتن والی جیوے نڑیاں وٹن والی جیوے

اُٹھ فرید اُتتیا

دنیا ویکھن جا

جے کوئی مل جاوے بخشیا

تو وی بخشیا جاویں

ماہی یار دی گھڑولی بھر دے

سائیں تو ہی میرا سچا سائیں تو ہے

کتن والی جیوے نڑیاں وٹن والی جیوے

امل کے کسمسانے پہ فاز نے آواز مزید اونچی کردی۔

بوائے فرینڈ۔۔۔

گل فرینڈ۔۔۔

ناہ ناہ ناہ۔۔۔

میں کیا ڈانس کریں گے۔۔۔

ناہ ناہ ناہ۔۔۔

رومانس کریں گی۔۔

ناہ ناہ ناہ۔۔۔

میں تیرا بوائے فرینڈ تو میری گرل فرینڈ

او مینو کیندی ناہ ناہ ناہ۔۔۔

رک تے جا میری گل تا ئن لے

او مینو کیندی ناہ ناہ ناہ۔۔۔

امل نے نیند سے بھری آنکھیں کھول کر سنگر کا ساتھ دیتے فاز کو ناگواری سے گھورا۔ جس پہ اُس نے آنکھ ماری۔۔۔

امل نے ہاتھ مار کر سٹیریو بند کر دیا۔ جسے اگلے پل فاز نے دوبارہ آن کر دیا۔

وائے دِس کولاوری کولاوری ڈی۔۔۔

پاپاپاپائے پاپاپاپائے۔۔۔

ریڈی ون ٹو تھری۔۔۔۔

امل نے آواز کم کی۔۔۔فاز نے فُل آن کر دی۔۔۔امل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرارت سے ہنستے بولا۔۔۔

لور لور اوما ئے لور۔۔۔

وائے دِس کولاوری کولاوری کولاوری ڈی۔۔۔

امل نے سٹیریو میں لگی مموری سٹک نکال کر پچھلی سیٹ پہ پھینک دی۔۔۔ایک دم خاموشی چھا گئی۔

"میموری سٹک میری نہیں ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔۔۔بندہ خیال کر لیتا ہے کہ کوئی دوسرا انسان سو مر رہا ہے۔۔۔تو آواز کم رکھ کر اپنے شوق پورے کیئے جائیں۔۔۔۔یہاں کس کے باپ کا ولیمہ ہو رہا ہے۔۔۔جو اتنی اونچی آواز رکھ کر گانے سُن رہے ہو۔۔۔آج سے پہلے تو خاندان کی لڑکیوں کے ساتھ سفر کے دروان صرف قوالیاں یا تلاوت لگایا کرتے تھے۔۔۔"

فاز کا قہقہہ فلک شگاف تھا۔

"تب ساتھ خاندان کی لڑکیاں ہوتی تھیں۔۔۔آج ساتھ میں بیوی ہے۔۔۔جس کے ساتھ سب کچھ جائز ہے۔۔۔خاص کر جب وہ اتنے لمبے سفر میں میری بوریت دور کرنے کی بجائے میرے سامنے سو جائے۔۔۔"

"میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔۔"

"اُف وہی پُرانی گھسی پٹی لائن۔۔کچھ تو نیا بولو۔۔۔جیسے جانم۔۔۔جانِ جگر۔۔۔دلجان۔۔۔کچھ بھی۔۔۔"

"جانم۔۔۔دلجان۔۔تمہارے لیے بولوں۔۔؟"

"اور کیا وہ کھیت میں چرنے والے بکرے کو بولو گی۔۔۔؟"

"تم سے اچھا تو اُسی سے بول دوں۔۔۔"
"بلڈی ہیل ایک بکرے کو مجھ پہ فوقیت۔۔۔اندھی ہو گئی ہو۔۔"
"اندھی تو اُس دن ہو جاؤں ۔۔۔ جس دن تم سے ایسے لفظ بولوں ۔۔۔اندھی ہی کیا گونگی بھی ہو جاؤں۔۔۔"
"اپنی بات پہ قائم رہنا۔۔۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن تم مجھے ان تمام ناموں سے پُکارو گی۔۔۔"
"مرنے کے بعد۔۔"
"تم اپنے شوہر کو جانتی نہیں ہو۔۔۔ میں تمہیں خود سے محبت کرنے پہ مجبور کر دوں گا۔۔۔ میری گُڈلُکس۔۔۔ میری ہمراہی۔۔۔ میری دولت۔۔۔ چلو۔۔ گُڈلُکس کہیں اور مل جائیں گی۔۔۔ پر میری ہمراہی کا متبادل کہاں سے لاؤ گی۔۔۔؟ خود پہ ناز کرو۔۔۔ تمہیں وہ ملا ہے۔۔۔ جس پہ ایک دنیا کی نظر تھی۔۔۔"
"تم ایک انتہا کے خود پسند مرد نہ ہوتے تو۔۔۔ شائد تھوڑے پیارے لگتے۔۔۔"
وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔
"اب زیادہ پیارا لگتا ہوں نا۔۔۔؟ ناشتہ کرو گی۔۔؟"
"ناشتہ یہاں؟"
امل نے گاڑی سے باہر نظر دوڑائی۔۔۔ ابھی تک ویسا ہی منظر تھا۔۔۔ ہریالی ہی ہریالی اور نیلا آسمان۔۔۔۔ جتاتے ہوئے بولی۔
"حلوہ پوری کا ناشتہ ہو گا۔۔۔۔ ہے نا۔۔؟"

"ارے حلوہ پوری تو غریب لوگ کھاتے ہیں۔۔۔ میں تمہیں فریش ایگز وتیک فروٹس کا ناشتہ کرواتا ہوں۔۔۔ کیا یاد کروگی۔۔۔ کس آدمی کو شوہر بنایا ہے۔۔۔"

"آدمی۔۔۔؟۔۔۔ خود کو آدمی بول کر آدمیت کی توہین کرنے سے باز آؤ۔"

فاز نے ایک جھٹکے سے گاڑی سپیڈ کے ساتھ کھیت میں اُتاری۔۔۔ امل اپنی سیٹ پہ اُچھل کر گری۔۔ پیر زور سے کہیں لگا تھا۔۔۔ جس سے درد کی شدید لہر نے چیخنے پہ مجبور کر دیا۔

گاڑی رُک گئی۔

بڑی پُر سکون سی آواز میں فاز بولا۔

"اُمید کرتا ہوں۔۔۔ اب مجھے آدمیت کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔"

امل غصے سے بولی۔۔۔ درد سے جان نکل رہی تھی۔۔۔

"فاز اورنگزیب اللہ کرے تم مر جاؤ۔۔۔"

"تم پہ مر چکا ہوں۔۔۔ اب مرے ہوئے کو تو چار دن جینے دو۔ ظالم عورت۔۔"

"تم چُپ کر جاؤ۔۔۔ کیونکہ میں تمہاری آواز سُن سُن کر اکتا گئی ہوں۔۔۔ تم کتنا بولتے ہو۔۔۔ توبہ۔۔۔ اور میرے پیر کے ساتھ جو جو ظلم ہو رہے ہیں۔۔۔ مجھے لگتا ہے۔۔۔ اگلی زندگی اپاہجی میں گزرنی ہے۔۔۔"

"ماشاءاللہ خود بولنا شروع کرتی ہو۔۔۔ تو آگے دو دو میل تک سپیڈ بریکر نہیں آتا۔۔۔ اور اکتانے کی اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔ جانے من عمر پڑی ہے

---تیری زُلفوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہیر گایا کروں گا---تم مجھے پکھیاں جھلنا---وہ جو انجمن کہتی ہے---چلاں گی پکھیاں----"

"پکھیاں نہیں جھلنا---ہاں--پناں گی تیری وکھیاں---"

امل کے جواب پہ ہنستا ہوا وہ گاڑی سے نکل گیا۔

وہ ڈیش بورڈ پہ سر رکھ کر اپنے پیر کے قریب سے ٹانگ کو ہلکے ہلکے سے دبانے لگی---اور دل ہی دل میں فاز کو گالیوں سے نوازنے میں مصروف تھی۔

وہ واپس آیا---اور امل کی کھڑکی بجائی---امل کے سر اُٹھا کر دیکھنے پر اسکو دروازہ کھولنے کا اشارہ دیا۔

امل نے تجسس سے دروازہ کھول دیا۔

اگلے پل فاز نے اس کی گود میں مالٹوں کا ڈھیر انڈیل دیا۔

تازہ تازہ موٹے موٹے مالٹوں پہ اوس پڑی ہوئی تھی---اور خوشبو جان لیوا تھی---فاز اور حالات سے خفا ہونے کے باوجود امل کے چہرے پہ یہ اتنی بڑی مسکراہٹ دوڑ گئی---

بے اختیار مالٹا پکڑ کر سونگھا---

جبکہ فاز واپس جا چکا تھا---امل نے فاز کی سمت غور کیا---تو سڑک کے اُس پار جہاں وہ جا رہا تھا--وہاں باغات نظر آئے۔

نکھری پیلی دھوپ میں موتیوں کی طرح چمکتا فروٹ---مالٹے----اور انکے اگلی جانب کچھ اور تھا---جو اتنی دور سے نظر نہ آیا۔فاز آیا تو اس دفعہ سینے کے ساتھ پانچ چھ سیب لگے ہوئے تھے---اور ہاتھ میں لمبے لمبے خوشے

اس دفعہ پھر سارا کچھ امل کی گود میں ڈال دیا۔

"تم یہ سب چوری کر کے لائے ہو۔۔"

"جی۔۔۔ بالکل ایسا ہی ہے۔۔۔ پلیز اب تم مجھے میرے جرم کی سزا کے طور پہ قید کر لو۔۔۔ دل میں۔۔۔ نظر میں۔۔۔ جگر میں۔۔۔ گردوں میں ۔۔۔ آئی مین۔۔۔ کہیں بھی۔۔۔۔ اس وحشی کو آزادی راس نہیں آتی ۔۔۔میں خوشی خوشی سرنڈر کرتا ہوں۔۔۔ جب تک کہو گی۔۔۔ جہاں کہو گی۔۔۔ بیٹھا رہوں گا۔۔"

"اسی قسم کی بیہودہ گفتگو سے لڑکیوں کا پٹاتے ہو۔۔۔"

"عقل مند ہو۔۔۔ ٹائیٹل دیکھ کر مضمون سمجھ جاتی ہو۔۔ ایسے ہی تو میں نے سر دھڑ کی بازی نہیں لگائی۔"

"میں اللہ کی ان خوبصورت نعمتوں کو تمہاری منحوس آواز سُنے بغیر انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔۔ اسلیے اب مت بولنا۔"

"مجھے شوہر تسلیم نہیں کرتی ہو۔۔۔ پھر حق کس بات کا جتاتی ہو۔۔؟"

"تم چُپ کرنے کا کیا لو گے؟"

"سوچ لو کیا دے سکو گی؟"

"اگر میرے پاس بندوق ہو نا۔۔۔۔ میں اُس میں پچاس گولیاں بھروں۔۔۔ اور پھر ایک ایک کو تمہارے سینے میں اُتار دوں۔۔"

"اُف اتنی محبت۔۔۔ کہیں خوشی سے مر ہی نہ جاؤں۔۔۔ ویسے بڑی بے زبان ہو۔۔۔ ایک طرف آفر کرتی ہو۔۔ دوسری طرف مانگنے سے منع بھی کرتی ہو۔۔ آخر تم چاہتی کیا ہو۔۔؟"

"میں چُپ چاپ خاموشی سے یہ فروٹ کھانا چاہتی ہوں۔۔۔ جو تم نے چوری کیا ہے۔۔"

"تمہاری خاطر۔۔ چوری۔۔۔ کی۔۔۔ ہے۔۔۔"

"میری خاطر زہر کیوں نہیں کھا لیتے۔۔۔"

"کھا تو لوں۔۔ مگر کیا فائدہ میری بیوہ بن کر اپنی جائز خواہشات کو بھی مارو گی۔۔ کیونکہ میں گیا بھی تو وصیت میں لکھ کر جاؤں گا کہ۔۔۔ خبردار جو میرے بعد کسی سالے نے میری بیوی پہ بُری نظر ڈالی یا اُس کے ساتھ شادی کرنے کا سوچا۔۔ اپنے قریبی رشتے داروں سے کہہ کر مروں گا۔۔ اگر میری بیوی میرے بعد کسی سے شادی کرے تو۔۔ میری جائیداد بیچ کر اُس سالے کو قتل کروا دینا۔۔"

امل نے چند پل ایسے اُس کی شکل دیکھی جیسے فاز کی ذہنی حالت پہ شُبہ ہو۔

"یہ سب باتیں وہ مرد کر رہا ہے۔۔ جو مجرہ کرنے والی عورتوں پہ ایک ہی رات میں دس لاکھ روپیہ اُڑا دیتا ہے۔"

فاز کا ماتھا ٹھنکا۔ امل کو سنجیدہ نظروں سے جانچتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

"تمہیں کیسے پتا۔۔؟۔۔ ایسا کچھ تو میں نے کبھی نہیں کیا ہے۔۔"

امل نے اسی کی نظر واپس لٹائی۔

"تم واقعی میں میرے سامنے یہ جھوٹی معصومیت کا ڈھونگ رچانا چاہتے ہو۔۔ کیا تم بھول رہے ہو۔۔۔ کہ میں تمہاری چچازاد ہوں۔۔۔ اور تمہارے کارناموں کی خبریں وقتاً فوقتاً خاندانی ریڈیو پہ چلتی رہتی ہیں۔۔۔"

"پھو پھی کبریٰ۔۔ یہ عورت نہ کسی دن میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی ۔۔اور کیا کیا بکواس اُس کے ذریعے سُنی ہے۔"

امل دوسرے مالٹے کو چھیلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔۔۔ جبکہ فاز اب تک چار پانچ مالٹے ہضم کر چکا تھا۔

"وہ بکواس نہیں کرتی ہیں۔۔۔ وہ توبس کام کی بات بتاتی ہیں۔۔۔ تاکہ خاندان میں تمام لڑکیوں کی مائیں الرٹ رہیں۔ کہیں تمہارے ساتھ اپنی بیٹیوں کے نصیب نہ پھوڑ دیں۔"

"چہ چہ چہ۔۔۔۔ بچاری امل۔۔۔ کیا ہو گا تمہارا۔۔۔"

"ویسے تمہیں کبریٰ پھوپھو کی کرن سے شادی کرنی چاہیے تھی۔"

فاز نے بھویں اچاتے ہوئے استفسار کیا۔

"وہ کیوں۔۔؟"

"کیونکہ اس کو تم پہ کرش ہے۔۔ اُس نے اپنے دل کے اوپر بلیڈ سے تمہارا نام لکھا ہوا ہے۔۔۔"

فاز کو کھاتے کھاتے اچھو لگ گیا۔

"بلڈی ہیل۔۔۔ وہ کرن؟۔۔۔ وہ چھوٹی سی۔۔؟"

"چھوٹی سی ہے وہ۔۔؟ مجھ سے چار سال بڑی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ تو اس کا مطلب میں نے تم سے شادی کر کے خاندان سے باہر ہی نہیں خاندان کے اندر بھی لوگوں کے دل توڑے ہیں۔۔۔؟ چلو کوئی نہیں میں ان سب کا شکوہ دور کر دوں گا۔۔۔ آخر اسلام میں چار کی اجازت ہے۔۔ پہلی شادی اُس سے کی ہے۔۔۔ جس پہ مجھے کرش تھا۔۔۔ دوسری اُس سے کروں گا۔۔۔ جس کو مجھ پہ کرش ہو گا۔۔۔ پر یار وہ چھوٹی سی کرن۔۔۔۔ بڑی

میسنی گھنی ہے وہ۔ ارے میں جب کبھی کسی کام سے ان کے گھر گیا ہوں۔۔۔ میری بڑی آؤ بھگت کرتی ہے۔۔۔ فار گاڈ سیک وہ مجھے فاز بھائی بلاتی ہے۔۔۔ تمہیں ضرور کوئی غلط معلومات ملی ہے۔"

"وہ اپنی ماں کے ڈر سے تمہیں بھائی کہتی ہے۔۔۔ مانتی وانتی کوئی نہیں ہے۔۔۔"

"یار۔۔۔۔ حد ہو گئی ہے۔"

گاڑی سڑک پہ چڑھنے کے بعد ایک دفعہ پھر سے منزل کی جانب رواں دواں تھی۔

ایک سیب اور دو مالٹوں کے علاوہ کچے فالسوں سے لطف اندوز ہوتے ہوتے امل دوبارہ نیند کی گہری وادیوں میں اُتر گئی۔

فاز نے نیند بھگانے کے لیے دونوں طرف کی کھڑکیاں گرار کھی تھیں ۔۔۔ امل کے بال کھڑکی سے باہر اُڑ رہے تھے۔ کالے گلاسز لگائے فاز کی ساری توجہ سامنے روڈ پر تھی ۔۔۔ وہ دوپہر سے پہلے پہلے قریبی آبادی تک پہنچنا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

آنکھ کھولتے ہی پہلی چیز جس کا اُس نے نوٹس لیا وہ پرندوں کا چہچہانا تھا، آواز اتنی صاف اور تیز تھی جیسے پرندوں کا جھنڈ اس کے بالکل پاس بیٹھ کر چہچہا رہا ہو۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرتی ہوئی وہ اپنی سیٹ میں سیدھی ہو کر بیٹھی۔ بال ہوا میں اُڑتے رہنے کی وجہ سے بُری طرح سے الجھے ہوئے تھے۔ منہ میں مٹی کا ذائقہ آ رہا تھا۔ ہلنے سے پیر کے درد نے اپنے ہونے کی یاد دہانی کروانی ضروری جانی۔

بے اختیار اسکا ہاتھ ٹانگ دبانے کی طرف گیا۔ ساتھ ساتھ باہر کا جائزہ
لے رہی تھی۔
اپنے سامنے صاف سُتھری سفید پینٹ میں نہائی عمارت دیکھ کر طبیعت پہ
خوشگوار اثر پڑا تھا۔
راہداری سُرخ رنگ کی ٹائیلوں سے بنی ہوئی تھی۔ دونوں جانب
چھوٹے بڑے گملوں میں رنگ بھرنگے پھول لگے ہوئے تھے۔ وہ بڑبڑائی۔
"کیا یہ جگہ واقعی اتنی پیاری ہے یا اُس شخص کے منظر میں نہ ہونے سے
حُسن بڑھ گیا ہے؟"
اُسی وقت سامنے لمبے سے برآمدے میں سے ایک لکڑی کا دروازہ کھلا
جس میں سے فاز برآمد ہوا۔ نہایا دھویا صاف سُتھرا۔۔۔ نیلی جینز کے اوپر
سفید آدھے بازوؤں والی پولو شرٹ پہنے ہوئے تھا۔
"تو آخر کار بیگم صاحبہ اُٹھ ہی گئیں۔"
تاسف سے سر ہلاتا ہوا ایک دفعہ پھر گویا ہوا۔
"مجھے خبر نہیں تھی کہ تم نیند کی اس قدر پکی ہو۔۔۔ اور سفر کے دوران
یوں مزے سے نیند پوری کر سکتی ہو۔۔۔ یو آر دا ورسٹ پرسن ٹو سٹارٹ آ
جرنی وید۔۔۔ وہ تو میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔ کوئی کمزور اعصاب کا مالک ہوتا
۔۔۔ تو جیسے تم خراٹے بھر رہی تھیں۔۔۔ ڈرائیور بھی سو جاتا۔۔۔ اُس کے
بعد سواری اور گاڑی دونوں پر کلمہ شہادت پڑھا جانا تھا۔"
"ویسے تم جو چند پل خاموش رہتے ہو نا۔۔۔ وہ صرف اسلیے کہ اگلی تقریر
جھاڑنے کے لیے موضوع اور موقع ڈھونڈ رہے ہوتے ہو۔۔ اور دوسری بات
یہ کہ میں خراٹے نہیں لیتی۔۔۔"

"بیگم جی میں ناذرا ٹیکنکل قسم کا بندہ ہوں۔۔۔ ثبوت جیب میں لیے گھومتا ہوں۔۔۔ اگر مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔۔ تو ابھی فون کی گیلری میں موجود پچاس سیکنڈ کی ویڈیو دکھا دیتا ہوں۔۔۔ منہ کھلا ہوا ہے۔۔۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔ قسم سے ویڈیو دیکھنے کے بعد خود مان جاؤ گی کہ تم ماڈل مٹیریل نہیں ہو۔۔۔ ارے کہاں وہ سفسٹیکیٹ قسم کی نازک اندام خواتین۔۔۔ کہاں۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اگر تمہاری لایعنی بکواس بند ہو گئی ہو۔۔۔ تو کیا مجھے گاڑی میں سے نکلنے میں مدد کر سکتے ہو؟"

"اوئے ہوئے ہنی مون سویٹ دیکھنے کی اتنی جلدی۔۔۔ ارے تھوڑا دھیرج رکھو۔۔۔ وہیں لیکر جاؤں گا۔۔۔ مگر پہلے تمہیں نہا دھو کر سفر کی ساری میل کچیل اُتارنی ہو گی۔ گرد سے اٹی شکل کے ساتھ بھوتنی معلوم ہو رہی ہو۔۔۔ یہاں ہوٹل میں ایک بیوٹی پارلر ہے۔ وہاں تمہاری بکنگ کروا کر آیا ہوں۔ وہ عورت کسی کو نہلانے وغیرہ میں مدد دینے پہ تیار تو نہیں ہو رہی تھی ۔۔۔پر پیسہ۔۔۔ یو نو۔۔۔ پیسہ بندے کے کام کروا دیتا ہے۔ ابھی وہ وہیل چیئر لیکر تمہیں لینے آئے گی۔۔۔ اُس کے ساتھ چلی جانا۔ تمہارے کپڑے وغیرہ اس کو دے آیا ہوں۔ اُتنی دیر میں قریبی قصبے سے ایک بزرگ کو لینے جا رہا ہوں۔ وہ ہڈیاں چڑھانے میں ماہر ہے۔ تمہارا پیر دیکھ لے گا۔"

"ہاں اگر ہڈی ٹوٹنے سے بچ گئی ہے۔ تو تمہارا لایا ہوا نیم حکیم ہڈی توڑ کا جائے گا۔"

"نیور انڈر اسٹیمیٹ۔ایسے لوگ سالوں کا تجربہ رکھتے ہیں۔اور یہاں پہ فائیو سٹار ہسپتال موجود نہیں ہے۔جہاں پہ تمہارا علاج کرواؤں۔اور لاہور تک یوں لنگڑی بنی رہو گی۔دوسرا میں تمہاری خدمت کر کر کے تنگ آگیا ہوں۔اب میں چاہتا ہوں۔تم ٹھیک ہو جاؤ۔اور پھر میری خدمت کرو۔"

"اُن دیوں کی چاہت کرو فاز اور نگزیب جن کے جلنے کا امکان ہو۔"

"زندگی بڑی ہی ان پر ڈیکٹبل ہے امل فاز۔ کبھی سوچا تھا کہ تمہاری شادی مجھ جیسے شاندار انسان سے ہو گی۔۔۔؟ نہیں نا۔اسلیے جان لو پہلے بھی اللہ نے تمہیں اوقات اور سوچ سے بڑھ کر نواز دیا۔آگے جا کر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہاں جیسے میرے ہاتھوں تمہارا قتل۔"

"اُف جب تم اتنی محبت سے بولتی ہو نا۔قسم سے جان لے لیتی ہو۔"

"کاش تمہارے اس کمینے روپ کو میرا باپ دیکھ سکتا۔جو تمہیں خاندان کا سب سے سلجھا ہوا لڑکا سمجھتے ہیں۔ان کو پتا چلتا تم کتنے بڑے لوفر ہو۔"

"دیٹس کالڈ ٹیلنٹ مائے ڈیئر کزن۔۔۔ٹیلنٹ بھی ایسا جو کسی کسی کے پاس ہوتا ہے۔پگلی تم کیا جانو۔۔عاشقی کی بہار۔۔۔چلو تمہاری سواری آگئی ہے۔تم نکلو میرے آنے تک انسان کے حلیے میں آؤ۔"

امل مسلسل دانت پیستے ہوئے اُس کو گھور رہی تھی بس نہیں چلتا تھا۔فاز ایک پل زندہ نہ رہتا۔ وہ سن گلاسز چڑھا کر سیٹی بجاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان ہو گیا۔

امل اُس عورت کی جانب متوجہ ہوئی جس نے چادر کو اچھی طرح اوڑھا ہوا تھا۔اور پہاڑی لہجے میں بولی۔

"میں تم کو لینے آئی ہوں۔۔۔ تمہارے شوہر نے بکنگ کروائی ہے۔"
جبراً مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔
اُس عورت نے مدد دیکر امل کو وہیل چیئر پہ منتقل کیا۔
جیسے ہی وہ لوگ آگے بڑھیں۔ فاز گاڑی بھگا لے گیا۔ گاڑی کے نظروں سے دور ہوتے ہی امل جلدی سے بولی۔
"سُنیے کیا آپ مجھے وہاں لے جا سکتی ہیں۔ جہاں میں فون کی سہولت حاصل کر سکوں۔ مجھے بہت ضروری فون کرنا ہے۔"
اُس عورت نے جن نظروں سے امل کو دیکھا وہ سب سمجھ گئی۔
ایک گھنٹے بعد فاطمہ نامی عورت ریسپشن سے چابی لیکر امل کو اسکے کمرے تک چھوڑ گئی۔
نہا کر لباس تبدیل ہو چکا تھا۔ بال بلوڈرائے کئے گئے تھے۔
امل کو اپنا آپ بہت اچھا۔ اور پُر سکون لگ رہا تھا۔ اتنے دنوں کے بعد کہیں صاف سُتھرا ماحول میسر آیا تھا۔ اس کے ناخن جن میں گڑھے میں گرنے سے انچ انچ گند جمع ہو گا تھا۔ وہ کاٹے جا چکے تھے۔
فاطمہ کمرے سے جانے لگی جب امل نے اس کو مخاطب کیا۔
"فاطمہ آپا۔۔ جانے سے پہلے یہ ریموٹ دیتی جائیں۔۔؟ کمرے میں جو ٹیلی ویژن موجود ہے کام تو کرتا ہے نا۔۔۔؟"
"ہاں۔۔۔ ریموٹ ادھر تمہارے پاس دراز میں رکھا ہے۔۔۔ اور کچھ۔۔۔؟"
"مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔ پلیز پتا کر دیں۔۔۔ کھانے کو کچھ مل سکتا ہے۔۔۔؟"

"میں کسی کو بھیجتی ہوں۔"

فاطمہ چلی گئی۔

امل نے فوراً۔۔ سائیڈ دراز پہ رکھے فون سیٹ کا ریسیور اُٹھایا۔ اور تیز تیز انگلیوں سے گھر کا نمبر ملایا۔

مگر یہ کیا۔ لائن ڈیڈ جا رہی تھی۔ دو تین دفعہ مزید کوشش کرنے کے بعد اُس نے انٹرکام پہ ریسپشن سے رابطہ کیا

"ہیلو۔۔۔ جی میں کمرہ نمبر آٹھ سے بات کر رہی ہوں۔ یہ پوچھنا تھا کہ یہاں پڑا فون کام کیوں نہیں کر رہا ہے؟"

"اس کمرے کی لائن خراب ہے۔ ہم نے آپ نے شوہر کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔ انہیں ایسا ہی کمرہ چاہیے۔"

امل کے منہ سے گالیاں نکلیں۔ دوسری جانب آدمی بولا۔

"جی کیا کہا آپ نے۔۔۔؟"

"فون کیسے کیا جا سکتا ہے۔۔۔؟ کوئی موبائل وغیرہ مل سکتا ہے۔ وائی فائی تو موجود ہو گی۔ کوئی لیپ ٹاپ یا پی سی۔۔۔ کیسے مل سکتا ہے؟"

"جی دیکھئے۔۔۔ کیا آپ نے ہمارے موٹل کے رولز نہیں پڑھے ہیں۔ یہاں وائی فائی وغیرہ کچھ نہیں دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم جدید دور کی سہولیات سے بری پُر سکون ماحول دیتے ہیں۔ لوگ یہاں نیچر کے قریب ہونے آتے ہیں۔"

ساری تقریر سُنے بغیر امل نے رسیور پٹخ دیا۔

"کمبخت مارے۔۔۔"

تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آ جاؤ۔۔۔"

بیرا اندر آیا۔

ڈرتی ڈرتی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"جی میم۔۔ فاطمہ نے کہا آپ نے بُلایا ہے۔"

"مجھے کھانے کو کچھ لا دو۔"

"وہ کھانے میں اس وقت بس پکوڑے مل سکتے ہیں۔"

"کیوں بھئی۔۔۔؟ کھانا کیوں نہیں مل سکتا۔۔۔۔؟"

"وہ دراصل یہاں بس عین وقت پہ کھانا ملتا ہے۔ اس وقت نہ تو ناشتے کا وقت ہے۔ نہ دوپہر کے کھانے کا۔۔۔ نہ ہی ڈنر کا۔۔۔ اسلیے کچن سب بند ہیں۔ جو رات میں ہی کھلیں گے۔"

"کیسی بکواس ہے۔۔۔ ایسا کرو۔۔۔ مجھے باہر کہیں سے کھانا لا دو۔"

"میڈم۔۔۔ یہاں قریب میں ایسی کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔"

امل کو دل کر رہا تھا۔۔ اپنا یا اگلے کا سر پھاڑ دے۔

مگر پھر بھی تحمل کا دامن تھامتے ہوئے بولی۔

"کیا تمہارے پاس فون ہے۔۔۔؟ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔"

بیرا اگڑ بڑایا۔۔ اور نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں فون استعمال نہیں کرتا ہوں۔"

امل کا ماتھا ٹھنکا۔۔۔ ٹھہری ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا اُس کمینے نے تم لوگوں کو یہ جوابات دینے کو کہا ہے؟"

بیرا اگلی پچھلی معصومیت کے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولا۔

"کون۔۔؟ کس کی بات کر رہی ہیں۔۔؟"

امل اُس کو جواب دینے کی بجائے خود کلامی کرتے ہوئے بولی۔
"میں بھی کہوں کیسے مجھے اکیلی چھوڑ کر چلا گیا۔ ظاہری بات ہے۔ بچے کی وجہ سے بھاگ سکتی نہیں ہوں۔ آ جا کر فون ہی رہ جاتا ہے۔ وہ اُسکا بھی انتظام کر گیا ہے۔ فاز اور نگزیب دنیا کے ایک ہزار مکار لوگ مرے ہوں گے۔ پھر پیدا ہوئے۔"
بیرا۔۔۔ ہلکا سا مسکرایا۔۔ مگر جیسے ہی امل کی اُس پہ نظر گئی۔ اس نے اپنی شکل واپس سنجیدہ بنالی۔
امل ڈانٹتے ہوئے بولی۔
"اب پکوڑے بھی ملیں گے یا وہاں بھی فاتحہ پڑھ لوں۔"
"وہ جی ابھی لایا۔۔۔ بس دو منٹ دیں۔"
"ایک منٹ۔۔۔۔ اگر کچن بند ہے۔۔۔ تو پکوڑے کہاں سے آئیں گے؟"
"وہ۔۔۔۔ سٹاف نے بنائے ہیں۔۔۔ باہر لان میں۔"
"چلے جاؤ۔۔۔ کہیں میں تمہارا یقین کر ہی نہ لوں۔"
بیرا یہ جا وہ جا ہو گیا۔
وہ نئے سرے سے کڑھنے لگی۔
تین منٹ بعد پھر سے دستک ہوئی۔
"آجاؤ۔۔۔"
بیرا بھری ٹرے لیکر آیا۔
خوشبو لٹاتے خستہ پکوڑے۔۔۔ جن کی مہک سے کمرہ بھر گیا۔
امل کی بھوک مزید چمک گئی۔
ٹرے میں دو طرح کی چٹنی۔ جوس وغیرہ موجود تھا۔

"میڈم یہ ٹرے کہاں رکھوں؟"

"میرے سر پہ۔۔۔"

"جی؟"

"یہاں بیڈ پہ رکھ دو بھئی۔"

بیرا رکھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔

امل شرمندگی سے بولی۔

"معاف کرنا تمہیں ٹپ دینے کو میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

بیرا فٹ سے ہاتھ اُٹھا کر تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"نہیں نہیں میڈم اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ ٹپ مل۔۔۔"

امل نے اس کو تولتی نظروں سے دیکھا۔۔۔ تو بیرے کی زبان کو بریک لگ گئی۔

ہکلاتے ہوئے بولا۔

"ٹ ٹپ ہی ٹپ ہے۔۔۔ کوئی نہیں پھر دے دیجئے گا۔۔۔"

امل ابھی بھی گھور رہی تھی۔ وہ مری سی مسکراہٹ دیکر بھاگ گیا۔ امل کو ایک تو بھوک لگی تھی۔ دوسرا غصہ۔ تیسری بے بسی۔ پکوڑوں پہ ہاتھ پڑا تو رُکنا بھول گیا۔

جب تک ہوش میں آئی آدھے سے زیادہ باؤل خالی ہو چکا تھا۔

مگر ایک بات جس کا نوٹس نہ لے سکی۔ اپنا آپ بڑا ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔ دماغ ہر قسم کی سوچ سے خالی ہو گیا۔

اُس نے فاز کی آمد کو محسوس تو کیا مگر کوئی ردِ عمل نہ دے سکی۔

خالی الذہنی کی حالت میں ساری کاروائی دیکھتی رہی۔ فاز اکیلا نہیں آیا تھا۔ اسکے ساتھ ایک بزرگ بھی تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"سر آپکی ہدایت کے مطابق میم کو صرف آپ کے دیئے گئے پکوڑے ہی کھانے کو دیئے ہیں۔۔اور آپکے کمرے کی لائن کاٹ دی گئی ہے۔۔۔ موبائل مانگنے پہ بہانہ بنادیا گیا تھا۔۔۔"

فاز کے گاڑی سے نکلتے ہی بیرے نے جلدی جلدی اس کو ہونے والے حالات وواقعات سے مطلع کیا۔

"بہت شکریہ شبیر۔ مینیجر صاحب کو میری طرف سے دوبارہ شکریہ بول دینا۔"

"جی سر۔۔۔آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت پڑے۔انٹرکام کر دیجئے گا۔میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"شبیر تم بہت اچھی سروس دیتے ہو۔میں تمہاری اعلٰی کارکردگی پہ مینیجر کو ضرور بتاؤں گا۔اور ہاں یہ تمہاری خاص ٹپ۔ جو تم نے بغیر کوئی سوال و جواب کئے میرے احکام پہ عمل کر دیا۔"

"اوہ۔۔۔سر مگر ٹپ تو آپ پہلے سے دے چکے ہیں۔۔"

"ارے رکھ لو۔۔"

"شکریہ سر۔۔"

شبیر نے بتیسی دکھاتے ہوئے دو ہزار تھام لیا۔

فاز بزرگ کا بیگ تھام کر آگے چل پڑا۔وہ اس کے ساتھ ہی آرہے تھے۔

"بزرگو آپ کو ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مریضہ کو بھنگ کھلائی گئی ہے۔ اسلیے ہو سکتا ہے۔ وہ کچھ اُلٹا سیدھا بولے۔ آپ کے ساتھ بد تمیزی کرے۔ آپ کسی بات کا اثر مت لیجئے گا۔ کیونکہ وہ ہوش میں نہیں ہے۔"

بزرگ جو کے پیچھے سے لکھنوی نواب تھے۔ ابرو تان کر بولے۔

"ہیں۔۔۔؟ آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں لاحول ولا۔۔ یعنی آپ مجھے جھوٹ بول کر اپنے ساتھ لائے ہیں۔ صاحبزادے بہت ہی نامعقول حرکت کی ہے۔"

فاز حیرت سے اُن پانچ فٹ کے نواب کو دیکھنے لگا۔ پھر انہی کے انداز میں بولا۔

"محترم آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے ساتھ آخر کونسا جھوٹ بولا گیا ہے؟"

"ارے یہی ہے کہ ہم یہاں ایک جوان لڑکی کا علاج کرنے آئے ہیں۔ اب اگر مریض نے بھنگ کھائی ہے۔ تو وہ لڑکی تو نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں جی کیا لڑکیوں کو بھنگ کھاتے ہوئے موت آتی ہے۔۔۔؟"

"واہ صاحبزادے کیا خوب کہی۔۔۔ مطلب اب لڑکیاں نشے بھی کریں گی۔ انتہائی واہیات کام ہے۔ جلدی سے مجھے مریضہ کے پاس لے چلو۔ اندھیرا ہونے سے پہلے مجھے واپس اپنے گھر بھی پہنچنا ہے۔"

کمرے کے سامنے رُک کر اُس نے ڈاکٹر کو وہیں رُکنے کا کہا۔

"آپ یہیں رُکیے میں اجازت لیکر آتا ہوں۔"

نہ جانے اندر کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس لیے اُس نے پہلے خود جا کر دیکھ لینا پسند کیا۔

کمرے کی بتی بند تھی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے پہلے بتی جلائی۔
وہ سامنے بیڈ پہ چت لیٹی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ دونوں بازو پوری طرح کھول کر یک ٹک سیلنگ کو تک رہی تھی۔

فاز نے ڈاکٹر کا تھیلا ایک طرف رکھا۔۔۔ اور بیڈ پہ چڑھ کر امل کے دونوں طرف بازو کا بوجھ ڈال کر اُس کے آنکھوں کے سامنے آیا۔

"ہیلو۔۔۔! زندہ ہو؟"

"تمہیں پتا ہے۔۔۔ اوزون لئیر جگہ جگہ سے پھٹ رہی ہے۔۔۔ وہ دیکھو۔۔۔ ساری سطح ایک سی نیلی نہیں ہے۔۔۔ بیچ بیچ میں پیلی شعائیں نکل رہی ہیں۔
"

اُس نے سیدھا ہاتھ اُٹھا کر سیلنگ کی جانب اشارہ کیا۔

فاز نے گردن موڑ کر اوپر دیکھا۔۔۔ پھر واپس امل کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا تو خلا میں پہنچ گئی ہو۔۔۔"

" نہیں ابھی کہاں۔۔۔ ابھی تو بس زمین اور خلا کی سرحد پہ آئی ہوں۔"

"کوئی نہیں آگے بھی پہنچ جاؤ گی۔ اُٹھ کر بیٹھو ڈاکٹر تمہارا پیر دیکھنے آیا ہے۔"

کہنے کے ساتھ جواب کا انتظار نہ کرتے ہوئے فاز نے امل کو کھینچ کر بٹھا دیا۔ اسکا سٹالر رسمی سا سر پہ ٹکا کر دروازے کی جانب گیا۔

دروازہ کھولا۔

"آیئے حضرت۔"

"اچھا جی مہربانی۔۔۔"

کمرے میں آتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنی عینک درست کی۔۔۔اور امل کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"توآپ مریضہ ہیں۔۔۔"

امل ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"کیا بولا۔۔۔؟۔۔۔ تم انتہائی لاپرواہ پائیلٹ ہو۔۔۔ بھلا یہاں پارکنگ کا کوئی سائن تھا۔جہاں شٹل کو روک دیا۔اب پانی ختم ہو گیا ہے۔آگے کا سفر کیسے ہو گا۔اوپر سے بارش آنے والی ہے۔ یہاں پہ سارا کیچڑ ہو جانا ہے۔وہ تمہارا اباپ صاف کرے گا۔پاگل گورے۔"

فاز نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کر مسکراہٹ دبائی۔

ڈاکٹر صاحب کو جیسے چودہ واٹ کا کرنٹ چھوا تھا۔اچھل کر بولے۔

"دیکھئے خاتون آپ بد تمیزی کر رہی ہیں۔ ہم آپ کو جانتے تک نہیں ہیں۔اور آپ ہمارے والدِ محترم کے حق میں یوں گستاخی سے بات کر رہی ہیں۔یعنی کوئی تمیز لحاظ ہے ہی نہیں ہے۔"

فاز بیچ میں سمجھانے کو کام کرتے ہوئے بولا۔

"حضرت صاحب کیا کرتے ہیں۔آپ کو علم تو ہے۔اس کو بھنگ دی گئی ہے۔اسلیے اگلی پچھلی چھوڑ رہی ہے۔آپ سے نہیں کہہ رہی ہے۔آپ پلیز اپنا کام کریں۔اسکا پیر دیکھ لیں۔۔"

"برخودار میں پوچھتا ہوں۔ان خاتون کو بھنگ دی کیوں گئی ہے۔؟"

"اس کا پیر نظر نہیں آرہا آپ کو۔۔۔ سوجھ کر ڈبل سائز کا ہو چکا ہے۔ آپ کے پاس تو ایسا کوئی ڈرگ ہے نہیں جو اسکو بے ہوش کرتا۔چیونٹی چھو جائے تو یہ چیخنے لگ جاتی ہے۔آپ نے جو مشقت کرنی ہے۔اس نے سارا

ہوٹل سر پہ اُٹھالینا تھا۔اسی لیے اس کو ڈرگ دیا ہے۔تاکہ درد اتنا محسوس نہ ہو۔آئی بات سمجھ میں۔اب مہربانی فرما کر معائنہ کریں۔"

"میں نے زندگی میں ہزاروں لوگوں کی ہڈیاں چڑھائی ہیں۔پر خدارا ایسا کبھی نہیں دیکھا۔"

فاز نے کرسی بیڈ کے قریب رکھی جس پہ ڈاکٹر صاحب بیٹھ گئے۔اور امل کے پیر کو پکڑ کر دیکھنے لگے۔

امل نے پہلے فاز کو دیکھا پھر ڈاکٹر کو۔۔۔ پھر فاز کو۔۔۔ پھر ڈاکٹر کو۔۔۔ ایک دم بولی۔

"اب میرے پیر کیوں پڑ رہے ہو۔۔پاگل بُڈھے۔"

ڈاکٹر صاحب نے اُسی وقت ہاتھ کھینچ لیے۔۔۔اور فاز کا شکوہ کناں نظر سے دیکھا۔

"امل چُپ کر کے بیٹھو۔"

"اُف!"

امل نے پُرشوق نظریں فاز پہ جمائیں۔اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ رکھ کر لمبا سا سانس بھرا۔فاز چونکا۔پہلے تو حیران ہوا۔کیا یہ میرے پہ لائن مار رہی ہے۔۔۔پھر امل کو دیکھ کر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جو اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آنکھیں مٹکا رہی تھی۔

"تم بڑے خوبصورت ہو۔"

فاز کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

"او ڈاکٹر جلدی سے اپنا کام کر اس سے پہلے کہ یہاں معاملہ خراب ہو جائے۔"

ڈاکٹر آگے ہوا۔امل نے پیر کھینچ لیا۔

"خبردار معافی مانگ کر جان نہیں چھڑوا سکتے تم۔ پہلے جاکر شٹل میں ڈالنے کے لیے پانی لیکر آؤ۔ ہمیں اپنے مشن پہ جانا ہے۔ میرا فون نہ جانے کدھر چلا گیا ہے۔ مجھے سیلفی لینی ہے۔ دیکھو تو اس مقام پہ کھڑے ہو کر آج تک کسی نے سیلفی نہیں لی ہے۔ سچ آیونیک اپرچونٹی۔ پاگل بڈھے پھر میرے پیر پڑ رہے ہو۔ بات سمجھ میں نہیں آتی کیا؟"

فاز درمیان میں بیٹھا۔امل کا پیر سختی سے پکڑ کر ڈاکٹر کے آگے کیا۔

امل نے پہلے تو پیر چھڑوانے کی کوشش کی پھر۔ دھیان کسی اور طرف لگ گیا۔

فاز کی اسکی جانب پُشت تھی۔امل نے اس کی کمر پہ انگلی کے ساتھ ڈیزائن بنانے شروع کیے۔

فاز اس کی انگلیوں کی حرکت محسوس کرتے ہی الرٹ ہو گیا۔

ڈانٹ بھی دیا۔

"امل باز آجاؤ۔۔۔بس چند منٹ سکون سے بیٹھی رہو۔"

وہ اسکے بازو کے ساتھ چمٹ کر چہرہ اس کے برابر لاتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

"امل کون ہے؟"

فاز نے ذرا سی گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔

امل کا چہرہ فاز کے کندھے پہ رکھا تھا۔اسکے تازہ دھلے بالوں سے شیمپو کی مہک آرہی تھی۔

فاز نظر پھیر گیا۔

ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے۔

"پیر کا جوڑ اُترا ہوا ہے۔ اور اندر سے جلد بھی پھٹی ہوئی ہے۔ میں ہڈی چڑھا کر پٹی کروں گا۔ پورے پندرہ دن بعد پٹی کھول کر دیکھنا ہے۔ ہڈی سیٹ ہونے تک پیر پہ وزن بالکل نہیں ڈالنا ہے۔"

فاز پوری کوشش سے ڈاکٹر کی بات سن رہا تھا۔۔۔ مگر توجہ مسلسل بٹی ہوئی تھی۔ امل نے اب اُس کی کمر میں بازو حمائل کر کے سر پشت پہ رکھا ہوا تھا اور مسلسل کچھ بول رہی تھی۔۔۔ فاز نے اپنا موبائل نکال کر ویڈیو ریکارڈنگ آن کر کے سائیڈ میز پہ پوزیشن کر دیا۔

وہ چُپ چاپ اسکے متاثرہ پیر والی ٹانگ تھامے ہوئے تھا۔

"ڈاکٹر صاحب نے اپنا بیگ کھول کر پٹیاں وغیرہ نکالیں۔

پھر ہاتھ میں ہلکا سا تیل ڈال کر پیر کی ہلکی ہلکی مالش کرنے لگا۔ درد کی وجہ سے امل اب اپنا پیر کھینچ رہی تھی مگر فاز نے آہنی گرفت سے جکڑے رکھا۔

مالش کرتے کرتے اچانک کمرے میں کڑک کی آواز گونجی امل کے منہ سے گالیاں برآمد ہوئی۔ درد سے ایک دفعہ تو اسکا سارا جسم کانپ گیا۔ مگر فاز نے اسکو پکڑے رکھا۔

"میں اس آدمی کو مینارِ پاکستان سے دھکا دوں گی۔۔۔ سالا میرا پیر توڑ رہا ہے۔۔۔ یہ میرا پیر اُتار کر لے گیا تو میں شبی کی شادی پہ ڈانس کیسے کروں گی ۔۔۔ ہائے امو۔۔۔ اس آدمی کو گولی مروادیں۔"

ڈاکٹر نے جلدی جلدی پٹی کی۔ ضروری ہدایتیں دیکر اپنا سامان سمیٹ کر نکل گیا۔ جاتے جاتے امل پہ ایک ڈری ہوئی نظر ڈالی۔ جو اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کو گھور رہی تھی۔

فاز نے اسکا پیر سرہانے کے اوپر رکھا۔ اور امل کو لٹانے لگا۔ جب امل نے اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر بھنویں اچکائی۔

" بڑے ہوشیار بن رہے ہو۔ کیا سمجھا ہے۔ میں تمہیں ایسے ہی جانے دوں گی۔"

فاز سنجیدگی سے بولا۔

"میں کون ہوں۔۔۔؟"

"تم گھمنڈی ہو۔ نک چڑھے ہو۔"

"میرا نام کیا ہے؟"

"تمہارا نام مغرور۔۔"

"تمہارا کیا لگتا ہوں جو میرے گلے میں یوں بانہیں ڈالی ہیں؟"

وہ شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے ادا سے بولی۔

"تم میرے وہ ہو۔۔۔"

فاز کا چہرہ سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتا جا رہا تھا۔

"وہ کون۔۔۔؟"

"وہ جس کے ساتھ قبول ہے قبول ہے قبول ہے کیا جاتا ہے۔"

"اس کو کہتے کیا ہیں؟"

امل نے فاز کے سینے میں چہرہ چھپایا اور بولی۔

"اُس کو کہتے جان کا وبال کہتے ہیں۔"

فاز نے امل کے بازو کھول کر خود کو آزاد کیا۔ اور اُسکے برابر گرنے کے سے انداز میں لیٹ گیا۔

"تم اپنے ہواس میں نہیں ہو۔۔۔اس لیے اتنا میٹھا بول رہی ہو۔۔۔ یہ ایسا بولتے ہوئے پیاری لگ رہی ہو۔"

امل نے فاز کی جانب کروٹ بدلی۔

اسکے سینے پہ چہرہ ٹکا کر اسکی شرٹ کے گریبان سے کھیلتے ہوئے بولی۔

"کتنی پیاری؟"

"اتنی پیاری کہ مجھے یقین نہیں آرہا کبھی اتنی پیاری بھی لگ سکتی ہو۔"

امل مزید قریب ہوئی۔

"اور اب؟"

"تم میری جان لینا چاہ رہی ہو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔"

فاز مسکرایا۔

"اب کیا تم سے پیار بھری باتیں سُننے کے لیے ہمیشہ بھنگ کا استعمال کرنا پڑے گا؟"

امل اپنی ناک فاز کے گال سے رگڑتے ہوئے ہنسی۔

"کیا ہم جھولے پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔؟"

"کتنے پکوڑے کھلا دیئے تمہیں اُس اُلو کے پٹھے نے؟"

"اُلو۔۔۔؟"

امل ہنستی چلی گئی۔

"سپیس شٹل گھوم رہی ہے۔۔۔ لگتا ہے۔۔ وہ گورا بابا پانی لے آیا ہے ۔۔۔ تم نے سیٹ بیلٹ کیوں نہیں باندھی؟ جلدی کرو۔۔۔"

بیڈ سے اُترنے کے چکر میں لڑکھڑا کر گرنے والی تھی۔جب فاز نے پکڑ لیا۔

"دیکھا۔۔۔ جھولا کتنا تیز چل رہا ہے۔۔۔میں گرنے لگی تھی۔۔۔اُف ۔۔ کیا سارے لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں؟لڑکیاں تو رشک سے دیکھ رہی ہونگی۔۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ جو کھڑی ہوں۔۔ تمہاری کرن تو جل کر راکھ ہو جائے گی۔۔۔ دیکھ لینا مجھے جلا کر بھسم کروانے کے لیے تعویذ کروائیں گی۔۔۔ اور میں تمہارے قریب رہ کر اسکو مزید جلانے والی ہوں ۔۔۔"

"امل۔۔۔ میرا نام کیا ہے؟"

امل نے شرارتی نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ایڑھیاں اُٹھا کر اپنا چہرہ فاز کے چہرے کے بہت قریب کرتے ہوئے۔۔۔ سرگوشی میں بولی۔

"فاز۔۔۔ فاز۔۔۔۔ فاز اورنگزیب۔۔۔ میرا آوارہ۔۔۔۔ بد چلن کزن ۔۔۔"

پھر دونوں ہاتھوں کو پیٹتے ہوئے بچوں کی طرح خوش ہو کر ہوئی۔

"وہی ہونا۔۔۔؟"

"تم بھی اوز ون لنڑ دیکھنے آئے ہو؟"

"ہاں۔۔۔؟"

وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے بے دھیانی میں کھڑا اسکو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہاری گرل فرینڈ بھی آئی ہے؟ آج کل کس کو ڈیٹ مار رہے ہو ---"

فاز لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔۔ شائد وہ کچھ دیر پہلے والی اپنی باتیں بھول گئی تھی۔۔

"امل کو۔۔۔"

"امل کونسی امل؟"

"میری امل۔۔۔ جو میرے پاس ہے۔"

"ایک بات بتاؤ۔"

"ہوں۔۔۔؟"

امل نے اسکا گریبان کھینچ کر اسکو قریب کیا اور رازداری سے پوچھتے ہوئے بولی۔

"جب اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پہ جاتے ہو۔۔۔ تو وہاں کیا ہوتا ہے۔۔۔؟"

فاز نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ کیونکہ امل کے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

فاز کو خاموش دیکھ کر اسرار کرتے ہوئے بولی۔

"بتاؤ بھی۔۔۔ مجھے جاننا ہے۔۔۔ کہ جب ایک لڑکا لڑکی ڈیٹ پہ جاتے ہیں۔ تو وہاں کیا کرتے ہیں؟"

"تمہیں کیوں جاننا ہے۔۔۔؟"

"بس جاننا ہے۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ ڈیٹ پہ کیا کرتے ہو؟"

"یہ جاننے کے لیے تمہیں میرے ساتھ ڈیٹ پہ جانا ہوگا۔"

"کیا پاکستانی بھی ڈیٹ پہ کس کرتے ہیں؟ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر مون لائٹ میں واک کرتے ہیں۔۔؟۔۔ایک دوسرے کی پلیٹ میں سے کھانا کھاتے ہیں؟"

"کس قدر پرائمری سکول والی ڈیٹ بیان کر رہی ہو۔۔۔پاکستانی اس معاملے میں بڑے ترقی یافتہ ہیں۔۔۔۔ سپیس شٹل بنائیں نہ بنائیں۔۔۔ڈیٹ پہ جائے بغیر بھی خلاؤں کی سیر کر آتے ہیں۔"

امل نے منہ لٹکایا۔۔۔

"بتاؤ نا۔۔۔ کس کرتے ہیں۔۔؟ اگر میں تمہارے ساتھ ڈیٹ پہ جاؤں ۔۔۔ کس کرو گے۔۔؟"

"ابھی کر دوں؟"

امل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ فوراً گردن کو زور زور سے اثبات میں ہلایا۔

"ہاں۔۔۔۔ کرو۔۔۔"

"تم بیٹھ جاؤ۔ تمہاری ہڈی چڑھی ہے۔اگر احتیاط نہ کی نقصان ہو گا۔ابھی تمہیں درد محسوس نہیں ہو رہا۔۔۔ بعد میں ہو گا۔"

"کیا فضول گوئی کر رہے ہو۔جو کہا ہے وہ کرو۔"

فاز ہنسا۔

وہ سامنے کیمرے میں دیکھ کر بولو۔

جو جو فاز نے کہا۔امل نے بخوشی دُہرا دیا۔

فاز مسلسل بے یقینی سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

اینڈ پہ کیمرہ بند کرنے سے پہلے بولا۔

"ایل فاز۔ اگر تمہاری سوفٹ ویئر میں سیونگ کا اپشن ہوتا۔ تو میں اس وقت تمہارے اس موڈ کو ڈیفالٹ سیٹینگ پر سیو کر لیتا۔ سارا جھول ہی ختم ہو جانا تھا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابھی تک اُس کی کال آئی نہیں ہے۔ کہیں اُس نے ارادہ نہ بدل لیا ہو؟" جہانگیر نے بھائی کو دیکھتے ہوئے پُوچھا۔ جس پر اورنگزیب صاحب نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اُس نے فیکٹری کی نئ مشین کے لیے کرنے والی پیمنٹ کی تفصیل دینے کے لیے کال کرنی ہی ہے۔"

ان کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی۔ کمرے میں سیمسنگ کی رنگ ٹون گونجنے لگی۔ اورنگزیب نے فون بھائی کی جانب بڑھایا۔ اپنی توجہ بھی اُسی جانب تھی۔

"ہیلو؟ السلام علیکم کیسے ہو؟"

"او۔۔ وعلیکم السلام میرے پیارے سُسر صاحب میں تو انتہا کی سردی میں ٹھٹھر رہا ہوں۔ آپ سُنائیں اپنی سر درد میرے حوالے کرنے کے بعد بڑا ہلکا پھلکا محسوس کر رہے ہوں گے۔"

جہانگیر آگے سے جواب میں خاموش رہے۔ تو وہ خود ہی بول پڑا۔

"لگتا ہے۔ چوہدری صاحب بڑے پریشان ہیں۔"

جہانگر بولے۔

"ہفتے سے زیادہ دن بیت گئے تمہیں گھر سے نکلے۔ فون تمہارا بند تھا۔ پریشان ہونا تو بنتا ہے۔"

"فون میں ساتھ لایا ہی نہیں تھا۔ دوسرا یہاں سگنل بھی نہیں آتے ہیں۔ اسلیے رابطہ کرنے میں اتنے دن لگ گئے۔"

"امل کیسی ہے؟ کیا اُس کو علم ہو گیا ہے کہ تمہارے اس عمل میں ہماری مرضی شامل ہے؟"

وہ ان کی بات پر ہنستے ہوئے بولا۔

"امل ٹھیک ہے۔ اور نہیں وہ اس بات سے واقف نہیں ہے۔ اسلیے زیادہ وقت مجھے دھمکیاں دے رہی ہوتی ہے کہ کیسے اُس کے والد صاحب میرا حشر خراب کریں گے۔ اُس کو لگتا ہے کہ میں نے آپ کو دھوکا دیا ہے اور ایسا سب جائیداد کے لالچ میں کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔"

جہانگیر بولے۔

"میں جانتا ہوں وہ کتنی بے باک ہو کر بولتی ہے، امل ڈرتی نہیں ہے، اسلیے مجھے فکر ہے۔ وہ نکاح کے لیے کیسے مانے گی۔"

فاز مزے سے بولا۔

"آپ اپنی امل کے بارے میں ایسا بول سکتے ہیں۔ میری والی کے لیے نہیں۔ کیونکہ وہ تو جنگلی جانوروں سے بہت ڈرتی ہے۔ اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی، ہمارا نکاح دو دن پُرانا ہو چکا ہے اور نکاح گن پوائنٹ پر ہر گز نہیں ہوا تھا۔ بڑی خوشی خوشی مان گئی تھی۔"

جہانگیر بولے تو آواز میں بے یقینی تھی۔

"ایسا کیسے ممکن ہوا؟"

فاز نے بتایا۔

"گھر جانے کے لالچ میں۔"

"تو کیا تم لوگ واپس آرہے ہو؟"

"نہیں ابھی نہیں۔ کم از کم ایک مہینہ اور امل آپ کی شکل نہیں دیکھ پائے گی۔"

اورنگزیب جو فون سے آتی آواز کو باآسانی سُن پا رہے تھے پوچھنے لگے۔

"اگر نکاح ہو چکا ہے، تو اب گھر آ بھی جاؤ تو کیا نقصان ہے۔"

"پیارے ابا جان نقصان تو نکاح سر پر کر لینے میں بھی کوئی نہیں تھا۔ مگر میں چاہتا ہوں۔ کہ ہم دونوں کچھ دن گھر کے ماحول سے دور رہیں۔ جہاں اُسکا اکلوتا واقف کار صرف میں ہوں۔ ہمارا تعلق بہت عجیب و غریب حالات میں بنا ہے۔ اب اگر اس کو قائم رکھنے کی کوئی کوشش کرنی ہے۔ تو امل کو بہت سارا وقت چاہیے حقیقت کو قبول کرنے میں۔ اور اگر ابھی ہم واپس آ گئے۔ وہ سب کے سامنے شیر ہو کر میری اینٹ سے اینٹ بجا دے گی۔ اس وقت تو وہ مجبوری میں ہی صحیح مگر مکمل طور پر مُجھ پہ انحصار کر رہی ہے۔ ننانوے فیصد وہ مجھے صرف غصے میں مخاطب کرتی ہے، مگر بات تو کرتی ہے۔ آپ بس میری غیر موجودگی میں فیکٹری کا خیال کرنا، کہیں یہ نہ ہو، آپ کی مدد کرنے کے چکر میں میرا دیوالیہ نہ ہو جائے۔"

"دیکھو فاز امل کا خیال کرنا پلیز۔۔۔"

چچا کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"فکر ہی نہ کریں بادشو۔ انشاءاللہ پھر رابطہ کروں گا۔ ابھی اجازت دیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امل نے چلتی جیپ کی کھڑکی کے شیشے کے ساتھ چہرہ ٹکایا ہوا تھا۔ آج اس کے پیر میں درد کم تھا۔ ایک تو پلاسٹر لگنے کی وجہ سے اور دوسرا ناشتے کے بعد فاز نے اس کو درد کی دو موٹی موٹی گولیاں دی تھیں۔ مگر طبیعت پر چھائی ساری خوشگواریت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ واپس گھر جا رہے تھے۔ فاز نے گاڑی کرائے پر لی تھی۔ جسے اس وقت اس کا مالک ہی چلا رہا تھا۔ ہوٹل چھوڑے بہت وقت بیت گیا۔ امل کو راستوں کا کچھ اندازہ نہیں تھا۔ نہ ہی راستے میں کوئی پلیٹ وغیرہ نظر آئی تھی۔ جسے پڑھ کر کچھ پتا چلتا کہ وہ کس شہر یا قصبے سے گزر رہے تھے۔ کبھی کبھار کوئی چھوٹے موٹے گاؤں نظر آ جاتے ورنہ تو پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ اور گاڑی چڑھائی پر چڑھتی چلی جا رہی تھی۔ امل کو یہ خیال ضرور آیا تھا۔ کہ ہم میدانی علاقے کو جا رہے ہیں۔ تو چڑھائی کی جانب جانے کی بجائے اس کی اُلٹ جانا چاہیے تھا۔ مگر نہ جانے کیوں اُس نے فاز سے پوچھا نہیں۔ جس کا پچھتاوا منزل پر پہنچتے ہی ہو گیا۔ کیونکہ جہاں پر گاڑی والے نے اُن کو یہ کہہ کر اُتارا کہ بھائی آپ کی مطلوبہ منزل آ گئی ہے۔ اس سے آگے میں نہیں جا سکتا ہوں۔ وہاں اندھیرے کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر فاز نے جیب سے رقم نکال کر ڈرائیور کی مزدوری ادا کی اور نیچے اُتر کر امل کی جانب کا دروازہ کھول کر اس کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ یہاں بھی امل یہ سمجھی کہ شائد آگے کے سفر کے لیے علیحدہ سواری لینا ہو گی۔ فاز نے ڈیکی سے بیگ نکالا ساتھ ہی گاڑی والا واپس مڑ گیا۔ اتنی سی دیر میں ہی امل کے دانت آپس میں بجنے کو تیار ہو گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ ہر سمت سے برفانی ہواؤں کی زد میں کھڑی ہو۔ پانی کے بہنے کا شور بھی صاف سُنائی دے رہا

تھا۔ جیسے منہ زور لہریں پتھروں کے ساتھ سر پٹختی ہوئی گزر رہی ہوں۔ مگر اندھیرے میں نظر کچھ نہیں آ رہا تھا۔

فاز نے بیگ کی جیب میں سے ٹارچ برآمد کی اور اُس کو جلاتے ہوئے امل کے قریب آیا۔

ایک ہاتھ میں ٹارچ دوسرا امل کی جانب بڑھایا۔

"تمہیں تھوڑا سا چل کر جانا ہوگا۔ کیونکہ آگے گاڑی نہیں جا سکتی ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ لو اور آہستہ آہستہ چلنے کی کوشش کرو۔"

امل نے اپنا سکارف اچھے سے لپیٹ کر سردی کو کنڑول کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"م مگر میرا تو پیر پر بالکل وزن نہیں پڑ رہا ہے۔ چلنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

فاز نے ارد گرد نظر ڈالتے ہوئے کہا

ہاں مگر کوشش تو کرنی ہوگی نا۔ اب ساری رات یہاں کھڑے رہ کر کسی جانور کی خوراک تو نہیں بننا ہے۔""""

امل کو سردی وردی سب بھول گئی۔

کیا مطلب ہے؟ کیا یہاں پر بھی جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے؟""""

"تو کیا تمہیں ارد گرد کوئی انسان نظر آ رہا ہے؟"

"تم مجھے کہاں کہاں پر خوار کرتے پھر رہے ہو۔ اپنا شہر چھوڑ کر اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

غصے سے فاز کا ہاتھ پکڑا اور لنگڑاتے ہوئے پہلا قدم اُٹھایا۔ پھر دوسرا پھر تیسرا۔

فاز نے راستے پر روشنی ڈالی۔ دو قدم اور آگے ہوئے تو سامنے ایک پُل نظر آیا۔ اور بہتے پانی کی آواز مزید تیز ہو کر آنے لگی۔ جیسے کئی جھرنے ایک ساتھ بہہ رہے ہوں۔

"کیا ہمیں پُل پر سے گزرنا ہے؟"

"ہاں۔۔"

مگر یہ تو بہت پتلا سا پُل لگ رہا ہے۔"

"ہاں لکڑی اور رسیوں کا بنا ہوا ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی آدمی چل سکتا ہے۔"

فاز اس پُل کے نیچے کیا ہے؟""

اس کے خوفزدہ سے انداز پر غور کئے بغیر فاز تپ کر بولا۔

ظاہر ہے دریا ہے۔ اور کیا ہونا ہے۔ اب جلدی کرو گی؟""

"ہم لوگ دریا کے اوپر سے گزرنے لگے ہیں؟"

ایک تو پچھلی رات کو اُس نے ہرن کو حلال کرنے کی خوشی میں ہوٹل کے سٹاف کے ساتھ پارٹی منائی جس کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکا۔ اور آدھے سے زیادہ دن سفر میں گزرنے کے بعد اس وقت سردی میں ٹھٹھرنے کی بجائے فقط گرما گرم کھانے اور گرم بستر کی طلب ہو رہی تھی۔

"نہیں دریا میں کودنے لگے ہیں۔ ایک احسان کر سکتی ہو۔ زبان بعد میں چلا لینا؟ ابھی صرف قدم اُٹھالو۔"

فاز چند سیکنڈز میں ہی اُس سے اتنا دور ہو گیا۔ امل نے اس کو پیچھے سے آواز دی۔

"فاز میں نہیں کر سکتی ہوں۔ میں واپس جاؤں گی۔"

بڑے تحمل سے پوچھا گیا۔

"واپس کہاں ہٹ پہ؟"

"ہٹ پر کیوں ہوٹل میں کیوں نہیں؟"

"اوہ۔۔؟ہوٹل جانے کے لیے سواری چاہیے۔پیسے چاہیے۔اور اس وقت ہمارے پاس یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں۔"

"یہاں گاڑیوں کا کوئی تو سٹینڈ ہو گا۔آخر یہاں پر رہنے والے لوگ سفر تو کرتے ہوں گے نا۔پیسے اور تمہارے پاس نہ ہوں۔کتنا جھوٹ بولو گے؟"

"سوائے پانی اور اندھیرے کے یہاں اس وقت کوئی نظر آرہا ہے؟"

"تم مجھے ڈرا نہیں سکتے ہو۔"

"مزید اونچی آواز کرو۔مجھے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ جنگلی جانوروں کو تم ویسے ہی بہت جلد اپنی جانب متوجہ کرتی ہو۔"

امل کا تپا ہوا جواب تھا۔

"ہاں جیسے تمہیں کیا تھا۔"

"سیانی ہوتی جارہی ہو۔"

"زہر سے بُری کوئی چیز ہوتی ہے۔تو تم مجھے اُس سے بھی بُرے لگتے ہو۔ نہ جانے وہ مبارک گھڑی کب آئے گی جب میری تم سے جان چھوٹے گی۔"

"کیا مطلب کب آئے گی۔حل تمہارے سامنے ہے۔دریا میں کود جاؤ۔ ابھی کے ابھی مجھ سے جان چھڑوا کر آزاد ہو جاؤ گی۔"

"مجھے مرنے کے مشورے دینے والا خود ہی مر جائے۔"

دوسرے سرے سے جواب آیا۔"

"اتنا تمہاری دعاؤں میں اثر ہوتا تو تم اس وقت یہاں نہ ہوتی۔"

امل کچھ نہ بولی۔

کانپتی ٹانگوں کے ساتھ رسیوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے اُس نے پہلا قدم اُٹھایا۔ تو جیسے زلزلہ ہی آگیا۔ کیونکہ ایک ٹانگ پر تو وزن پڑ نہیں رہا تھا۔ جس پیر پر کھڑی تھی۔ اُسی پر جمپ کر کر کے آگے بڑھنا تھا۔ پہلے جمپ پر ہی سارا پُل جھٹکے کھا کر ہلنے لگا۔ امل نے فاز کی جانوروں والی بات کو اگر دماغ میں نہ بٹھا لیا ہوتا تو اس وقت فلک شگاف چیخ مارتی۔ رسیوں پر گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے وہیں رُک کر پُل کو ہلنے سے تھمنے کا انتظار کرنے لگی۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ سفر جتنا بھی مشکل تھا۔ مگر اب وہ گھر جا رہی تھی۔ ماں سے ملنے کے خیال سے جسم میں ایک دفعہ پھر توانائی کی نئی لہر بھرتی محسوس ہوئی۔

اُس کو دوبارہ جمپ مارنے کا موقع دیئے بغیر فاز کندھے پر پڑا بیگ دوسرے کنارے پر رکھنے کے بعد تیزی سے واپس امل کی جانب آیا۔

"جس طرح تم نے چھلانگ ماری ہے۔ امل مجھے ڈر ہے تم پُل کی پُرانی لکڑی توڑ کر پانی میں گرو گی۔ اور نہ ہی یوں پانی کے اوپر اتنی دیر کھڑے رہنا عقل مندی ہے۔ نہ جانے کتنے سال پُرانا پُل ہے۔ چلو میرے کندھے پر وزن ڈالو میں اُٹھا لیتا ہوں۔"

بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ اُس نے فاز کی بات مان لی۔ فاز اُس کے آنسو نہ دیکھ سکا مگر اُس کے اتنی جلدی بات مان جانے پر حیران ضرور ہوا تھا۔

امل کو کمر پر سوار کر کے وہ متوازی قدم اُٹھاتا آہستہ آہستہ پُل پار کرنے لگا۔ دوسری طرف امل کو پُل سے اونچا ہونے کی وجہ سے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔

کہ کسی بھی پل نیچے اندھیرے میں گر جائے گی۔ جس کی وجہ سے اس کی فاز پر گرفت آہنی تھی۔

وہ پُل پار کرنے کے بعد امل کو نیچے اُتارتے ہوئے گہری سانس بھر کر بولا۔

"تمہاری جو بھی مدد کرے گا جان سے جائے گا۔ اتنا نہیں سوچ رہی کہ مجھے اُٹھا کر چل رہا ہے۔ اس کے لیے آسانی کروں۔ بلکہ اُلٹا گلے کو دبائے جاتی ہو۔"

امل اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔

دریا کے کنارے درخت تھے۔ اور ان کے پیچھے سے ٹھنڈی اور نرم سی چاند کی روشنی چھن کر آ رہی تھی۔

امل نے پریشانی سے پوچھا۔

"یہاں تو کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی ہے؟ اب کہاں جانا ہے۔ یہ سفر کیوں اتنا مشکل ثابت ہو رہا ہے۔ میرے پاؤں میں پھر سے درد شروع ہو رہا ہے۔ کیا ہم بائے ائیر گھر نہیں جا سکتے ہیں؟ کیا یہاں سے جہاز نہیں جاتے ہیں؟ جو خرچہ لگے گا تم واپس جا کر مجھ سے لے لینا۔"

فاز نے منہ پھیر کر اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ یونہی تکلف ہی کیا تھا۔ وہ ویسے بھی کونسا امل کو نظر آنی تھی۔

""قریب ترین ائرپورٹ سکردو میں ہے۔ جو ہم سے کوئی آٹھ نو گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے۔

امل کا منہ کھل گیا۔

"ہم ہیں کہاں پر؟"

"ہم بہت دور ہیں۔۔"

"پھر بھی کتنے دور ہیں؟"

"ایک دوسرے سے؟"

"نہیں فاز اور نگزیب اپنے گھر سے لاہور سے کتنی دور ہیں؟"

"یہی کوئی دو ایک دن کی دوری پر ہوں گے۔"

امل کا دماغ جیسے ماؤف ہو رہا تھا۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں فاز؟"

"ہم یہاں کھڑے ہو کر سردی لگوا رہے ہیں۔ وقت برباد کر رہے ہیں۔ اب اگر ایسا پیار محبت کی باتوں کے لیے ہوتا تو پھر بھی میں سہ جاتا۔ مگر تم تو انکوائری کر رہی ہو۔ جس کے لیے یہ وقت انتہائی موزوں نہیں ہے۔"

ایک تو اتنے لمبے سفر کی تھکاوٹ پھر سردی اور بھوک۔ اوپر سے اندھیری رات کا خوفناک سفر۔ آگے یہ بھی خبر نہیں کہ مزید اور کتنا وقت اسی طرح کھجل ہونا ہے۔ امل کی آواز بھرا گئی۔

"مجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے؟ میں گھر جانا چاہتی ہوں۔۔ اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر سونا چاہتی ہوں۔۔۔ مجھے یہاں نہیں رہنا ہے۔"

اس کو روتا محسوس کر کے فاز اُس کے قریب آیا۔

وہ ایک ہاتھ سے پتھروں کی چھوٹی سی دیوار تھامے کھڑی تھی۔

فاز نے اس کے گرد بانہیں ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

وہ واقعی تھک گئی تھی۔۔ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔۔۔ فاز کے دل کو کچھ ہوا۔ یہ لڑکی اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ مگر اس وقت بالکل ہمت ہار رہی تھی۔

اس نے کچھ کہے بغیر امل کو رونے دیا۔

وہ اپنے بازو پہلو میں گرائے فاز کے کندے سے لگی اونچی آواز میں روتی رہی۔ جیسے ہی آنسوؤں میں کمی ہوئی۔ غصہ اُبھرنے لگا۔

اس نے ہاتھ اُٹھا کر فاز کو واپس جپھی ڈالنے کی بجائے دونوں ہاتھوں میں اس کے سر کے بال پکڑ لیے۔

گرفت اتنی مضبوط تھی کہ فاز کے منہ سے احتجاجاً چیخ بر آمد ہوئی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟ میں تمہیں تسلی دینے کے لیے گلے لگا رہا ہوں۔ جواب میں تم میرے بال کھینچنے لگ گئی ہو۔"

"مجھے تسلی دے رہے ہو؟ پہلے یہ تو یاد کروادوں۔ میں یہاں ہوں کس کی وجہ سے؟ کتے انسان تم نے مجھے گھر جانے کا جھانسہ دیکر اس آبادی سے نکالا ہے۔ کیونکہ اگر پہلے علم ہو جاتا۔ میں شور مچا کر کسی سے مدد مانگ لیتی۔"

"یہ شوق تم اب بھی پُورا کر سکتی ہو۔ شور مچاؤ گا نے گاؤ جو دل آئے کرو ۔مگر سب سے پہلے میرے بال چھوڑدو۔"

امل نے ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ دیے۔

"فاز صاب؟"

اجنبی آواز پر وہ دونوں پلٹے۔

فاز امل سے دور ہٹ کر مخاطب شخص کی جانب بڑھا جس نے ہاتھ میں مٹی کے تیل سے جلنے والی لالٹین اُٹھا رکھی تھی۔ سر پہ اونی ٹوپی تھی۔اور بدن کے گرد اون کی میلی سی چادر لپٹی تھی۔

فاز نے مصافحہ میں پہل کرتے ہوئے بتایا۔

"جی۔۔جی السلام علیکم۔۔میں فاز ہی ہوں۔آپ یقیناً ندیم ہیں۔"

"وعلیکم السلام ہاں میں ندیم۔۔ پچھلے ہفتے مجھے میرا بھائی کا پیغام ملا تا کر آپ لوگ ہمارے پاس چھٹیاں گزارنے آرہے ہو۔ آپ کی رہائش وغیرہ کا ساب انتظامات ہے۔ آپ نے آنے میں اتنی دیر کیوں کر دی ہے۔ اس واقات تو اس طرف کوئی ساواری نہیں آتا جاتا ہے۔ آپ لوگ خوش قسمات ہے۔ جو صحیح سلامات سے پہنچ گیا ہے۔ چلو اب گھر چلو۔ یہاں رکنا ٹیک ناہی۔"

امل جو اس کی پہلی معلومات پر ردِ عمل دکھانے جارہی تھی۔ اُس کے ارد گرد دیکھ کر آخری لائن بولنے پر ڈر گئی۔

دیوار کا سہارا چھوڑ کر آگے کو قدم اُٹھایا۔

مگر اُسے نہیں لگتا تھا کہ ایک ٹانگ پر چل کر کہیں بھی جا سکے گی۔

فاز نے اپنے بیگ ندیم کو تھماتے ہوئے مطلاع کیا۔

"یارا گر تم یہ پکڑ لو۔ اصل میں تمہاری بھابھی کے پیر میں موچ آگئی تھی۔ ان کو چلنے میں مدد درکار ہے۔"

"اوہ اگر ایسا ہے۔ تو آپ لوگ ادھر رکو میں گھوڑا لیکر آتا ہوں۔ اُس پر ساوار ہو کر چلی جاوے گی۔"

"نہیں نہیں تمہارے آنے جانے میں مزید دیر ہو جائے گی۔ میں اس کو کمر پہ اُٹھالیتا ہوں۔"

"یہ تو بڑا جوان عورت ہے۔ آپ اس کو کیسا اُٹھائیں گے۔"

"بس یار ہم نے بھی بچپن میں مکھن لسی شائد اسی دن کے لیے کھائی تھی۔ کہ ایک دن اس جوان عورت کو اُٹھا کر پھرنا پڑے گا۔"

امل نے ایک پیر پر اُچھل کر آگے فاصلہ کم کیا۔ اور ندیم کے ہاتھ میں پکڑا موٹا سا بانس کا ڈنڈا پکڑ لیا۔

امل کی گرفت محسوس کرتے ہی ندیم نے ڈنڈا چھوڑ دیا۔
امل بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔
"مجھے ہاتھ مت لگانا۔ ورنہ اگلے پل نیچے پانی میں غوطے کھا رہے ہو گے"
"ندیم بھائی کس طرف چلنا ہے؟"
"او میرا بہن ہم کو بھائی بولا۔۔ آؤ میرا بہن ہم تم کو راستہ دکھاتا ہے۔ آجاؤ میرے پیچھے چلتا آؤ۔۔"
آناً فاناً ندیم نے بیگ کندھے پر ڈالا اور آگے آگے چل پڑا۔
امل کے لیے ڈنڈے کی مدد سے چلنا بہت دشوار ثابت ہوا۔۔ پہلا قدم اُٹھاتے ہی یوں محسوس ہوا سیدھی منہ کے بل ہلکی ہلکی برف کی تہہ میں چھپے راستے پر گرے گی مگر فاز نے عین وقت پر پیچھے سے تھام لیا۔
"غصے میں دوسرا پیر بھی نہ تڑوا بیٹھنا۔"
امل کو اُس پل فاز سے اس قدر نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے جواب دینے میں انرجی ضائع نہ کی۔۔ بلکہ دوسرا قدم اُٹھایا ۔۔ اس دفعہ پہلے سے کم لڑکھڑائی۔
مگر جیسے ہی وہ لوگ پہاڑی کے اینڈ پر پہنچے نیچے گھروں کی بتیاں نظر آنے لگی۔
امل کو نئی فکر نے گھیر لیا کہ اب ڈھلان کیسے اُترے گی۔ یہاں تک تو جیسے تیسے ہانپتی ہوئی پہنچ ہی گئی تھی۔ اور اس سے دوگنا راستہ ابھی باقی تھا۔
"بہن تم ادھر رکو ہم گدھا لے آتا ہے۔ اگر تم کو گھوڑے سے ڈر لگتا ہے۔ تو گدھے پہ بیٹھ جانا۔"

فاز نے امل کو جواب دینے کا موقع دیئے بغیر اس کو بازوؤں میں اُٹھالیا۔
"ندیم تم آگے روشنی لیکر چلتے جاؤ۔۔۔تاکہ مجھے راستہ دکھتا رہے۔۔"
امل دانت پیستے ہوئے خاموش رہی۔اُس کا اس وقت بولنے کا بالکل من نہیں چاہ رہا تھا۔
ندیم نے امل کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر جانے والے ڈنڈے کو پکڑا اور لالٹین اونچی رکھ کر آگے آگے چل پڑا۔
اگلے سات منٹ میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے تھے۔
اندھیرے میں وہاں کا ماحول کچھ واضع نہ تھا۔
ندیم نے ان کو ایک کمرے میں پہنچایا۔ جس کی دیواریں پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ کمرے کے درمیان میں بنا مٹی کا چولہا اس وقت سُرخ دہکتے کوئلوں سے بھرا ہوا تھا۔ چولہے کے عین اوپر کمرے کی چھت میں سوراخ تھا۔ جہاں سے دُھواں باہر جا رہا تھا۔
کمرہ کافی کھلا تھا۔ ایک طرف فرش پہ ہی بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک طرف گاؤ تکیے پڑے تھے۔ اور ایک کونے کو سٹور روم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ کیونکہ وہاں کچھ صندوق وغیرہ پڑے تھے۔
امل کا دل ڈوب ڈوب گیا۔ سردی۔ اندھیرا۔ اجنبی چہرے۔ اجنبی ماحول۔ماں کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آنے کی دیر تھی۔ آنکھ بھر آئی۔
سختی سے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے اُس نے آنسو روکنے کی کوشش کی۔
ندیم ان کا بیگ رکھ کر مڑا ہی تھا۔ جب اس کی بیوی ان کے استقبال کو آگئی۔
" السلام علیکم خوشِ آمدید۔"

جواب ایک دفعہ پھر فاز نے ہی دیا۔

"وعلیکم السلام۔۔آپ کیسی ہیں؟"

"میں ٹیک۔۔آپ کیسا ہے؟ یہ آپ کا گھر والی ہے؟"

"ہاں جی۔۔"

ندیم جلدی سے بولا۔

"یہ گل افشاں ہے۔میرا بیوی۔"

امل نے بھرائی ہوئی آنکھوں سے گل افشاں کے گلابی گال دیکھتے ہوئے سر کے اشارے سے سلام کیا۔"

"تم تھک گیا ہوگا۔۔یہاں باہر دروازے سے توڑا دور لیٹرین ہے۔اگر ضرورت ہو۔ویسے میں نے یہ کونے میں پڑے مٹکے میں صاف پانی رکھ دیا ہے۔منہ ہاتھ یہیں دھولینا۔میں نے کھانا بنایا ہے۔آپ بیٹو میں لیکر آتی ہے۔"

اُن دونوں کو اکیلا چھوڑ کر ندیم اور گل افشاں وہاں سے چلے گئے۔

فاز بھی باہر نکل گیا۔

امل لنگڑا کر چلتی بستر کے اینڈ پہ پہنچی اور بیٹھ کر جوتے اُتارنے لگی۔باہر کی سردی کے مقابلے میں کمرے میں اچھی خاصی گرماہٹ ہورہی تھی۔جس کے پیش نظر امل نے اپنی جیکٹ اُتاری اور اونی سکارف بھی سائیڈ پر ڈال کر بستر پہ ڈھے سی گئی۔

گل افشاں کھانا لیکر آئی۔تو امل کو مروت کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

مگر جیسے ہی وہ واپس گئی۔امل نے کھانا ڈھانپ دیا اور کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔جسمانی تھکن کی بجائے جذباتی تھکن زیادہ تھی۔

فاز جان بوجھ کر دیر سے واپس آیا۔ امل کو سر تک کمبل اوڑھے دیکھ کر ایک طرح سے سکون کا سانس لیا۔ کھانا کھانے کے دوران چور نظروں سے اُس کو دیکھتا بھی رہا کہ شائد اب اُٹھ کر لڑتی ہے۔ مگر ایسا شائد آیا نہیں۔

فاز سے رہا نہ گیا۔

جب اگلے تین گھنٹے امل اُسی کروٹ لیٹی رہی تو فاز نے اُس کے سر سے کمبل کھینچ لیا۔

امل نے آنکھیں میچ لیں۔

فاز انتظار کرتا رہا کچھ کہے گی۔ مگر جب اُس نے کوئی ردِ عمل نہیں دکھایا۔ تو وہ خود ہی بول پڑا۔

غصہ مجھ پر ہے۔ کھانے سے کیوں ضد باندھ رہی ہو؟""""

جب جواب میں خاموشی ہی ملی تو فاز نے اس کا کندھا ہلایا۔

"اوہیلو۔۔۔ میں جانتا ہوں۔ تم جاگ رہی ہو۔ اُٹھ کر بیٹھو۔"

"تمہاری جان کو کسی حال میں سکون نہیں ہے نا؟"

"اگر میں بولوں پھر بھی تمہیں مسئلہ میں خاموش رہوں پھر بھی تمہیں مسئلہ تم چاہتے کیا ہو؟"

فاز نے معصومیت کے اگلے پچھلے رکارڈ توڑے۔

"کھانا کھالو۔"

"تم نے کھالیا نا۔ اتنا ہی بہت ہے۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"کب تک؟"

"کیا کب تک؟"

"یہ کھانے سے ضد کب تک رہنی ہے؟"

"جب تک میں تمہارا خون نہیں پی لوں گی۔"

"وہ تو ابھی بھی پی ہی رہی ہو۔"

امل نے اُس کو گھورا۔

"جب میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتی ہوں۔ تو تم میرے منہ کیوں لگ رہے ہو؟"

"کیونکہ مجھے تمہارے منہ لگنے کی عادت سی ہوتی جارہی ہے۔ تم خاموش ہوتی ہو تو میرے اندر بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔ جب سے ہمارا نکاح ہوا ہے۔ سکون مجھے راس نہیں آرہا۔"

میں یہاں سے اٹھ کر کہیں اور جا بھی نہیں سکتی ہوں۔ مجھے نیند آئی ہے۔ لہذا سونے دو۔""

"مگر تمہارے پیٹ سے اُٹھنے والی گڑول گڑول کی آوازیں مجھے نہیں سونے دے رہی ہیں نا۔۔ اسلیے کھانا کھا کر لیٹو۔۔"

مجھے تم سے اتنی نفرت محسوس ہو رہی ہے۔ کہ اظہار کے لیے الفاظ کم پڑ جائیں۔""

وہ شادابی سے مسکراتے ہوئے امل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو میں کون سا تمہارے عشق میں شہید ہونے والا ہوں۔"

فاز نے چاول آگ کے پاس ہی رکھے ہوئے تھے تاکہ گرم رہیں۔ چاولوں کے اندر گوشت ڈالا گیا ہوا تھا۔ ساتھ میں کچی خوبانی کی چٹنی تھی۔

پنجاب کے روائتی تیز مسالے والے کھانوں سے ہٹ کر سواد تھا۔ مرچیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اس کے باوجود امل کو ذائقہ پسند آیا تھا۔ آدھی چٹنی تو وہ ویسے ہی کھا گئی۔

فاز سر کے نیچے بازو کا تکیہ بنا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھے لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کا ہوائیں مہلک پیر مسلسل ہل رہا تھا۔

امل نے اس کا جائزہ لیا اور کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"تمہارا اپنا دل بھی گھر سے دور نہیں لگ رہا نا؟"

فاز کا پیر ہلنا بند ہو گیا۔ امل کی جانب کروٹ بدل کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"میرے پہ بڑا غور کر رہی ہو؟ خیر تو ہے؟"

جب تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے تو ہم گھر کیوں نہیں گئے؟ یہاں کیا کر رہے ہیں؟""

"آخر گھر ہی جانا ہے۔ چار دن گھوم لو۔ پاکستان کا حُسن دیکھ لو۔ صبح جب تم یہاں کی خوبصورتی دیکھو گی۔ خود میرا شکریہ ادا کرو گی کہ میں تمہیں یہاں لیکر آیا ہوں۔"

"مجھے اگر تائی امی کا خیال نہ ہوتا۔۔ تو میں تمہیں جھولیاں اُٹھا اُٹھا کر بد عائیں دوں۔۔"

"تائی امی کا بہانہ چھوڑو۔۔ بلکہ یہ کہو۔۔ کہ فاز اورنگزیب تمہیں بد عا اس لیے نہیں دے سکتی ہوں۔ کیونکہ میں تمہاری ذات سے منسلک ہوں۔ اگر فاز کو کچھ ہو گا۔ تو امل کا شمار بھی تو اسکے متاثرین میں ہو گا۔"

"تم کس قدر خوش فہم انسان ہو۔"

وہ یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھی۔ لال ٹین کی مدھم روشنی میں سمٹے کمرے کا جائزہ لیا۔

چولہے میں آگ مدھم پڑ رہی تھی۔

فاز چھت میں موجود سوراخ سے باہر آسمان کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب امل کو اس سے کہنا پڑا۔

"مجھے واش روم جانا ہے۔"

فاز نے نظر پھیرے بغیر مزے سے کہا۔

"یہ باہر چار دروازے چھوڑ کر آگے واش روم ہی ہے۔ چلی جاؤ۔"

امل اپنی جگہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

فاز نے گردن موڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"جاؤ۔۔"

امل نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں اکیلی باہر جاؤں گی؟"

"ہاں تو تم کون سا کسی چیز سے ڈرتی ہو۔ جاؤ شاباش۔۔"

امل کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔

"کیا تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

فاز نے سینے پہ انگلی کا اشارہ کیا۔

میری مدد چاہیے ہے؟ تو پیار سے بولو۔""""

امل تپ کر بولی۔

"لفنگے آدمی اُٹھ کر میرے ساتھ باہر چلو ورنہ وہ جو پانی کا بھرا مٹکا پڑا ہوا ہے ناسارا تمہارے بستر پہ انڈیل دوں گی۔ بڑا آیا پیار سے بولو۔"

فاز ہنستے ہوئے اُٹھا۔

"ویسے تمہارے لیے ہی عطااللہ نے گایا ہے

پیار نال نہ سہی غصے نال ویکھ لیا کر

بیمار اں نوں شفا مل جاندی اے"

امل نے کچھ کہنے کی بجائے اگلا حکم صادر کیا۔

"بیگ میں سے اپنی چپل نکال دو گے۔۔ مجھے وہ پہن کر چلنے میں آسانی رہے گی۔"

فاز نے اُس کے پیر کو ایک نظر دیکھا۔

اور بیگ کی بیرونی جیب کھول کر شاپر میں رکھی اپنی لیدر کی چپل نکال کر فرش پہ رکھ دی۔

خود اپنے بند جوتے پہن کر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

امل نے بستر سے اپنا سکارف اُٹھا کر گردن میں ڈالا دیوار کے سہارے جوتا پہنا اور پھر دیوار کے سہارے چلتی ہوئی دروازے تک آئی۔

ٹھنڈی ہوا جسم کو چیرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

باہر گھپ اندھیرا تھا۔ پتھروں پر بارش کی بوندیں گرنے کی آواز کے ساتھ ساتھ ہوا کا شور تھا۔

فاز نے اندر سے لالٹین لی۔

اور امل کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا۔

جسے امل نے بغیر کسی احتجاج کے تھام لیا۔

جس پر فاز کے لب مسکرائے مگر امل کی نظر نہیں پڑی۔
واش روم کے دروازے پہ لال ٹین امل کے حوالے کر دی۔
"جاؤ۔"
"تم یہیں رُکو گے نا؟"
امل نے خوفزدہ نظروں سے گرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا جس پر فاز نے ہاں کر دی۔
"یہیں ہوں۔"
"قسم کھاؤ۔"
امل کی بات پر فاز کی ہنسی نکل گئی۔
جس پر امل نے گھور کر ناگواری سے پوچھا۔
"دانت کیوں نکال رہے ہو؟"
"تو کیا کروں؟ اپنی فرمائش پر بھی تو غور کرو۔ سوچ کر ہی مزاحقہ خیز لگتا ہے، امل فاز کو کہہ رہی ہے۔ میری قسم کھاؤ ہاہاہا۔"
امل منہ میں بڑبڑائی۔
"مرجانا کمینہ۔"
جس پر فاز اور زور سے ہنسا۔ جبکہ امل جن قدموں سے اندر گئی تھی۔ ویسے ہی واپس آ گئی۔ چہرے کا رنگ اتنے میں ہی اُڑتا نظر آرہا تھا۔ فاز اس کو دیکھتے ہی سمجھ گیا۔ اسلیے امل کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑا۔
"خبردار جو تم نے مجھے وہ مینڈک ہٹانے کا آرڈر دیا۔"
امل اس بیوفائی پر بے یقینی سے بولی۔

"تو تم جانتے تھے وہ اندر موجود ہے؟ پھر بھی مجھے مرنے کے لئے اندر بھیج دیا۔"

فاز نے امل کو ایسے دیکھا جیسے پورا یقین ہو کہ یہ لڑکی ہو نہ ہو پاگل ہے۔
اس کی آنکھوں میں درج تحریر پڑھ کر امل نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا سائز دیکھا ہے؟"

فاز نے جتایا۔

"کیا تم سے بڑا ہے؟"

امل نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا۔ فاز نے سر ملامت میں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم واقعی زمینداروں کے گھر کی پیداوار ہو؟ مینڈک سے کون ڈرتا ہے؟"

امل نے فوری بدلا لیا۔

"تم جیسا پشو جانور نہیں ڈرتا ہو گا۔ میرے جیسے نارمل لوگ ڈرتے ہی ہیں۔"

فاز نے نین مٹکائے۔

"اچھا تو ایسا ہے۔ تو پھر لے آؤ اپنے جیسا کوئی نارمل جو اس وقت اس سردی میں تمہاری خاطر دو کلو کا مینڈک اُٹھا کر تمہاری مدد کرے، یہ پشو تھکا ہوا ہے۔ سونا چاہتا ہے، لہذا شب بخیر۔"

فاز نے واپسی میں قدم اُٹھائے، امل تیزی سے بولی۔

" تمہیں تائی امی کی قسم لگے جو تم اندر جاؤ۔" فاز نے اکتائے ہوئے تاثرات کے ساتھ مڑ کر امل کو گھورا۔

"انسانوں کی طرح اندر چلی جاؤ۔۔" فاز کی دھمکی پر وہ رونی سی شکل بنا کر بولی۔

"پلیز بھ۔۔۔ا۔۔۔"

اتنا بول کر ہی اپنی غلطی کا اندازہ ہوتے ہی امل نے اپنا سیدھا ہاتھ منہ پہ رکھ کر خود کو آگے بولنے سے روکا۔ فاز نے ماتھا پیٹا۔

"آج سمجھ آئی ہے، سالا اور کر وکزنوں سے شادی۔۔۔ کرے کرائے پر پانی پھیرنے لگی تھی۔"

"تو تم میری مدد کر دیتے نا۔۔ کیوں میرا صبر آزمارہے ہو۔"

"اچھا اب شادی کے بعد تمہارے منہ سے میرے لیے ایسا لفظ نکل رہا ہے، پہلے تو کبھی بھولے سے بھی میرے گناہگار کانوں نے نہ سُنا کہ بیگم صاحبہ نے میرے لئے بھائی کا لفظ کیا ہو۔ پہلے تو منہ پھاڑ پھاڑ کر فاز فاز بولا جاتا تھا۔"

امل نے وہیں صفائی دینا مناسب سمجھا۔

"ایک منٹ میں نے اللہ کو جان دینی ہے۔ مجھ سے اتنا جھوٹ منسوب نہ کرو، کیونکہ میرا اللہ گواہ ہے، میں نے کبھی تمہیں اتنی عزت نہیں دی تھی کہ تمہارا نام لیکر تمہاری بات کرتی۔ تمہارے لیے میں نے خاص القابات رکھے ہوئے تھے، انہی سے تمہیں یاد کرتی تھی، جاننا چاہو گے کہ وہ کیا نام تھے؟"

فاز دل کھول کر، مسکرایا اور بولا۔

"میری جان تمہارے منہ سے مجھے اپنی تعریف سُننے کا اگر کوئی شوق کبھی تھا بھی تو تمہارے منہ سے یہ اعتراف سُن کر ہی دل خوش ہو گیا ہے کہ تم مجھے یاد کیا کرتی تھی۔ اب کس لیے مجھے یاد کیا جاتا تھا۔ یا کن الفاظ میں یہ کام سرانجام دیا جاتا تھا، یہ ساری تفصیل غیر اہم ہو گئی ہے۔"

امل نے اس کی جانب سے رُخ موڑ لیا۔ ایک کمرے سے بچے کے رونے کی آواز آئی تھی۔ امل نے آواز کی سمت دیکھا، تب ہی اس کمرے کا دروازہ کھول کر گل افشاں باہر آئی۔ گود میں اونی اور چمڑے کے کپڑوں میں لپٹا بچہ اُٹھا یا ہوا تھا۔ گل افشاں آتے ہی بڑے نارمل انداز میں بولی۔

"تم دونوں لڑ رہا ہے۔"

فاز شرمندہ ہونے کی بجائے معصومیت سے بولا۔

"بھابھی یہ میرے پہ رُعب بہت ڈالتی ہے۔"

امل نے جلدی سے صفائی دی۔

"اس کی بات کا یقین نہ کرنا یہ ایک نمبر کا جھوٹا ہے، میں نے اس کی منت کی ہے کہ اندر ایک اتنا بڑا مینڈک بیٹھا ہے، اس کو باہر نکال دو۔"

گُل افشاں ہنسنے لگی۔

"بہن تم مینڈک سے ڈرتا ہے؟ وہ تو کچھ نہیں کہتا ہے۔ دن کے وقت چلا جاتا ہے، بس رات کو آتا ہے۔" امل نے بے بسی سے کہا۔

"دیکھو گل افشاں بہن تم میرے پہ مہربانی کرو گی، اللہ تم سے راضی ہو گا، مینڈک باہر نکال دو، میں جلدی جلدی فارغ ہو جاؤں گی۔ پھر اس کو واپس رکھ دینا۔ پلیز!"

امل کی آنکھوں میں آنسو چمکتے دیکھ کر وہ فوری آگے بڑھی اور پیر سے گھسیٹ کر مینڈک کو لیٹرین سے باہر نکال دیا۔

"لو اتنا سا کام تھا، تم تو رونے لگا تھا، رونا نہیں اگر تمہیں اس سے ڈر لگتا ہے تو میں اس کو گھروں کے پیچھے پانی کی ندی کے پاس چھوڑ آؤں گی۔ جاؤ تم اب اندر کچھ نہیں ہے۔"

امل اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر چلی گئی۔ گل افشاں اپنے بچے کو گود میں اُٹھا کر واش روم کروانے لگی۔ فاز وہاں سے چلتا ہوا دور نکل گیا۔ ٹوٹل چار کمرے ایک ساتھ بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک کمرے میں تو فاز اور امل تھے۔ باقی سارے گل افشاں اور اس کی فیملی کے استعمال میں تھے۔ ہر کمرے کا رقبہ اور نقشہ ایک جیسا تھا، گھر کی چار دیواری نہیں تھی۔ گھر سے کوئی آدھا ایکڑ جانوروں کا باڑا تھا۔ فاز کا انتظار کیے بغیر امل گل افشاں کی مدد سے کمرے میں واپس آگئی۔ ایک دل کیا کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لے، سڑتا رہے باہر ٹھنڈ میں۔ اس سے پہلے کے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہناتی فاز واپس آگیا۔ امل نے اس کو جتایا۔

"تم سے اچھی تو وہ اجنبی عورت نکلی۔"

فاز نہ جانے کن خیالات میں تھا۔ جواب نہیں دیا۔ اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے امل کے منہ سے نکل گیا۔

"میں گل افشاں سے کہوں گی وہ گھر جانے میں میری مدد کرے گی۔"

فاز کے جوتا اُتارتے ہاتھ ایک پل کو وہیں تھم گئے۔ دماغ میں پورا سین سوچ کر جوتے اتارے کے بعد انگیٹھی میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا ٹکڑا ڈال کر لالٹین کو پھونک مار کر بند کر کے اپنی جگہ لیٹ کر بڑے پُراسرار انداز اپناتے ہوئے بولا۔

"ان لوگوں کے سامنے اپنی اور میری کوئی بات مت کرنا۔ اگر ان کو بھنک بھی پڑ گئی کہ ہم دونوں نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر شادی کی ہے۔ یہ لوگ ہمیں کاٹ کر یہیں گاڑھ دیں گے، ان علاقوں کے لوگ غیرت کے معاملے میں بڑے کٹر ہیں۔ عورت اگر مرد کے بغیر ہو تو اس کی کوئی

عزت نہیں کرتے ہیں۔ اسلیے ان کے ساتھ جتنی بھی بے تکلفی کیوں نہ ہو جائے اپنا بھید نہ دینا۔ ورنہ چچی جان کی شکل دیکھے بغیر ان سے ملے بغیر اس دنیا سے عالم ارواح میں پہنچادی جاؤ گی۔"

فاز اس کی جانب جھک کر آہستہ آواز میں پوری رازداری کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ امل کو کپکپی لگ گئی۔ مگر اس کو بازو پہ تھپڑ مارتے ہوئے بولی۔

"مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو کتے۔"

فاز نے اپنی ہنسی روک کر کروٹ بدل لی، کیونکہ جانتا تھا کہ اندر سے ڈر گئی ہے۔ مگر مانے گی نہیں۔ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ اسلیے سونے کے لیے آنکھیں موند لی، امل پوری آنکھیں کھولے اندھیرے کو گھور رہی جب رہا نہ گیا تو پوچھ ہی لیا۔

"فاز۔۔؟"

وہ ابھی جاگ رہا تھا، مگر چپ رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے آواز ابھری۔ مگر سرگوشی میں۔

"فاز۔۔!! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز مجھے یہاں نیند نہیں آئے گی۔ کمرے کے اندر اتنا سامان پڑا ہوا ہے، اگر اس میں کوئی چوہا چھپا ہوا ہو تو؟ سوچو ۔۔ بستر بھی تو فرش پہ ہیں۔ سوتے میں اگر چوہے اوپر آ کر ڈانس کرنے لگے تو ؟ تم اتنے چپ کیوں ہو گئے ہو؟ گھر یاد آ رہا ہے نا؟ کیا سو گئے ہو؟ اتنی جلدی تمہیں کیسے نیند آسکتی ہے۔ ابھی تو تم جاگ رہے تھے۔ اگر کمرے میں کوئی سانپ آگیا تو۔۔؟ کیا مر گئے ہو کمینے؟"

کمرے میں خاموشی ہی رہی۔

"کیا یہاں بجلی نہیں ہے؟ اگر نہیں تو پھر ٹیلی ویژن بھی نہیں ہو گا۔"

"فاز ڈھیٹ بنا پڑا رہا۔۔

"یہاں پہ بہت زیادہ خاموشی ہے۔ بہت گہرا سکوت ہے، جیسے انگلش کی ٹرم ہے ناپن ڈراپ سائلنس۔۔ بالکل ویسی خاموشی ہے۔"

اب وہ چُپ ہوئی تو تھوڑا وقفہ آیا، فاز پہ نیند مکمل حملہ آور تھی۔ جب پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے امو کی یاد آرہی ہے۔۔ میں نے اپنے گھر جانا ہے۔ میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ تم نے میرے ساتھ یہ سب کیوں کیا ہے؟ کیا تم نے اپنی ٹوٹی گاڑی کا بدلہ لیا ہے، گاڑی کے بدلے گاڑی توڑتے نا۔۔۔ تم نے گاڑی کا مقابلہ انسان سے کر دیا۔"

اس دفعہ وقفہ پہلے سے لمبا تھا۔

"فاز میرا پیر درد کر رہا ہے۔"

فاز کے تب سے ساکت پڑے وجود میں حرکت ہوئی۔۔ پہلے امل کی جانب کروٹ بدلی پھر نیند سے بھری آواز میں بولا۔

"اپنا پیر ادھر کرو، دبا دیتا ہوں۔"

"نہیں بڑی مہربانی تم سو جاؤ۔۔ دوسروں کی نیند حرام کرنے والوں کو کیسی گہری نیند آتی ہے۔ قیامت کی نشانی ہے۔"

"یہ ڈائیلاگ بازی کرنے کے لیے ساری عمر پڑی ہے۔ پیر ادھر کرو۔"

فاز نے ہاتھ بڑھا کر اس کا پیر پکڑ کر اپنی ٹانگ پہ رکھا۔ جس پر امل کو احتجاج ہوا مگر فاز نے تھامے رکھا۔ اور ہلکے ہلکے ہاتھوں سے اس کی ٹانگ دبانے لگا۔ امل نے پوچھا۔

"تم جاگ رہے تھے نا؟ پھر بھی سوتے بنے رہے۔"

فاز کی آنکھیں بند تھیں۔
"نہیں سو گیا تھا۔"
"تمہارے جھوٹ پر میں یقین کر ہی نہ لوں۔"
"تم آج بہت زیادہ بول رہی ہو۔ خاص وجہ؟"
"جب تم اتنی معصومیت کا اظہار کرتے ہو نا، یقین مانو ایکسٹرا زہر لگتے ہو۔
"
فاز نے جواب میں بس ہوں کیا۔ جس پر وہ مزید تپ کر بولی۔
"کیا ہوں۔۔؟"
فاز نے آنکھیں کھول کر اس کی جانب دیکھ کر دوٹوک الفاظ میں کہا۔
"خود تو ساری رات مزے سے سوتی رہی ہو، راستے میں بھی تمہیں نیند آجاتی ہے، مجھ غریب کا کیا قصور ہے، سخت نیند آرہی ہے، اگر تمہارا خبر نامہ سُن کر میری نیند اُڑ گئی نا تو تم نے ہی پچھتانا ہے، اسلیے شاباش چُپ چاپ سو جاؤ۔"
اس کے بعد امل نہیں بولی۔ مگر اس کو نیند بھی نہ آئی۔ جب لیٹ لیٹ کر کمر میں درد ہو گیا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اندھیرے میں اپنی زندگی کا ایک ایک سین فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔ اپنا گھر گھر کی عیاشی۔ ماں باپ کا پیار، آسائشیں لاڈ، بہن بھائی کی نوک جھوک جھگڑے، آنکھوں سے بے اختیار پانی بہنے لگا۔
کیا کوئی مجھے یاد نہیں کرتا ہو گا؟ کیا کسی نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی؟ کیا جو یہ کہتا ہے اس کی بنائی کہانی پر سب نے بغیر کسی ثبوت کے یقین کر لیا؟ صمد بھائی نے بھی مان لیا، وہ تو میرے دوستوں میں سے ہیں۔ ان کو تو

علم تھا، فاز کو میں کتنا ناپسند کرتی ہوں۔ نہ جانے آگے کیا ہونا ہے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، ایسے بھی بھلا کوئی کرتا ہے؟

کسی کی شخصیت مسخ کر دینا۔ یہ بھی بھلا کوئی انسانیت ہے، اللہ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا۔ کمرے کے دوسرے کونے میں سرسراہٹ نے اس کے خیالوں میں مداخلت کر کے اس کے حسیات کو ہائی الرٹ پہ بٹھا دیا۔ فاز کو بلانا چاہا مگر وہ ہلکے ہلکے خراٹے بھر رہا تھا۔ اس کو دل میں پکا یقین ہو گیا تھا کہ کمرے میں چوہا ہے۔ وہ وہیں بیٹھی رہی، واپس لیٹنے کی جرات نہیں ہوئی، جیسے ہی باہر سے آوازیں آنا شروع ہوئی امل نے سکون کا سانس لیا، کیونکہ خاموشی اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

چھت سے لو آتی بھی نظر آنے لگی۔ امل اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پہلے پنجوں کے بل ہو کر فاز کے بستر کو عبور کیا۔ پھر جوتا ڈھونڈ کر پہنا اور دیوار کے سہارے دروازے تک آئی۔ بھاری دروازے کی زنجیر گراتے وقت احتیاط کی کہ آواز پیدا نہ ہو۔ دروازے سے باہر نکلنے کے بعد جو ٹھنڈ نے استقبال کیا تھر تھراتے ہوئے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

وہ سکارف یا کسی جمپر کے بغیر ہی نکل آئی تھی، واپس گئی سکارف تو دور تھا ،اس نے فاز کے سرہانے پڑی اسکی گرم جیکٹ اٹھالی۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ مگر سمجھ نہ آئی آگے کیا کرے کس طرف جائے، جانوروں کی آوازیں آرہی تھی۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا اندر سے قرات کی آواز آئی، دروازہ بند ہو گیا، بونا سا کوئی کمرے سے نکل کر باڑے کی جانب جاتے جاتے ایک دم رُک گیا۔ پھر امل کے عین سامنے آکر اپنے سر سے بھاری فر والی ہٹ ہٹا کر امل کو سر سے پیر تک غور سے دیکھنے کے بعد کہا گیا۔

"تو تم ہمارا نیا مہمان ہو۔"

امل کو سمجھ نہیں آیا سوال ہے یا مطلاع کیا جا رہا ہے۔

"تمہارے منہ پہ کیا ہوا ہے؟ آنکھ کیوں کالی ہے؟"

"میں گر گئی تھی۔"

"کیا نام ہے؟"

امل ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ یہ چار فٹ کی مخلوق لڑکی ہے یا لڑکا۔

"میرا نام؟"

"تو اور کیا تم سے میں میرا نام پوچھے گا؟" امل کے بھنویں اوپر کو شوٹ کر گئے۔

"اوہ۔۔۔! میرا نام امل ہے۔ تمہارا کیا نام ہے۔؟" امل نے ماتھے پہ تیوری لیکر اس کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"امل۔۔"

"کیا عمل۔۔؟ کس پر عمل؟ کس کا عمل؟"

امل کا منہ کھل گیا۔

"عمل نہیں امل۔۔"

"پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہا ہے۔ عمل نہیں عمل۔۔ یہ کیا ہوا؟ میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا ہے۔ تمہیں اپنا نام ہی نہیں آتا ہے۔"

"بڑے تیز ہو۔۔ تمہارا اپنا کیا نام ہے۔"

"میرا نام وقاص ہے۔ دیکھا ایسے نام بناتے ہیں۔ تم عمل عمل کر رہا ہے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرانام جہانگیر ہے۔۔"

"توبہ استغفراللہ کس قدر مشکل زبان بولتا ہے تم۔۔ ہماری بہنوں کے نام دیکھو۔۔ مدیحہ سحر امبر۔۔ اور اپنا نام دیکھو۔۔ جہانگیر۔۔ تم کیا جنگیں لڑتا ہے جو ایسا نام ہے؟""

امل کی ساری بوریت جاتی رہی۔۔ پوچھنے لگی۔

"تمہاری عمر کتنی ہے؟"

"میں نو کا ہوں۔ تم کتنے سال کا ہے؟''

میں بیس اور چار کی ہوں۔""

تم تو بہت بوڑھا ہے۔""

امل زور سے ہنسی۔

"کیا تمہیں جوان لڑکیاں پسند ہیں؟"

"ہم کیوں لڑکیوں کو پسند کرے گا۔ بہت لڑتی ہیں۔ بال کھینچتی ہے۔ ہر واقت چی چی چی۔۔۔ ہم کو بس بکرے پسند ہیں۔ اور کتا۔۔۔"

امل ایک دفعہ پھر ہنسی۔

"اچھا۔۔"

"ہاں۔۔ تمہیں بکرے پسند ہے؟"

"ہاں کھانے کی حد تک۔۔"

وقاص نے اس کو دھمکی آمیز نظروں سے دیکھا۔

"میرے بکرے کا کھانے کی بات مت کرنا۔ میں نے اپنے کتے کو ایک اشارہ کرنا ہے۔ وہ تمہارا ہڈی بھی کھا جائے گا۔"

"نہ نہ ایسا نہ کرنا۔۔ میں تو پہلے ہی لنگڑی ہوں۔ بھاگ کر اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پاؤں گی۔"

"تم لنگڑی کیسے ہوا؟"

"جنگل میں میرے پیچھے بھیڑیا لگ گیا تھا۔ اور میں ایک کھڈے میں گر گئی۔ اس سے میرے پیر میں چوٹ آگئی۔"

"بھیڑیا کیسا تھا؟"

"میں نے اس کو غور سے نہیں دیکھا۔ مگر بہت خوفناک تھا۔"

"تم ڈر گیا۔ بندوق سے اس کو گولی کیوں نہیں مارا۔۔"

""میرے پاس بندوق نہیں تھی۔

رکھا کرو نا اپنے پاس بندوق۔ نہیں تو کلہاڑی رکھا کرو۔ ورنہ تو وہ تمہیں کھا جاتا۔""

"تم اپنے پاس بندوق رکھتے ہو؟"

"میرا ابا رکھتا ہے۔ مجھے تو کوئی جنگل جانے ہی نہیں دیتا ہے۔ پر میرے دادا نے مجھے ایک چاقو بنا کر دیا ہوا ہے۔ جس سے میں کبھی کبھی رسیاں کاٹ لیتا ہوں۔"

"اچھا۔۔"

"اب تم نے ادھر کھڑے رہنا ہے۔ یا میرے ساتھ چلنا ہے۔ بابا نے بتایا ہے۔ میری بکری نے دو بچے دیئے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ تم نے دیکھنا ہو تو آجاؤ۔۔ میں دکھا دیتا ہوں۔"

"میں ضرور آتی مگر میرے سے چلا نہیں جاتا ہے۔ ایک پیر پر وزن نہیں پڑتا ہے۔"

"تو تم یہاں تک کیسے آیا ہے؟"

امل کو اس بچے کی ذہانت نے کب کا متاثر کر دیا تھا۔

"سہارے سے چل کر۔۔"

"میں سہارا دیتا ہوں۔ تم آؤ۔۔"

"نہیں تم بہت چھوٹے ہو۔"

"میں تمہیں چھوٹا لگ رہا ہے؟ بتایا تو ہے پورے نو سال کا ہوں۔"

"صرف نو سال کے ہو۔"

"تم مجھے بچہ سمجھ رہی ہو۔ تم کیسا عورت ہو۔ مرد کو بچہ سمجھ رہی ہو۔"

امل بھول گئی کہاں موجود ہے کیا وقت ہے کھل کھلا کر قہقہہ مارا۔

"اچھا اے مردِ جواں میں معافی مانگتی ہوں جو آپ کو بچہ سمجھنے کی جسارت کر دی ہے۔ چلو دو اپنا ہاتھ لیکر چلو اپنے بکروں کے پاس۔"

"تم کتنا بولتا ہے۔۔"

وقاص نے اس کو اپنا ہاتھ دیا۔

امل کو حیرت ہوئی اس کے ہاتھ سخت تھے۔ بچوں کی طرح نرم نہیں تھے ۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ فارم پر کام کرواتا تھا۔

امل پوری کوشش کر رہی تھی۔ کہ وقاص پہ بالکل وزن نہ پڑے بس ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ چلتی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر ایک خیال کے تحت رُک کر بولی۔

"تم کوئی ڈنڈا لا سکتے ہو بڑا سا اس کے سہارے میں تیز چل لوں گی۔"

"اور کو۔۔ میں دادی کی چھڑی لیکر آتا ہوں۔ تم تو بہت بوڑھا ہے۔"

وہ امل کو وہیں چھوڑ کر کمروں کی جانب دوڑ گیا۔

گل افشاں اپنے چھوٹے بچے کو لیکر کمرے سے نکلی تو امل کو دیکھ کر آواز لگائی۔

"تم اتنی جلدی اُٹھ گیا۔ کیا وقاص تمہیں تنگ کر رہا ہے؟ اس کو ڈانٹ دو ورنہ تمہارا بڑا سر کھائے گا۔"

"نہیں نہیں بالکل تنگ نہیں کر رہا ہے۔"

بلکہ اس نے تو میری اداسی وقتی طور پر بھلا دی ہے۔

گل افشاں تسلی کر کے اپنے کام کو چلی گئی۔

وقاص چھڑی لیکر آیا تو اس کے پیچھے دو لڑکیاں اسی کی طرح بھاری جیکٹوں میں ملبوس چلی آئیں۔

"میری ماں کو لگتا ہے۔ وقاص بس ہر ایک کو تنگ ہی کرتا ہے۔ یہ سب ان بندریوں کی وجہ سے ہے۔ یہ ماں کو میرے بارے میں شکایت کرتی ہیں۔ پھر وہ مجھے ڈانٹتی ہے۔"

امل نے لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا جو ایک تو وقاص سے چھوٹی لگ رہی تھی۔ ایک بڑی تھی۔

"یہ کون ہیں؟"

"یہ بندریاں ہیں۔ اماں کہتی ہے بہنیں ہیں۔"

بڑی والی تو آنکھوں سے نیند بھگانے کی کوشش کرتے ہوئے امل کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ چھوٹی والی بدلہ لیتے ہوئے بولی۔۔

"تم خود کیا ہو؟ مینڈک؟"

امل نے سب کو دلچسپی سے دیکھا۔

"ایک دفعہ اور تم نے مجھے مینڈک کہا۔ میرا بچہ نہیں دیکھ سکو گی۔ نہ اس کے ساتھ کھیلنے دوں گا۔"

دھمکی کا الٹا اثر ہوا تھا۔

"میں تم کو گوبر میں پھینک کر بچے چوری کر لے گا۔ بابا کہتا ہے بکرے بس تمہارے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے بھی ہیں۔"

"ایک تو یہ بابا پتا نہیں کیوں اس کو لاڈ کرتا ہے۔ جہانگیر تم آؤ یار یہ تو بس لڑتا ہی رہتا ہے۔"

امل نے دیکھا چھوٹی والی وقاص کو گھورتے ہوئے اس سے آگے چلنے لگی۔

وہ بڑبڑایا۔۔

"بندری۔۔"

"مینڈک۔"

وہ لوگ آگے پیچھے چلتے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچے جس کے چھت پر کوئی سوراخ نہیں تھا۔ کمرے میں تین جگہ دیوار کے ساتھ لالٹین لٹکی ہوئی ملیں۔ ان میں سے ایک جل رہی تھی۔ جو بکریوں کے پاس تھی۔ کمرے میں جانوروں کے گند کی بدبو نے امل کو سانس روکنے پر مجبور کر دیا۔ ورنہ اس کو لگا ابھی ابکائی کر دے گی۔

بکری کے بچوں کو دیکھ کر وقاص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

وہ اس کو اسرار کرنے لگا۔

" جہانگیر۔۔ کمرے کے اندر آؤ۔۔"

"تم مجھے امل بول سکتے ہو۔"

"اچھا عمل اندر آؤ۔۔ باہر کیوں کھڑی ہو۔"

"ابھی آتی ہوں۔"

امل نے نوٹ ہی نہ کیا جب یہ ریچھ کی طرح دکھنے والا کتا عین اس کے سر پہ پہنچ کر اس کے پیر سونگھنے لگا۔

ایک دم اس کے منہ سے فلک شگاف چیخ برآمد ہوئی۔۔ چھتری ایک طرف گری۔۔ وہ بھاگنے کے چکر میں منہ کے بل گری۔ خود کتا اس کے رد عمل سے ڈر گیا۔۔ بچارہ سہما سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

وقاص ایک جست میں اس کے پاس آیا۔

" تم لڑکیاں کیا بلا ہو خدایا۔۔ میرے ببلی کو ڈرا دیا۔"

امل نے ڈر کے مارے پھیلی ہوئی آنکھوں کو مزید پھیلا کر پوچھا۔

"کون ببلی؟"

"وہ میرا کتا۔۔ دیکھو کیسا ڈرا کھڑا ہے۔"

"یہ ببلی ہے؟ اس کا نام خونخوار رکھو۔۔۔ اس کی شکل دیکھ رہے ہو۔ اس قدر خوفناک۔۔ توبہ یہ مجھے ابھی تک غصے سے کیوں دیکھ رہا ہے۔ پلیز اس کو یہاں سے دور کرو۔"

وقاص کی ماں ڈری سے اس کی خبر لینے پہنچی۔۔ پیچھے ہی وقاص کا باپ بھی تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہے؟"

"جی میں ٹھیک ہوں۔"

امل کو شرمندگی سی ہوئی۔ جس کو سوگنا وقاص کی باتوں نے بڑھا دیا۔

"یہ بلی سے ڈر گیا ہے۔ بھلا بتاؤ بلی سے بھی کوئی ڈرتا ہے؟ وہ تو سب سے اتنا پیار کرتا ہے۔ بس خرگوش اور چوہے کھاتا ہے۔ اماں بلی نے بھلا کبھی کوئی لڑکی کھائی ہے؟ اس نے تو ان بندریوں کو نہیں کھایا۔۔ یہ عمل تو ہے ہی بڈھی۔۔ اس کو بھلا کیوں کھائے گا۔ بلی بڑوں کا ادب کرتا ہے۔"

امل بلی بھول گئی۔ اپنے پیر سے اُٹھنے والی ٹیسیں بھول گئی۔ صدمے سے وقاص کی شکل دیکھنے لگی۔

"تم کیسے دوست ہو۔ بجائے مدد کرنے کے تم میرا مذاق اُڑا رہے ہو۔۔۔ بے وفا۔۔ لڑکے ہوتے ہی بے وفا ہیں۔"

وقاص کی بہن اپنی ماں سے پہلے اس کو کھڑا ہونے میں مدد کرنے آگے بڑھی۔

گل افشاں نے وقاص کو ڈانٹ دیا۔

"تم اس کو اٹھتے ہی ادھر لے آئے۔ وہ شہر کی لڑکی ہے۔ اس کو بکرے کہاں پسند ہوں گے۔"

وقاص کی اتری شکل دیکھتے ہی امل نے جلدی سے کہا۔

نہیں نہیں بکرے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔""

وقاص کے چہرے کی رونق بحال ہوئی فخر سے ماں کو جتایا۔

"دیکھا۔۔۔ اب سُن لو۔۔ وہ کہتا ہے اس کو بکرے بڑے پسند ہیں۔"

"امل بہن تمہارے کپڑے گندے ہو گئے ہیں۔ تمہارے پاس اور لباس ہے؟ نہیں تو چلو اندر میرے ساتھ میرے کپڑے پہن لو۔ مگر تم مجھ سے بہت لمبا ہو۔۔ میرے کپڑے تمہیں نہیں آنے ہیں۔"

"میرے پاس کچھ جینز ہیں۔ مگر میں پیر کی وجہ سے جینز نہیں پہن پاؤں گی۔"

"میری ساس بہت جوان ہے۔ آؤ اس کے کپڑے دیتی ہوں۔"

امل نے جھک کر چھڑی پکڑی اور گل افشاں کے ساتھ آ گئی۔

"تمہیں رات کو نیند اچھی آیا؟"

امل نے بنا تکلف بتا دیا۔

"رات نیند ہی نہیں آئی۔ جس کو آئی وہ تو ابھی تک سو رہا ہے۔ مجھے اجنبی جگہ ہونے کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔"

"ہوووو۔۔۔ پھر تو تمہارا تھکاوٹ بھی نہیں اترا ہو گا۔ اوپر سے گر بھی گئی ہو۔ تم منہ ہاتھ دھو۔۔ کپڑے بدل کر کچھ کھا لو پھر وہیں اماں کے کمرے میں سو جانا۔۔ بہت گرم کمرہ ہے۔ تمہیں اچھی نیند آئے گی۔"

"بہت شکریہ گل افشاں۔۔۔ آپ بہت اچھی ہو۔"

"اور تم بہت خوبصورت ہو۔"

امل کو اداسی ہوئی۔ مگر دھیمے سے بولی۔

"شکریہ"

امل نے ٹھنڈے یخ پانی سے منہ دھویا ایک دفعہ تونانی یاد آ گئی۔

جب وہ گل افشان کی ساس کے کمرے کو گئی، باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ مگر یہ کیا وہاں ایک کے بجائے دو بزرگ خواتین تھیں۔ ایک ساٹھ ستر کے درمیان ہوں گی، اور دوسری کافی زیادہ ضعیف تھیں۔

"آؤ آؤ گل افشاں تمہارے لیے یہ کپڑے رکھ کر گئی ہے۔ تم اُس پردے کے پیچھے جا کر بدل لو۔" امل نے ہلکے سے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ چیک ورک

میں بنا اون کا ڈھیلا سا کرتا شلوار پہننے کے بعد اس نے فاز کی ہی جیکٹ واپس پہن لی۔

وہ اپنے گندے کپڑے ہاتھ میں لیے پردے سے باہر نکلی۔ دادی نے تعارف کروایا۔ میرا نام شیریں ہے، یہ میری ماں ہے۔ اس کا نام بی بی ہے۔

ابھی بی بی نے امل کے سر کی جانب اشارہ کر کے کچھ کہا تھا، جسے وہ تو نہیں سمجھ پائی، مگر شیریں نے ترجمہ کرتے ہوئے بتایا۔

"بی بی کہہ رہی ہے تم سر پہ ٹوپی پہن لو ورنہ ٹھنڈ لگوا کر بیمار پڑ جاؤ گی۔" ساتھ ہی انہوں نے ایک اونی ہاتھ کی بنی ٹوپی امل کی جانب بڑھائی، اس کے تو ویسے ہی دانت بج رہے تھے، ٹوپی پہن کر بی بی کے اشارے پر چھڑی کی مدد سے ان کی چارپائی پہ بیٹھ گئی۔ بی بی نے پھر سے امل کی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے اپنی بیٹی سے کچھ کہا۔ امل نے سوالیہ نظروں سے شیریں کی طرف دیکھا۔

"بی بی پوچھ رہی ہے تمہارے پیر کو کیا ہوا ہے؟"

امل نے بتایا، جس پر بی بی نے بیٹی کو کہا پوچھو کیا اس کو بہت درد ہوتا ہے۔

امل نے اثبات میں سر ہلایا۔

بی بی کہہ رہی ہے وہ تمہیں دوائی بنا کر دے گی، درد بالکل ختم ہو جائے گا، "

"واقعی؟ بہت شکریہ اگر ایسا ہو جائے تو میں آسانی سے چل پھر سکوں گی ،ایک بات پوچھوں بُرا تو نہیں منائیں گی؟"

"نہیں تم پوچھو۔"

شیریں کی جانب سے اجازت ملنے پر امل نے سوال کیا۔

"آپ یوں ویرانے میں کب سے رہ رہے ہیں؟ اور کیا ڈر نہیں لگتا ہے؟"
شیریں نیچے کارپٹ پہ بیٹھی تھی، اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کر کے ایک پرات میں جمع کرتی جارہی تھی۔ اپنے عمل کو جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"ہمیں یہاں بہت سکون ہے، اور ڈر کیسا ہونا ہے، چور ڈاکو تو ویسے بھی شہروں میں ہوتے ہیں۔ یہاں تو بڑا تحفظ ہے۔ ہم لوگ اس علاقے میں پچھلے دو سو سال سے ہیں۔ مگر پھر ہمارے لوگوں نے شہروں کا رُخ کرنا شروع کر دیا۔ مگر میرا اور میری ماں کا دل شہر میں نہیں لگتا ہے۔ یہ جب بھی تربت جاتی ہے تو یہ بیمار پڑ جاتی ہے۔ یہاں سے آگے دس میل کی دوری پر میرا بھائی کا خاندان رہتا ہے۔ یہ کبھی اس کے پاس چلی جاتی ہے کبھی میرے پاس رہنا پسند کرتی ہے، اور گل افشاں بھی ہر سال چین جا کر آتی ہے، اُس کا بھائی ادھر ہوتا ہے نا۔ وہ ساری گرمیاں یہاں گزار کر جاتا ہے، گل بتاتا ہے کہ چین میں بوہت دُواں ہوتا ہے۔ یہاں تم نے دیکھا ہمارا ہوا کتنا صاف ہے، یہاں پر کوئی وہ نہیں ہے، اس کو کیا بولتے ہیں؟" امل نے کہا۔

"پلوشن۔۔"

شیریں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے گرمجوشی سے کہا۔

"ہاں ہاں وہی۔۔ پلوہ شن۔۔"

"بی بی تم کدھر ہے ابھی تک میرے بچے دیکھنے کو کیوں نہیں آیا ہے؟"
وقاص کی آواز پہلے آئی، پھر تصویر، اور جب وہ کمرے میں داخل ہوتو گود میں بھیڑ کا بچہ اُٹھایا ہوا تھا۔ جس نے کمرے میں آتے ہی منمنانہ شروع کر دیا۔

"بی بی یہ امل ہے۔ میری دوست ہے۔ امل میں یہ بچہ تمہارے لیے لایا ہوں۔"

وارننگ دیئے بغیر وقاص نے بھیڑ کا بچہ اس کی گود میں رکھ دیا۔

جس نے زندگی میں بلی تک کو یوں گود میں لیکر پیار نہیں کیا تھا۔ ڈر گئی۔ دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ چھوٹا سا میمنا ابھی چند گھنٹوں کی پیدائش ہونے کے باوجود بہت ہوشیار اور چُست تھا۔ پورا گلا پھاڑ کر اپنی ماں کو بلانے لگا۔

امل کی تو جان پر بن آئی۔ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر خود سے بازو کی دوری پر کیا۔

شیریں نے جب امل کے تاثرات دیکھے تو ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"وقاص اس سے اپنا بچہ واپس لے لو وہ ڈر رہی ہے۔"

امل نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے صفائی پیش کرنی چاہی۔

"اصل میں کبھی جانور رکھے ہی نہیں ہیں اسلیے مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے۔"

اس کے ٹوٹ جانے کو سُن کر وقاص اور اس کی دونوں دادیاں ہنسنے لگیں ۔۔

"بھلا یہ کوئی کھلونا ہے جو ٹوٹ جائے گا۔"

بی بی یہ بڑھی بہت ڈرپوک ہے۔ یہ تو بلی سے بھی ڈر گئی۔""

وقاص نے بچے کو اس کے ہاتھ سے لیا تو امل کی جان میں جان آئی۔

گل افشاں نے ٹرے پکڑا ہوا تھا۔ اندر آتے ہی وقاص کو کہہ دیا،

"یہ اپنا مال اسباب لیکر یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ ساری رات کی جاگ رہی ہے۔ اس کو سونا ہے۔"

"مگر میں نے تو اس کو اپنے ساتھ لیکر جانا ہے۔"

"نہیں ابھی اس کو سونے دو۔۔ جاؤ شاباش اپنی بہنوں کے ساتھ بیٹھو جاکر میں آکر تمہیں چائے دیتی ہوں۔"

"اس کو اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر آؤ تاکہ یہ بھی ناشتہ کر لے۔"

امل نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ لوگ اتنی صبح ناشتہ کر لیتے ہیں؟ اس وقت تو ہم لوگ عام طور پر گہری نیند میں ہوتے ہیں۔"

"ہاں تمہارا آدمی اسی لیے ابھی تک سویا ہوا ہے۔ حلانکہ باہر اتنا شور ہے۔ مگر وہ ابھی بھی گہری نیند میں ہے۔ وقاص کا باپ اس کے لیے چائے لیکر گیا تھا۔ مگر اس کو سوتا دیکھ کر واپس آگیا۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کون سا اس کے سونے جاگنے کی روٹین سے واقف تھی۔ کبھی کبھار ہی تو سامنا ہوتا تھا۔ یا جب گاؤں گئی ہوتی۔ یا جب وہ ان کے گھر آیا ہوتا۔ وہ ان کے گھر شائد ہی کبھی رات رُکا ہو۔ اور وہ گاؤں میں بس شادیوں کے دوران ہی رکی ہو گی۔ ورنہ تو وہ لوگ صبح جاتے اور شام کو واپس ہو جاتی تھی۔

"بی بی آپ دوسرے کمرے میں آجاؤ یہاں امل آپ کے پلنگ پہ سو جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے اس کو فرش پہ نیند نہیں آئی۔ عادی نہیں ہو گا نا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ آپ بی بی کو مت اُٹھائیں میں نیچے ہی سو جاتی ہوں۔ یہاں چوہے ہیں؟"

"نہیں گھر کے اندر چوہے نہیں ہیں۔ کیونکہ سارا دن اتنے لوگوں کی آمد آنا جانا لگا رہتا ہے۔ ایسی مخلوق اتنے ہجوم والی جگہ پہ نہیں خوش رہتے ہیں۔ ہاں باہر کھیتوں میں بہت ہوں گے۔"

امل کی کچھ تسلی ہوئی۔ مگر پھر بھی دل ہی دل میں اس نے شکریہ ادا کیا۔ جب بی بی اپنے پلنگ سے اُٹھ گئی۔

گل افشاں نے اس کو چائے تھمائی۔ ساتھ میں نمک والی روٹی تھی۔ جس کو چیز اور مکھن لگا ہوا تھا۔

اس نے چائے کا پہلا سپ لیا تو آنکھیں موندلیں۔

بے اختیار بولی۔

"واہ اتنے دنوں کے بعد اتنی اچھی چائے پینے کو ملی ہے۔ گل افشاں آپ کا بہت شکریہ۔"

"اب تم بار بار بات بات پہ شکریہ ادا کر کے شرمندہ نہ کرو۔ چائے پیو اور سو جاؤ۔ اٹھو گی تو سب سے مل لینا۔"

اچھا۔""

وہ لوگ کمرہ خالی کر کے چلے گئے۔

امل نے بڑے بڑے گھونٹ لیکر چائے ختم کی۔ کیونکہ اب اس کو نیند آرہی تھی۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کے یہ واپس بھاگ جائے۔

اس دوران کمرے پہ نظر ڈالی۔۔ جس کی سیٹنگ اود ساخت تقریباً ویسی ہی تھی۔ جیسی اس کمرے کی تھی۔ جس میں فاز سویا ہوا تھا۔

چائے کی پیالی اور ٹرے محفوظ جگہ پر رکھ کر وہ جوتے اتار کر بستر میں گھسی۔۔ لیٹنے سے پہلے جیکٹ اُتار کر سرہانے رکھی۔ اور جیسے پہننے سے پہلے اس نے

کپڑوں کو سونگھا تھا۔ ویسے ہی رضائی کو سونگھا۔ کپڑوں میں سے صندوق کی
باس آئی تھی۔ مگر حیرت انگیز طور پر رضائی میں سے لیونڈر کی خوشبو سی آئی۔
سرہانے پہ سر رکھا۔ رضائی کو کندھوں تک کیا۔ سر پہ پہنی ٹوپی سے آنکھیں
ڈھانپ لیں۔
اگلے پانچ چھ منٹ میں وہ غافل ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

کمرے میں ٹھنڈ محسوس کر کے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھا اور
نیم وا آنکھوں سے ہی پیروں کی جانب پڑی ٹوکری سے ایک سوکھی لکڑی کا
ٹکڑا اُٹھا کر تقریباً بجھتی ہوئی آگ کے اوپر رکھ دیا۔
لیٹنے سے پہلے اہل کو دیکھنے کے لیے گردن گھما کر اس کے بستر پہ نظر ڈالی
۔
اور خالی دیکھ کر حیرت ہوئی۔
"یہ اتنی جلدی اُٹھ گئی ہے۔"
اُس کو لگا واش روم گئی ہو گی۔ اسلیے لیٹ کر انتظار کرنے لگا۔ جب انتظار
پندرہ بیس منٹ سے زیادہ ہو گیا تو وہ بستر سے نکل کھڑا ہوا۔
نہ سرہانے رکھی جیکٹ ملی۔ نہ چپل جوتا۔
بیگ کھول کر اپنا ایک سوئٹر نکال کر پہنا اور بند جوتوں میں پیر پھنسا کر باہر
آیا۔
دھوپ پوری طرح نکل چکی تھی۔

مگر باہر خاموشی تھی۔ جیسے گھر والے سب اپنے کام کاج کو نکل گئے ہوں
۔ایک ہاتھ منہ پہ رکھ کر جمائی لینے کے بعد اس نے اپنا بازو سامنے کر کے
وقت دیکھا۔
صبح کے نو بج رہے تھے۔
چلتا ہوا تھوڑا آگے آیا۔ تو ایک چھوٹی سی باڑ کی اوٹ میں گل افشاں برتن
دھوتی نظر آئی۔ وہ بھی اس کو دیکھ چکی تھی۔ مسکرا کر بولی۔
"بھائی تم اُٹھ گئے۔"
السلام علیکم۔""
"وعلیکم السلام۔"
"کیا ابھی سب سو رہے ہیں؟"
افشاں مسکرائی۔
"اس گھر میں کوئی چھ بجے کے بعد سوتا مل جائے تو میں شکرانا ادا کروں۔
سب کھیت کو گئے ہوئے ہیں۔ آلو تیار ہو گئے ہیں نا ان کی پٹوائی ہو رہی ہے۔
سب مل کر چُننے گئے ہیں۔"
"اوہ اچھا۔۔یعنی میں بہت دیر تک سوتا رہا ہوں۔ کیا۔۔۔امل بھی وہیں
گئی ہے؟"
"نہیں۔۔۔امل تو صبح پانچ بجے ہی باہر آگیا تھا۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ تو
ساری رات سو نہیں پائی۔ اجنبی جگہ ہونے کی وجہ سے ڈرتی رہی ہے۔ میں
نے اس کو بی بی کے پلنگ پہ سُلا دیا۔ ابھی وہیں سو رہی ہے۔"
"اوہ۔۔۔اچھا۔۔"
"منہ دھو کہ ناشتہ کر لو بھائی۔۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ تھوڑی دیر بعد کھالوں گا اگر آپ کو تکلیف نہ ہو؟"
گل افشاں کھل کر مسکراتے ہوئے بولی۔۔
مجھے کیا تکلیف ہونی ہے۔ جب تمہارا جی کرے تب کھا لینا۔ اچھا ہے تب تک تمہاری بیوی جاگ جائے گا۔ اکٹھے کھا لینا۔""
فاز مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔
گھر کی اوٹ سے نکلا تو دور سے وہ کھیت نظر آیا جہاں سارا خاندان مل کر کام کر رہا تھا۔
وہ ایسا سین تھا جیسے کسی میگزین کی تصویر ہو۔ ہر طرف ہریالی اور پانی کے جھرنوں میں گھرا علاقہ بیچ میں پتھروں سے بنے مکان۔
جنگلی گھاس، پھول اور جھاڑیوں کے درمیان پگڈنڈی پہ چلتا ہوا وہ دریا کی طرف نکل آیا۔
جو رات کو تو بڑا خوفناک منظر دے رہا تھا۔ مگر اس وقت بہت خاموشی سے بہتا چلا جا رہا تھا۔ کہیں کہیں گہرائی کم ہونے کی وجہ سے پتھر نظر آرہے تھے۔ جس پُل پر سے وہ گزرے تھے۔ وہ اونچائی پر تھا۔ مگر یہاں سے دریا کا کنارہ زیادہ اونچا نہ تھا۔ مگر چوڑائی بہت زیادہ تھی۔
کنارے کنارے چلتا وہ کافی آگے نکل آیا۔
پرندے چہچہا رہے تھے۔ زمین کا حُسن پورے عروج پر تھا۔ یہاں پر درخت بہت زیادہ گہرے ہوگئے تھے۔ وہ رُک گیا۔ کیونکہ اگر کوئی جانور نکل آتا تو اس کے پاس تو بچاؤ کے لیے کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ ایک درخت کی لمبی سی ٹہنی کو توڑ کر اس کے پتے وغیرہ اُتارتا آگے بڑھ آیا۔

جوں جوں درختوں کے جھنڈ کے اندر جارہا تھا۔ شور کی آواز بڑھتی جارہی

تھی۔

درمیان میں جاکر ماجرہ کھلا۔

اوپر پہاڑ سے پانی کا جھرنا بہتا ہوا یہاں سے گزر کر آگے دریا میں گر رہا

تھا۔

وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

ہاتھ میں پکڑی چھڑی ایک طرف رکھ کر پہلے اپنی جرسی کے بازو فولڈ

کیے پھر اپنی شرٹ کے۔ جھرنے کے عین نیچے گیا۔ پتھروں پر احتیاط سے

قدم جماکر ٹھنڈے ٹھار پانی کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

پہلے کلی کی جس سے اندازہ ہو گیا کہ پانی میٹھا ہے۔

پھر منہ دھویا۔

اس کے بعد پانی پیا۔

ایک ٹہنی توڑ کر اس نے مسواک کے طور پر استعمال کی۔ دانت صاف

کرنے کے بعد دوبارہ سے کلی کر کے واپسی کی راہ لی۔ چھڑی والے ہاتھ کو پشت

پہ باندھے لمبے لمبے ڈگ بھرتا چل رہا تھا۔ جب ایک دم سے سامنے تین بچوں

نے آکر راستہ روک دیا۔

دھوپ تو اب نکلی ہوئی تھی۔ مگر اس کے باوجود کیونکہ یہ جگہ پہاڑوں

کے اوپر تھی۔ اسلیے ہوا بہت تیز اور ٹھنڈی ہی رہتی تھی۔

"تم کون ہو؟ اور ہمارے علاقے میں کیا کر رہے ہو؟"

لڑکے کے سوال پر فاز مسکرایا۔

"میرا نام فاز ہے۔ اور میں ذہین بچوں کا دماغ چوری کر کے اسکا اچار ڈال کر کھاتا ہوں۔ اب جلدی سے بتاؤ تم تینوں میں سے زیادہ ذہین کون ہے؟"

بڑے دونوں کی شکل پہ خوف کے سائے نظر آئے مگر سب سے چھوٹے پیس نے اس کو حیران کیا، کو دونوں ہاتھ ہوا میں اُٹھا کر بولی۔

"اُٹھالو۔"

فاز نے تعجب سے اُس کو دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں جی کیوں اُٹھاؤں؟"

وہ منہ بسور کر بولی۔

"میں تھک گئی ہوں۔"

"تو میں کیا کروں؟ چلو شاباش جیسے آئی ہو، ویسے ہی واپس چلو، بڑی آئی تھک گئی ہوں۔"

"اگر تھایا نہیں، تو میں رونے لگ جاؤں گی۔"

"تو شوق سے رو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا۔"

بڑے بہن بھائی نے سر نفی میں ہلا کر ایک طرح سے اس کو خبر دار کیا، فاز نے پوچھا۔ "کیا یہ سر کیوں ہلا رہے ہو؟"

"تم نہیں چاہو گے کہ یہ رونے لگے، اس کا نام سحر ہے، اور یہ بہت بُرا روتی ہے، اسلیے اس کو اُٹھالو۔"

فاز نے تینوں کو گھورا۔ پھر راز سے پوچھا۔

"تم لوگ کوئی جن بھوت تو نہیں ہو؟ یوں اچانک سے کہاں سے ٹپکے ہو؟" وقاص نے بڑی بردباری سے کہنا شروع کیا۔

"میرا نام وقاص ہے، میں جن نہیں ہوں۔"

"تو پھر کیا ہو؟"
فاز کے سوال کا جواب وقاص کی بجائے سحر نے دیا۔
"یہ بندر ہے۔"
فاز کا قہقہ زبردست تھا سحر سے پوچھا۔
"اگر یہ بندر ہے تو تم کیا ہو؟"
اس دفعہ جواب وقاص نے دیا۔
"یہ بندری ہے۔"
فاز نے ہنستے ہوئے سحر سے پوچھا۔
"اُٹھاؤں؟ یا چل رہی ہو؟"
اُس نے جھٹ بازو اوپر کیئے۔
"اٹھاؤ۔" فاز محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔
"واہ کیا ایٹی ٹوڈ ہے۔ ملکہ عالیہ۔" فاز نے اس کو اُٹھایا مگر پوری ایکٹنگ کر کے۔
"کیا کھاتی ہو؟ تم لڑکی ہو یا آٹے کی بوری ہو؟ اُف میری کمر گئی۔ میرے ستاروں میں گردش ہے، ایک کے بعد ایک لڑکی یہی فرمائش کر رہی ہے، مجھے اُٹھالو۔"
اس کے دہائی دینے پر وقاص بولا۔
"تم مرد ہے یا بچہ ہے۔"
فاز نے بھی اس کے انداز میں پوچھا۔
"تم کیا ہے؟"
وقاص سینہ چوڑا کر کے بولا۔

"میں تو مرد ہے۔"
فاز نے اس کی انا پہ وار کیا۔
"یہ کیسا مرد ہے جو ڈیڑھ فٹ کا ہے؟"
وقاص نے وہیں رُک کر اعلان کیا۔
"تم مجھے پسند نہیں آیا۔ تم بہت فضول ہے۔"
"لڑکیوں یہ تمہارا کیا لگتا ہے؟"
دونوں بہنیں ناک چڑھا کر بولیں۔
"ہمارا بھائی ہے۔"
فاز نے اگلا سوال کیا۔
"کیا اس کی ضرورت ہے؟ نہیں تو میں سوچ رہا ہوں اس کو یہی اُدھر درخت کے اوپر باندھ دیتے ہیں کیا خیال ہے؟"
مدیحہ مایوسی سے بولی۔
"ہمارے پاس اس وقت رسی نہیں ہے۔"
فاز نے درخت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
"اس کی ضرورت نہیں ہے، اس کو تو میں بیل کے ساتھ ہی باندھ دوں گا۔" فاز نے آٹے کی بوری کو کمر سے اُتار کر وقاص کی جانب ہاتھ بڑھایا۔۔ پھر کیا تھا۔۔ وقاص نے واپسی کا رُخ کیا اور اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا۔۔ اس کی بہنوں کے ساتھ فاز کے قہقہے نے بھی اس کا پیچھا کیا۔
گھر آ کر اس کو پتا چلا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت تھا اسلیے بچوں کو اس کو لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دھوپ میں گھاس پہ قالین ڈال کر اس پہ دستر خوان

لگا ہوا تھا، اور ندیم کا سارا خاندان وہاں موجود تھا۔ فاز نے سب کو سلام کیا اور سحر کو کمر سے نیچے اُتارے ہوئے کہا۔

"ندیم بھائی تمہارے بچے ماشاءاللہ بہت ذہین ہیں۔"

ندیم شکریہ کیا ادا کرتا اس سے پہلے ہی اس کا بیٹا بول اُٹھا۔

"بابا اس کی بات مت ماننا، یہ بو ت خراب آدمی ہے، یہ کہتا ہے یہ ذہین بچوں کے دماغ چوری کر کے اس کا اچار بنا کر کھاتا ہے۔ قسم خُدا پاک کی مدیحہ سے پوچھ لو اس نے ابھی وہاں دریا کے کنارے ایسا بولا ہے۔"

سب ہنسنے لگے، سوائے امل کے، وہ ایک دم سنجیدہ چہرہ لیے بیٹھی تھی، سو جھی آنکھوں سے صاف پتا چل رہا تھا کہ ابھی سو کر اُٹھی ہے، وہ آ کر اس کے برابر بیٹھ گیا، سرگوشی میں پوچھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

امل کا دل مزید اُداس ہوا۔ اس کی جانب دیکھے بغیر بولی۔

"مجھ سے ایسے سوال نہ کیا کرو، جن کا جواب تم پہلے سے جانتے ہو۔"

فاز نے جان بوجھ کر اپنا گھٹنہ اس کی ٹانگ کے اوپر رکھا۔

"پیر کا درد کیسا ہے؟"

شیریں جوان دونوں کو مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

" تم دونوں کی شادی کب ہوئی؟"

امل نے صرف مسکرانے پہ اکتفا کیا۔ جواب فاز کو دینا پڑا۔

"ایک ماہ پہلے۔۔۔"

ندیم نے ایک دفعہ فاز کا اپنے والدین اور دادی سے تعارف کروا دیا۔ بچوں سے وہ مل ہی چکا تھا۔

ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران کھانا کھایا گیا، جس کے بعد افشاں اور شیریں نے برتن وغیرہ اُٹھائے جبکہ بی بی نے وہیں کوئلوں پہ جڑی بوٹیوں کا قہوہ بنایا۔ وقاص گاہے بگاہے فاز کو گھوری سے نواز رہا تھا، جس پہ فاز زیرِ لب مُسکرا رتا رہا۔ وقاص دوسری طرف سے آ کر امل کے ساتھ لگ کر بیٹھا اور رازداری برتتے ہوئے بولا۔

"اگر تم کہو تو میں بلی کو بول کر اس کو غائب کروا سکتا ہوں۔ بلی نے ایک دفعہ اتنا بڑا خرگوش اکیلے ہی کھا لیا تھا۔ اس کو بھی دو تین دن میں کھا ہی لے گا۔"

امل نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے پُوچھا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں جو اس سے تیز ہو؟"

فاز کے علاوہ ندیم اور اس کا باپ بھی راز بھرے دُکھ سُکھ سُن کر محفوظ ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وقاص بولا۔

"جب یہ سو رہا ہو گا، اس کو دریا میں پھینک سکتے ہیں۔"

امل نے فوری اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔"

سب سے بلند قہقہہ فاز کا تھا۔ سحر آ کر امل کی گود میں بیٹھنے کی کوشش میں تھی، امل ڈر گئی کیونکہ سحر کے وزن سے اس کے پیر پر اثر پڑنا تھا۔ فاز نے اس کو درمیان میں ہی اچک لیا۔

"ہیلو میڈم آپ کدھر جا رہی ہیں؟ یہ بالوں میں کیا لگا یا ہوا ہے؟"

سحر نے اپنے گولے گولے سے ہاتھوں سے بالوں کو چھوا اور مسکرا کر بولی۔

"پھول ہیں۔۔"

فاز نے اس کے پھولوں کو مزید سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا میرے بالوں پہ بھی لگا سکتی ہو؟"

سحر نے جوش سے پوچھا۔

"پھول لگاؤں؟"

فاز نے جواب دیا۔۔ہاں۔۔"

سحر خوشی خوشی اُٹھ کر پھول لینے چلی گئی۔ساتھ اُس نے اپنی بہن کو بھی دعوت دے دی۔فاز ان کو بھول کر قہوہ پینے کے ساتھ ساتھ ندیم کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

"آپ لوگوں کی زمین زرعی ہے؟"

ندیم کے والد بتانے لگے۔

"نہیں ریتلی اور پتھریلی زمین ہے،ہم نے تھوڑا سا حصہ سیٹ کیا ہوا ہے ،جہاں پہ سبزیاں وغیرہ اگاتے ہیں۔"فاز نے مزید پوچھا۔

"کیا اچھی کاشت ہوتی ہے؟"

"گزارا ہو جاتا ہے۔"

"جانوروں کے چارے کا انتظام کیسے ہوتا ہے؟"

"وہ اللہ کر دیتا ہے،بہت بری مقدار میں جنگلی گھاس ہوتی ہے،اس کے علاوہ مکئی کاشت کر لیتے ہیں۔"

سحر اپنی جھولی بھر کے پھولوں کے ساتھ واپس آئی۔۔مدیحہ نے چھوٹا سا والٹ اُٹھایا ہوا تھا۔ندیم ان کو دیکھتے ہی بولا۔

"او بھائی تمہارا تو شامت آگیا ہے۔ یہ لوگ اب تمہارے بالوں میں پھول بھی کرے گا۔ ہمت رکھنا۔ یہ اپنے ماموں کے ساتھ ہی نہیں منہ پر میک اپ بھی ایسا ہی سلوک کرتی ہیں۔ اُسی نے ان کو یہ سب دلوایا ہوا ہے۔"

پھر وہ بیٹیوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"چاچو کو تنگ مت کرو، لڑکے میک اپ نہیں کرتے ہیں۔"

امل کے لبوں پہ پہلی دفعہ مسکراہٹ ابھری۔۔ ندیم سے بولی۔

"بھائی مت منع کریں۔ خیر ہے بچیاں ہیں۔ ان کو اپنا ماموں یاد آرہا ہوگا، ان کو اپنا شوق پورا کر لینے دیں۔" ساتھ ہی اُس نے فاز کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کر مصنوعی تصدیق کروانی چاہی۔

"ہے نا جان آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟"

فاز نے دانتوں تلے لب دبا کر اپنی ہنسی روکی اور بولا۔

"بڑی تیز ہو، جان بول کر چھری چلانے کے لیے بکرا تیار کر رہی ہو۔"

ندیم ہنستے ہوئے بولا۔

"یار میں نے تو تمہیں بچانے کی کوشش کرنا چاہی، مگر اب اپنی بہن کے آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔"

فاز نے کندھے اچکاتے ہوئے ندیم کا شکریہ ادا کیا۔ اگلے آدھے گھنٹے کی محنت سے سحر اور مدیحہ نے فاز کو تیار کیا، وہ جس کی اپنی بھتیجیاں بھانجیاں اس سے فری ہو کر بات نہیں کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ بچوں سے دور ہی رہنے والوں میں سے تھا۔ اجنبی بچیوں نے اس سے ڈرے بغیر اس پہ میک اپ کی ساری ترکیبیں آزمادیں۔ آنکھوں کے اوپر گہرے نیلے شیڈ گالوں پہ شاکنگ پنک اور تو اور ہونٹوں پہ سرخ شیڈ دیا۔

بالوں کی لمبائی اتنی نہیں تھی، مگر پھر بھی انہوں نے پنز کے ساتھ سارا سر پھولوں سے بھر دیا تھا۔اس کی درگت پہ ساری فیملی کے ساتھ امل بھی بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔ رہا نہ گیا تو کہہ ہی دیا۔

"کاش میرے پاس کیمرہ ہوتا میں یہ یادگار لمحات محفوظ کر کے گھر جانے پر خاندان کے واٹساپ گروپ میں نشر کرتی۔ کسی نے یقین نہیں کرنا، کم از کم میری دوست شبی تو یقین نہیں کرے گی کہ تم جیسا سڑیل بندہ اتنی شرافت سے بچوں کے ہاتھوں کارٹون بن سکتا ہے۔"

وہ بھی کب چونکنے والا تھا، جواب فوری آیا۔

"تم نے جان کہہ کر کچھ مانگا تھا، میری کیا اوقات کہ نہ کرتا۔" امل نے اس کو نئے سرے سے گھورا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں سو دفعہ جان کہنے کو تیار ہوں۔اگر تم مجھے میرے گھر لے چلو۔"

فاز نے امل کے سکارف کے ساتھ لبوں کی لالی صاف کرتے ہوئے کہا۔

"گھر تو اب ہم اپنے ہی جائیں گے۔ چچی چچا کے گھر ملنے کے لیے جا سکو گی۔"

اچھا ہوا کہ ندیم لوگ اپنے کام کاج کو نکل پڑے ورنہ سب لڑائی کی تفصیل سے واقف ہوتے۔ امل کی آنکھ نم ہونے کو تیار تھی، اسلیے رُخ بدل لیا۔ جبکہ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں، لاہور میں فلیٹ لے لیں، کیا خیال ہے؟ یا گھر لینا چاہو گی؟"

امل نے دانت پیستے ہوئے بات شروع کی۔

"فاز اورنگزیب یہ کس قدر بھیانک مذاق ہے۔ شادی میں زبردستی کی جائے، اپنے حقوق حاصل کرنے میں زبردستی کی جائے اور جب اینٹوں سے بنے مکان میں رہنے کی بات آئے تم مجھ سے میری رائے پوچھو؟ کیا مرنے والا اپنا کفن اور قبر خود پسند کرتا ہے؟ اول تو میں زیادہ دیر تمہاری قید میں نہیں رہوں گی، پر اگر خدانخواستہ تم اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو جاؤ نا تو تمہارا گھر میری قبر ہوگی۔ جس پر کبھی میرے نام کا کتبہ تک نہ لگانا، میں چاہوں گی میری قبر بالکل نامعلوم ہو تاکہ کبھی بھولے سے بھی کوئی میرا تماشا دیکھنے کو وہاں نہ آسکے۔"

فاز نے ماتھا پیٹا۔

"فاز گاڈسیک وومن تم کس قدر اوورڈرامائی انداز میں باتیں کرتی ہو۔ اتنا بھی کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے، شادی ہی ہوئی ہے، وہ بھی ایک عقل مند باشعور پڑھے لکھے انسان سے پلس کروڑپتی بھی ہے، ایک لڑکی کو اور بھلا کیا چاہیے ہیں؟"

امل اس کی بات سُننے کے بعد کتنی دیر تک بے یقینی سے اس کی شکل دیکھے گئی، پھر بہت تحمل سے بولی۔

"اگر تم پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ واقعی باشعور بھی ہوتے نا تو مجھ سے کم از کم یہ نہ کہتے کہ کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹا ہے۔ تمہارے ساتھ کسی نے یوں کیا ہوتا۔ تب میں دیکھتی تم کیسے اس انسان کے ساتھ سکون سے رہتے۔ اگر تم مجھے گھر نہیں لیکر جاسکتے تو میرے ساتھ کم سے کم بات چیت کرو، کیونکہ جب جب مجھے اپنے نقصان کا غم زیادہ محسوس ہوتا ہے، تب تب مجھے تم سے مزید نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

فاز ایک دم سے موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"یار ان کے بچے تو حد سے زیادہ ملنسار ہیں۔ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ پہلی ہی ملاقات میں بچے اتنے اعتماد کے ساتھ آپ سے بات چیت کریں۔"

وہ مدیحہ اور سحر کو جتاتے ہوئے بولا۔

"وقاص بالکل ٹھیک کہتا ہے، تم دونوں بندریاں ہی ہو۔"

دونوں نے بُرا منایا۔ مدیحہ بڑے مدلل انداز میں پوچھنے لگی۔

"آپ وقاص کی ٹیم میں ہیں؟ یا ہماری ٹیم میں ہیں؟"

وہ وہیں نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"یہ ٹیمیں کب بنی ہیں۔ ملے ہوئے ابھی آٹھ پہر نہیں ہوئے، اور یہ ٹیم ٹیم کیسی؟"

مدیحہ نے جیسے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

"آپ نے دیکھا نہیں، وقاص نے آپ کے مقابلے میں امل آپی کا ساتھ دیا ہے، وہ دونوں مل کر آپ کو دریا میں پھینکنے کی بات کر رہے تھے، اب سوچ لیں۔"

فاز نے ہامی بھر لی۔ امل اُٹھ کر جانے لگی تو فاز نے مدد مانگی۔

"میرے سر میں درد شروع ہو گئی ہے، کیا بالوں میں لگائی گئی بلائیں اتار سکتی ہو۔" امل صاف انکار کرنا چاہتی تھی، مگر سحر اور مدیحہ پہ ترس آ گیا، کیونکہ اگر امل نہ مدد کرتی تو وہ یقیناً ان سے مدد مانگتا۔ فاز اُٹھ کر بیٹھا اور سر امل کی طرف جھکایا۔ امل نے پہلے جائزہ لیا، پھر ایک ایک کر کے پینز نکالنا شروع کیا۔ اپنے سر سے اُتر کر گرنے والے ایک پیلے پھول کو فاز نے شکریہ کے ساتھ امل کے کان کے پیچھے اڑسانا چاہا مگر امل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

شام تک وہ وقاص کے ساتھ سارے فارم پہ لنگڑاتی رہی جس کی وجہ سے
رات کا اندھیرا چھانے تک اس کا درد نہ صرف لوٹ آیا تھا، بلکہ پیر پہ سوجن
بھی ہو گئی تھی، بی بی نے اپنے کہے کے مطابق اس کو جڑی بوٹیوں کی دوا بنا کر
دی۔ امل نے کھانے سے پہلے سونگھا تو کھانا بھی باہر آنے کو تیار لگا۔ اس نے
بیچاری سی شکل بنا کر فاز کو مدد کے لیے دیکھا۔

"میں یہ نہیں کھا سکتی ہوں۔"

بی بی کی نگاہیں فاز پہ تھیں، ان کو مسکراہٹ سے نواز کر فاز نے اس کو
سمجھانا چاہا۔

"رات کو اگر تمہیں درد زیادہ ہو گیا تو یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے، اور
انہوں نے اتنی محنت سے اتنا کچھ پیس کر یہ گولیاں تیار کی ہیں، اچھا نہیں لگتا کہ
تم یوں انکار کرو۔"

امل اس وقت بھی بدلا لینے سے نہ چوکی۔

"تم اتنی اخلاقیات جھاڑتے بالکل اجنبی معلوم ہوتے ہو۔"

وہ بولا۔

"تو نہ مجھے اخلاقیات جھاڑنے کا موقع فراہم کرو نا۔ دودھ کا گلاس پکڑو اور
دو سیکنڈ میں دوا اندر، کام ختم۔" فاز نے کہنے کے ساتھ ہی بی بی کے ہاتھ سے دو
کالی سیاہ گولیاں پکڑ کر امل کے منہ میں ڈال کر دودھ گلاس اس کے منہ سے
لگا دیا۔ پھر جو امل نے کڑواہٹ محسوس کر کے بُری بُری شکلیں بنائیں۔ مگر
جب بی بی نے گھر کے بنے بام سے اس کے پیر پہ نرمی سے مساج کر کے تازہ
پٹی باندھی۔ امل کو بہت سکون محسوس ہوا۔

صبح پانچ بجے جب وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ واپس نہیں گئی، ابھی بھی فاز کی سوالیہ نظروں کو مکمل نظرانداز کرتی، جا کر مدیحہ اور سحر کے ساتھ لیٹ گئی۔ ایک طرح سے فاز کے ساتھ اس کے کمرے میں جانے سے صاف انکار تھا۔ بی بی ہاتھ دھونے چلی گئیں۔ فاز نے شیریں کی نیند کا خیال کرتے ہوئے دھیمے سے امل سے پوچھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"

"دیکھ نہیں سکتے؟ سونے لگی ہوں۔"

فاز نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اکیلے میں وہاں مجھے ڈر لگے گا۔"

امل نے بڑے آرام سے مشورہ دیا۔

"تم بھی یہیں لیٹ جاؤ۔"

"مجھے ابھی نیند ہی نہیں آئی ہے، آ جاؤ باہر واک کرتے ہیں۔"

امل نے بستر کے اندر مزید گھستے ہوئے کہا۔

"اتنی رات کو اتنی ٹھنڈ میں کون سی واک ہوتی ہے۔"

"امل ابھی صرف سات بجے ہیں۔ خیر سو جاؤ۔ میں تو آگ جلا کر تارے دیکھنے لگا ہوں۔"

فاز اپنے کمرے سے گرم چادر لیکر باہر کھلے آسمان کے نیچے نکل آیا۔ جہاں شام کو گھر کی خواتین نے کھانا بنایا تھا، وہاں کچھ کوئلے ابھی بھی دہک رہے تھے۔ اس نے کرسی قریب کھینچی اور کوئلوں کو ننگا کر کے ان کے اوپر سوکھی گھاس اور لکھ رکھ کر دو تین دفعہ پھونک ماری۔۔ دھونی دکھنے لگی۔۔ ساتھ ہی اس نے لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ساتھ لگا دیے۔ دو تین

منٹ تک دھونی مچتی رہی پھر ایک دم صاف آگ جل اُٹھی۔ ندیم باڑے میں جانوروں کو باندھ کر ابھی آیا تھا، اسلیے کچھ دیر فاز کے پاس رُک گیا۔ ببلی بھی اس کے ساتھ تھا۔

ندیم نے جانے سے پہلے فاز کو کہا۔

"ببلی ادھر تمہارے پاس ہی رہے گا، کوئی پتا نہیں ہوتا کوئی جانور نہ ادھر کو نکل آئے، ایسا عموماً ہوتا نہیں ہے، پر پھر بھی کچھ کہا نہیں جاسکتا ہے، یہ رائفل بھی ادھر ہی پڑی ہے، سونے سے پہلے ببلی کو جانوروں کے ساتھ بند کر دینا۔"

فاز نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یار تمہارا بہت شکریہ جو یوں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ الٹا میرے بچوں نے تمہیں اتنا تنگ کر دیا ہے۔"

فاز ہنسا۔

"بچے تمہارے پورے استاد ہیں بھائی۔ میں نے تین دفعہ منہ دھویا ہے، پھر کہیں جا کر میک اپ سے جان چھوٹی ہے تمہارا بس ایک بچہ شریف ہے، جو ابھی ماں کی گود میں ہے، ورنہ بڑے والے تینوں تو دہشت گرد ہیں۔ کون مانے گا کہ یہ اس ویرانے میں پلے بڑھے ہیں۔"

ندیم ہنستے ہوئے بتانے لگا۔

"یہی تو وجہ ہے، وہ صرف یہاں رہتے تو شائد اتنے تیز نہ ہوتے، صرف اس سال اپنے ماموں کو چھٹی نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ سردیاں گھر پہ بتا رہے

ہیں۔ ورنہ یہ ہر سال چھ ماہ چین رہ کر آتے ہیں۔ ان کا ماما وہاں سفارت خانے میں کوئی نوکری کرتا ہے، شائد کوئی ترجمان ورجمان ہے۔"

فاز داد دیتے ہوئے بولا۔

" ارے واہ۔۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"ہاں جی اچھا بچہ ہے، ٹھیک ہے بھائی صبح ملتے ہیں، مجھے جلدی اُٹھنا نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کے ساتھ بیٹھتا۔۔"

"ارے شرمندہ نہ کرو بھائی۔ شب خیر۔۔"

ندیم چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اور بلی اکیلے بیٹھ کر آگ میں دیکھتے رہے۔ پھر ایک دروازہ کھلا۔ چھڑی کی آواز پہ فاز سر اُٹھائے بغیر جان گیا آنے والی امل ہی ہے۔ کیونکہ ندیم کی آواز آئی جو امل سے پُوچھ رہا تھا۔ کیا وہ اندر سے دروازہ بند کر لے۔ کیونکہ ایک دفعہ وہ سو گیا تو کہیں ساری رات دروازہ کھلا ہی نہ رہ جائے۔ کیونکہ وہ تینوں کمرے ایک لائن میں تھے، اندر سے ایک کمرے سے دوسرے کا راستہ تھا۔

"جی کر لیں بند۔"

ندیم نے دروازہ بند کر لیا۔ فاز نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی تھی۔

"اب آگے آجاؤ وہاں کیوں اکڑ گئی ہو۔"

امل نے سہمے ہوئے کہا۔

"یہ ریچھ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟"

اس کا اشارہ سمجھ کر فاز نے مسکراتی نظروں سے بلی کو دیکھا جو بڑے آرام سے اپنے سامنے پیروں پہ سر رکھ کر بیٹھا آگ سینک رہا تھا۔

"آ جاؤ۔۔کچھ نہیں کہے گا۔"

"ہاں تمہارا تو سالوں کا واقف ہے نا۔اگر ابھی یہ بپھر گیا تو ہمیں اس کا لقمہ بننے سے کون بچائے گا۔"

فاز نے ایک دفعہ پھر گردن موڑ کر اس پہ اچٹتی سی نظر ڈال۔

"چلو تمہارے دوسرے پیر کی قربانی دے دیں گے۔اس طرح چوٹ بھی جلد ٹھیک ہو جائے گی،اور ادھر آ کر بات کرو،وہاں تم سونے والوں کو تنگ کر رہی ہو۔"

امل نے اگلا حکم دیا۔

"اس کی کالر پکڑو پھر آؤں گی۔"

فاز نے منہ سے پچکارتے ہوئے بلی کو اپنی جانب متوجہ کیا اور اس کو کالر سے تھام لیا۔امل پھر بھی بہت دور دور سے چکر کاٹ کا فاز کے دائیں جانب پہنچی۔فاز نے بلی کا کالر چھوڑ دیا۔وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔بلی کو کھڑے دیکھ کر امل نے تیر کی تیزی سے کرسی فاز کے برابر کی اور فورا بیٹھ گئی۔

بلی جی نے پر زور انگڑائی لی اور چہل قدمی کرتا ہوا آ کر امل کے پیروں کے پاس اپنی سابقہ پوزیشن سنبھال لی۔امل سانس روکے آنکھیں پھاڑے سب دیکھ رہی تھی،فاز کے بازو پہ اس کی آہنی گرفت اس کے خوف کو بڑی اچھی طرح اجاگر کر رہی تھی۔فاز ہنستے ہوئے بولا۔

"تھینک یو یار بلی جو کسی سے نہیں ڈرتی تھی،تم نے تو اس کی سٹی گم کر دی ہے۔"

وہ بڑبڑائی۔

"یہ یہاں کیوں آیا ہے۔اس نے منہ کھولنا ہے اور میرا پورا پیر اس کا ایک نوالا بنے گا۔ پلیز اس کو یہاں سے اُٹھاؤ۔"

فاز نے اس کی گرفت سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے کہا۔

"اگر اس نے تمہیں کچھ کہنا ہوتا تو اب تک کہہ چکا ہوتا۔ تم سارا دن بچوں کے ساتھ رہی ہو۔ پالتو جانور ایسی چیزوں کو بڑا نوٹ کرتے ہیں۔" امل تھوڑی دیر خاموشی سے بلی کا جائزہ لیتی رہی پھر اداسی سے بولی۔۔"یہاں کس قدر خاموشی ہے، ابھی تو آٹھ بھی نہیں بجے یہ لوگ اتنی جلدی کیسے سوجاتے ہیں۔ مجھے تو نیند ہی نہیں آئی۔۔الٹا ماحول کی خاموشی سے مجھے وحشت ہونے لگی ہے۔

"فاز نے اپنے گرد لپٹی چادر کو کھول کر ایک پلو امل کے کندھوں پہ گرادیا

۔۔

"ان کے پاس رات کو جاگنے کا کوئی سبب نہیں ہے نا۔ان کا لائف سٹائل اچھا ہے، رات کو جلد سوتے ہیں، صبح جلد اُٹھ جاتے ہیں۔ جیسے ہمارے گاؤں میں زمینداروں کے گھروں میں ہوتا ہے۔اماں بھی اُٹھنے کے معاملے میں ایسی ہی ہیں۔ یہ بہت صحت مند طرزِ زندگی ہے۔"

امل نے فاز کی جیکٹ کی ہڈ اپنے سر پہ کی۔ ٹوپی پہنے ہونے کے باوجود اس کو ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ فاز نے آگ میں ایک اور لکڑی پھینکی۔ امل اداسی سے بولی۔

"ایمان کیا کر رہی ہو گی؟ کیا اس نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی ہو گی؟ کوئی بھی ابھی تک مجھ تک کیوں نہیں پہنچا ہے؟"

فاز نے تحمل سے بتایا۔

"کیونکہ ان سب کو تو تمہارا خط ملا ہوا ہے، تم اپنی مرضی سے آئی ہو، اور میں نے کل ابا سے بات ہونے پر ان کو ہماری شادی کا بتا دیا تھا۔"

امل کو سوواٹ کا کرنٹ لگا۔

"کیا؟ تمہاری تایا ابو سے بات ہوئی؟ کب؟ کیا انہوں نے میرا نہیں پوچھا؟ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہی؟ تم کس قدر پنچ ہو کیسے مجھے بتا رہے ہو جیسے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

فاز اس کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔

"تمہیں سلام کہہ رہے تھے، تمہاری خیریت بھی پوچھ رہے تھے، تم سے بات کرنے کے خواہش مند بھی تھے مگر میں نے بتایا تم ہوٹل میں سو رہی ہو۔ کیونکہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پوچھ رہے تھے ہم واپس کب آئیں گے، میں نے کہہ دیا ابھی ایک دو ماہ ہم گھومنا چاہتے ہیں۔"

امل کئی پل اس کا منہ دیکھتی رہی۔ پھر رُخ موڑ کر آگ میں دیکھنے لگی۔ جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو فاز نے استفسار کیا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

امل نے سر نفی میں ہلایا۔ وہ مزید بولا۔

"کچھ تو سوچ رہی ہو۔ غُصہ نہیں کرو گی؟"

امل نے کہا۔

"کیا فائدہ؟ ایک انسان ہے ہی بے حس تو اس کے لیے تو آپ کا رونا دھونا فقط ایک تماشا ہے، مگر میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔"

فاز خوش تھا کہ وہ بول تو رہی ہے نا۔

"پوچھو۔۔؟"

امل کہنے لگی۔

"اگر یہی سب کچھ کوئی تمہاری بہن کے ساتھ کرتا تب تم کیا کرتے؟ اگر میری جگہ تمہاری بیٹی ہوتی تو؟ کیا تم کسی مرد کو یہ اجازت دو گے کہ وہ تمہاری بیٹی یا بہن کے ساتھ زبردستی بلیک میلنگ سے شادی کرے؟ دھوکے سے تعلق قائم کرے؟" فاز بڑے آرام سے کندھے اچکا کر بولا۔

"اللہ کا شکر ہے اللہ نے مجھے نیک بہنیں دی ہیں۔"

امل کو تھپڑ اتنا زوردار محسوس ہوا کہ شرمندگی اور بے یقینی سے اُس کے گال دہک رکھے، اور اس پل امل نے دل میں عہد کیا وہ اس شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گی، جبکہ وہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹی جب آئے گی، امید کروں گا وہ اپنی ماں جیسے واہیات شوق پالنے کی بجائے اپنی دادی اور نانی کی طرح ایک گھریلو اور نیک لڑکی ہو گی۔"

امل نے بہت مشکل سے اپنے اندر اُٹھتے غم و غصے کے ابال کو چھپاتے ہوئے بظاہر تحمل سے کہا۔

"پھر تم نے مجھ جیسی بُری لڑکی کی بجائے ایک نیک اور گھریلو لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی ہے؟"

وہ بولا۔

"ہر مرد کی طرح میری بھی خواہش تو یہی تھی مگر کئی کام خاندان کی عزت کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔ مگر کوئی پچھتاوا مجھے اس لیے بھی نہیں ہے کیونکہ مرد کے پاس تو دوسری تیسری بلکہ چوتھی کا بھی چانس ہوتا ہے، اب اگر کل کو ہمارے بچے ہوتے ہیں اور تم ایک اچھی ماں ثابت ہونے کی بجائے اگر اپنی انا کو لیکر میری اور اپنی زندگی اجیرن بنانے کی کوششوں میں رہو گی تو

ظاہر ہے میں اپنی اولاد کی پرورش تم سے نہیں کرواؤں گا۔ میں دوسری شادی کو ترجیح دوں گا۔"

امل کو لگا اگر کوئی اس کی ہتھیلی پر جلتے کوئلے رکھ دیتا تو شائد اتنا درد نہ ہوتا۔ اس وقت تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے پیٹ میں چھرا کھونپ کر بڑی بے دردی کے ساتھ گلے تک کاٹ دیا ہو۔ اس پل اس نے خود سے ایک اور عہد کیا اگر خدانخواستہ وہ اس رشتے سے جلد نکل نہ پائی تو وہ کسی صورت بھی وہ دن نہیں آنے دے گی جس دن وہ اس شخص کے بچے کی ماں بنے۔

امل سے رہا نہ گیا، گردن موڑ کر دو تین دفعہ فاز کو دیکھا، کیا پتا ایسے سنگ دل الفاظ مذاق میں کر رہا ہو۔ مگر وہ ایک دم سنجیدہ تھا، وہیں بیٹھے بیٹھے امل کے دل پر مہر لگ گئی۔ مگر خود سے اتنے بڑے بڑے عہد کرنے والی کو یہ نہیں علم تھا، کہ اس کی اصل آزمائش ابھی شروع ہونی تھی۔

دو ہفتے ندیم اور اس کے گھر والوں کے ساتھ بتا کر وہ بالکل ان کے ساتھ گھل مل گئے ہوئے تھے۔ امل کا پیر ٹھیک ہو چکا تھا، اسلیے وہ سارے دن میں ایک پل بھی کہیں ٹک کر نہ بیٹھتی تھی، تاکہ رات پہنچنے سے پہلے وہ اتنی تھک جائے کہ رات کو سر سرہانے پہ رکھتے ہی وہ بے خبر ہو جائے۔

کیونکہ بصورتِ دیگر اس کو فاز کے ساتھ بیٹھنا پڑتا تھا، مسئلہ اس کے ساتھ بیٹھنے کا بھی نہیں تھا، مگر جب تنہائی میں تھوڑا سا قرب ملتے ہی وہ اپنا حق جتانے سے جو بعض نہیں آتا تھا، امل ان پلوں سے جان چھڑوانے کے لیے کئی دفعہ سونے کی ایکٹنگ کرتی مگر پکڑی جاتی۔ ایسی صورت میں دونوں کی دو دفعہ بہت بری لڑائی بھی ہو چکی تھی جس کی خبر گل افشاں کو بھی ہوئی۔

اس نے ندیم کے آگے ذکر کیا جس پر اس نے یہ کہہ کر بات وہیں ختم کردی کی میاں بیوی میں سو دفعہ منہ ماری ہو جاتی ہے، اسلیے کسی سے اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان کا ذاتی معاملہ ہے۔

یہ ان کی آمد سے تین ہفتے کے بعد کی بات ہے دو دن سے امل کو مسلسل سردرد تھی، اس کو یہی شک تھا کہ ٹھنڈ لگ گئی ہے، کیونکہ ایک دن وہ اور تینوں بچے ان کی ماں سمیت آبشار کے ٹھنڈے پانی میں نہا کر آئے تھے۔ اسی شام اس کو زکام شروع ہوا۔ جو اگلے دن سردرد میں بدلا۔ تیسرے دن بی بی نے اس کی نبض دیکھ کر اس کو جو بات کہی امل کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آیا۔ اب وہ کچھ کچھ بی بی کی زبان سمجھنے لگی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے جلدی سے شیریں سے تصدیق کروائی۔

"شیریں بی بی نے ابھی کیا کہا ہے؟"

شیریں نے مسکراتے ہوئے اس کو اپنی جانب سے خوش خبری سُنائی۔

"مبورک ہو، میری جان تم اپنے جسم میں پہلی دنوں کا حمل اُٹھائے ہوئے ہے۔ شیریں سبزی بنا رہی تھی، جس سے ہاتھ روک کر امل کی پیشانی چوم کر شفقت کا اظہار کیا۔ وہ ہونقوں کی طرح اپنے دماغ میں اپنی مہانہ تاریخوں کا حساب لگاتے ہوئے بولی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے، بی بی کو غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے، میرے دو دن ہی تو مس ہوئے ہیں، اور ایک دو دفعہ سے بھلا بچہ تھوڑی ہونے والا ہو جاتا ہے۔"

بی بی اس کو غور سے سُن رہی تھیں، مگر جب شیریں نے بتایا کہ امل کیا کہہ رہی ہے۔ تو دونوں ماں بیٹی ہنسنے لگیں، افشاں آئی شیریں نے اس کو بتایا وہ

بھی ہنس ہنس لوٹ پوٹ ہوئی۔ اپنی آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتے ہوئی بولی۔

"امل تم کتنی بھولی ہو، خیر پہلے بچے کی دفعہ تو ویسے بھی ماؤں کو اتنا کچھ پتا نہیں ہوتا ہے، مگر ایک بات جان لو ہماری بی بی بنی بنائی ڈاکٹر ہے، جو اندازہ لگاتی ہے، ایک دم ٹھیک ہوتا ہے، تو اگر بی بی نے کہہ دیا ہے کہ تمہارا حمل ہے تو مان لو کہ ہے۔ میں ابھی گڑ کی مٹھائی بنا کر سب کا منہ میٹھا کرواتی ہوں۔"

امل نے گھبرا کر اس کو وہیں روک دیا۔

"نہیں نہیں خدارا آپ کسی کو کچھ مت کہنا، تینوں وعدہ کرو فاز کو بھی نہیں بتاؤ گے۔"

آگے کوئی بہانہ نہ سوجھا تو کہہ دیا۔

"میں پہلے کم از کم ایک ہفتہ انتظار کر کے تصدیق کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد میں خود فاز کو بتاؤں گی۔"

وہ اُن تینوں کے سامنے سے تو مسکرا کر ہٹ گئی۔ وہاں سے اٹھی اور سمت کا تعین کئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتی چلتی چلی گئی۔ بار بار آنکھوں کے سامنے دھند چھا جاتی۔ جسے قمیض کی آستین میں جذب کرتی جاتی۔

فاز اور ندیم دریا سے مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس عرصے میں جہاں امل کے چہرے پہ تازہ آب و ہوا نے شگفتگی چھوڑی تھی۔ وہیں فاز کا چہرہ پہلے سے بھرا بھرا سا ہو رہا تھا۔ یا شائد بڑھی ہوئی داڑھی اور بالوں کا اثر تھا۔

فاز نے گھر کی مخالف سمت میں جاتی امل کو حیرت سے دیکھا۔

"یہ اُدھر کدھر جا رہی ہے؟"

اس کی آواز پر ندیم متوجہ ہوا۔
امل کی سپیڈ دیکھ کر بولا۔
"کہیں یہ بچوں کو تو نہیں ڈھونڈ رہی۔ اس کو آواز دو کہ بچے ادھر ہیں۔
"
فاز نے آواز لگائی۔
مگر نہ وہ چونکی نہ رکی نہ مڑی۔
فاز کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔
جیسے ہی امل درختوں کے پیچھے غائب ہوئی وہ جال کا سرا ندیم کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔
"یہ پکڑو یار ذرا میں دیکھوں اس کو کیا ہوا ہے۔"
پہلے تو بڑے بڑے قدم اُٹھائے۔ مگر جب دیکھا کہ اس کے اور امل کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ تو دوڑ لگا دی۔ پانچ منٹ میں اس کو جالیا۔ مگر جہاں پر اس کو کھڑے پایا۔ وہ منظر فاز کے طوطے اُڑانے کو کافی تھا۔
اس نے غصے سے آواز دی۔
"املی۔۔۔ یہاں کیوں کھڑی ہو؟"
وہ اس آبشار کے کنارے پہ کھڑی تھی۔ جس کا پانی ڈائریکٹ نیچے دریا میں گرتا تھا۔ پانی کے پریشر کی وجہ سے امل کے کپڑے اُڑ رہے تھے۔
فاز کی جان پہ بن آئی۔
"اتنی آگے کیوں کھڑی ہو؟"
"وہیں رُک جاؤ فاز اورنگزیب ورنہ میں ابھی نیچے چھلانگ لگا دوں گی۔
"

فاز کے قدم تھم گئے۔

"مذاق نہ سمجھنا۔۔ کیونکہ میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہے۔"

"میری جان ہوا کیا ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"میرے لیے ایسا لفظ استعمال مت کرنا۔ خبردار مجھے کسی نام سے پکارا ۔۔۔ میرا خون چوس کر مجھے جان کہتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی ہے۔!

""""

وہاں سے پیچھے ہٹ جاؤ پھر بات کرتے ہیں۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔ مجھے بس میرے گھر جانا ہے۔"

مجھے میری امو کے پاس جانا ہے۔"

وہ اتنا ٹوٹ کر رو رہی تھی کہ اس کے دونوں کندھے مسلسل ہل رہے تھے۔ ایک پل کو امل نے آنکھیں میچ کر روتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کو سینے کے اوپر جھکایا۔

اتنی سی مہلت ملتے ہی فاز نے چیتے کی طرح آگے ہو کر اس کو جھپٹا اور اپنی طرف کھینچ لیا۔ امل کا وجود جھٹکوں کی زد میں تھا، فاز نے اس کو اپنے ساتھ لگانا چاہا جس پہ امل نے اس کو بری طرح پیچھے جھٹک دیا۔ فاز اس کے رویے اور مسلسل روئے چلے جانے سے زچ ہو کر بولا۔

"بتاتی کیوں نہیں ہو آخر کیا ہوا ہے؟" امل غصے سے چلائی۔

"بتایا تو ہے، مجھے میرا گھر یاد آرہا ہے، مجھے گھر جانا ہے۔"

فاز بھی اسی کے انداز میں بولا۔ "ایسے کیسے ایک دم سے گھر یاد آگیا ہے، ابھی آدھا گھنٹہ پہلے تو تم سب کے درمیان بیٹھی ہنس کھیل رہی تھی۔"

امل نے اپنی پانی بھری آنکھوں سے اس کو براہِ راست زخمی کرتے ہوئے بڑی ٹھہری آواز میں کہا۔

"اگر مجھے گھر نہ بھیجا گیا، نہ صرف یہ کے میں اس خاندان کو سارا سچ بتا کر اس سے مدد مانگ لوں گی، بلکہ اسی پہاڑی سے دریا میں کود جاؤں گی، اس بات کو خالی خولی دھمکی مت سمجھنا فاز۔ فیصلہ کرنے کے لیے تمہارے پاس کل دوپہر تک کا وقت ہے، اس کے بعد میں تمہارے بغیر ہی یہاں سے جاؤں گی۔ اور مجھے اس لمحے میں خود پہ شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، جب سے میرا پیر ٹھیک ہوا ہے، میں پیدل ہی کیوں نہیں نکل پڑی، اب تک کہیں نہ کہیں پہنچ چکی ہوتی۔"

فاز پُرسوچ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ ہوا ہے، یہ الگ بات ہے کہ تم مجھے بتانا نہیں چاہتی ہو۔"

امل کے اندر کے چور نے اس کو نظر چُرانے پر مجبور کیا، ایک بات تو وہ بڑی اچھی طرح سے جانتی تھی۔ اگر فاز کو پریگنینسی کی بھنک بھی پڑ گئی، تو وہ اپنے منصوبے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ ایک بات تو پکی تھی، اگر بچہ آ بھی رہا تھا، تب بھی وہ یہ سلسلہ یہیں ختم کر دے گی۔

جو دو لوگ خود ایک دوسرے سے ناخوش ہوں وہ کسی تیسرے وجود کو لانے کا سبب نہیں ہونے چاہیے ہیں، بچے فیملی میں ہوتے ہیں، فاز اور نگزیب تم اور میں ایک فیملی نہیں ہیں۔ اسلیے ہمارا بچہ نہیں آئے گا۔

رات تک وہ بجھی بجھی ہی رہی، جلدی سو گئی۔ ایک دم سے وجود سے توانائی ختم سی ہو گئی۔ جلد سو جانے کی وجہ سے وہ اس بات سے بھی ناواقف رہی کہ فاز رات کو ہی ندیم کے گھوڑے پر وہاں سے چلا گیا تھا۔ صبح وہ جلد اُٹھ جانے کے باوجود بستر میں پڑی رہی۔ عام طور پر وہ صبح بچوں کے ساتھ ہی اُٹھ جاتی تھی، وقاص تین دفعہ اس کو اُٹھا کر جا چُکا تھا۔ اب دوبارہ آیا۔

"تم کو کیا ہوا ہے ؟ ساری بکریاں اور بھیڑیں تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں اور بلی یہ دروازے کے پاس انتظار کر رہا ہے، اور تم ہے کہ باہر ہی نہیں آ رہی ہو۔"

امل نے آنسو صاف کیا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"لو اُٹھ گئی ہوں۔ اب خوش؟" وقاص پیار سے مسکرایا۔

امل کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ اتنے دن یہاں صرف ان فرشتوں کی وجہ سے رہ پائی تھی۔ اس نے وقاص کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ آیا تو امل نے اس کو زور سے اپنے ساتھ بھینچ لیا اور زار و قطار رو دی۔ وقاص پریشان ہو گیا، افشاں بھی بھاگی آئی۔ کچھ کہے بغیر امل کو اپنی بانہوں میں بھر کر وہ بھی اس کے ساتھ رونے لگی۔

جب دونوں نے دل کا غبار نکال لیا تو افشاں اس کو خود سے دور کر کے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ "جب سے مجھے ندیم نے بتایا ہے کہ آج تم لوگ واپس جا رہے ہو، میں خود کتنی دفعہ رو چکی ہوں۔ تمہارے آنے سے ہمارے گھر پہ کتنی رونق ہو رہی تھی، تمہارے جانے کے بعد دل بہت اُداس ہو گا، مگر میں تم لوگوں کو مزید رُکنے پر اسرار بھی نہیں کر سکتی ہوں۔ کیونکہ ندیم نے مجھے بتایا ہے، فاز بھائی کو پچھلے ہفتے سے تین چار فون آ چکے ہیں۔ ان کے کام کا پیچھے بہت حرج ہو رہا ہے۔"

امل کے لیے یہ ساری معلومات نئی تھی۔

"تمہیں کس نے بتایا کہ ہم جا رہے ہیں؟ اور کالز کب آئیں؟ اس کے پاس اگر فون ہوتا بھی تو یہاں سگنل ہی نہیں آتے ہوں گے۔"

افشاں اس کی حاضر دماغی سے متاثر ہو کر بتانے لگی۔

"ہاں یہاں موبائل نہیں چل سکتا ہے، مگر یہاں سے تھوڑا نیچے ہوٹل ہے، میرا بھائی بھی وہیں کالز کر کے پیغام وغیرہ دیتا ہے، پھر ہوٹل والے کسی آنے جاتے کے ہاتھ پیغام بھیج دیتے ہیں۔ پچھلے ہفتے یہ لوگ کھیتوں میں تھے، جب ایک لڑکا فاز بھائی کے بڑے بھائی کی طرف سے ملنے والی ہدایت لیکر آیا تھا، اسلیے ہم لوگوں کو پتا نہ چل سکا، یہ تو جب رات کو فاز بھائی گاڑی لینے کے لیے روانہ ہوئے یہ کہہ کر کہ صبح وہ کار لیکر پہنچ جائیں گے، تب میرے پوچھنے پر کی اتنی اچانک واپسی کا فیصلہ کیسے ہو گیا، تب ندیم نے بتایا کہ اچانک نہیں ہے۔"

ایک طرف تو امل اس ساری معلومات پہ بڑی ہلکی پھلکی ہو گئی۔ مگر دوسری طرف جب ان پیارے لوگوں سے بچھڑنے کا خیال آیا۔ آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں آپ کو بہت یاد کروں گی۔ اپ لوگ بہت اچھے ہیں۔"

جب فاز واپس آیا۔ سفید کھدر کے سوٹ میں نہایا دھویا سا پرفیوم کی خوشبو لیے آنکھوں پہ کالے شیشے رکھے ہوئے تھے۔ اپنے ساتھ بچوں کے لیے خاص اور باقی سب کے لیے بھی بہت سا سامان لیکر آیا۔ الوداع کہنے کا وقت آنسوؤں سے بھرا تھا، اسلیے فاز نے اس کو زیادہ لمبا نہیں کیا۔

جلدی جلدی کا شور مچا کر امل کو لے نکلا۔ کیونکہ نہ تو وہ چاہتا تھا کہ امل مزید روئے کیونکہ وہ پہلے ہی وقفے وقفے سے مسلسل یہی ایک کام کر رہی تھی، دوسرا وہ بچوں کو اداس نہ دیکھ سکا اسلیے واپس آنے کا وعدہ دیکر اور ان لوگوں کو اپنے ہاں آنے کی پُرزور اصرار والی دعوت دیکر نکل آیا۔

جس پُل کو آتے دفعہ امل نے رات کے اندھیرے میں عبور کیا تھا، آج دن کی رشنی میں بغیر کسی کی مدد کے عبور کر کے آئی۔۔پُل کے دوسری جانب جیپ پارک تھی۔افشاں نے ان کو دو دن کا کھانا پیک کر کے ساتھ دیا تھا، اس کے علاوہ بھی کچھ سوغاتیں تھیں۔جیپ کی حالت بہت اچھی تھی، امل نے پچھلی سیٹ پہ پناہ لی۔

فاز آخری دفعہ ندیم کے گلے ملا اور اللہ کا نام لیکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔جب تک وہ لوگ پہاڑوں سے گزرتے رہے، امل مسلسل روتی رہی۔اس نے فاز کی جیکٹ کی ہڈ کو سر پہ ٹکا کر اپنا منہ پوری طرح باہر کی جانب موڑا ہوا تھا، تاکہ فاز کے علم میں لائے بغیر وہ اپنا شو جاری رکھ سکے۔اپنی صورتحال بھول کر وہ ان بچوں کو یاد کر کر کے رو رہی تھی۔جن کے ساتھ اُس نے اتنے دن گزارے تھے، اب ان سے بچھڑ کر دل بہت اُداس ہو رہا تھا۔

فاز کی ساری توجہ روڈ پہ ہونے کے باوجود وہ پچھلی سیٹ پہ چھائی خاموشی اور پھر تھوڑی دیر بعد ہونے والی شو شو باآسانی سُن رہا تھا۔جب یہ سلسلہ اگلے آدھے گھنٹے تک جاری و ساری رہا تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔

"اگر تم اتنی دکھی ہو تو کیا میں گاڑی واپس موڑ لوں؟"

فاز کے پوچھنے پر امل کے رونے کو ایک دم بریک لگ گئی۔

سفر جاری رہا/ایک دفعہ جیپ دریا میں سے گزری۔جس کے پانی کا بہاؤ اتنا تیز نہیں تھا۔چار گھنٹے مسلسل گاڑی چلانے کے بعد اس نے روڈ سائیڈ پہ بریک لی۔جیپ سے نکل کر فٹ پاتھ پہ چلنے لگا۔امل نے واش روم کی حاجت

کے تحت ارد گرد نظر ڈالی مگر پہاڑ ہی پہاڑ نظر آئے اسلیے چُپ چاپ بیٹھی رہی۔
فاز نے ڈرائیونگ سیٹ سے جھک کر اندر جھانک کر پوچھا۔

"پانی ہے؟"

امل نے کھانے والی ٹوکری کے پاس رکھی پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔ فاز نے پہلے تو پانی کو چلو میں بھر کر منہ پہ چھینٹا پھر منہ سے لگا کر دو چار گھونٹ بھرے۔ بوتل واپس امل کی طرف بڑھا دی۔ پانچ منٹ بعد آ کر واپس اپنی سیٹ سنبھال لی۔ سفر ایک دفعہ پھر شروع ہو گیا۔

"تم نے چُپ کا روزہ کیوں رکھا ہوا ہے؟"

امل نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیسے سُنا ہی نہ ہو۔

"مجھے تنگ نہ کرنا امل۔۔۔"

امل نے کچھ نہ کہا۔

"تم میرے ساتھ میرے گھر جاؤ گی۔ مجھے کچھ وقت فیکٹری کو دینا ہے، اس کے بعد چچی لوگوں کی طرف چلیں گے۔ تم کچھ دن ان کے ساتھ رہ بھی سکتی ہو۔" امل کچھ نہ بولی۔

فاز بار بار جمائیاں لے رہا تھا آنکھیں مسلتے ہوئے بولا۔

"مجھے شدید نیند آ رہی ہے، کیونکہ کل رات میں صرف دو گھنٹے ہی سو پایا تھا۔"

امل نے اس دفعہ بھی کوئی جواب نہ دیا۔ لاتعلق سی بیٹھی رہی۔

"گاڑی چلا لو گی؟"

اس سوال نے اس کو متوجہ کر ہی دیا۔

"تم مجھے چلانے دو گے؟"

فاز نے اپنی مسکراہٹ چھپالی۔

"سوچا جاسکتا ہے، اگر تم ہمیں کسی کھائی کی نظر نہ کرنے کا وعدہ کرو۔"

امل نے اس خطرناک سڑک کا جائزہ لیا۔اور بولی۔

"تم جیپ کے ساتھ ڈرائیور کو لیکر آتے۔"

فاز نے ایک اور جمائی لی۔

"ڈرائیور اگلے تین دن تک دستیاب نہیں تھا۔یہ جیپ سوات تک ہے۔ وہاں سے آگے اپنی گاڑی سے جائیں گے۔"

امل اس کی نیند بھگانے کا حل سوچتے ہوئے بولی۔

"میوزک لگالو۔"

فاز نے بتایا۔

"سٹیریو نہیں ہے۔"

"تو ریڈیو چلالو۔"

"وہ بھی نہیں ہے۔"

"تو خود سے ہیر گالو/"

"وہ مجھے آتی نہیں ہے۔"

"تو اب میں کیا کروں؟"

"تم گاؤ۔"

"مجھے بھی گانا نہیں آتا ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کیونکہ میں نے تمہیں گاتے سُنا ہوا ہے۔"

امل نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھا۔ وہ بتانے لگا۔

"ایک دفعہ میں تمہارے گھر آیا تھا، تم اپنے برآمدے میں کانوں میں ہیڈ سیٹ لگائے میوزک سُننے کے ساتھ ساتھ گا بھی رہی تھی۔ سامنے نصاب کی کتاب کھلی ہوئی تھی۔"

امل بڑے آرام سے بولی۔

"ہاں تو وہ کیا ہے۔ بندہ گانا سُن رہا ہو تو ساتھ ساتھ گا ہی لیتا ہے، تم مجھے باتوں میں مت الجھاؤ۔"

مگر فاز نے سارا راستہ اسی طرح اس کو باتوں میں لگائے رکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس اجنبی ملک میں اگر اسکو کوئی چیز اپنی لگتی تھی۔ تو وہ بارش تھی۔ جب بھی بارش ہو رہی ہوتی۔ اسکا دل یہی چاہتا کہ ہر باڑ توڑ کر باہر نکل جائے۔ اور پھر وہ گھنٹوں برستے آسمان کے نیچے گزارے۔ اور برطانیہ جیسے ملک میں بارش روز کا معمول تھی۔ اسلیے وہ شکر کرتی کہ وہ دن کی بجائے رات کو کام کرتی تھی۔ ورنہ دن کے وقت بارش میں آوارہ گردی کرنے کا شوق کبھی بھی پورا نہ ہو پاتا۔

آج وہ ڈیوٹی پہ تھی۔ جب ایک گاہک کو سرو کرنے کے لیے باہر کی جانب آئی تو نظر سیدھی کھڑکی کے اُس پار گئی۔ لندن میں اگر ہر بلڈنگ میں یہ اتنی بڑی بڑی دیوار گیر کھڑکیاں نہ ہوتیں تو شائد اندر بیٹھے لوگوں کو باہر کی دنیا کا اتنا علم ہی نہ رہتا کہ کب دن چڑھا اور کب رات ہوئی۔

ملی کے اندر آج یادوں نے بہت ادھم مچایا ہوا تھا۔ رہی سہی کسر بارش کی چمکتی بوندوں نے پوری کر دی۔

وہ آرڈر سرو کرنے کے بعد سیدھی کچن میں آئی۔اور ایپرن اُتارتے

ہوئے۔شیف سے مخاطب ہوئی۔

"شیڈی تم مالک کو بتادینا۔۔۔میرے گھر سے ایمرجنسی کال آئی ہے۔۔

اسلیے میں جارہی ہوں۔"

اُس وقت تو مصروفیت کے دروان شیڈی نے اثبات میں سر ہلادیا۔۔۔

مگر جب وہ اپنے بوٹ اور جیکٹ وغیرہ پہن کر کچن سے نکل گئی تب شیڈی کو یاد

آیاتو باآواز بولا۔

"ارے پر یہ تو اکیلی رہتی ہے۔"

پاس کھڑی دوسری ویٹر بولی۔

"ہو سکتا ہے۔۔فیملی ملنے آئی ہوئی ہو۔"

شیڈی نے کندھے اچکائے اور اپنے سٹاف کو اگلے احکام دینے لگا۔

باہر اندھیرا تو پھیل چکا تھا۔مگر چونکہ اندرونِ شہر کی رونق عروج پہ تھی۔

روشنیوں نے رات کی اُداسی کو کم کیا ہوا تھا۔

وہ جیکٹ کی ہڈ پہنے دونوں جیبوں میں ہاتھ دیئے۔ناک کی سیدھ میں

چلتی جارہی تھی۔بارش کے پانی کے ساتھ مل کر آنے والے ٹھنڈی ہوا کے

تھپیڑے ہڈ کے ساتھ لڑ جھگڑ کر اسکے چہرے تک پہنچ رہے تھے۔اُس کے دل

میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اس وقت رات نہ ہوتی تو وہ کسی پارک کے

بینچ پہ بیٹھ کر ہرے بھرے درختوں کو اس تیز ہوا میں رقص کرتا دیکھتی۔

وہ دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔

"کاش زندگی ویسی نہ ہوتی جیسی رہی ہے۔کاش مجھ سے میرے اپنے دور

نہ جاتے۔اگر جانا ہی تھا تو اُس دیس تو نہ جاتے جہاں تک میری آواز نہیں جاتی

ہے۔ کاش میں انکے چہرے دیکھ سکوں۔ صرف ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار وہ مجھے آواز تو دیں۔۔۔ میں معافی مانگ لوں گی۔۔۔ پیر پڑ جاؤں گی میں انکو اتنا تو بتا سکوں کہ مجھے اُن سے کتنی محبت ہے۔ اتنا تو کہہ سکوں انکے بغیر میرا دل خالی ہے۔ میری آنکھیں بنجر ہیں۔ میری روح مردہ ہے۔"

بارش کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کے پانی میں مل کر آنسو چُھپ جاتے ہیں ورنہ کون کس کو صفائیاں دے۔ کیوں روئے ہیں اور کس کس کو روئے ہیں مرنے والوں کی یاد میں تڑپتے ہیں۔ یا بچھڑ جانے والوں کے غم میں بے چین پھرتے ہیں۔

وہ ایک دم بیچ راستے میں رُک گئی سر سے ہڈ ہٹادی۔ اپنے ارد گرد پہ نظر ڈالی۔

عوام ہی عوام۔۔۔ ہر رنگ و نسل کے لوگ۔۔۔ مختلف قسم کی سواریاں۔۔۔ بسیں۔۔۔ کاریں۔۔۔ امیر عرب زادوں کی شور مچاتی سپورٹس کاریں۔۔۔ کیونکہ ہفتے کی شام تھی۔۔۔ اسلیے رونق بھی اُسی حساب سے تھی۔

اُس کی نظر سائیکل رکشے پر پڑی۔۔۔ جسے کوئی یورپین ملک سے آیا شہری چلا رہا تھا۔ وہ آکر ایک جگہ رُکا ساتھ ہی کہیں سے پولیس اہلکار برآمد ہوا۔ سائیکل والا پولیس والے سے بچتا فوراً وہاں سے نودوگیارہ ہو گیا۔ کیونکہ تو نسل والے دوسرے ملکوں سے آنے والے کلچر کے رنگوں کو تو نہیں روکتے تھے۔ مگر وہ ایک مصروف شاہراہ پر ٹریفک کی روانی کو متاثر کرنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ اسلیے ایسے رکشے وغیرہ کو سڑک پہ پارک کرنے کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ اور یہ لوگ صرف لندن میں ہی نظر آتے تھے۔ کسی اور شہر میں انکی رسائی نہ تھی۔

اس منظر نے ملی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجادی۔ رکشے کی سواری کرنے کی خواہش اُبھری اور وہ اسکی تلاش میں اگلے بلاک تک آئی۔

مگر کوئی نظر نہ آیا۔ وہیں قریب موجود حلال کے ایف سی پہ نظر پڑی۔ اُس کے پیٹ سے آنے والی آوازوں نے یاد کروایا تھا کہ آج اُس نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا۔ صرف دوعدد کافی کے مگ ہی پیے تھے اور تین گھنٹے کی شفٹ کے بعد اب اتنی لمبی واک نے آنتڑیوں کو کلمہ پڑھنے پہ لگادیا تھا۔

ابھی وہ کے ایف سی کا شیشے کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو ہی رہی تھی کہ جب اُسکی جینز کی جیب میں رکھا نوکیا کا نمبروں والا فون سیٹ بجنے لگا۔

پہلا خیال یہی آیا۔ شائد ریسٹورنٹ سے شکائتی کال آگئی ہے یا خالہ کو پھر سے میری یاد آگئی۔

مگر فون کی سکرین پر چمکتے اجنبی نمبر کو دیکھ کر ماتھے پہ پُر سوچ بل آئے نمبر تھا یوکے کا ہی مگر کوڈ لندن کا نہیں تھا۔

"یہ کس کا نمبر ہو سکتا ہے؟"

ایک دل کیا بند کر کے واپس جیب میں ڈال دے مگر پھر انجانی قوت نے یس پہ انگلی کا بوجھ ڈالوا دیا۔

"ہیلو؟"

اُسکے جھجھکتے ہیلو کے جواب میں کوئی جلدی میں بولا۔

"کیا آپ ملی بول رہی ہیں؟"

"جی۔۔آپ کون۔۔؟"

"میرا نام شیراز ہے۔۔۔ میں آپکے بھائی کا روم میٹ ہوں۔۔ مجھے آپکو بڑا ضروری پیغام دینا تھا۔۔ بڑی مشکل سے آپکا نمبر حاصل کر پایا ہوں۔"

انجانے خدشے نے اسکے لب خشک کر دیئے۔دل ہی دل میں سب خیریت ہو کی تسبیح کرتی بولی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا؟"

"افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے میم سب ٹھیک نہیں ہے آپ کا بھائی آج اپنے کمرے میں بے ہوش پایا گیا ہے۔اس وقت ہسپتال میں داخل ہے ۔۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ اُس نے ڈرگز کی اوور ڈوز لی ہے۔ابھی اُسکی حالت خطرناک ہے۔ڈاکٹرز کے کہنے پہ فیملی کو مطلاع کرنا چاہ رہا تھا۔تو یونیورسٹی کے آفس سے آپکا یہ نمبر ملا ہے۔آپکے بھائی کا فون غائب ہے ورنہ اُس کے کنٹیکٹس سے کسی اور کا نمبر مل جاتا۔البتہ چانسلر صاحب نے ایک پاکستانی نمبر بھی دیا ہے۔۔ جس پہ میں نے ابھی ٹرائی نہیں کیا ہے۔۔ کیونکہ مجھے یہ ہی صحیح لگا کہ جو یو کے میں موجود ہے وہی جلد پہنچ سکیں گے۔۔۔"

خود کو اسکے بھائی کا روم میٹ کہہ کر تعارف کروانے والا لڑکا اسکو تفصیل بتا رہا تھا۔وہ ابھی تک دووازے کے ہینڈل کا سہارا لیے کھڑی تھی۔ورنہ شائد اپنے پیروں پہ وزن اُٹھائے نہ رکھ پاتی۔اسکے پیچھے خریداروں کی لائن جمع ہو رہی تھی۔جو دُکان کے اندر آنا چاہ رہے تھے۔مگر راستے میں وہ حائل تھی۔ سٹاف کے ایک ممبر نے اسکی جانب تشویش سے دیکھا۔۔اور اُسکے پاس آکر نرمی سے دریافت کرنے لگا۔

"تمہارا رنگ بہت زرد ہو رہا ہے۔۔ کیا تم ٹھیک ہو؟"

کھوئی کھوئی نظروں سے سامنے موجود سیاہ فام کو دیکھتی وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ منہ بھی کھولا مگر الفاظ نہ نکلے۔

جس پہ ایک میز پہ براجمان گوری عورت جلدی سے بولی۔

"اسکو کرسی پہ بیٹھا کر پانی دو مجھے لگتا ہے۔۔ اسکو دل کا دورہ وغیرہ پڑا ہے۔۔۔دیکھو تو کیسے اتنی سردی ہونے کے باوجود پسینہ پسینہ ہو رہی ہے۔"

سیاہ فام کے علاوہ ایک دو اور لوگ بھی حرکت میں آئے کوئی کرسی کھینچ لایا ایک لڑکی نے ہاتھ میں پکڑی نئی پانی کی بوتل کھول کر اسکی جانب بڑھائی۔ ایک لڑکا اپنے موبائل سے نظر اُٹھا کر پوچھنے لگا۔

"اگر یہ بے ہوش ہونے لگی ہے تو کیا میں ایمبولینس کو فون کروں؟"

خود کو دکان میں موجود پندرہ بیس لوگوں کے علاوہ سارے سٹاف کی توجہ کا مرکز بنتے دیکھ کر اُس نے اپنے دوڑتے بھاگتے دل کو قابو کیا۔ پانی کے دو چار گھونٹ بھر کر سب کو اپنے ٹھیک ہونے کی خبر دی۔

حلانکہ وہ دور دور تک بھی ٹھیک نہ تھی۔

دو چار منٹ تک وہیں بیٹھ کر اپنے حواس کو قابو کیا۔ پھر ٹیکسی کو کال ملائی۔ اُسکو نارمل ہوتا دیکھ کر باقی لوگ بھی اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئے۔

دس منٹ پہلے جو بھوک جاگی تھی۔ وہ اس وقت مر چکی تھی۔

اُس کے فون پہ ٹیکسی کمپنی سے ٹیکسٹ میسج آیا جس میں گاڑی کا میک اینڈ ماڈل اور رنگ بتایا گیا تھا۔۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنی مدد کو آگے آنے والوں کا شکریہ ادا کرتی کے ایف سی سے نکل آئی۔ باہر بارش اُسی طرح جاری تھی ۔۔۔ مگر اب اسکو بارش میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔

ایک دم سے ہی اپنا آپ بہت اکیلا اور ویران لگنے لگا۔ جی چاہا کسی کی نرم پناہ ہو جہاں سر چھپا کر غمِ زندگی کو بھلایا جاسکے۔

دماغ میں جلدی سے سارا حساب لگایا لندن سے بس کے ذریعے ایڈنبرا جانے میں اسکو آٹھ سے نو گھنٹے لگ سکتے تھے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شام کو جانے والی بس نکل گئی ہو اور اگلی بس کا صبح تک انتظار کرنا پڑتا۔

ٹرین البتہ دو چار گھنٹے جلد پہنچا سکتی تھی۔ مگر وہ اتنا انتظار بھی کرنے سے قاصر تھی۔ جیسے بھی ہوتا جلد از جلد بھائی کے پاس پہنچنا تھا۔اُس نے وقتی طور پر اپنے دماغ کے اُس حصے کو بالکل بند کر دیا تھا کہ جو ماں جائے کی اس حرکت پہ غور و فکر کرتا کیونکہ اگر وہ سوچنے بیٹھ جاتی تو دل و دماغ مفلوج ہو جاتے اور وہ کبھی بھی اپنے پیارے کی مدد کو نہیں پہنچ سکے گی۔

ٹیکسی کے پہنچتے ہی وہ گھر کو روانہ ہوئی۔ جہاں پہ ٹیکسی والے کو نیچے انتظار کرنے کا بول کر اوپر اپنے فلیٹ میں گئی۔ جلدی جلدی میں اپنے بیک پیک میں دو جینز، دو چار شرٹس، موزے، ٹوتھ برش فون کا چارجر وغیرہ پھینکا۔ الماری کے اندرونی خانے میں رکھا سارا کیش اپنے والٹ میں ٹھونسا بینک کارڈ کی والٹ میں موجودگی کی تصدیق کی۔ آئی ڈی لی بیک پیک کو کندھے پہ پھینکا اور فلیٹ کا دروازہ لاک کرتی بھاگم بھاگ نیچے آئی۔

دوبارہ سے ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو ائرپورٹ جانے کی ہدایت کی۔

اُس کے فلیٹ سے ائرپورٹ تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگا۔ ٹیکسی والے نے پچیس پاؤنڈ کا بل بتایا۔۔۔ اُس نے پانچ پاؤنڈ ٹپ ملا کر ڈرائیور کو تیس پاؤنڈز دیئے۔ جس پہ وہ بڑا راضی ہو کر شکریہ ادا کر کے چلا گیا اور وہ اپنے مطلوبہ ٹرمینل کی جانب بڑھی۔

پہلے برٹش ائرلائن کے ریسپشن سے پروازوں کی ساری تفصیل معلوم کی۔ اگلے ڈیڑھ گھنٹے میں اُسکے مطلوبہ مقام کی فلائٹ جانی تھی اُس نے وہیں سے ٹکٹ خریدا چیک ان شروع ہوا تو وہ لائن میں تیسرے نمبر پہ کھڑی تھی۔ چیک ان کے بعد اپنا بورڈنگ پاس لیکر وہ بتائے گئے گیٹ کی جانب بڑھی۔

اگلا ایک گھنٹہ تو اسکا سکیورٹی چیک میں نکل گیا یہ اتنی اتنی لمبی لائنیں جہاں کسی رنگ و نسل، قومیت و شہریت، مرد و زن۔۔ یا بچے۔۔۔ کسی کو بھی رعایت نہیں دی جا رہی تھی۔ آج سے دس بیس سال پہلے یہ حال نہیں تھا کہ اپنے جوتے تک اُتار کر سکینر مشینوں سے گزارے جاتے۔

مگر یہ سب کچھ کیا بھی تو انسانی جانوں کی حفاظت کے لیے ہی جاتا ہے نا۔۔ اُس کے پاس چونکہ ایک ہنڈ بیگ ہی تھا۔۔ جو سامان ہاتھ میں رکھنے والا ہو۔۔ اُسکی خاص تلاشی لی جا رہی تھی۔۔۔ بڑا سامان تو چیک ان کرواتے وقت ہی بُک ہو جاتا ہے اُس کی اتنی تلاشی نہیں ہوتی۔

سکینر مشین سے نکل کر اُسکا بیگ آگے آیا تب تک وہ اپنے جوتے اور جیکٹ پہن چکی تھی۔

وہاں موجود لیڈی آفیسر نے اسکے بیگ کو ہاتھ میں لیکر جب اسکے مالک کا پوچھا تو وہ آگے آئی۔

اُس کے سامنے اُس آفیسر نے اپنے دستانے چڑھے ہاتھوں کے ساتھ اُسکا بیگ کھول کر چیک کرنا شروع کیا۔۔ اُس کی ٹوتھ پیسٹ نکال کر ڈسٹ بن کی زینت بنائی اسی طرح اسکا باڈی سپرے۔۔۔ پرفیوم۔۔۔ موئسچرائزنگ کریم ہر چیز بن میں پھینک کر بیگ اُسکے حوالے کر دیا۔

وہ سوال و جواب کرنے کے نہ ہی موڈ میں تھی اور نہ ہی اُسکے جسم میں اتنی طاقت موجود تھی کہ وہ بحث کرتی۔۔ ویسے بھی ایسا اُس اکیلی کے ساتھ تھوڑا ہوا تھا۔۔اُسی آفسر نے بچوں کے کھانے والی چیزیں انکے دودھ پھینک کر خالی بوتلیں واپس دی تھیں۔جب ایک ماں نے احتجاج کیا تو سامنے والا بڑے تحمل سے بولا۔۔۔

"بہت معذرت کے ساتھ مگر آپ ایسی کوئی چیز باہر سے ائرپورٹ کے اندر نہیں لے جاسکتے۔۔۔البتہ اندر جاکر خرید سکتے ہیں۔۔اُس پہ پابندی نہیں ہے۔"

وہاں سے سُرخرو ہو کر وہ سیدھی اپنے گیٹ کے سامنے آئی۔ شیشے کی دیوار کے دوسری جانب مصنوعی روشنیوں میں وہ جہاز کھڑا نظر آرہا تھا۔۔جس پہ ایڈنبرا جانے والی سواریوں نے سفر کرنا تھا۔وہ ایک طرف ہٹ کر بیٹھے دو بوڑھے فرنگیوں کے پاس خالی پڑی کُرسی پہ بیٹھ گئی۔

کچھ پل کو اسکی توجہ اُن دو آدمیوں نے کھینچ لی ایک کہہ رہا تھا۔

"اب ہیتھرو ائرپورٹ ایک بھرے پڑے شہر کا نام ہے ۔۔۔ایک ٹرمینل سے دوسرے ٹرمینل تک جانے میں آپکو بس کی سواری کا سہارا لینا پڑ جاتا ہے۔کوئی ایک سیکنڈ خالی نہیں جاتا ہے کہ جب کوئی جہاز پرواز نہ پکڑ رہا ہو یا کوئی ایک اپنا سفر ختم کرکے گھر نہ پہنچ رہا ہو۔ایسی جگہوں پہ کھڑے ہو کر انسان کو جدید دور کی ٹیکنالوجی کی سہولیات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ کیسے سینکڑوں کے حساب سے آنے اور جانے والے مشینی پرندوں میں وقت کی تقسیم کی جاتی ہے۔ کیسے فضا میں قائم کردہ نیویگیشن سسٹم ہوائی ٹریفک کو کامیابی کے ساتھ رواں رکھے ہوئے ہے۔آج تو پھر جدید آلات اور سسٹم نے

ان امور کو چلانا تھوڑا آسان کر دیا ہوا ہے۔ لیکن یہ عمل آج سے چالیس پچاس سال پہلے بھی اسی طرح جاری و ساری تھا۔ جب ایویئشن اور نیویگیشن کا سارا کام ہمارے افسر میتھ کے ذریعے چلا رہے تھے۔"

دوسرا بولا۔

"یہ لوگ جو ائر ٹاور میں کام کرتے ہیں۔۔۔ سُنا ہے انکا کورس نہ صرف بڑا مشکل ہوتا ہے۔۔۔ بلکہ مہنگا بھی ہوتا ہے۔۔۔ اور انکی تنخواہ بھی اُسی حساب سے ہوتی ہے۔"

پہلے والا بولا۔

"ظاہری بات ہے یار۔۔۔ لاکھوں کروڑوں لوگوں کی زندگیوں کی بات ہے۔۔۔ ایک فٹ بلندی یا پستی کا ہیر پھیر ہو جائے تو سیکنڈوں میں سینکڑوں قیمتی جانیں صفا ہستی سے مٹ جائیں۔"

وہ موت کے موضوع سے دہشت زدہ ہو کر وہاں سے اُٹھ گئی۔

کونے میں بنے بار پہ پڑے سٹول میں سے خالی دیکھ کر ایک پہ بیٹھ گئی۔ کاؤنٹر کے دوسری جانب یونیفارم میں کھڑی لڑکی نے اپنی نوکری کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے مسکرا کر دریافت کیا۔

"کیا کھانا پینا پسند کرو گی۔۔؟"

اسکو کچھ بھی کھانے کی خواہش نہیں ہو رہی تھی۔۔۔ مگر دماغ کے کسی کونے میں یہ بات بھی درج تھی کہ اگر پیٹ میں کچھ گیا نہ تو وہ آنے والے چیلنج کا سامنا کرنے سے پہلے ہی ڈھیر ہو جائے گی۔ یہی سوچ کر اُس نے فش اینڈ چپس کے ساتھ سیب کا جوس آرڈر کیا۔

دو سیکنڈ بعد اُس لڑکی نے ملی کو ایک میز کی راہ دکھائی جہاں پانچ منٹ کے اندر اُسکا آرڈر لگایا گیا۔

منہ میں ڈالے نوالے کو چباتے ہوئے اُسکی سوچ کا رُخ نئی سمت روانہ ہو گیا۔

اگر کوئی ایک انسان یا خاندان تکلیف میں ہو تو باقی دنیا کو کوئی فرق نہیں پڑتا تمام معمول ویسے ہی جاری رہتے ہیں۔۔ یہاں میری جان سولی پہ اٹکی ہوئی ہے میرا اماں جایا نہ جانے کس حال میں اکیلا ایک ہسپتال کے بیڈ پہ اجنبی لوگوں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ نہ ماں ہے جو دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہی ہو گی۔ نہ باپ ہے جو ڈاکٹروں سے پوچھ گچھ کر رہا ہو گا۔۔۔ ایک میں ہوں تو یہاں لاکھوں کے ہجوم میں تنہا بیٹھ کر کھانا کھا رہی ہوں۔۔۔ انسان کی اوقات ہی کیا ہے؟"

اس سے پہلے کہ آنکھ کی نمی شدت اختیار کرتی اُس نے وہیں رگڑ کر صاف کر دی۔

ایک آنسو نکلنے کی دیر ہے۔۔۔ پھر ضبط کا بندھ ٹوٹ جائے گا۔

جتنی دیر میز پہ بیٹھی ساتھ اپنے بیگ سے چارجر نکال کر پلگ میں لگایا ۔۔۔ تاکہ فون کی بیٹری چارج کر سکتی ۔۔۔ کیونکہ رات کے وقت ایڈنبرا ائرپورٹ پہ لینڈ کرنا تھا۔۔۔ ہو سکتا ہے ٹیکسی وغیرہ کو کال کرنا پڑتی۔۔ اسکے لیے فون کا چلتے رہنا ضروری تھا۔۔۔ پندرہ منٹ بعد اُس کے جہاز کی بورڈنگ شروع ہو گئی۔

اور اگلے آدھے گھنٹے میں برٹش ائرویز کا جہاز ہیتھرو سے پرواز کر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"بابا۔۔۔؟"

"ہوں۔۔؟"

"آپ کب پیدا ہوئے تھے۔۔؟"

"کیا مطلب کب پیدا ہوا تھا؟"

"یار میرا مطلب ہے۔۔۔کونسے دن۔۔۔؟"

"یہ سوال تم دادو کے لیے بچا رکھو۔۔۔اگلی ملاقات پہ پوچھ لینا۔۔۔ کیونکہ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔"

"اور میں کس دن پیدا ہوا تھا؟"

موسٰی کے باپ کے فائل پہ قلم سے لکھتے ہوئے ہاتھ رُک گئے۔چہرے پہ ایک سایہ سا گزرا۔گلا کھنکار کر بولا۔

"جمعہ کی صبح۔۔۔چار بج کر اکیس منٹ پر۔"

"مجھے سب سے پہلے کس نے اُٹھایا تھا۔۔۔؟"

موسٰی کے باپ نے اپنی اونچی ناک پہ رکھا چشمہ اُتار کر فائل کے اوپر پھینک دیا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بیٹے کو غور سے دیکھا۔۔۔جو ٹی وی ریموٹ ہاتھ میں لیے باپ سے سوال و جواب کے موڈ میں بیڈ پہ بیٹھا ہوا تھا۔

"پہلے کتنی دفعہ تو بتا چکا ہوں۔۔۔"

"مجھے دوبارہ دوبارہ پوچھنا اچھا لگتا ہے۔۔۔"

وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

"چاہے تمہارے سوال کسی کی جان نکلنے کا سبب بنیں۔۔۔"

"بتائیں ناں۔۔۔"

"کیا؟"

"مجھے سب سے پہلے کس نے اُٹھایا تھا۔۔؟"

"ت۔۔۔ تمہاری۔۔۔۔۔ ممی نے۔۔۔"

موسیٰ کی نظریں ریموٹ پہ تھیں۔

"ممی کو موسیٰ اچھا لگا؟"

اسکے باپ کی آنکھوں میں دھند اُترنے لگی۔

"ممی کو موسیٰ بہت اچھا لگا اور اب موسیٰ مزید کوئی سوال و جواب نہیں کرے گا۔۔۔ کیونکہ موسیٰ نے کل سکول بھی جانا ہے۔۔۔ اور بابا نے دفتر جانا ہے۔۔۔ چلو شاباش ریموٹ سائیڈ پہ رکھو اور سونے کے لیے لیٹو۔"

"کیا میں آپکے پاس سو جاؤں؟"

"جی باس جیسے آپکی مرضی۔۔۔ خادم کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مانی خالہ کب آئیں گی؟"

"کل آئے گی۔"

"موسیٰ مانی خالہ کے ساتھ پارک جائے گا۔۔۔ سلائیڈ پہ بیٹھے گا۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔"

"بابا۔۔۔"

"جی؟"

"دادو کہتی ہیں۔۔ مانی خالہ میری ممی بنیں گی۔"

موسیٰ کا باپ صدمے سے کتنی دیر کچھ کہہ نہ پایا۔ پھر صدمے کی جگہ غصے نے لے لی۔

"دادو نے غلطی سے میرا نام لے دیا ہوگا جبکہ مانی خالہ کی شادی طارق انکل سے ہونی ہے۔ آپ کو طارق انکل یاد ہیں ناں؟"

"جی۔ وہ ہی نا جنکا کرکٹ کھیلتے ہوئے۔ بال لگنے سے سامنے والا دانت ٹوٹ گیا تھا اور ثوبی آپی کے مطابق جنکے سر پہ بال کم اور خالی پلاٹ زیادہ ہیں۔"

"تمہاری اور تمہاری ثوبی آپی کی پٹائی ہونے والی ہے۔ چلو آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔"

بیٹے کو لٹا کر بستر اوڑھا دیا مین لائٹ بند کرتے ہوئے سائیڈ لیمپ جلایا اور آکر اسکے پاس بیٹھ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی چھائی رہی موسیٰ کا باپ سرہانے کی طرف ٹانگیں نیچے لٹکائے موسیٰ کی جانب کو جھک کر نیم دراز تھا۔۔ بادامی شلوار قمیض کے دونوں کف فولڈ تھے۔ بال الجھے ہوئے تھے۔ جو کہ اسکی بالوں میں بار بار ہاتھ چلاتے رہنے کی عادت کے پیش نظر تھا۔۔۔ جب وہ گھر کے آرام دہ ماحول میں بیٹھ کر کام کر رہا ہوتا تو ایک ہاتھ یونہی سر کے بالوں میں گردش کرتا نظر آتا۔

"بابا؟"

موسیٰ کی آواز پہ وہ چونکا۔۔۔ دھیمے سے سرگوشی کی۔

"جی؟"

"کیا ایک بات پوچھ لوں؟"

"پوچھ لو یار۔۔۔ مگر اس وعدے پہ کہ اس کے بعد تم سو جاؤ گے۔"

"ہاں پرامس سو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔۔؟"

موسٰی نے چہرہ اوپر کر کے آنکھیں باپ کے چہرے پہ ٹکائیں۔۔۔دونوں باپ بیٹے کی نظریں ملیں۔۔۔ معصوم ہونٹوں سے سوال نکلا۔

"کیا آپ کو ممی یاد آتی ہیں؟"

موسٰی کے باپ کو لگا کسی نے چھری کی نوک عین دل کے اوپر رکھنے کے بعد اس پر وزن ڈال کر جسم میں اُتار دی ہو۔

کتنے پل بیٹے کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ بھلا اس شہزادے کے علاوہ اور کس کی جرات تھی۔۔ کہ وہ اُس کو ایسا سوال پوچھ پاتا۔

اُسکا چہرہ نیچے کو جھکا اور بیٹے کی پیشانی پہ لب مس کئے اور سرگوشی میں بول کر راز کھولا۔

"مجھے وہ ہر دن کے ہر لمحے اور ہر پل میں یاد آتی ہے۔"

موسٰی نے محبت بھری سنجیدہ نظروں سے باپ کی پر نم نظروں میں دیر تک دیکھا۔اور بولا۔

"موسٰی کو بھی ممی یاد آتی ہیں۔اور موسٰی کو بابا سے محبت ہے۔"

موسٰی کا باپ دھیرے سے مسکرایا۔شرٹ کی آستین سے آنکھیں صاف کیں۔اور بولا۔

"ایک بات جانتے ہو؟"

موسٰی کی آنکھیں تجسس کے مارے پوری کھل گئیں۔

"وہ کیا؟"

"یہ جو تمہارا بابا ہے نا اسکی جان جانتے ہو کس میں ہے؟"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تو بتاؤ۔"

"بابا کی جان موسٰی میں ہے۔"

وہ دلکشی سے مسکرایا اور ایک دفعہ پھر بیٹے کا بوسہ لیا۔

"اب مزید کوئی گفتگو نہیں ہو گی۔۔۔آنکھیں بند کرو۔"

"شب بخیر بابا۔"

"شب بخیر دلبر۔"

وہ یونہی بیڈ کے ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹا۔۔ نیم اندھیرے میں نہ جانے سامنے دیوار پہ لکھی نہ جانے کونسی تحریر پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔۔ جب کمرے میں موسٰی کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے۔

اُس نے کمبل ٹھیک کیا اور اپنی فائلز وغیرہ اُٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔

جب سے ساجن دور گیا ہے

اکھین میں اب نیند نہیں ہے

روئیں تڑپیں اُس کو ڈھونڈیں

نہ وہ آئے 'نہ درد ہی جائے

جس کی پریت میں ہم ہیں اُجڑے

اُس ساجن کو کچھ خبر نہیں ہے

کوئی جا کر بتلائے اسکو

یاد میں اسکی کوئی پل پل تڑپے

منت کرو۔۔۔واسطے ڈالو

اُس کی دید کی کوئی راہ نکالو

ایک بار جو مل جائے وہ

میں دل بھی واروں جاں بھی واروں

ہاتھ میں پکڑا سامان سیٹنگ روم کے میز پہ رکھنے کے بعد وہ کچن میں گیا۔
الیکٹرک کیٹل میں پانی بھرنے کے بعد سوئچ چلایا۔

خاموش فلیٹ میں کیٹل کی آواز نمایاں سنائی دینے لگی۔ جو ڈھول کی تھاپ کی طرح پہلے دھیرے دھیرے شروع ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ تیز ہوئی اور اپنے عروج پہ پہنچ کر خاموش ہوگئی۔

ایک مگ میں دو چمچ کافی 'ایک چھوٹا چمچ چینی اور تین گھونٹ گرم پانی ڈال کر کانٹے کے ساتھ محلول کو پھینٹنے لگا۔ یہاں تک کے سارا کالا پانی براؤن جھاگ میں تبدیل ہوگیا۔

پھینٹنے کا عمل ترک کر کے کیٹل کے پانی سے مگ بھر دیا۔
اور لیکر بالکونی میں نکل آیا۔

شہر سارے کا سارا نہیں سویا تھا۔ اُس جیسے اور بھی کئی دل جلے جاگ رہے تھے۔ اگلی گلی میں موجود فاسٹ فوڈ پالر سے حسبِ معمول سٹریو پہ بجنے والی قوالی کی آواز آرہی تھی۔ آج پھر نصرت فتح علی خان لگے ہوئے تھے اور داتا علی ہجویری کے حضور منقبت پڑھ رہے تھے۔

بالکونی کی منڈیر پہ کہنی ٹکائے وہ شہرِ لاہور کی خوبصورتی کو آنکھوں میں جذب کرنے لگا۔ جبکہ سماعت لاشعوری طور پر بھی قوالی کے الفاظ پہ تھی وہ اس فاسٹ فوڈ والے کو جانتا تھا کئی دفعہ موسٰی کے ساتھ وہاں سے ڈنر کر چکا تھا اور جب بھی اسکے گھر والے آتے بچوں کی فرمائش پہ آدھی رات کو یہیں لیکر جاتا تھا اچھا اور معیاری کھانا ہونے کے علاوہ ایک تو نزدیک تھا۔ دوسرا رات گئے تک کھلا رہتا۔ محلے کے مرد فوڈ شاپ کے ساتھ بنے چائے کے کھوکھے پہ بیٹھ کر گپیں ہانکتے ہر تازہ خبر وہاں پہ زیرِ بحث آتی۔

اُسکی راتیں زیادہ تر اسی طرح گزرتی تھیں۔ بالکونی میں بیٹھ کر لیپ ٹاپ پہ کام کرنے کے دوران دوسری گلی سے آتے میوزک کو سُنتا اور کافی پیتا۔ سردیوں میں گرم چادر اوڑھ کر بیٹھتا اور کافی کی مقدار بڑھ جاتی۔۔ جبکہ گرمیوں میں کافی کم ہوتی۔ اور بالکونی میں پیڈیسٹل فین کا اضافہ ہو جاتا۔

ساری رات آنکھوں میں کاٹ کر عین سحری کے وقت اسکی آنکھیں بند ہو جاتیں اور صبح کے وقت اسکا نوکر اسکو دس گیارہ بجے اُٹھا دیتا۔ ذاتی کاروبار کی بدولت اسکو یہ مراعات حاصل تھیں کہ بارہ بجے بھی آفس پہنچتا تب بھی کوئی اعتراض کرنے والا نہ تھا۔

اپنے پیچھے جاگنے والی آواز کے وجہ جاننے کے لیے مڑ کر دیکھا تو نیند بھری آنکھیں لیے اسکا کل وقتی ملازم جمال موجود تھا۔

"کیا نیند ٹوٹ گئی؟"

"ہاں سر جی۔ عجیب سا خواب دیکھا ہے۔"

"کیسا عجیب اچھا عجیب یا بُرا عجیب؟"

"بُرا جی۔۔"

"لاحول پڑھ کے دوبارہ سو جاؤ۔ تمالی فلمیں دیکھ کر سوؤ گے تو خواب خوشگوار کیسے آئیں گے۔"

"سر آپ کو تو کبھی کوئی خواب نہیں آیا ہو گا۔"

"کیوں بھئی کیا میں انسان نہیں ہوں۔۔؟"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا سر وہ دراصل آپ ساری رات جاگتے ہیں۔ صبح کے وقت بے ہوشی کی نیند سوتے ہیں۔ ایسے میں خوابوں کی ٹریفک کیسے بحال رہ سکتی ہے۔"

"یار شوقیہ تو نہیں جاگتا ہوں۔ جب نیند ہی نہ آئے۔ تو میں کیا کروں۔"

"سر آپ کی روٹین خراب ہے۔ جب آپ گاؤں جاتے ہیں۔ کیا تب بھی راتیں جاگتیں ہیں۔"

"ہاں بھئی۔۔ وہاں تو گننے کو تارے بھی ملتے ہیں۔"

"سر جی تاروں سے یاد آیا۔۔۔ یہ جو فلموں میں کہتے ہیں۔۔۔ آسمان پہ چمکنے والے ستارے مرے ہوئے لوگ ہیں۔۔ جو مر جاتے ہیں۔۔ کیا وہ واقعی میں ستارے بن جاتے ہیں۔۔؟ اور کیا یہ بھی سچ ہے کہ جو جتنا نیک ہوتا ہے۔۔ اسکا وہ ستارہ بن کر اُتنا ہی چمکدار ہوتا ہے؟"

وہ ہنستا ضرور اگر جمال کے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی نہ دیکھ رہا ہوتا۔ پھر بھی اُس نے کافی کا مگ لوہے کی میز پہ رکھا اور کرسی پہ بیٹھ کر آگے کو جھکتے ہوئے بولا۔

"جمال صاحب۔۔۔ حضور آپکی عمر شریف بھلا کتنی ہے؟"

"سر یہی کوئی پچاس ایک سال۔۔۔"

"ماشاءاللہ آج ایک بات تو طے ہو گئی ہے کہ معصومیت کا عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ پچاس سال کے ہوتے ہوئے آپ نے پانچ سال کے بچے جیسا سوال پوچھا ہے۔۔ انڈین فلم کا ڈائیلاگ ہے۔۔۔ میں نے یہ فلم دیکھ رکھی ہے۔۔ پر نام یاد نہیں ہے۔"

"سر وہ تو مجھے بھی یاد نہیں ہے۔۔۔ تو سر یہ سچ ہے۔۔؟"

"نہیں جمال صاحب حضور یہ بات قطعاً سچ نہیں ہے۔ مرنے والے عالمِ برزخ میں جاتے ہیں۔ خلا میں معلق نہیں ہوتے ہیں۔ یہ جو ستارے آپ کو

آسمان پر نظر آرہے ہیں۔۔اسکی سادہ سی مثال آپکا سورج ہے۔ سورج ایک ستارہ ہے۔"

"سر جی سورج سورج ہے جی۔۔تارہ کیسے ہو گیا۔۔تارے رات کو نکلتے ہیں۔سورج سے دن اُگتا ہے۔۔ سورج تو رات اور دن کا فرق ہے جی۔۔۔ تارے مدھم۔۔۔ ٹمٹمانے والے۔۔جیسے جگنو۔۔۔ اور سورج یہ جنگل کے بادشاہ کی طرح طول و عرض میں چھانے والا۔۔۔دونوں کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔نہ جانے آپ نے کیسے دونوں کوایک سا بول دیا۔۔آپکو غلط فہمی ہو گئی ہے۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"سوال کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں جمال۔۔۔ایک وہ جو تجسس کے ساتھ اور سیکھنے کے جذبے کے تحت پوچھتے ہیں۔دوسرے وہ جو سیکھنا نہیں چاہتے بس اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد میں بیٹھ کر اپنے دل و دماغ کی سُنی جاتے ہیں۔۔۔انکاری رہتے ہیں۔۔اسلیے تم مجھے بتادو۔۔اگر تو سیکھنے کی خاطر تجسس میں پوچھ رہے ہو تو میں بات شروع کروں۔ورنہ ہم لاحاصل بحث میں نہیں پڑرہے۔"

"سر جی میں جاننا چاہتا ہوں۔پر آپکی کہی بات میری عقل میں نہیں آرہی ہے۔"

"وہ اسلیے میرے پیارے کہ اگر اللہ کی تخلیق کردہ یہ کائنات اتنی آسانی سے انسانی سمجھ میں آجائے۔۔تو ہر دوسرا بندہ ولی اللہ نہ بن جائے۔

سورج نامی ستارہ ہماری زمین کا سب سے قریبی ستارہ ہے۔۔اسلیے اسکی روشنی ہم تک اتنی وافر مقدار میں پہنچتی ہے۔باقی جو ستارے دور ہیں۔اُنکی

روشنی صرف اندھیرے میں جگنو جیسے نظر آ پاتی ہے۔ورنہ اگر تم انکے قریب جاؤ۔تو ہو سکتا ہے۔وہ ہمارے سورج سے بھی بڑے ستارے ہوں۔"

"سر جی سورج تو سورج ہے۔۔۔ستارہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جو خود سے روشن ہو۔۔۔وہ ستارہ ہوتا ہے۔۔۔سورج کے اندر اپنی اتنی توانائی ہے کہ وہ خود سے جلتا ہے۔۔۔نہ جانے کتنے ہزار سالوں سے جلتا آرہا ہے۔۔۔اور کب تک جلتا رہے گا۔"

"یہ تو بڑی نئی بات بتادی آپ نے سر جی۔"

"نئی تمہارے لیے ہے جمال دنیا کے لیے یہ باتیں پرانی ہیں۔"

"اچھا سر جی۔۔۔تو اسکا مطلب تو یہی ہوا نہ کہ دنیا میں ایک سورج نہیں ہے۔۔۔کئی لاکھوں کروڑوں سورج ہے۔۔اور جو سورج ہماری زمین پہ چمکتا ہے۔۔وہ ہمارا سورج ہے۔۔۔باقی کے سورج پرائے ہیں۔"

"واہ جمال یار کیا بات کہہ دی تم نے۔۔۔ہاں سو فیصد ایسا ہی ہے۔"

"سر اگر آپ تنگ نہیں آرہے۔۔۔تو کیا ایک سوال اور کر سکتا ہوں؟"

جمال کے باس نے ہاتھ کے اشارے سے اجازت دی وہ تو اپنی سوچوں سے ڈرتا پھر رہا تھا اس وقت جمال کے ساتھ گفتگو اسکے دماغ کو پٹڑی پہ لانے کا باعث بن رہی تھی۔

"سر جی کیا واقعی انسان زمین سے نکل کر خلا میں گیا ہے؟ میری بیٹی کہتی ہے ہو سکتا ہے۔ مستقبل میں چاند وغیرہ پر پلاٹ برائے فروخت لگنے لگ جائیں۔۔کیا ایسا ہو سکتا ہے۔۔؟ میرا دل نہیں مانتا۔۔۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔۔۔اور بولا۔

"کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔۔امیر لوگ پہلے بھی پیسے کو کھلانے کی خاطر نئے نئے شوق پالتے ہیں۔ بحری جہاز خریدتے ہیں۔۔۔ہوائی جہاز خریدتے ہیں۔۔جہاں سے ہم عام لوگ شاپنگ کرتے ہیں۔۔اُن مقامات کو تو ہائی کلاس لوگ جانتے ہی نہیں ہیں۔۔اُن کے ایک ایک جوتے کے لیے یہ بڑی بڑی کمپنیاں گھر آکر ماپ لیکر جاتی ہیں۔۔۔ہاں ایسے لوگ چاند پہ پلاٹ ضرور خریدیں گے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سر جی ماجو فقیر کا بیٹا آج بھی ٹاٹ پہ بیٹھ کر پڑھتا ہے۔کیونکہ ہمارے گاؤں کے سکول میں فرنیچر ہی نہیں ہے۔تو ماجو کیا جانے کہ دنیا چاند ستاروں پہ جانے کی باتیں کر رہی ہے۔وہ تو آج بھی یہی سوچتا ہے۔گھر پہ جانے آج ماں کے پاس سبزی کے پیسے بھی ہیں کہ پھر چوہدرانی کی منت کر کے اُن کے کھیت سے کوئی کدو ٹینڈا مانگنا پڑے گا۔پہلے غریب کے نام کے ساتھ دال کا نام آتا تھا۔۔پر سر جی اب دال بھی گوشت کے برابر ہے۔سر جی میرے ملک کا جوان اس فکر سے نکلے گا تو چاند کے خواب دیکھے گا۔"

"ایک اور سچ بتاؤں سر جی؟"

"بولو۔۔۔"

"میرے ملک کے جوان کو آج کوئی فکر نہیں ہے۔ساری فکریں والدین کو ہیں۔فیس کی فکر،دال روٹی کی فکر،گھر کے کرائے کی فکر۔۔بچوں کی شادیوں کی فکر،نت نئے فون اور مہنگے کپڑے خرید کر دینے کی فکر۔کیونکہ آج کا جوان حد سے زیادہ احساسِ کمتری کا شکار ہے۔۔۔اگر آج کی نسل کو کوئی فکر ہے تو صرف اپنی خواہشات کی ہے اور انہی چکروں میں ڈپریشن جیسے مرض

کاشتکار پھر رہے ہیں۔ سر جی وہ لوگ کہاں گئے ؟ جو چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے تھے ؟ گھر میں خوشحالی ہوتی یا نہیں۔ دل و سوچ میں خوشحالی ضرور ہوتی تھی۔ اب غریب سے غریب آدمی بھی موٹر سائیکل کی سواری کرتا ہے۔۔ چاہے موٹر سائیکل کی قسطیں اپنی ہڈیوں کو بیچ کر دے۔ مگر معاشرے کے نئے معیار کے ساتھ مقابلہ بازی ضرور کرنی ہے۔'

اُس کی نظروں کے سامنے اپنے بہن بھائیوں کی گرہستیاں گھوم گئیں۔

"اگر ایسا مقام آیا ہے۔۔ جمال تو قصور ہمارا اپنا بھی ہے۔ بچے ہم سے ہی تو سیکھتے ہیں۔"

"سر جی آپ کو ایسا کوئی مسئلہ پیش نہیں آنا ہے جس طرح آپ چھوٹے صاحب کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔۔ وہ آپ سے بہت قریب ہیں اور سر جی یہاں پہ نوکری کرنے سے جہاں مجھے اچھی تنخواہ ملی ہے۔ وہاں پہ موتی بابا کے ساتھ آپکا سلوک اور اخلاق دیکھ کر یہ سیکھا ہے کہ اولاد کے ساتھ کیسے اُن کے لیول پہ جا کر بات کی جائے۔ تین سال سے میں نے اپنے بچوں کے ساتھ اپنا رویہ بدل دیا ہے۔۔ پہلے وہ مجھ سے ڈرتے تھے۔ اب سر جی گھر جاتا ہوں۔ تو ایک ایک کے پاس دس دس کہانیاں ہوتی ہیں۔۔ ساری رات گزر جاتی ہے ۔۔۔ مگر ہم لوگ باتیں کرتے نہیں اکتاتے۔"

"میں بہت اچھا بیٹا نہیں رہا ہوں۔۔۔ اب اچھا باپ بننا چاہتا ہوں ۔۔۔ اگر میرے کسی عمل سے تمہیں کوئی آسانی ملی تو میری خوش بختی ہے۔"

"سر ایک بات اور میں سوچتا ہوں۔"

اب باتیں بہت ہو گئیں ہیں ستاروں سے ہم بچوں تک آئے۔۔۔ باقی پھر کسی وقت میں آفس سے بڑی اہم فائل لایا ہوا ہوں۔۔ کل دوسری کمپنی

کے ساتھ معائدہ ہے۔۔۔ اور میرے وکیل نے جو شقیں تیار کی ہیں۔۔ مجھے انکو پھر سے پڑھنا ہے۔"

"جی سر جی وقت بھی کافی ہو گیا ہے۔۔۔ مجھے موٹی بابا کو اسکول بھی لیکر جانا ہے۔۔۔ میں سو جاتا ہوں۔۔ آپ کو کچھ چاہیے؟"

وہ فائل کھول چکا تھا۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے پیر اٹھا کر میز کی سطح پہ رکھے۔

ایک ہاتھ میں کافی کا مگ۔ دوسرے میں قلم، سر کے بالوں سے ہوا اٹھکلیاں کر رہی تھی اگلی گلی میں اب بھی میوزک بج رہا تھا۔

نصرت فتح علی خان کہہ رہے تھے۔

حاضری در کی ہے داتا تیرے عزت میری

تیرے ہی نام کا صدقہ ہے یہ شہرت میری

تیرا ہی نام ہے نصرت کا سہارا داتا

تیرے ہی نام کے صدقے سے ہے نصرت میری

داتا پیا۔۔۔۔ للہ کرم اج کر دے

چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی توجہ فائل پہ مرکوز نہ رکھ سکا قوالی کی بیٹ نے اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ بغور الفاظ سننے لگا۔

تیرے دیوانے آ۔۔ منگتے پُرانے آں

ساڈی وی جھولی اج بھر دے

داتا پیا للہ کرم اج کر دے

جتھے تیراز کر نہیں داتا او دنیا وچ کیڑی تھاں وے

لقب تیرا فیض عالم علی ہجویری تیرا نام اے

کرم کمانا اے بگڑی بنانا اے

چرچے سُنے نے تیرے در دے

للہ کرم اج کر دے

پیروں کی آواز پہ چونک کر مڑا تو سامنے نظر آتے منظر نے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دوڑا دی۔ جمال سیٹنگ روم میں دھمال ڈال رہا تھا۔

داتا پیا للہ کرم اج کر دے

داتا تیرے در تے آ کے

سر خاکی دا جھک جاندا اے

روضہ تیرا دیکھ کے داتا

ہجر دا پینڈا مک جاندا اے

مولا تیری مندا جانی تُو پنجتن دا

دنیا دے شاہ تیرے بردے

للہ کرم اج کر دے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایڈنبرا ائرپورٹ سے باہر نکلی اور سیدھا ٹیکسی سٹینڈ کا رُخ کیا۔ وہاں پہ لگے فری فون سے ٹیکسی آرڈر کی۔ دوسری طرف سے اسکو کہا گیا کہ جلد از جلد آنے والی کار بھی کم از کم تیس منٹ سے پہلے نہیں آئے گی۔۔۔ اُس نے وہی بُک کروالی۔

اب انتظار کا وقت گزارنے کا مرحلہ پیش آیا۔

واپس ائرپورٹ کی عمارت میں جانے کی بجائے اُس نے وہیں رہ کر انتظار کرنے کا ارادہ کیا۔

اپنا بیک پیک کندھے پہ ڈالا۔ جیکٹ کی ہڈ سر پہ کی اور چلتی ہوئی پک اینڈ ڈراپ پوائینٹ سے دور ہو گئی۔

رات کا وقت تھا۔ سفر سے آنے والے لوگوں کے چہروں پہ سفر کی تھکن تو تھی۔ مگر ایک سکون بھی تھا۔ منزل پہ پہنچ جانے کا سکون۔

وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک تھم کے قریب کھڑی ہو کر آتے جاتے چہروں کو پڑھ رہی تھی۔۔۔ ساتھ ہی دماغ میں سوال و جواب بھی چل رہے تھے۔

"کئی ایسے ہیں۔۔ جن کو ان کا کوئی پیارا لینے کو آیا ہوا ہے اور کئی ایسے ہیں جو اپنی راہ خود کھوجتے ہوئے جاتے ہیں جیسے میں۔"

ایڈنبرا میں بہت زیادہ سیاح آتے ہیں کیونکہ یہ سکاٹ لینڈ کا کیپیٹل ہے اور بہت سے تاریخی مقامات کا گڑھ ہے اسلیے دنیا بھر سے لوگ یہاں گھومنے آتے ہیں۔

"یا اللہ میرے پاس گنتی کے رشتے بچے ہیں۔۔۔ مجھ سے میرا بھائی نہ چھینا جائے۔۔۔۔"

وہ تب سے اصل موضوع سے بچتی پھر رہی تھی مگر جیسے ہی لبوں سے آہ کی صورت دعا نکلی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ وہیں پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پہ بیٹھ گئی۔

"مالک یہ زندگی تیرا فضل ہے

مالک موت تیرا حکم ہے۔۔۔

مالک جُدائی سہی نہیں جاتی۔۔۔

مالک مزید امتحان میں نہ ڈال۔۔

میرے پیارے کو عمرِ خضر عطا ہو۔۔۔

یااللہ میں تیری بڑی گناہگار بندی۔۔۔

یااللہ تو میرا رازدار۔۔۔

تو میرا سُننے والا۔۔

تو میرا دیکھنے والا۔۔۔

تو میرے حال سے واقف۔۔۔

تو میرے ظاہر سے واقف۔۔۔

تو میرے باطن کو جاننے والا۔۔

تو میرا اپنا۔۔۔

تو مجھ سے محبت کرنے والا۔۔۔"

لبوں سے آخری جملہ نکلتے ہی اُسکی دبی دبی چیخیں نکل گئیں۔

"یااللہ تو مجھ سے محبت کرنے والا

یااللہ تو میرا سب سے اپنا۔۔۔

یااللہ تو میرے سب سے قریب۔۔۔

مالک کوئی بھی تو تجھ سا نہیں ہے۔۔۔

کہاں جاؤں ؟۔۔۔ مالک اس کڑے وقت میں کس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں ۔۔۔؟۔۔ کس سے تیرے سوا مدد مانگوں۔۔۔؟۔۔۔ یااللہ تُو ہی بتا تیرے سا با اختیار اور کون ہے۔ یااللہ تیرے سے بڑھ کر نوازنے والا اور کون ہے۔۔۔؟ ۔۔۔ یااللہ تو میرے گناہ نہ دیکھ۔۔۔ یااللہ تو میری نافرمانیاں نہ دیکھ۔۔۔ مالک تو میرا یقین دیکھ۔۔۔ میرا بھروسہ دیکھ۔۔۔ میرا تیری ذات پہ توکل دیکھ

مجھے علم ہے۔۔۔ تو مجھے مایوس نہیں کرے گا۔۔۔ تو مجھے اکیلا نہیں کرے گا۔۔۔ تو میرا دل نہیں توڑے گا۔"

گھٹنوں میں سر دیکر وہ اپنی سسکیوں پہ اختیار کھو بیٹھی۔۔۔ یہ بھی بھول گئی کہاں بیٹھی ہے۔۔۔ عجیب سی کیفیت آئی تھی۔۔۔ دل کو بے چینی نے گھیرا تھا۔۔۔ جیسے دل کو کوئی مسل رہا ہو۔

"یا اللہ اُس کو ٹھیک کر دیں۔۔۔ مزید کھونے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میری فریاد سُن لیں۔۔۔ آپ کو محمد ﷺ کا واسطہ آپ کو سیدہ فاطمہؑ کا واسطہ۔۔۔ آپ کو حُسینؓ کی بہنوں کا واسطہ۔۔۔ یا اللہ میری داد رسی ہو۔۔۔ فریاد سُنی جائے کرم کیا جائے بھیک دی جائے۔۔۔ صدقہ دیا جائے۔۔۔"

وہ تصور میں نہ جانے کس مقام پہ کھڑی ہو کر بکھر رہی تھی کہ کندھے پہ ہونے والی تھپکی سے بے خبر رہی۔ تیسری دفعہ ذرا زور سے اسکا کندھا ہلایا گیا تھا۔

سُرخ انگارہ نم آنکھوں سمیت اُس نے سر اُٹھایا۔

سامنے کوئی بزرگ تھے۔

سفید چہرہ، سفید داڑھی، سفید شلوار قمیض، کالا اوور کوٹ، سر پہ سفید ہی پگڑی، ہاتھ میں لاٹھی۔ ہونٹوں پہ پُر شفیق مسکراہٹ لیے وہ بزرگ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"بیٹی کیوں روتی ہو۔۔؟"

وہ بے اختیار بولی۔

"بابا جی دُکھ رُلاتے ہیں۔"

"بیٹی۔۔۔ دُکھ بھی تو اُسی کی دین ہیں جو سُکھ بانٹتا ہے۔"

"بابا جی دعا کریں کہ کرم ہو جائے۔"

"بیٹی اس سے بڑا کرم کیا ہو گا کہ اُس نے تمہیں مانگنا سکھا دیا۔۔۔ میری بیٹی یہ خوش نصیبی تو کبھی کبھی بڑے بڑوں کو بھی نہیں ملتی۔"

"بابا جی مجھے تو صرف مانگنا ہی آتا ہے اور کچھ نہیں آتا۔۔ اُس کے نیک بندے تو اُس کو منانے کے لاکھوں گر جانتے ہوں گے۔۔۔ وہ نہ جانے کس کس طرح کہتے ہوں گے کہ وہ اپنے نیک بندوں کی بات رد ہی نہیں کرتا۔۔۔ بابا جی وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں۔۔۔ جو صبح شام اُسکے سامنے جھکتے ہیں۔"

"اچھی بیٹی ہر جھکنے والا خوش نصیب نہیں ہوتا۔ کئی جسم بظاہر تو جھکتے ہیں۔ مگر دل و دماغ میں اوپر ہی اوپر اکڑتے جاتے ہیں۔۔۔ اور اُنکی یہ اکڑ انکے جھکنے کو کچھ فائدہ نہیں دیتی۔۔۔ بیٹی بندہ تو وہ ہے۔ جو کہیں بھی اس کو یاد کرے تو اس کی یاد کے آنسوؤں میں بہہ جائے۔۔۔ باقی بس اُس کی یاد رہے۔۔۔ بندہ خود کہیں فنا ہو جائے۔۔۔ بیٹی اللہ والے کہتے ہیں جب تم اس کا نام لو۔۔۔ اُس کو یاد کرو۔۔ اور آنکھ کا پانی بہہ کر تمہاری روح کو باوضو کر دے تو سمجھ جاؤ۔۔۔ بات جہاں پہنچانی تھی۔۔۔ وہاں پہنچ گئی۔۔۔ نظر ہو گئی۔۔۔۔ بات بن گئی۔"

"بابا جی اپنے دامن میں تو آنسوؤں کے سوا کچھ بچا ہی نہیں ہے۔"

"بیٹی اللہ کی ذات کرم کے سوا کچھ اور نہیں ہے وہ کریم ہے۔ اُس کا محبوب کریم ہے۔ بیٹی دکھ کی بھٹی میں جلے بغیر اُن کی بارگاہ میں رسائی کیسے ملے؟ یہاں جو جتنا خستہ حال ہوتا ہے۔۔۔ اُتنا ہی مخلص ہو کر اُس کو یاد کرتا ہے۔۔۔ اُتنا ہی تڑپ کر اُس کا نام لیتا ہے۔۔۔۔ اور جواب میں وہ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے اُٹھو بیٹی۔ تم تو بڑی خوش نصیب ہو۔ تم نے تو میرا دل

خوش کر دیا۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے۔۔۔ اور مجھے سب خبر ہو گئی۔

تم مومنہ ہو۔۔۔ ایمان کی روشنی سے منور ہو۔۔۔ مانگنے والی ہو۔۔۔ بڑے نصیبوں والی ہو۔۔۔ اُٹھو گھبراؤ مت۔۔۔ مشکل آتی ہے۔۔۔ گزر جاتی ہے۔۔۔ اپنے قدم لڑ کھڑانے نہ دو۔۔۔ ایمان کی پختگی کو قائم رکھو۔۔۔ دنیا چار دن کا میلہ ہے۔ ہمارا اصل دیس دوسرا ہے۔۔۔ دنیا کے لیے کیا رونا۔۔۔ فانی چیزوں کے لیے کیا رونا بیٹی تمہیں تو اُس نے اپنی معارفت سے نوازا ہوا ہے۔۔۔ میں نے تو پانچ وقت کے نمازیوں کے قدم ڈگمگاتے دیکھے ہیں۔۔۔ ڈپریشن کی گولیاں کھاتے ہیں۔ بیٹی کلمہ پڑھنے والا دُکھی کیوں ہو؟ محمد ﷺ کا اُمتی گھبرائے کیوں ؟ کچھ چھن جائے تو لڑائی کیسی؟ جس نے دیا تھا ۔۔۔ واپس لے لیا۔۔۔ اُس کی چیز۔۔۔ اُس کا اختیار۔"

"بابا جی اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ میرے ماں باپ چلے گئے بابا جی دنیا ویران ہو گئی۔۔۔ دل ویران ہو گیا۔۔۔"

"بیٹی ویران دل ایسا ہوتا ہے؟ جو اتنا بے نیاز ہو کر گڑ گڑائے؟ بیٹی یہ آباد دل کی نشانی ہے۔۔۔ آباد دل۔۔۔ جو یاد سے آباد ہو۔۔۔ اور جانے والوں کو یاد وہی کرتا ہے۔۔۔ جس کو اللہ پہ یقین ہو۔۔۔ جس کو بعثِ بعد الموت کا یقین ہو۔۔۔ میرے نبی ﷺ یتیم تھے۔۔۔ یہی سوچ کر پُر سکون ہو جایا کرو۔۔۔ کہ نبی پاک ﷺ کو ہر یتیم سے بڑی محبت ہے۔۔۔ بیٹی میں پچھلے ہفتے امریکہ میں تھا۔۔۔ وہاں پہ میں ایک ایسے جوان سے ملا ہوں جو پیدائشی طور پر بازوؤں اور ٹانگوں سے محروم ہے۔۔۔ اس وقت اُس کی عمر بائیس سال ہے ۔۔۔ وہ کہتا ہے۔۔۔ میرے اصل ماں باپ نے مجھے نہیں اپنایا تھا۔۔۔ اور

جنہوں نے پالا ہے۔۔۔ وہ میرے اصل ماں باپ نہیں ہیں۔۔۔ انہوں نے مجھے گود لیا ہوا ہے۔۔۔ اور جانتی ہو۔۔ جن میاں بیوی نے اس کو گود لیا ہے۔۔۔ اُن کے اپنے نو بیٹے اور ایک بیٹی پہلے سے تھی۔۔۔ ہمارے پاس ہر نعمت ہے۔۔۔ ایک آنکھ میں چھوٹا سا بال چلا جائے سارا جسم اپاہج معلوم ہوتا ہے۔۔ اور وہ لڑکا اپنا ہر کام خود سے کرتا ہے۔ تعلیم بھی نارمل لوگوں کی طرح ریگولر سکول و کالج جا کر حاصل کی ہے۔ بیٹے بظاہر گوشت کا دو فٹ کا ٹکڑا۔۔۔ اللہ کی احسن تخلیق میں سے ہے۔ جس کو اللہ نے اپنی باقی مخلوق پہ برتری دے رکھی ہے۔۔۔ بیٹی جب ایسے لوگ مشکلات سے ہمت کے ساتھ لڑتے ہوئے خوش باش زندگی گزار سکتے ہیں۔

تو ہم کیوں نہ اللہ کے فضل کا دن رات شُکر بجا لائیں۔۔۔ صاحبِ ایمان جو ہو اُس کو کیا غم؟ اُس کو تو علم ہے یہاں آزمانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔۔۔ اصل منزل آگے ہے۔۔۔ جو بچھڑے ہیں۔۔ وہ بھی وہیں ملیں گے۔ انکو اپنی دعاؤں میں زندہ رکھو۔۔۔ اللہ سے رو رو کر اُن کے لیے جنت مانگو۔۔۔ تمہاری سانسیں چل رہی ہیں۔۔۔ دن رات اپنے ماں باپ کے لیے دعا مانگو۔۔۔ ان کے نام کا صدقہ خیرات کرو۔۔۔ وہ تمہیں خواب میں ملیں گے بھی۔۔۔ اور تمہارے لیے دعا بھی کریں گے۔۔۔ کیونکہ جو بھی کوئی مرنے والوں کے لیے دعا کرے وہ۔۔۔ واپس اُس کے لیے دعا کرتے ہیں۔"

باتیں نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئیں۔۔۔ وہ چونکی تب جب گاڑی کا تیز ہارن کان میں بجا۔۔۔ ہڑبڑا کر اُٹھتے ہوئے بولی۔

"بہت بہت شکریہ بابا جی۔۔۔ م۔۔۔ میرا بھائی ہسپتال میں ہے۔ میری ٹیکسی آ گئی ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر آپ کے ساتھ ساری رات باتیں کرتی۔۔۔

پر مجھے اُس کے پاس جانا ہے۔۔۔ میرے بھائی کو میری ضرورت ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دعا کریں۔"

وہ الوداعیہ ہاتھ ہلاتی اُلٹے قدموں بھاگتی ہوئی جا کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

اگلے ہی پل ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔

اُس نے مڑ کر دیکھا۔۔۔ وہ بابا جی اپنے جیسی بزرگ خاتون کا ہاتھ تھامے ایک کار کی جانب بڑھ رہے تھے۔

بے اختیار اس کے لب مسکرا اُٹھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

جب سے موٹی کے منہ سے مانی کے حوالے سے اماں کی خواہش سُنی تھی۔ اس کا سکون غارت ہوا پڑا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اس کو کہیں بھی یہ ڈر تھا کہ اماں ابا زبردستی اُس کو انڈر پریشر کر کے اپنی کسی خواہش کی تکمیل کروا سکتے تھے۔ اُس کو تو یہ سوچ کر ہی غصہ آئے جا رہا تھا کہ مانی کو لیکر کسی کے دل میں ایسا کوئی خیال آیا تو آیا کیسے ؟

"کیا کہیں میرے رویے نے ان کو ایسا نکمہ اشارہ دیا ہے ؟ پر میں تو شروع سے مانی کو چھوٹی بہن جان کر لاڈ اُٹھاتا آیا ہوں۔"

"میرے والدین بوڑھے ہو گئے ہیں۔۔۔ یعنی کچھ بھی بول دیں گے۔۔۔ آج ہی ان کے دماغ سے یہ فطور نکالتا ہوں۔"

"بھائی آج کن سوچوں میں گم ہیں؟"

پچھلی سیٹ سے مانی نے پوچھا۔

اُس نے بیک ویو مرر سے ایک نظر اُس پہ ڈالی اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"نہیں تو کچھ خاص نہیں۔"

"مجھے تو لگ رہا ہے۔ کسی بڑے ہی خاص مسئلے پہ غور کیا جا رہا ہے۔ ٹرین سٹیشن سے یہاں تک بس میں اور مونٹی ہی بول رہے ہیں۔ آپ نے تو آج چُپ کی بُقل ہی اوڑھ لی ہوئی ہے۔ خیر اب آپ اتنا نہیں بولتے پر اس قدر سنجیدہ بھی نہیں ہوئے ہیں جیسے آج نظر آ رہے ہیں مجھ سے یہ تک نہیں پوچھا کہ سفر کیسا رہا۔ کیا مجھ سے کوئی ناراضگی ہو گئی ہے؟"

اُس نے ایکسلیریٹر پہ دباؤ کم کیا اور لمبی سانس کھینچ کر اپنے اعصاب کو پُرسکون کرنا چاہا۔

"بیٹا۔۔۔ میں معذرت خواہ ہوں۔۔۔ بتاؤ کیسا سفر رہا؟"

"ہمیشہ جیسا۔"

"یعنی بور۔"

"آپ کو علم تو ہے لمبے سفر مجھ سے نہیں ہوتے۔ یہ تو آپ نے میرا داخلہ اسلام آباد کروا دیا ورنہ میں لاہور سے باہر کبھی نہ جاتی۔"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"تمہارا یہ ڈر نکالنے کو ہی تمہارا داخلہ دور کروایا تھا۔"

"آپ کی اس کوشش کا کوئی ثمر نہیں نکلا۔ مجھے لندن سے انویٹیشن آیا تھا۔ جس پہ میں نے صاف انکار کر دیا ہے کیونکہ میں آٹھ نو گھنٹے جہاز میں بیٹھنے سے پہلے ہی ہارٹ فیلیر کا شکار ہو کر اللہ کو پیاری ہو جاؤں گی۔"

لندن کے نام پہ وہ چاہتا تھا کہ اُس کا جسم و دماغ کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کرے۔ مگر ایسا ہوتا نہیں تھا۔ ہر دفعہ لندن کا نام سُن کر ہی اُس کا دل بیٹ مس کرتا تھا۔ ٹیلی ویژن پہ ہی کیوں نہ لندن بولا جاتا۔ وہ چینل بدل دیتا۔

اس وقت بھی سٹیرنگ وہیل پہ اس کی گرفت مضبوط ہوگئی۔

میرے دل میں جو بسیرا کئے بیٹھی ہیں
اُن یادوں سے کہو مجھے اب تو رہائی ملے
میری رُوح میں جتنے چھید ہوئے
سب انہی یادوں نے دان کئے
اب آزادی چاہتا ہوں۔۔۔ تیری یادوں سے تیری باتوں سے
تیرے تصور میں بیتی راتوں سے
تھک گئے۔۔ ٹوٹ گئے
باقی نہ بچا کچھ بھی
پھر یادوں کے مقبرے پہ کوئی پھول کب تک رکھے

"باباجان۔"

"جی میری جان۔"

"ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"گھر جارہے ہیں۔"

"کیا آج دادو کی طرف نہیں جائیں گے؟"

"نہیں آج مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ آپ مانی خالہ کے ساتھ رہو گے۔ البتہ کل دادو کی طرف چلیں گے۔"

"باباجان۔"

"جی جان۔"

"آج میں جلدی نہیں سوؤں گا۔۔۔ کیونکہ کل اسکول کی چھٹی ہے۔"

"اچھا جی۔۔۔ سوچیں گے۔"

"نہیں بابا۔۔۔ سوچیں گے نہیں۔۔۔ میں نے مانی خالہ کے ساتھ پاجامہ پارٹی کرنی ہے۔۔۔ خالہ آپ نے وعدہ کیا تھا۔۔ اس دفعہ آپ میرے ساتھ کروڈز مووی ضرور دیکھیں گی۔۔۔ میرے سب دوستوں نے دیکھ لی ہے۔ سوائے میرے۔"

"آآآآ یہ تو بڑے دکھ کی بات ہے۔ اب تو ہم بابا کی اجازت بھی نہیں لیں گے۔ پارٹنر آج ہم مووی نائٹ منائیں گے۔۔۔ جمال سے پیزا بنوائیں گے۔ پاپ کارن۔۔ کولا۔۔ ملک شیک سب کچھ چلے گا۔ بلکہ بابا کو بھی انوائٹ کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"بابا نے فائل لیکر ٹی وی کے سامنے بیٹھنا ہے۔"

باپ کے لب مسکرائے۔

گھر کے سامنے گاڑی روکی اور پچھلی سیٹ کی طرف رُخ موڑ کر بولا۔

"چلو تم لوگ اوپر جاؤ۔۔۔ کھانا وغیرہ کھاؤ۔۔۔ آرام کرو۔۔۔ پھر اپنی پارٹی کی تیاری کر لینا۔۔۔ میں شام تک آجاؤں گا۔۔۔ اگر دیر ہو جائے تو فکر نہیں کرنی۔۔۔ مانی تمہارا کارڈ تمہارے پاس ہی ہے؟"

"جی۔"

"ٹھیک ہے۔ کسی چیز کی ضرورت پڑی تو جمال کو بتا دینا۔۔۔ خود سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اگر جانا بھی چاہو تو جمال کے ساتھ جانا۔"

"بھائی میں نا پورے چوبیس سال کی ہو گئی ہوں۔ آپ کو نہیں لگتا مجھ پہ چھوٹے بچوں والی پابندیاں لگنا بند ہو جانا چاہیے۔"

"چوبیس کی کب سے ہو گئیں۔۔۔ ٹیپو سے چھوٹی ہو۔۔۔"

"ہاں تو ٹیپو پورے ستائیس کا ہو چکا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔"

"آپ میرے بڑے بھائی ہیں۔۔۔ والد محترم نہیں ہیں۔ اسلیے خود کو بوڑھا بول کر مجھے میری بڑھتی ہوئی عمر کا احساس نہ دلوائیں۔۔۔ یہاں تو مجھ سے بڑے ابھی تک سنگل گھوم رہے ہیں۔ مجھے تو بس فاتحہ ہی پڑھ لینی چاہیے۔"

وہ کھل کر ہنسا۔

"میں اس بارے میں سوچ بچار کر چکا ہوں۔ اب تمہاری شادی کر دینی ہے۔"

"کس کے ساتھ۔۔۔؟"

"کسی انسان کے بچے کے ساتھ۔"

"میری بات کان کھول کر سُن لیں۔ ہمارے خاندان میں انسان بہت ہیں۔۔۔ پر انسان کا بچہ کوئی نہیں ہے۔۔۔ البتہ باہر کہیں آگے پیچھے دیکھئے گا۔"

"ٹینشن نہ لو۔ تم جہاں کہو گی وہیں دیکھ لوں گا۔"

"ہائے سچ؟"

مانی کی پُر جوش آواز پہ وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جس پہ مانی کو اپنی نادانی کا احساس ہوا منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"اوہ۔۔۔ زیادہ بول گئی۔"

جبکہ وہ مسکراتی ہوئی نظروں اور سنجیدہ چہرہ لیے بولا۔

"کون ہے؟"

"کون؟"

"وہی جس کی وجہ سے بڑی خوشی نعرہ مارا۔"

"آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔۔۔ فرض کریں میں نے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔"

"نہ مجھے فرض کرنے سے زیادہ حقیقت جان کر خوشی ہو گی۔"

"یعنی میری شامت آنی ہی آنی ہے۔"

"کیا کوئی ڈرگ ڈیلر ہے۔"

"آئے ہائے بالکل بھی نہیں۔۔۔ وہ نہ۔۔"

"ہاں۔۔آگے۔۔۔"

"لو بھلا اب ساری دنیا آپ جیسی بے باک تھوڑی ہے کہ لڑکی پسند کر لی تو ہاتھ پکڑ کر چل دیئے اور ایسی ویسی کوئی بات بھی نہیں ہے۔۔۔ اُس کو تو میرا پتا بھی نہیں ہو گا۔۔۔ ایسا مغرور ہے، مجال ہے۔۔۔ جو آتے جاتے ایک بھولی بھٹکی نظر ہی ڈال دے۔"

"اوہ تو اڈی۔۔۔ ون سائیڈڈ ا فیکشن۔"

"اب کیا بچی کو ئر لائیں گے؟"

"بچی۔۔۔ تیرا اللہ ہی حافظ ہے۔۔۔ کوئی ایک کام تو پورا کرنا تھا۔۔۔ اب میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہوں۔۔۔ جا کر اُس کے سامنے پسند کا اظہار کرو ۔۔۔ کیونکہ کوئی بولی وڈ کی فلم تو ہے نہیں زندگی ہے۔۔ تیری تائی کو پتا چلا تو انہوں نے کہنا ہے میرا بیٹا بے غیرت ہو گیا ہوا ہے۔۔۔ پہلے ہی بدنام ہیں ۔۔۔ اب یہی ہو سکتا ہے یا اُس کو بھول جاؤ۔۔۔ یا مجھے اُس کا اتا پتا بتاؤ میں کوئی جگاڑ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

"ہائے مثال کے طور پہ کیا کریں گے۔"

"راستے میں جاتے کے ساتھ ٹکرا جاتا۔۔۔ مگر کیونکہ میں اپنی ماں کے لاکھ کہنے کے بعد بھی شادی ٹال رہا ہوں۔ تو لڑکے کے ساتھ ٹکراتے دیکھ کر سینہ پیٹ لیں گی اب یہی ہو سکتا ہے اُس کی پوری تفتیش کروائی جائے پھر اس کے ماں باپ سے رابطہ کیا جائے اور کیا۔"

مانی اپنی جانب کا دروازہ کھول کر بھاگتی ہوئی گاڑی کے آگے کی جانب سے چکر کاٹ کر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

"دنیا کا نمبر ون ہیرو میرا بھائی۔ جگ جگ جیو میرے شہزادے بھائی بہن واری واری ساری کی ساری۔۔۔"

اُس نے ہنستے ہوئے مانی کے گرد بازو ڈال کر سر پہ بوسہ دیا۔

اس دوران موسٰی کمر پہ ہاتھ رکھ کر بڑے سنجیدہ چہرے کے ساتھ باپ کو دیکھ رہا تھا۔

بیٹے کی تفتیش بھری نظروں پہ اُس کو اور ہنسی آئی۔

مانی کے بیان نے اُس کے کندھے سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا تھا۔ اب جا کر ماں باپ سے بات کرنا تھی۔۔۔ مانی او تموسٰی کو لیکر فلیٹ کی جانب چلی گئی۔۔۔ تو اُس نے گاڑی آگے بڑھادی۔

جس وقت اُسکی گرد میں اٹی کار حویلی میں جا کر رُکی دوپہر ڈھل رہی تھی۔

اس وقت حویلی تقریباً خالی ہی ہوتی تھی۔ زیادہ تر صبح یا شام کے وقت کوئی نہ کوئی مہمان موجود ہوتا۔

وہ حویلی سے نکل کر گھر کی جانب آیا۔

ملازمہ نے اُس کو دیکھتے ہی سلام دعا کے بعد پہلا سوال یہی کیا۔

"صاحب جی کیا موسٰی نہیں آیا۔؟"
"نہیں وہ کل آئے گا۔۔۔اماں جی کدھر ہیں۔۔۔"
"بے بے جی پچھلے برآمدے میں ظہر کی نماز پڑھ رہی ہیں۔"
"اور ابا جی۔۔۔؟"
"ان کو تھوڑی دیر ہوئی کھانا کھا کر اپنے کمرے میں گئے ہیں۔۔"
"اماں جی نماز پڑھ لیں۔۔تو ان کو میرا بتانا۔۔۔میں ابا جی کے کمرے میں ہوں۔"
"اچھا۔۔۔آپ کے لیے کھانا لادوں جی؟"
"نہیں ابھی نہیں۔۔۔بعد میں کھاؤں گا۔۔۔لوگ سب کدھر ہیں؟"
"وہ بھی بچوں کو لیکر سو گئی ہیں۔"
"چلو ٹھیک ہے۔۔تم۔۔جاؤ۔۔"
ملازمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔اور وہ ابا جی کے کمرے کی جانب چل دیا۔
کمرے کے دروازے پہ دستک دیکر اندر داخل ہوا۔
"السلام علیکم تارڑ صاحب کیا سو گئے ہیں؟"
ابا جی نے آنکھ پہ رکھا بازو اُٹھا کر مسکراتی نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور اُٹھ بیٹھے۔
"او خیر۔۔۔آؤ جی آؤ۔۔۔موسٰی دادا کو ملنے آیا ہے۔"
"بیٹا سامنے کھڑا ہے اور پوچھا پوتے کو جا رہا ہے۔یعنی میرا آنا نہ آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔"

"تمہارے بغیر میرا چیک کیش نہیں ہوتا۔ کیا اتنی اہمیت بہت نہیں ہے ؟اور ہر روز فیکٹری میں تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہوں۔ پوتے سے تو ہفتے میں ایک ملاقات ہوتی ہے۔ کدھر ہے ؟"

"گھر پہ ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"وہ کیوں ؟"

"آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی۔ موٹی کو کل لیکر آؤں گا۔ وہ بھی صرف اُس صورت میں کہ اگر میری بات غور سے سُنی اور مانی گئی ورنہ بھول جائیں نہ میں خود اس گھر میں قدم رکھوں گا۔ نہ موٹی کو بھیجوں گا۔
"

ابا جی چند سیکنڈ بیٹے کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے رہے۔ پھر اپنی جگہ پہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"یہ کیا بات کی ہے ؟ایسا کیا ہوا ہے ؟"

"اماں جی کو آ لینے دیں۔۔۔ پھر بات کرتا ہوں۔"

تب ہی اماں جی بڑی باجی کے ہمراہ اندر آئیں۔ وہ ان کو دیکھتے ہی آگے بڑھا۔ ماں کی پیشانی چومی، گلے ملا۔

"کیسی ہیں ؟"

"چنگی بھلی ہوں۔ وہ کمو (کام والی) کہہ رہی ہے۔ تم اکیلے آئے ہو۔"

"بس آج کی ہیڈ لائن بن گئی ہے۔ اب کیا بار بار یہی لائن چلے گی ؟"

"ہیں۔۔۔ موڈ کیوں خراب ہے ؟"

باجی نے تعجب سے پوچھا۔

"تم تو جب سے باپ بنے ہو۔ تمہارا مزاج اتنا نرم اور میٹھا ہو گیا ہوا ہے۔ آج اپنے پرانے رنگ میں کیسے نظر آ گئے۔ ماتھے پہ تیوری۔۔۔ اکتایا ہوا لہجہ کیا ہوا ہے؟"

باجی نے اتنا لمبا تجزیہ کر دیا۔

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا بیڈ کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گیا اور چھوٹتے ہی بولا۔

"موسٰی کے ساتھ میرے اور مانی کے حوالے سے فضول گوئی کیوں کی گئی ہے۔ یہ کھچڑی پکانے کی کوشش کون کر رہا ہے؟"

باجی اسکے برابر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"لو تم اُس بات پہ بھرے ہوئے ہو؟"

"کس کے دماغ نے یہ فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے؟ اس کا نام بتا دیں؟"

"کیوں فساد والی اس میں کیا بات ہے؟ اور یہ میری خواہش ہے۔ ایسا ہو جائے تو تمہارے تمام مسائل کا حل نکل آئے گا۔ پہلے میں اس لیے خاموش تھی کہ مانی پڑھ رہی تھی۔ اب تو بس اس کا آخری سال بچا ہے۔ جیسے ہی اس کے پرچے ہو جاتے ہیں۔ تم دونوں کی شادی کر دوں گی۔"

وہ منہ کھولے ماں کو دیکھے گیا۔۔۔ پھر نظر پھیر کر باپ کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیا اس میں آپ کی قیمتی رائے بھی شامل ہے۔"

ابا جی سے پہلے ہی اماں کے اشارے پہ باجی بول پڑیں۔

"لو بھلا ابا جی ہی کیا ہم سب ہی اس فیصلے سے خوش ہیں۔"

اس کی نظروں میں لاتعلقی اور سرد مہری اُتر آئی۔۔۔ بولا تو لہجہ دوٹوک

تھا۔

"میں کیا ہوں؟ کوئی کھلونا ہوں؟ جس کو آپ پیک کرکے کسی کے بھی حوالے کردیں گے۔۔۔؟"

"میری بات کان کھول کر سُن لو۔ میں تمہاری ہٹ دھرمی اب مزید نہیں چلنے دوں گی۔۔۔ میں تمہاری ماں ہوں۔۔۔ میرا بھی کوئی حق ہے۔۔۔ بھری جوانی میں اکیلے گھوم رہے ہو۔۔۔ لڑکے ایک وقت میں دو دو بیویاں کھلا رہے ہیں۔۔۔اور تم پہلی کے سوگ میں بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔ سوگ بھی تین دن کا ہوتا ہے۔۔۔ یہاں تو چار سال گزر گئے۔۔۔ تمہیں خود سے تو شرم نہیں آئی۔۔۔اب ماں باپ بہن بھائی بھی کیا اپنا حق استعمال نہ کریں؟"

"کیا آپ کو میں عزیز ہوں؟"

"یہ کیسا بے ڈھنگا جواب ہے۔ عزیز ہو تب ہی تو تمہیں اس حال میں دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔۔۔مانی سے بہتر کوئی اور نہیں ملے۔۔۔۔"

اماں کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بڑے ٹھہرے اور سرد لہجے میں

بولا۔

"وہ میری بہن ہے۔اُس کو میں نے اپنی بیٹی کی جگہ رکھا ہوا ہے۔ مزید اس کا نام اپنے ساتھ نہ سُنوں۔۔۔ اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں۔۔۔ اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر آپ کی زندگی سے کوسوں دور چلا جاؤں گا۔۔۔ پھر کرتی رہیے گا اپنے ارمان پورے اور آپ نے سوچ بھی کیسے لیا۔۔۔؟ ہاں۔۔۔؟ ایسا ہی کنگلا ہوں کہ اُس کی بہن سے شادی کروں گا۔۔۔ جو میرے بیٹے کی ماں ہے؟"

"شریعت میں اس کا حکم ہے۔۔۔"

"ہاں جب کہنے کو کچھ نہ بچے تو دین کو بیچ میں لے آیا کریں۔۔۔ آپ کو تو ساری حقیقت بھی معلوم نہیں ہے۔۔۔ میرا اور مانی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا ہے۔۔۔ یہ قصہ ابھی یہیں ختم۔۔۔۔ آج کے بعد ایسا کچھ نہ سُنوں۔۔۔ کل رات سے میرے لیے کھانا پینا۔۔۔ سونا۔۔ جاگنا حرام ہوا پڑا ہے۔۔۔ کاش آپ لوگوں کو اندازہ ہی ہو۔۔۔ آپ نے مجھے جو تکلیف دی ہے۔"

"کیسی تکلیف۔۔۔؟ تم سے یہ کہنا کہ گھر بسا لو یہ تکلیف دینے کی بات ہے۔۔۔؟ چلو مانی نہیں تو کسی اور کو ہی پسند کر لو۔۔۔ اپنی مرضی سے جہاں مرضی جسے مرضی بیاہ لاؤ۔"

"اماں۔۔۔ بہو لانے کا شوق ہے۔۔۔ کل کو اگر اُس عورت نے بڑی برادری کے سامنے کہہ دیا کہ آپ کا بیٹا شائد نامرد ہے۔ اُس کے شرعی حقوق تک پورے نہیں کرتا تو پھر؟ برداشت کر لیں گی۔۔۔؟ اگر ایسے تمغے میرے سر سجانے کا شوق ہے تو کسی بھی سانس لیتی عورت کے ساتھ میرے کلمے پڑھوا دیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔؟ اللہ سے معافی مانگو۔۔۔ ایسا کوئی کیوں بولے گی۔۔۔ ایک بچے کے باپ ہو۔"

ہاں۔۔۔ اور اُس بچے کی ایک ماں بھی تھی۔۔۔ جو ماں میرا دل اور میرے دل کی ہر خواہش اپنے پلو میں باندھ کر اپنے ساتھ لے گئی ہوئی ہے۔ ایک عورت کو برت چکا ہوں اور ایسی منہ کی کھائی ہے کہ مزید زلالت کا شوق ہے نہ چاہت۔ اسلیے براہِ مہربانی میرے لیے ایسے ویسے خواب دیکھنا بند کر دیں۔ آپ کے لیے اور اس گھر کے لیے میں جو کچھ کر سکتا تھا۔۔۔ کر چکا ہوں۔۔۔ مزید کی تمنا نہ رکھیں۔۔ میرے اور میرے بیٹے کی زندگی میں عورت

تھی۔ جسے میں کیا میرا بیٹا بھی نہ روک پایا۔ چھوڑ چلی گئی۔ آپ لوگوں کا کبھی دل ٹوٹا ہو تو آپ کو علم ہو کہ میں کس قسم کی اذیت سے گزرا ہوں۔ "

" مرد ایسی باتیں نہیں کرتا۔۔۔ مرد کو کیا عورتوں کی کمی ہے۔۔۔ ایک چھوڑ دس مل جائیں۔"

" جانے دے ماں۔۔۔ تیرے بیٹے کو تو وہ بھی نہ ملی جو اس کی اپنی تھی۔"

اب کی دفعہ اماں کے چہرے پہ غصہ نمایاں ہوا۔

"اُس بے فیض کا نام تک نہ لو۔۔۔ کون ماں ہے۔۔۔ جو اتنے سے بچے کو چھوڑ کر دفعہ ہو جائے۔ تم ہی بے غیرتی کر رہے ہو۔۔ اگر اتنا ہی اُس کے عشق میں مبتلا ہو تو جا کر ہاتھ پیر جوڑ کر لے آتی ہوں۔"

"میری پیاری ماں تمہارا بیٹا ایسا خوش نصیب کہاں کہ زندگی اس کو دوبارہ موقع دے۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہوا ہے۔ آپ لوگ میرے پہ احسان کریں۔۔۔ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔ انسان نہ جانے اپنے اندر کس کس محاذ پہ کیسی کیسی جنگ لڑ رہا ہوتا ہے۔۔۔ آپ مزید میرے لیے مشکلات پیدا نہ کیا کریں۔ موسٰی کے ساتھ اس قسم کی گفتگو سے پرہیز کریں۔ ہم دونوں باپ بیٹا اپنی زندگی میں مگن ہیں۔ ہمیں خوش رہنے دیا جائے۔۔۔ اب مجھے اجازت دیں۔۔۔ مانی آئی ہوئی ہے۔ میں اس کے لیے رشتہ دیکھ رہا ہوں۔۔۔ کوئی اچھا لڑکا ملتے ہی میں اُس کا فرض ادا کر دوں گا۔"

"کل موسٰی اور مانی کو لے آؤں گا۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔"

وہ کسی کو مزید کچھ کہنے سُننے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

اماں نے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کیں۔

ابا جی بھی خاموش بیٹھی تھیں۔

ابا جی نے گہری سانس بھری۔۔۔اور دھیمے سے بولے۔

"سارا قصور میرا ہے میری وجہ سے میرے بیٹے کا دل ٹوٹا ہے۔۔۔۔نہ میں فضول کی ضد کرتا نہ یہ سب ہوتا۔"

اماں جی روتے ہوئے بولیں۔

"کیا یہ ساری عمر یونہی گزارے گا۔۔۔؟ چار سال ایسے ہی تو نہیں گزر جاتے۔۔۔جوان صحت مند مرد ہے۔۔۔ پھر یہ کیوں اپنی جائز خواہشات اور اپنا حق مار کر اپنے آپ پہ ظلم کر رہا ہے۔۔۔ جیسے مجھے علم نہیں ہے۔۔۔راتوں کو جاگتا ہے۔ آخر کونسا روگ لگائے پھر رہا ہے۔۔۔؟ میں ایسا کیا کروں جو یہ عام لوگوں جیسی زندگی جینا شروع کر دے۔۔۔ کہاں سے اسکی خوشیاں خرید کر لاؤں؟"

"تم دعا کرو۔۔۔۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔ وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں یہ خود ہی شادی کے لیے ہاں بول دے۔ "

"اس دن کے انتظار میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ مزید کتنا وقت لے گا۔"

"اماں جب وہ کہتا ہے کہ وہ خوش ہے۔۔۔تو آپ اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دیں۔ خود ہی بدل جائے گا۔"

" خوش لوگوں کی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں۔۔۔اُداس۔۔ خاموش۔۔؟ میں تو اب بس دعا ہی کر سکتی ہوں۔۔ کہ یا تو اللہ پاک اس کے حالات بدل دیں۔۔۔یا اس کا دل بدل دیں۔"

اماں اپنی آنکھیں صاف کرتی ہوئی کمرے سے چلی گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں اب اکثر خود سے سوال و جواب کرنے لگا ہوں۔ کبھی سوال ادھورے رہتے ہیں اور کبھی جواب ملتے ہی نہیں ہیں۔ سب سے اہم سوال یہ ہے۔۔ کیا وہ غلط تھی۔۔۔؟ یا ہم سب غلط تھے۔۔۔؟"

"کیا اُس نے انا کا مسئلہ بنا کر وہ سب فیصلے کئے؟"

"کیا وہ کبھی پچھتاتی ہو گی؟"

"کیا میں غلط تھا؟"

"کیا جو کچھ میں نے کیا۔ کیا وہ سب اتنا ہی بُرا تھا کہ وہ ہم سب کو معاف نہ کر سکی؟"

"پھر جو سوال مجھے لاجواب کر دیتا ہے۔۔۔ وہ یہ کہ کیا ہم نے اُس سے معافی مانگی۔۔۔؟ کیا واقعی ہم کو معافی مانگنی چاہیے تھی؟ کیا مجھے معافی مانگنی چاہیے تھی؟"

"کس بات کی معافی؟ اگر عورت کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اسکا وجود پورے خاندان کی عزت ہوتا ہے۔۔۔ اسکو ڈھک کر چُھپا کر رکھنا پڑتا ہے۔ تاکہ گندی نظروں کی دھول سے میلا نہ ہو جائے تو اس میں کیا بُرائی ہے۔ اب اگر عورت سعادت مند اور نیک ہو گی۔ وہ اس بات کو سمجھ جائے گی۔ ضد نہیں کرے گی۔ جھک جائے گی۔ انا کا مسئلہ نہیں بنائے گی۔"

"پھر نہ جانے کیوں۔۔۔ مجھے اپنا دیا ہر جواز ہر دلیل بے معنیٰ لگتی ہے۔۔۔ کیونکہ ابھی پچھلے ہفتے میری اپنے بھائی سے فون پہ بات ہوئی ہے۔ جس بھائی کو میں ساری عمر کام چوری اور ہڈ حرامی کے طعنے مارتا رہا۔ آج کل امریکہ گیا ہوا ہے۔ اُس کی بڑی بیٹی نے جوڈو کراٹے کے مقابلے میں پورے پنجاب میں ٹاپ کیا تھا، اس کے بعد انٹرنیشنل ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے گئی

ہوئی ہے۔اُس کی بیٹی چودہ سال کی ہے۔شروع سے ہی مجھ سے الگ تھا۔شائد اسی لیے موئی کی ماں کی اگر سارے گھر میں کسی سے دوستی ہوئی تھی۔تو وہ میرے بڑے بھائی سے ہے۔"

"اس سب میں جو سب سے حیرت انگیز بات ہے۔۔۔وہ یہ کہ۔۔۔ہم لوگ سب کے سب دنیا پرست ہیں۔۔۔وہ دنیا کی بجائے دنیا میں بسنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ہر ایک کا درد اپنے سینے میں رکھنے والا۔۔وہ کہتا ہے،میری بیٹیاں زندگی میں جو کرنا چاہیں گی،میں ان کو سپورٹ کروں گا،میں کسی سے کہتا نہیں ہوں مگر جب میرا بھائی اپنی بیٹیوں کے ساتھ شفقت اور دوستی کا معاملہ کرتا ہے تو مجھے اس پہ بڑا پیار آتا ہے۔"

"ایک بات سچ ہے۔زندگی وہ نہیں ہے۔جو سوچی تھی دل بھی ویسا نہیں ہے۔جیسا کبھی تھا۔۔اور خیالات میں بھی تبدیلی آگئی ہے،اور دنیا کا سب سے مشکل کام اپنی غلطی ماننا ہے۔"

میں سوچتا ہوں،اگر آج گزرے کل جیسا نہیں رہا۔تو آنے والا کل بھی میرے آج جیسا نہیں ہوگا۔پھر سوچتا ہوں۔آنے والا کل کیسا ہوگا؟کیا زندگی میں رنگ ہوں گے؟بہار ہوگی؟یا خزاں ہوگی؟"

"میرے بیٹے کو اللہ زندگی دے۔اُس کے ہوتے ہوئے خزاں کا میری زندگی سے کیا تعلق۔۔۔مگر دل کا ایک حصہ ایسا بھی ہے۔۔۔جہاں مسلسل ویرانی کا راج ہے۔۔۔میں اُس ویرانی کو مٹانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔کیونکہ وہ اداسی مجھے بے سکون رکھتی ہے،اور مجھے اس بے سکونی میں مزا آتا ہے۔اچھا ہے نا مسلسل اپنے کیے کی ندامت میں رہو۔آج میں یہ بھی سوچ رہا ہوں۔کیا ماں کی بات مان لوں۔کیا مجھے اب شادی کر ہی لینی چاہیے۔۔؟آخر

کیوں نہیں؟ مجھے کسی کا انتظار تو نہیں ہے۔۔نہ ہی میں کسی کا منتظر ہوں۔پھر زندگی کو پوز پہ کیوں لگائے رکھوں۔پلے کا بٹن دبانا چاہیے نا۔تاکہ میں آگے بڑھوں۔

بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے۔۔۔گود میں پڑی فائل کو مکمل طور پہ نظر انداز کیے۔۔۔ وہ پچھلے دو گھنٹے سے خالذہنی سے غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے سوچ کی وادی میں سیر و تفریح کر رہا تھا۔

فون کی بجنے والی گھنٹی نے اس تسلسل میں رکاوٹ ڈالی۔

اُس نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ دراز پہ رکھا فون پکڑ کر کالر آئی ڈی دیکھی۔بیرونِ ملک سے کال تھی۔فون کان سے لگاتے ہوئے وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

"ہیلو۔۔۔"

"جی بول رہا ہوں۔"

"جی جی میں ہی ہوں۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ اُسی کی بات کر رہے ہیں؟"

"مجھے مطلع کرنے کا بہت بہت شکریہ۔"

"جی السلام علیکم۔۔۔"

فون بند کرتے ہوئے اُس کے ماتھے پہ تفکر کی لکیریں تھیں۔

پہلے وقت دیکھا۔پھر لیپ ٹاپ کھول کر مصروف ہو گیا۔

اگلے ڈیڑھ گھنٹے تک وہ ٹکٹ بُک کروا چکا تھا۔ ☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت ٹیکسی نے اسکو ہسپتال کے باہر اُتارا۔۔رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔

اندھیری سرد رات میں اکیلے ہسپتال کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک خیال نے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی۔ کبھی سوچا تھا زندگی یہاں لا کر کھڑا کرے گی۔۔۔ جب اپنے پاس سوائے اپنے وجود کے اور کچھ نہ ہوگا؟ کوئی یہ سوچ کر پریشان ہونے والا نہیں ہے۔ میری بیٹی ابھی تک گھر نہیں آئی۔

سوچوں کو جھٹکنے کے لیے اُس نے اپنی سپیڈ تیز کی۔ ریسپشن سے ساری تفصیل لینے کے بعد لفٹ کی جانب آئی۔۔ وہاں سے دوسرے فلور پہ موجود وارڈ نمبر دو کا بزر بجایا۔

اُسی وقت دوسری جانب سے جواب دیا گیا۔ دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہوگئی۔۔۔ لمبا کاریڈور تاریک پڑا تھا۔۔۔ اینڈ پہ جا کر تھوڑی روشنی نظر آرہی تھی۔

اتنی خاموشی کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سُنائی دے۔

ابھی چند قدم ہی اُٹھائے تھے۔ جب سامنے سے نرس آتی دکھائی دی۔

"ہیلو۔۔ میرا نام روبن ہے۔ میں یہاں کے آن ڈیوٹی سٹاف کی ممبر ہوں۔ نیچے سے پیغام آیا ہے کہ آپ ایمرجنسی میں لائے گئے مریض کو دیکھنے آئی ہیں۔"

"جی۔۔۔ میں اُس کی بہن ہوں۔۔ وہ ٹھیک تو ہے نا۔۔؟"

"ہاں ہاں۔۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اس وقت وہ خطرے سے باہر ہے۔ مگر ہم نے ابھی نیند میں ہی رکھا ہوا ہے۔ جو کہ مریض کے اعصاب کو پُرسکون رکھنے کے لیے ضروری ہے ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہونے کا ڈر بھی ہے۔"

"ایسا کیوں ہے۔۔؟"

نرس بتانے لگی۔

"آپ کا بھائی ڈپریشن کا شکار ہے۔اسی وجہ سے ڈرگ لیتا رہا ہے۔ بد قسمتی سے اُس نے اعتراف کیا ہے کہ اُس نے اپنی فیملی میں سے کسی کے آگے اپنی ذہنی حالت کا ذکر نہیں کیا ہوا ہے۔ خیر تم جا کر اپنے بھائی کو دیکھ لو۔ یہ کونے والا کمرہ ہے۔ اگر کسی بھی چیز کی ضروت ہوئی تو ریسپشن کا بزر بجا دینا۔"

"بہت شکریہ۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔"

نرس اتنا کہہ کر کسی کمرے میں غائب ہو گئی۔ جبکہ وہ آگے بڑھ آئی۔

ہنڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

کمرہ نیم تاریک تھا۔۔ مگر شہریار کے گرد روشنی تھی۔ کیونکہ اُس کے بیڈ پہ لیمپ جل رہا تھا۔

دبے قدموں بیڈ کے قریب آئی۔۔ شہریار کے چہرے پہ موجود آکسیجن ماسک نے اسکا آدھا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ مگر آنکھوں کے گرد پڑے گہرے ہلکے صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

ملی نے بیگ اور جیکٹ اُتار کر کرسی پہ ڈالی۔

اور خود واپس پھر بیڈ کے قریب چلی آئی۔

نرم نرم انگلیوں سے شیری کے چہرے سے بال ہٹائے۔ سنوار کر پیارا سا سٹائل بنا دیا۔

کئی دفعہ اُس کے ماتھے پہ بوسے کئے،

آنسو اُبل اُبل کر آنے کو تیار تھے۔ مگر وہ اُن کو کر واپس کرتی رہی۔ ٹالتی رہی کیونکہ وہ رونا بالکل نہیں چاہتی تھی۔

تب تک بیڈ کے سرہانے کی جانب کھڑی رہی جب تک ٹانگیں نہیں دکھنے لگیں۔

اس دوران شیری نے کوئی حرکت نہیں کی، نہ آنکھ کھولی۔نہ کروٹ بدلی۔۔یہاں تک کہ ہاتھ پیر تک نہ ہلائے۔۔۔اور یہ سب اُس کے اندر کی بے چینی کو ایک دفعہ پھر سے ہوا دے رہا تھا۔۔۔کیونکہ شہریار کبھی بھی نیند کا پکا نہیں تھا۔۔۔سب سے بعد میں بیڈ پہ جاتا سب سے پہلے نکلتا۔۔۔اور اب سکون سے آنکھیں موندے پڑا تھا۔

آخر جب کھڑا رہنا محال ہو گیا تو وہ کُرسی بیڈ کے قریب کھینچ کر اُس پہ بیٹھ گئی۔

کمرے میں ایک عدد مریض کے بیڈ کے علاوہ ساتھ رُکنے والے فرد کے لیے بھی فولڈ اپ بیڈ موجود تھا۔۔۔اس کے علاوہ اوُن سوئٹ باتھ روم۔۔۔سنک وغیرہ۔۔۔مریض کو بہلانے کے لیے سمارٹ ٹی وی۔۔۔جو کے وائی فائی پہ چلتا ہے۔ایکس باکس وغیرہ سب موجود تھا۔

کمرے کا جائزہ لینے کے دوران ہی وہ نیند کی وادی میں اُتر گئی۔

صبح کے سات بجے شہریار کی نرس اُس کا بلڈ پریشر وغیرہ چیک کرنے آئی تب اُس کی آنکھ کھلی۔

مگر شہریار ابھی بھی سویا ہوا تھا۔جس پہ وہ تفتیش سے بولی۔

"سسٹر یہ رات سے مسلسل کیوں سو رہا ہے؟"

"اس کو نیند کی گولیاں دی گئی تھیں۔۔اُنکا اثر ہے۔۔پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔فلحال یہ جتنا آرام کرے گا اس کے لیے اُتنا بہتر ہے۔۔ویسے بھی اب کسی بھی وقت جاگ سکتا ہے۔اُٹھنے کے بعد اگر کھانے کو کچھ مانگے تو

ٹوسٹ وغیرہ کچھ بھی دے سکتی ہیں ناشتے والی ٹیم ادھر آئے گی تم ان کو اپنی پسند بتا سکتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔۔ شکریہ۔۔"

نرس کو اس کا کام کرتا چھوڑ کر وہ واش روم چلی گئی۔

چند منٹ بعد واپس آئی تو نرس جا چکی تھی اور شہریار جاگ رہا تھا۔

ملی کے وجود میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

"شکر ہے۔۔ تم جاگ گئے ہو۔"

"آئی گیس ایم ناٹ دیٹ لکی ٹو گیٹ ریڈ آف دس ورلڈ۔ اینڈ دا میز ریبل پیپل لیونگ ان اٹ۔۔" (میں اتنا خوش قسمت نہیں ہوں پھر کہ اس دنیا سے چھٹکارہ حاصل کر سکوں، یا اس میں رہنے والے بیکار لوگوں سے)

اُس کے لب و لہجے پہ ملی ٹھٹکی ضرور مگر ظاہر نہیں کیا۔ مسکراتی ہوئی بیڈ کے قریب آئی۔

"تم فریش ہو جاؤ۔۔ پھر ناشتہ کرتے ہیں۔۔ اتنی لمبی نیند لینے کے بعد تم یقیناً اچھا سا ناشتہ کرنا چاہو گے۔"

"سٹرینج ایزنٹ اٹ۔۔۔ ابھی کل تک جن لوگوں کو میرے ہونے نہ ہونے سے گھنٹہ فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔ آج اُنہیں میرے ناشتے کی فکر ہو رہی ہے۔۔۔ واہ۔۔۔ وقت کیسے پلٹی کھاتا ہے نا۔۔۔؟ سو وٹس دا مینیو۔۔۔؟ مجھے اس ہسپتال کے اکڑے ہوئے ٹھنڈے ٹوسٹ نہیں کھانے ہیں۔ نہ ہی بغیر چینی کے سیریل۔۔۔ مجھے میک سے ناشتہ چاہیے ویدا ایکسٹرا پٹیٹو کیکس۔۔۔ وید آ سٹار بک۔ سٹرونگیسٹ کافی دے کین ایور میک۔"

ملی کو اس فرمائش کی امید نہیں تھی۔اس لیے حیران ہوئی۔ مگر ایک دفعہ پھر ظاہر نہیں کیا۔اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"آئی کین گیٹ یو میک۔۔۔ مگر کافی کے لیے مجھے نرس سے مشورہ کرنا پڑے گا۔"

"ٹو ہیل ویدھ دیم آل۔۔۔ دے آلریڈی میڈ می سفر اینف۔۔۔ تم اب مزید ایکسکیوز مت ڈھونڈنا کیونکہ مجھے علم ہے دو میل تک یہاں کوئی میک یا سٹاربک نہیں ہے۔تو جاؤ۔۔اور جا کر اپنا کام کرو۔۔۔ بہتر ہوگا۔ٹو جسٹ گو بیک ٹو یور ہائبرنیشن کوز فرینکلی سپیکینگ دیٹس دا اونلی تھنگ یو آر گُڈ ایٹ۔"

ملی کو شہریار کا لب ولہجہ بہت بُرا لگا۔۔۔ مگر اس کی صحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔۔ نظر انداز کر دیا۔۔اور بولی۔۔

"کیا تمہیں واش روم جانے کے لیے مدد چاہیے؟ کیونکہ میں چاہتی ہوں تم فریش ہو جاؤ پھر میں تمہارا ناشتہ لینے جاؤں۔"

"فرسٹ آف آل یو آر نوٹ مائے مدر کہ آئی شُڈ بیہیو اینڈ ڈوایز یو ویش سو یہ میں چاہتی ہوں۔ والا جملہ میرے سامنے دوبارہ مت دُہرانا۔۔اور دوسرا یہ کہ میری ٹانگیں ابھی بالکل ٹھیک فنکشن کر رہی ہیں اور اگر مجھے مدد درکار بھی ہو تو یہاں پہ بہت مددگار موجود ہیں۔۔آئی ڈونٹ نیڈ یو۔"

ملی نے لب بھینچ کر زور سے اثبات میں سر ہلایا۔اپنی جیکٹ پہنی اور بیگ پیک میں سے والٹ لیکر کمرے سے نکل رہی تھی۔۔جب شہریار کی آواز کانوں میں پڑی۔

"ہے۔۔۔۔ سٹرینجر۔یو فورگاٹ یور بیلو نگنگز ہئیر۔۔۔ پلیز ٹیک دیم وید یو۔ عن لیس یو آر ڈیئرنگ ٹو کم بیک، ہئیر اینڈ گیٹ مور روسٹڈ۔اینڈ پلیس آئی ہیو نو وش ٹو سی اور سپینڈ اینی ٹائم ویدیو۔۔۔یو کین ہیپلی گو ٹو ہیل فروم می۔"

ملی کے قدم رُک گئے۔جی تو چاہا۔۔اپنا بیگ پکڑے اور پہلی فلائیٹ سے واپس لندن چلی جائے۔۔۔ مگر پلٹ کر شہریار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

" نو میسٹر ہاؤ مچ یو ہیٹ می ایم سٹل یور اولڈر سسٹر سو ہیو سم بلڈی رسپیکٹ۔"

اتنا کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔۔۔ مگر پیچھے شہریار کی ہنسی کی آواز آرہی تھی۔۔۔اور ساتھ یہ بھی بولا کہ۔

"اووٹ آلو نگ۔۔۔ کیئرنگ بگ سسٹر آئی ہیو۔۔۔ ہو نیور گیو آ شٹ آباؤٹ اینی ون ایکسیپٹ ہر سیلف داموسٹ سیلفش پرسن ان مائی لائف۔"

اس نے لفٹ کا انتظار کرنے کی بجائے سیڑھیوں کا انتخاب کیا۔دوڑتے ہوئے سیڑھیاں اُتری جب تک نیچے پہنچی سانس پھولی ہوئی تھی۔

کافی کی خوشبو نے صبح کے ماحول کو تروتازہ ہٹ بخشی ہوئی تھی۔

وہ ناک کی سدھ میں چلتے ہوئے ہسپتال سے باہر آئی۔

دور سے ہی ٹیکسی سٹینڈ پہ بلیک کیب نظر آگئی۔اُسی سمت چل پڑی۔

قریب پہنچ کر دروازہ کھول کر اندر بیٹھی اور دروازہ بند کر دیا۔

فربی مائل ٹیکسی ڈرائیور بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"گڈ مارننگ ینگ لیڈی۔۔۔ کہاں جانا ہے؟"

"میں اس علاقے سے واقف نہیں ہوں۔۔اس لیے ایڈریس نہیں دے سکتی۔۔پر مجھے میک ڈونلڈ جانا ہے۔۔۔اس کے بعد سٹار بک۔۔۔"

"سٹار بک بیس منٹ کے فاصلے پہ ہے اور میک ڈونلڈ بیس سے پچیس منٹ کے فاصلے پہ۔"

"پرفیکٹ۔پہلے میکڈونلڈ لے چلیں۔"

"اوکے ڈوکے۔"

اس کے ساتھ ہی اُس نے گاڑی آگے بڑھادی۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد ٹیکسی کسی نہ کسی ٹریفک لائٹ پہ رُکتی جس پہ ڈرائیور بولا۔

"آفس اور سکول آورز کے دوران تو سڑکوں کی حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔جیسے سارا شہر گھروں سے باہر نکل آیا ہو۔"

ملی کا دماغ ابھی تک شہریار کی باتوں اور رویے میں الجھا ہوا تھا۔اسلیے کوئی جواب نہ دے سکی۔۔۔بس ہوں۔۔۔کہہ کہ چُپ کر گئی۔

بھائی کی فرمائش کا ناشتہ لیکر ٹیکسی پہ ہی واپس آئی۔

کمرے میں واپس آئی تو لائٹ ڈم کئے شہریار بیڈ پہ نیم دراز ہو کر پلے سٹیشن پہ فورٹ نائٹ کھیل رہا تھا۔

ملی نے پہلے تو لائٹ نارمل کی۔

موؤنگ ٹرے دیوار کے ساتھ سے کھینچ کر بیڈ کے قریب کھڑا کیا۔ہاتھ میں پکڑے کھانے والے بیگ ٹرے میں رکھے۔

اپنا والٹ اپنے بیگ میں رکھ کر بیگ کو ایک طرف دیوار کے پاس پڑی کرسی پہ رکھ دیا۔واش روم میں جا کر صابن کے ساتھ ہاتھ دھو کر آئی۔

پھر کھانا بیگز میں سے نکال کر ٹرے میں لگایا۔

"گیم پوز کر کے پہلے کھانا کھالو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔ویسے بھی ایک گھنٹہ پہلے ناشتے کا بولا تھا۔"

"میں اپنی حق حلال کی کمائی کے ڈیڑھ سو پاؤنڈ خرچ کر کے تمہارے لیے ناشتہ لائی ہوں۔اگرانسان کی طرح نہ کھاؤ گے۔تو مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں۔اپنی زبان کی تیزیاں اپنے پاس رکھو۔مجھ سے نفرت ہے۔تو میں کب تم سے محبت کی بھیک مانگنے آئی ہوں۔اپنے جذبات کا اظہار کسی اور وقت کے لیے سنبھال رکھواور اب چُپ چاپ ناشتہ کرو ورنہ ایک سیدھے ہاتھ کی رکھ کر رسید کروں گی۔۔۔مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ڈرتی میں اپنے باپ سے بھی نہیں تھی۔"

"بد قسمتی سے میں بھی تمہارا ہی بھائی ہوں۔مگر اس وقت مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔عدالت لگے گی۔۔۔مگر پیٹ پوجا کے بعد۔۔۔پاس می دا فوڈ اینڈ گو بیک۔"

"واپس جانا آسان کام ہے۔میں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ مشکل راستے چُنے ہیں۔اس وقت بھی آسانی سے واپس ہو جانے کی بجائے تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گی۔"

"اوہ ہاں۔۔۔میں کیسے بھول سکتا ہوں۔۔کہ تم ہمیشہ آسان اور سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط اور مشکل راہ کا انتخاب کرتی آئی ہو۔۔۔۔۔تو ظاہر ہے ابھی تک زندگی میں یہی کچھ پریکٹس ہو رہا ہو گا۔۔۔اس کا مطلب ہے مجھے خود کو ہر قسم کی صورتحال کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔"

ملی نے شہریار کی ہر بات کو پس پشت ڈال کر کھانا بیگز میں سے نکال کر میز پہ لگایا۔ اپنی کرسی بھی قریب کی۔ اُس نے دل میں شُکر کا کلمہ پڑھا جب شہریار نے بغیر کسی ڈرامے کے ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔
وہ بچپن کے کھانے پینے کے شوقین شیری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ اُس کے لیے تین برگر اور پانچ آلو کے کیک لائی تھی۔ ساتھ فروٹ تھے۔
شہریار کو سارا ناشتہ ختم کرتے دیکھ کر اس کو بالکل ویسی خوشی ہو رہی تھی۔ جیسی ماں کو اپنے بچے کو دیکھ کر ملتی ہے۔
ناشتہ کر لینے کے بعد وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔
"چلو میں نے مروت نبھا دی۔ اب اس کے بعد میرے میں مروت بھی نہیں بچی۔ اسلیے تم جہاں سے آئی ہو۔ وہیں چلی جاؤ۔"
"میں یہیں اسی شہر میں موو ہونے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔"
"کب؟"
"کل رات۔۔"
شہریار نے اس کو تولتی ہوئی نظروں سے جانچا۔
"وجہ؟"
"تم۔۔۔"
وہ بے ہنگم ہنسا۔
"ویری نائس جوک۔۔ چلو شاباش پھُٹاں کھاؤ۔"
"میں دوبارہ سے وارننگ دے رہی ہوں کہ میں تمہاری بڑی بہن ہوں۔۔۔ میرے ساتھ تمیز سے بات کرو۔"
"ڈونٹ یو تھنک اٹس لیٹل ٹو لیٹ فور بڑی بہن تھنگ؟"

"تم نے ڈر گز لینے کب شروع کئے؟"

"اوہ تو اب میری انٹیرو گیشن ہو گی۔۔۔"

"ہاں ہو گی۔۔"

"اور کرے گا کون۔۔؟۔۔۔ تم۔۔۔؟ جس نے آج تک اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ ڈھنگ کا نہیں لیا۔"

"اگر تو تم سمجھتے ہو نا کہ یوں مجھ پہ اٹیک کر کے تم مجھے سوال وجواب سے روک لو گے۔ تو شہریار صاحب یہ تمہاری بھول ہے۔۔۔ میں ابھی تمہارے کمرے کی تلاشی لینے جا رہی ہوں۔۔۔ تمہارے دوستوں سے بھی ملوں گی۔"

"میرا کوئی کمرہ نہیں ہے۔ کیونکہ میرے پاس رینٹ دینے کو ایک چلڑ نہیں ہے۔ میرا کوئی دوست نہیں ہے۔۔۔اب کر لو جا کر جو کرنا ہے۔"

"تمہارے پاس چلڑ کیوں نہیں ہے۔۔؟۔۔ کیا تمہارے پاس تمہارا بینک کارڈ وغیرہ نہیں ہے؟"

"سب کچھ ہے۔۔۔ مگر خالی ہے۔"

"کیوں۔۔؟۔۔پاکستان کے اکاؤنٹس کون دیکھتا ہے۔۔۔؟"

شیری چُپ ہوا۔ پھر مسکراتی ہوئی نظروں سے ملی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہی جس کو میرے والد کی وصیت کے مطابق پاور آف اٹرنی ملا ہوا ہے۔"

"اب تم یہ کہو گی وہ کس کو ملا ہے؟ کیونکہ تمہارا تو اپنے کسی رشتے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تھا، کہ جو تم اس طرح کی معلومات سے باخبر رہتیں۔"

"مجھے تو یہی تھا کہ سب کچھ تمہارے انڈر ہی ہے۔ تمہارا ہی حق ہے
۔۔اور کس کے سپرد چھوڑ سکتے ہیں۔"
"ویل۔ مائے فادر ہیڈ انادرسن بلکہ وہ ہی انکا بیٹا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی ساری جائیداد اُسی کے نام چھوڑی ہے۔۔۔ان کی اپنی اولاد کے نام کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ میں تیس سال کا ہو جاؤں۔۔۔اور وہ رنگ باز سب لیکر بیٹھ گیا۔۔۔ گن کر مجھے جیب خرچ دیتا ہے۔ گن کر۔۔۔اور میں ملازموں کی طرح اُس کے پیچھے بھاگنے پہ مجبور ہوں۔۔اور یہ مجبوری کسی اور کی دی ہوئی نہیں ہے۔۔۔میرے باپ کی جانب سے تحفہ ہے۔"
"اچھا تم نے اس بات کو سر پہ سوار کر کے ڈرگز لینے شروع کر دیئے ۔۔۔تا کہ باپ نے وصیت میں شرط رکھی ہے۔ تو تم اصل میں خود کو ڈرگز کے ساتھ ختم کر کے۔۔سب کچھ اُس کے نام کر جاؤ۔"
وہ اس کو جوش دلا رہی تھی۔
"آئی ڈونٹ کیئر۔۔۔آفٹر آل ہی از اے سیلفش باسٹرڈ۔۔۔ہی کین کیپ اٹ آل۔۔۔آئی ڈونٹ نیڈ اینی تھینگ۔۔۔"
تبھی دروازہ کھلا۔۔۔اور موسٰی کا چہرہ اُبھرا۔
شہریار زیر لب خود کو موٹی سی گالی دیتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا۔
"سپیک آف دا ڈیول۔ اس کو فون تم نے کیا تھا؟"
"کس کو؟ کس کی بات کر رہے ہو؟"
ملی نے پلٹ کر دروازے کی جانب دیکھا اور حیرت کے مارے کتنی دیر تک پلکیں جھپکے بغیر نووارد کو دیکھے گئی۔ اس چہرے کا ایک ایک نقش اس کے دل پہ چھپا ہوا تھا، وہ ہر روز سونے سے پہلے اپنے لیپ ٹاپ پہ اس کو دیکھ کر

سوتی تھی، ہر روز اُٹھنے کے بعد اس کا چہرہ دیکھتی تھی۔ ہر روز فیس بک صرف اسلیے دیکھتی کہ نئی تصویریں اپ لوڈ ہوئی ہوں گی۔ یہ وہی بچہ تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنے پاس سمارٹ فون نہیں رکھا ہوا تھا کہ پھر وہ ہر پل اس کی آئی ڈی دیکھتی رہے گی، کوئی کام نہ کر سکے گی۔

وہ اس کی ابسیشن تھا۔ سینے میں چھُپا دل پسلیوں کی دیوار توڑ کر باہر نکلنے کو بے قرار ہو گیا۔ وہ آنکھ جھپکے بغیر یک ٹک اس کو دیکھے جا رہی تھی۔ شہریار سے پوچھا۔

"شیری کیا تمہیں بھی موسٰی نظر آ رہا ہے؟"

شیری نے جواب دیا۔

"مجھے اس کا باپ بھی نظر آ رہا ہے۔"

"السلام علیکم۔۔۔"

آنے والے نے مشترکہ سلامتی بھیجی تھی۔

حیرت کی دنیا میں غوطہ زن ملی تو جواب ہی نہ دے پائی۔ موسٰی کے چہرے سے نظریں ہٹا کر سلام لینے والے کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ اس پہ نظر پڑتے ہی سامنے والے کی پتلیاں پھیل گئیں۔ ملی کی نگاہ واپس موسٰی پہ رک گئی جبکہ شہریار نے مسکراتے ہوئے بڑی گرمجوشی سے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ آپ لوگ کب آئے؟"

"نو بجے کی فلائیٹ سے۔ راستے میں بس فلیٹ پہ سامان رکھا ہے۔۔ تم کیسے ہو؟"

ملی منہ کھولے ابھی تک اُس کو دیکھے جا رہی تھی۔

آنے والے کا بیٹا بھی۔۔۔منہ میں انگلی ڈالے ملی کو ہی پڑھ رہا تھا۔ ملی کے دل سے ایک ہوک اُٹھی۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں چبھنے لگیں۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اپنی جگہ چھوڑ کر موسیٰ کی جانب بڑھی۔ دونوں مسلسل ایک دوسرے کو ہی دیکھ رہے تھے۔ اچانک اس کی آنکھوں میں موسیٰ کی شکل دھندلا گئی۔ ہنستے ہنستے رو دی۔ اور روتے روتے پھر سے ہنس دی۔ تیزی سے اپنے آنسو آستین میں جذب کیے۔

"السلام علیکم میرا نام موسیٰ ہے۔"

آنسو ایک دفعہ پھسل گئے۔ مسکراتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام موسیٰ۔"

جبکہ شہریار کہنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔۔۔کچھ زیادہ ہی ٹھیک لگ رہے ہو۔"

شہریار کو جواب دینے کے بعد وہ اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ آپ یہاں انکل کے پاس رُکو میں ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔"

"بھائی ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ نہ جانے کس اُلو کے پٹھے نے اُٹھا کر آپ کو کال کر کے پریشان کیا ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

جواب میں گہری سنجیدہ نظروں سے شہریار کو دیکھا جس پہ وہ نروس سی مسکراہٹ دے کر چپ کر گیا۔

"تم موسیٰ کا خیال رکھنا باہر نہ نکلے۔۔۔میں ڈاکٹر سے مل کر آرہا ہوں۔"

اس دفعہ شہریار نے کوئی بحث نہیں کی۔۔۔بس سر اثبات میں ہلا دیا۔

موسٰی کا باپ اُس کو اُٹھا کر شہریار کے برابر بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے خود باہر نکل گیا۔

شہریار نے موسٰی کو زور کی جپھی۔۔۔دیتے ہوئے پیار کیا۔

"کیسے ہو شہزادے۔۔۔"

"ایم فائن شیری انکل۔۔۔آپ کو کیا ہوا ہے۔۔؟ وائے آر یوان ہاسپٹل۔۔۔؟"

"کچھ بھی نہیں یار یونہی خدمت کروانے کا دل کر رہا تھا۔۔ تو ادھر آ گیا۔"

"بٹ بابا سیڈ یو آر نوٹ ویل۔"

"یور فادر جسٹ وریز ٹو مچ۔۔۔ایم فٹ اینڈ ویل۔۔"

"آر یو فٹ ٹو گو ویدمی ٹو دا سفاری پارک۔۔۔ بابا پرامسڈ می لاسٹ ٹائم بٹ دین ہی واز ٹو بزی۔"

"ڈونٹ وری مائے ہیرو۔۔۔وئی ول گو ٹو گیدر۔۔۔یو می اینڈ بابا۔"

"کین آنٹی کم ایز ویل۔۔۔"

شہریار نے ملی کی جانب دیکھا۔۔ جس کی نگاہیں موسٰی کے گھنے بالوں والے سر پہ فکس تھیں۔ شہریار اپنا غصہ دباتے ہوئے بولا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ آسکے گی۔ کیونکہ یہ واپس اپنے گھر جا رہی ہیں۔"

"اوہ۔۔"

موسٰی کے لبوں نے او شیپ بنایا اور گردن موڑ کر ایک نظر ملی پہ ڈالتے ہوئے مسکرایا۔

جواب میں ملی مسکرا بھی نہ پائی۔ بلکہ دھیمے سے بولی۔

"اگر موسیٰ آنٹی کے ساتھ سفاری جانا چاہتا ہے۔ تو آنٹی ضرور جائے گی۔"

یہ فقرہ سُن کر جہاں موسیٰ کے چہرے پہ روشنی بکھر گئی تھی وہیں اُس کا باپ جو کہ کمرے میں آ رہا تھا۔۔ حیرت کے مارے دروازے میں ہی رُک گیا۔

موسیٰ جوش سے اپنی جگہ سے اُٹھا چھلانگ مار کر بیڈ سے اُترا اور بیڈ کی دوسری جانب پڑی کرسی پہ بیٹھی ملی کے پاس گیا اور اپنا ہاتھ سامنے پھیلاتے ہوئے بولا۔

"ہیلو۔۔۔ایم موسیٰ۔"

وہ اپنی مسکراہٹ نہ روک پائی وہ تھا ہی اتنا پیارا کہ اسکو دیکھ کر خود بہ خود دل اُس کی طرف لپکے۔

اُس نے نرم سی گرفت سے موسیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"ہیلو موسیٰ۔۔۔نائس ٹو میٹ یو۔۔مائے نیم از ملی۔"

"کین آئی کال یو آنٹی۔"

پہلے سر اثبات میں ہلایا۔ پھر بولی۔

"یس۔ وائے ناٹ۔ کال می وٹ ایور یو لائیک۔"

موسیٰ کے ماتھے پہ آئے بالوں کو پیار سے پیچھے کرتی ہوئی بولی۔

"یو آر آ بگ بوائے۔"

موسیٰ دلکشی سے مسکرایا۔

"بابا کہتے ہیں۔۔ موسیٰ بہت ہینڈسم ہے۔"

ملی کا جی چاہ رہا تھا۔۔۔اس گول مٹول سے شرارتی کو اپنی آغوش میں بھر کر بہت سا پیار کرے۔ مگر بڑی مشکل سے خود پہ کنٹرول کئے بیٹھی رہی۔

"آپ کے بابا ٹھیک کہتے ہیں۔"

بابا جو بُت بنا دروازے میں کھڑا تھا۔ شہریار کے گلا کھنکارنے پہ ہوش میں آیا۔ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"ڈاکٹر تو نہیں ملا۔ مگر نرس سے بات ہوئی ہے یہ ڈپریشن کا کیا چکر ہے؟"

شہریار نے نظر چُرائی۔

مگر اُسکا بھائی دونوں ہاتھ جیب میں ڈالے اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا تھا۔ جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ جواب لیے بغیر نہیں ملے گا۔

ملی کی توجہ بھی اب شہریار کی جانب منتقل ہو چکی تھی۔

موسی کا ہاتھ ابھی بھی ملی کے ہاتھ میں تھا۔

"بولتے کیوں نہیں ہو۔۔؟ کب تم ڈپریشن کا شکار ہوئے؟ یونیورسٹی سے کتنی چھٹیاں کی ہیں؟ اور یہ ڈپریشن آیا کہاں سے؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم نے کہا تھا چند دنوں کے لیے دوستوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اس لیے یونیورسٹی سے چھٹیاں لی ہیں۔"

"میں آپ کو سب بتا دوں گا۔ مگر اس عورت کے سامنے نہیں۔ اس کو یہاں سے چلتا کریں۔ اس کے بعد جی بھر کر ذلیل کر لیں۔

شہریار کی بات پہ سامنے والا مزید بھڑکتے ہوئے بولا۔

"یہ عورت۔۔۔؟ تمہارا مطلب کیا ہے۔۔۔ کیا میں یاد کرواؤں کہ یہ عورت کون ہے۔۔۔؟"

اس دفعہ شہریار بھی برابر بولا۔
"یور ئیلی گوئینگ ٹو ڈو دیٹ؟"
"ڈو دٹ؟"
"بھائی مجھے بحث نہیں کرنی ہے بس اتنی سی درخواست ہے کہ جو بھی بات ہو گی۔ اکیلے میں ہو گی۔۔۔ ملی کے سامنے نہیں۔"
"کیوں۔۔"
"کیونکہ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"
ملی اتنی ششدر تھی کہ فوری طور پہ کوئی ردِ عمل نہ دکھا سکی۔ بڑی مشکل سے اپنا بوجھ ٹانگوں پہ اُٹھا کر کھڑی ہوئی۔ موسٰی کو کمزور سی مسکراہٹ دکھا کر دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔ جب بارُعب آواز نے حکم نہیں دیا تھا۔۔۔ درخواست کی تھی۔۔۔ ہاں وہ حکم نہیں تھا۔
"پلیز واپس بیٹھ جائیں۔ یہ جو بھی بکواس کرنا چاہتا ہے۔ آپ کے سامنے ہی کرنی ہو گی۔ موسٰی آنٹی کو بیٹھنے میں مدد دو۔"
موسٰی تو جیسے باپ کے حکم کا منتظر تھا۔۔ فوراً ملی کا ہاتھ پکڑ کر کرسی کی جانب کھینچ لایا۔۔ اور وہ آ گئی بیٹھ بھی گئی۔
"آئی ڈونٹ بلیو دس۔"
"زیادہ ڈرامے مت کرو۔۔۔ تم سے جو پوچھا ہے۔ اُس کا جواب دو۔"
"کیا پوچھا ہے۔۔۔؟ آپ اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ مجھے پڑھائی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔۔۔ آپ نے زبردستی میرا یہاں داخلہ کروایا تھا۔ صرف اور صرف اس عورت کی وجہ سے کیونکہ آپ کے دلی سکون کے لیے ضروری تھا کہ کوئی اس ملک میں رہے۔ تاکہ یہاں یہ اکیلی نہ ہو۔ صرف اس

کی وجہ سے مجھے سولی پہ لٹکایا۔۔۔ سارے خاندان کی بینڈ بجادی۔ ماں باپ کو منوں خاک تلے دفنادیا۔۔۔ مگر یہ وہیں کی وہیں ہے۔ ایسے لوگوں میں غیرت نام کو بھی نہیں۔۔۔ ہو۔۔۔"

شہریار کے منہ پہ پڑنے والے بھاری ہاتھ نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی تھی۔

"لعنت ہے تیری جوانی پہ سالے۔۔۔ وہ تیری بڑی بہن ہے۔"

"میری بہن ہے۔۔۔ مرچیں آپ کو کیوں لگ رہی ہیں۔۔؟"

"میرے سامنے اُس کے بارے میں تمیز سے بات کرو ورنہ تمہاری عقل کو ٹھکانے لگانے میں مجھے دو پل لگیں گے۔"

"اوہ۔۔۔ واؤ بھائی جان کبھی ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ غیرت مند مرد آپ تھے۔۔۔ اب الو لگ رہے ہیں۔"

"آئی واز ناٹ این اونر ایبل مین آئی واز آ بلڈی فول۔"

"میں نے آپکو الو بولا۔۔۔ آپ کو غصہ نہیں آیا۔۔۔؟ اور اس کے لیے مجھے تھپڑ مار دیا۔۔۔؟"

"مجھے جو کہنا ہے کہہ لو مگر اس کے لیے عزت سے بات کرو۔"

" ایم سوری برادر۔ بٹ شی لاسٹ ہر رسپیکٹ دا ڈے شی واکڈ آؤٹ۔ عزت کے نام پہ اس کو دینے کے لیے میرے دل میں کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔ اور اس کو دیکھیں یہ کل بھی ڈھیٹ تھی۔ آج بھی ڈھیٹ ہے۔۔۔ ماں باپ اس کی وجہ سے دنیا سے دکھی گئے۔"

ملی کی برداشت جواب دے گئی۔

اپنی جگہ سے اُٹھی کانپتے ہاتھوں سے اپنا بیگ پکڑ کر کندھے پہ ڈالا اور پیچھے دیکھے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ موسٰی کا باپ کھا جانے والی نظروں سے شہریار کو دیکھ رہا تھا۔ جو کندھے اُچکاتے ہوئے بولا۔

"خس کم جہاں پاک۔"

"تم نے سوالات سے بچنے کے لیے یہ ڈرامہ کیا ہے۔ مگر بیٹا میں تجھے بخشنے والا نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے اکاؤنٹ کی پچھلے تین ماہ کی سٹیٹمنٹ چاہیے۔ میں واپس آ کر تم سے بات کرتا ہوں۔"

موسٰی پریشان سا منہ بنا کر کھڑا تھا۔ باپ نے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تو بھاگتا ہوا آیا گود میں چڑھ کر باپ کا چہرہ ہاتھوں میں لیکر بولا۔

"بابا۔۔۔ آنٹی کیوں چلی گئی ہیں۔"

اس سے پہلے کہ اسکا باپ جواب دیتا۔ شہریار تیز لہجے میں بولا۔

"موسٰی۔۔۔ وہ آپ کی آنٹی نہیں ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ یہاں مجھے دیکھنے آئے ہو۔ اسلیے دونوں باپ بیٹا عقل کی گولی کھاؤ۔ اس کی ایک جھلک دیکھی نہیں ہے۔ اور پاگل ہو گئے ہیں۔ سچ ہی کہتے ہیں۔۔ پاکستانی مرد رج کے ٹھرکی ہوتے ہیں، خوبصورت چہرہ دیکھا نہیں اور عقل گئی نہیں۔۔"

"تم کل بھی گدھے تھے۔۔۔ آج بھی گدھے کے گدھے ہی ہو۔"

"آپ کا کہنے کا مطلب۔ کہ شہریار کل بھی ایک غیرت مند انسان تھا ۔۔۔ آج بھی عزت والا ہے۔"

"لعنت ہے تیرے جیسے ہر غیرت والے پے۔"

اتنا کہہ کر وہ موسٰی کو اٹھائے ملی کے تعاقب میں نکل آیا۔

جب تک وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ وہ سیڑھیوں سے نکل کر بیرونی گیٹ کی جانب جا رہی تھی۔

وہ بھی پیچھے چل پڑا۔

گیٹ سے نکلنے کے بعد ایک سمت کو چلتی گئی۔۔۔ وہ پیچھے رہا۔

موسیٰ اب باپ کی انگلی پکڑ کر چل رہا تھا۔ اس کا دھیان ملی کی جانب تھا۔

"یہ راستہ کدھر کو جاتا ہے؟"

اُس کے سوال پہ وہ دو پل کو تھمی مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔ قدم آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

"منزل کا تعین کر کے راستے کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ اب نہ جانے کدھر کو جاتا ہے۔"

"کیا میں ساتھ آ سکتا ہوں؟"

"بہت زیادہ چلنا پڑے گا۔۔۔"

"جانتا ہوں۔۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ منزل کبھی نہ آئے۔"

"جانتا ہوں۔۔"

دونوں کے درمیان صرف دو قدم کا فاصلہ تھا۔

ملی بات تو کر رہی تھی۔۔۔ مگر اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"پھر بھی آنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ میں آپ کو منزل پہ پہنچتے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اگر میری تو کوئی منزل ہی نہیں ہے۔۔۔نہ مجھے منزل کی طلب ہے۔"

"منزل کی طلب کس کو نہیں ہوتی؟"

"جن کے پاس کھونے کو کچھ نہ ہو۔"

تھوڑی دیر تک دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

موٹی باپ کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے ملی تک گیا اور اُسکی انگلی پکڑ کر چلنے لگا۔

وہ وہیں رُک جانا چاہتی تھی۔

موٹی کو پیار کرنا چاہتی تھی۔

مگر خود کو سمجھالیا اور پھر سے چل پڑی۔

پیچھے سے وہ بولا۔

"آئی تھنک مائے سن از ان لو ویدیو۔۔"

از ہی۔۔۔؟ بٹ وِی جسٹ میٹ۔"

"میرا خیال ہے۔ پہلی نظر کی محبت ہوئی ہے۔ کیونکہ آج تک یہ کبھی اتنے سکون سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر نہیں چلا۔۔۔نہ اس نے کبھی کسی کا پیچھا کیا ہے۔"

"آئی نووٹ یو آر ٹرائینگ ٹوڈو۔"

"ایم ناٹ ٹرائینگ ٹوڈو اینی تھینگ۔۔۔آئی ہیولرنڈ آ گریٹ ڈیل فرام مائے ایکسپیر ینس۔۔دیٹ ون سائیڈیڈ ایکشن کین لیڈ ٹو آ لائف ٹائم ڈیزاسٹر۔۔۔دیٹس وائے۔۔۔ناؤ آ ڈیز نو میٹر ہاؤ مچ آ وانٹ ٹو ڈو سم تھنگ۔۔۔آئی ہولڈ مائی سیلف بیک؟" (میں کچھ نہیں کر رہا۔ میں نے اپنے تجربے سے بہت بڑا سبق سیکھا ہے کہ ایک طرفہ عمل زندگی بھر کا روگ بن سکتے ہیں۔ اسی

لئے آج کل میرا دل کتنا بھی کیوں نہ چاہے میں خود کو وہ عمل کرنے سے روک لیتا ہوں۔)

ملی نے لب بھینچ کر اپنی مسکراہٹ دبائی اور بولی۔

"میرا اشارہ شہریار کی جانب تھا۔۔۔ آپ اپنی باتوں سے اسکے الفاظ کی بد صورتی کو مٹانا چاہ رہے ہیں۔"

"کیا میں اس مقصد میں کامیاب ہو رہا ہوں؟"

"وہ جھوٹ تو نہیں کہتا ہے۔"

"بُل شٹ۔"

"یور سن اِز آ ویری ویل مینرڈ کڈ۔"

"تھینک یو۔"

"اینڈ بریو۔"

"تھینک یو"

"ہی از سو ہینڈ سم۔"

"تھینک یو۔"

"اس کا نام کس نے رکھا تھا؟"

"موسیٰ کی نانی امی نے۔"

"بہت خوبصورت نام ہے۔"

"تھینک یو۔"

"آپ کیا کرتی ہیں؟"

"آ۔۔۔ میں ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر ہوں۔"

"آپ کی شادی ہو گئی ہے۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ کوئی ایسا ملا ہی نہیں جو دل پہ پہلے سے نقش شدہ عبارتیں مٹا کر اپنا نام لکھ پاتا۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اکیلا رہتی ہیں۔"

"نہیں۔۔اکیلی کب ہوتی ہوں۔۔۔میرے اپنے ہمیشہ میرے ساتھ ہوتے ہیں۔"

"اُن اپنوں میں سرِ فہرست کس کا نام ہے؟"

"اُس کا جس نے میرا سب کچھ چھین لیا۔۔اور معافی تک نہ مانگی۔"

"اگر وہ معافی مانگتا تو کیا آپ اُس کو معاف کر دیتیں؟"

ملی نے موسٰی کے ساتھ اُسی کے انداز میں جمپ مار کر فٹ پاتھ پہ کھڑا بارش کا پانی پھلانگا۔ موسٰی اس کو دیکھ کر شرارت سے مسکرایا۔

اور وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"وہ انسان معافی مانگنے والوں میں سے نہیں تھا۔ مر جاتا مگر معافی کبھی نہ مانگتا۔ ویسے بھی اُس کی نظر میں وہی ٹھیک تھا۔۔۔میں غلط تھی۔"

"دوبارہ کبھی اُس سے ملاقات ہوئی؟"

"ہر روز ہوتی ہے۔"

"کہاں؟"

"خیالوں میں۔۔"

"خوشگوار ہوتی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔۔۔ گلے شکوے ہوتے ہیں۔۔۔ جانتے ہیں۔۔۔ وہ بہت بُرا شخص تھا۔۔۔ بہت بُرا۔۔۔"

"اگر وہ اتنا بُرا تھا۔۔ تو پھر آپ نے ابھی اُس کا ذکر اپنا کہہ کر کیوں کیا؟"

"وہ غیر کب تھا۔۔ اپنا ہی تھا۔۔۔ جو تعلق اُس کے ساتھ تھا۔۔۔ وہ کسی اور سے کب بنا۔۔۔؟"

"سو یو ٹرائینگ ٹو سے دیٹ ایون دو ہی واز بیڈ ٹو یو یو سٹل مس ہیم۔۔۔؟"

"نو نو آئی ڈونٹ مس ہیم۔۔۔ اٹلیسٹ ناٹ اِن گڈ وے۔۔۔ اُس کو سوچ کر مجھے خوشی نہیں ملتی ہے۔۔۔ بلکہ اسکے اُلٹ ہوتا ہے۔۔ میں اُس کو سوچتی ہوں۔۔۔ تو مجھے ہر چیز سے نفرت ہو جاتی ہے۔ بہت زیادہ غصہ آتا ہے۔ گھنٹوں کے حساب سے۔۔۔ میرا یقین کریں۔۔۔ گھنٹوں کے حساب سے خود سے باتیں کرتی ہوں۔۔۔ اُس کے بارے میں شکایات کرتی ہوں۔۔۔ پھر اُس کے ساتھ لڑتی ہوں۔۔ بات یہ ہے کہ اُس نے مجھے اس بُری طرح سے توڑا ہے۔۔۔ کہ میں کسی اور کے قابل ہی نہیں رہی۔۔۔ مجھے اپنا وجود اتنا خالی لگتا ہے کہ دل میں کسی چیز کی کوئی چاہت ہی نہیں جاگتی ہے۔ ہاں بس حسرتوں کے ڈھیر ہیں۔۔۔ ان گنت ڈھیر جن میں سے خاک اُڑتی ہے تو نظر دھندلا جاتی ہے۔"

دونوں کو آگے پیچھے فٹ پاتھ پہ چلتے ہوئے چار منٹ ہو گئے تھے۔ موسیٰ نے ملی کی انگلی تھامی ہوئی تھی اور بڑے شوق سے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔

جبکہ اُس کا باپ ان سے دو قدم پیچھے چلتا آرہا تھا۔ دونوں ہاتھ گرم اونی کوٹ کی جیبوں میں گم تھے۔ نظریں فٹ پاتھ کی پتھریلی سطح پہ گڑی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی سر اُٹھا کر گرد کا جائزہ لے لیتا۔

دھوپ نکلی ہوئی تھی مگر صرف نام کی ورنہ فضا میں اچھی خاصی خنکی تھی ۔۔۔ ملی ۔۔۔ سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"خیر میری رام کہانی چھوڑیں یہ بتائیں ۔۔۔ آپ کے خیال میں شہریار کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ میں جانتی ہوں وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔"

"ہی از این ایڈیٹ۔ ہُو تھنکس ہی از سم بگ ہاٹ شاٹ ڈیٹس آل۔"

ملی کے لب بے ساختہ پھیلے۔ پر اگلے پل سُکڑ گئے۔

"کیا آپ کے علم میں ہے کہ شہریار ڈر گز لیتا ہے ۔۔۔ اور ہسپتال کیوں ایڈمٹ ہوا ہے۔"

"سچ وہ نہیں ہے ۔۔۔ جو آپ تک پہنچا ہے ۔۔۔ یہ لڑکا بُری صحبت کا شکار ہے ۔۔۔ مجھے کچھ بتاتا ہے یونیورسٹی والوں کو اور ہی رام کہانی بنا کر سُنائی ہوئی ہے لیکن آپ ٹینشن نہ لیں ۔۔۔ میں پاکستان سے خاص اسی کے لیے آیا ہوں۔"

"غصے میں نکل تو آئی ہوں ۔۔ مگر اب مجھے اُس کی فکر ہو رہی ہے ۔۔ کیونکہ آپ بھی آگئے ہیں ۔۔ اکیلا بیٹھا پھر نہ جانے کیا کیا سوچ کر خود کو ڈیپریس کرے گا۔۔"

موٹی کا باپ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا۔

"شہریار کو ڈپریشن بالکل نہیں ہے۔"

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔آپ کونسا اُس کے ساتھ رہتے ہیں؟ ٹھیک ہے۔آپ نے میرے بھائی کی بد زبانی کے آگے میرا دفاع کیا ہے۔پر مجھے اس کی باتیں زیادہ محسوس اس لیے ہوئیں کہ اُس نے یہ سب آپ کے سامنے بولا۔اسی لیے غصے میں واک آؤٹ کر آئی۔ مگر اب میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

موسٰی کے باپ نے قدم وہیں روک لیے اور موسٰی کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔میں موسٰی کو وہ سامنے پارک کا چکر لگوانا چاہ رہا ہوں۔ پھر ملتے ہیں ابھی کے لیے خدا حافظ۔"

وہ ملی کو وہیں چھوڑ کر موسٰی کو گود میں لیکر آگے بڑھ گیا۔

موسٰی گردن موڑ کر پیچھے ہی دیکھتا رہا۔ جہاں ملی بُت بنی کھڑی تھی۔

اپنی آنکھوں کو زور زور سے جھپکتے ہوئے دور جاتے موسٰی کی شبیہ کو تب تک دیکھتی رہی جب تک کہ اُس نے موڑ کاٹ کر دوسری سڑک کا انتخاب نہ کر لیا۔

پھر گہری سانس بھرتے ہوئے واپسی میں قدم اُٹھایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"بابا؟"

جیسے ہی ملی نظروں سے اوجھل ہوئی موسٰی نے گردن موڑ کر باپ کی جانب دیکھا۔

"جی؟"

"ڈو یو لائیک دیٹ آنٹی؟"

"آپ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیونکہ آئی لائک ہر۔۔۔"

"او کے دین یو کین کیپ ہر۔"

"از شی یور فرینڈ؟"

"ناٹ رئیلی۔۔۔"

"بٹ یو ٹو ور ٹاکنگ لائیک رئیل فرینڈز۔۔۔"

"آہ۔۔۔یس۔۔آئی واز ٹرائینگ ٹو گیٹ ٹو نو ہر۔"

"سو شی کین بی یور فرینڈ؟"

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔اِف شی ووڈ لائیک ٹو بی مائی فرینڈ۔۔۔بٹ آئی واز ٹرائینگ ٹو بیکم فرینڈ سو دیٹ یو کڈ سپینڈ سم ٹائم وید ہر۔۔۔آئی نو یو ووڈ لائیک دیٹ۔"(مجھے نہیں پتا کہ وہ میری دوست بننا پسند کرے گی یا نہیں لیکن میں اس کا دوست بننے کی کوشش اس لئے کر رہا تھا تاکہ آپ ان کے ساتھ وقت گزار سکو۔مجھے پتا ہے کہ آپ کو اچھا لگے گا۔)

"اوہ۔۔۔اچھا۔۔"

"جی ہاں۔۔"

"بابا؟"

"جی؟"

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔کیا ہم واپس نہیں جا سکتے؟ پارک میں پھر آجائیں گے۔"

اُس کا باپ زیرِ لب مسکرایا۔

"مگر موسٰی ہم اتنی دور آئے ہیں۔"

"بابا کیا وہ آنٹی وہاں انکل کے پاس ہیں؟"

"جی۔۔"

"بابا کین آئی گو بیک؟"

"کہاں؟ پاکستان؟"

"نہیں بابا۔۔۔ پاکستان نہیں شیری انکل کے پاس۔"

"مگر میں تو سوچ رہا تھا۔ ہم باپ بیٹا کہیں اچھی سی جگہ سے چائے کافی پیتے ہیں۔"

"بابا آئی نیڈ ٹو۔۔۔ ڈو۔۔ نمبر ون۔۔۔"

موسٰی کے باپ کا قہقہہ بھرپور تھا۔

"یار۔۔۔ ایسے کرو گے۔۔۔ تو ہماری اگلی زندگی کیسے گزرے گی۔۔۔ ہم دو سنگل باپ بیٹا۔۔۔ اور اب تصویر میں آئی ہے۔۔۔ ایک عورت۔۔۔ اگر مل گئی تو ہم دونوں ایک دوسرے سے لڑیں گے۔۔۔ تم کہو گے تمہاری ہے۔ میں کہوں گا میری ہے۔۔۔ اور اگر نہ ملی اُس صورت میں صورتحال بہت نازک ہونی ہے۔۔۔ چلو چلتے ہیں۔۔۔ پارک ویسے بھی بڑی بے رنگ اور سنسان لگ رہی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے کتنے رنگ تھے آئی گیس شہریار ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ہم دونوں باپ بیٹا ایک نمبر کے ٹھرکی ثابت ہوئے ہیں۔"

واپسی کا راستہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے گزرا۔

جس وقت وہ وارڈ میں شہریار کے بیڈ پہ پہنچے شہریار منظر سے غائب تھا اور اُس کی بہن کرسی پہ بیٹھی زور و شور سے رو رہی تھی ایک نرس اُس کو پانی دے رہی تھی۔ دوسری کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دے رہی تھی۔

وہ چھوٹتے ہی بولا۔

"کیا ہوا ہے؟

"ہی لیفٹ۔"

ماتھے پہ ناسمجھی کی سلوٹیں لیکر بولا۔

"ہُو۔۔؟ ہُو لیفٹ۔۔؟"

"جس کے لیے ہم لوگ ادھر موجود ہیں۔۔۔ اور کون؟"

"کہیں نہیں گیا۔۔۔ ادھر ہی کہیں ہو گا۔"

"وہ بیڈ پہ نوٹ لکھا پڑا ہے۔"

اُس نے موٹی کو بیڈ پہ بیٹھایا اور خود تہہ شدہ نوٹ کھول کر عبارت پہ نظر ڈالی۔

"آپ اس عورت کی حمایت کریں۔۔ میں چلا۔۔"

اُس نے کاغذ موڑ کر ڈسٹ بن میں پھینکا اور روتی ہوئی ملی سے مخاطب ہوا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ ایک نمبر کا بیوقوف ہے۔۔۔ اب تو یقین آگیا ہو گا۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔۔۔ ابھی کل رات وہ انٹینسیو کیئر میں تھا۔۔۔ اب نہ جانے کہاں ہے۔۔۔ اگر طبعیت دوبارہ بگڑ گئی۔۔ چلتے ہوئے چکر وغیرہ آگیا۔۔۔ روڈ پہ گر گیا۔۔۔ کوئی گاڑی وغیرہ لگ۔۔۔"

"ایک منٹ آپ صورتحال کو کچھ زیادہ ہی ڈراماٹائز کر رہی ہیں کیونکہ وہ کوئی دودھ پیتا بچہ تو ہے نہیں۔ کسی دوست وغیرہ کی طرف ہی گیا ہو گا۔ میں ڈھونڈ لوں گا۔"

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے ۔۔۔ اتنی کوئی بڑی منحوس ہوں ۔۔۔ جہاں ہوتی ہوں۔ سارے کام الٹے ہی ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں نے سب کو چھوڑ دیا۔ مگر بد قسمتی نے مجھے پھر بھی نہیں چھوڑا۔"

"فار گاڈ سیک سٹاپ ٹاکنگ لائک اٹس دا اینڈ آف دا ورلڈ۔۔۔ وہ میرے ڈر سے غائب ہوا ہے۔"

"ہاں تم آدم خور ہو نا۔"

"ہاں بہت عرصہ مجھے خود پہ یہی گمان رہا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اُس کے اکاؤنٹ میں ایک خطیر رقم موجود تھی جو میری معلومات کے مطابق زیرو پہ آچکی ہے اور اس پہ مجھے اُس سے جواب چاہیے۔ اب وہ چاہے جہاں بھی چھپے میں ڈھونڈ لوں گا۔"

"اُس نے تمہیں گالی دی تھی۔"

"تو کیا ہوا۔۔۔ میں بھی اس کو دے لیتا ہوں۔۔ ناٹ این ایشو۔۔۔"

"یا اللہ مجھے میرے کانوں پہ یقین نہیں آرہا۔۔ اوہ۔۔۔ تمہارا اپیٹا شائد پریشان ہو گیا ہے۔"

"ظاہری بات ہے جس پہ اُس کو زبردست قسم کا کرش آیا ہوا ہے وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے بیٹھ کر روئے گی تو اُسکا پریشان ہونا بنتا ہے۔"

اُن دونوں کو باتیں کرتا دیکھ کر نرس یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو باہر ریسپشن پہ بول دینا۔ ملی چہرہ صاف کرتے ہوئے حیرت کی دنیا میں غوطہ زن تھی۔

"کرش۔۔۔؟ موٹی کو۔۔۔؟"

"ہاں موٹی کو۔"

"کس پہ؟"

"آپ پہ۔"

نہ جانے کتنے عرصے بعد اُن ہونٹوں نے بھرپور مسکراہٹ کا ذائقہ چکھا تھا۔

"اوکے۔"

وہ رونا بھول کر موسٰی کے باپ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جو نہ جانے کیوں جب بھی وہ دیکھتی نظر پھیر لیتا اب بھی ایسا ہی کیا اور تصدیق کرتے ہوئے بولا۔

"یس۔"

ملی نے موسٰی کو مخاطب کیا۔

"موسٰی آپ نے پارک میں جھولا لیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ بابا نے کہا آنٹی کے پاس چلتے ہیں۔"

ملی ایک دفعہ پھر کھل کر مسکرائی۔

"یہ بابا نے بولا؟"

موسٰی نے مزے سے اثبات میں سر ہلایا۔

جبکہ اس کا باپ سر جھکائے کھڑا فرش پہ لگی ٹائلوں کا معائنہ کر رہا تھا۔

ملی نے اُس پہ ایک نظر ڈالی۔ پھر موسٰی سے مخاطب ہوئی۔

"موسٰی آپ کے بابا شرما رہے ہیں۔"

"دادو بابا کو کہتی ہیں۔۔۔ شرم کرلو۔۔۔"

"اچھا۔"

"ہاں جی؟"

"آپ سکول جاتے ہو؟"

"جی۔۔۔"

"مگر آپ تو ابھی بہت چھوٹے ہو۔"

"موسیٰ چھوٹا تو نہیں ہے۔ موسیٰ اپنی کلاس میں سب سے لمبا ہے۔"

"ارے واہ۔۔۔ کیا موسیٰ کو سکول جانا اچھا لگتا ہے؟"

"موسیٰ جب بابا کے ساتھ جاتا ہے تب بڑا مزا آتا ہے اور جب جمال انکل کے ساتھ جاتا ہے تو اتنا مزا نہیں آتا۔"

"جمال انکل کون ہیں؟"

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے اور موسیٰ کا باپ سینے پہ ہاتھ باندھے دیوار گیر شیشے کی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو کر باہر آسمان پہ اُڑتے آزاد پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔

"جمال انکل ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔"

"آپ کے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟"

"بابا۔۔۔ موسیٰ اور جمال انکل۔۔۔"

اُس نے ایک نظر لاتعلق نظر آتے مرد پہ ڈالی اور پوچھا۔

"اور دادو؟"

"دادو اپنے گھر رہتی ہیں۔۔۔ مگر ہم ہر چھٹی والے دن ان کے پاس جاتے ہیں۔۔ وہاں پہ بہت سارے لوگ ہیں۔۔ چاچو بھائی لوگ موسیٰ وہاں

رہنا چاہتا ہے۔پر بابا نہیں مانتے۔ بابا کہتے ہیں موسٰی بابا کے ساتھ رہے گا۔جہاں بابا ہوں گے۔وہیں موسٰی ہو گا کیونکہ موسٰی بابا کا بیٹا ہے۔"

"ارے واہ۔۔۔اس کا مطلب ہے کہ موسٰی کے بابا موسٰی سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"ہاں جی موسٰی بھی اپنے بابا سے بہت محبت کرتا ہے جب دادو کے ساتھ گیا تھا۔ موسٰی رات کو روتا رہا کہ بابا کے پاس جانا ہے۔۔دادو کہتی۔۔۔موسٰی کو بابا کی بہت عادت ہے۔"

"موسٰی باتیں بہت پیاری کرتا ہے۔"

"مانی خالہ کہتی ہیں۔۔۔موسٰی چھوٹا سا دادا ابو ہے۔"

وہ مسکرائی اور پوچھا۔

"آپ مانی خالہ سے ملنے جاتے ہو؟"

"نہیں مانی خالہ ہمارے گھر آتی ہیں جب بھی ان کو چھٹی ہوتی ہے۔۔۔میں اور بابا ائر پورٹ ان کو لینے جاتے ہیں۔پھر گھر آ کر مانی خالہ کے ساتھ پارٹی کرتے ہیں دادو کہتی ہیں مانی خالہ موسٰی کی ممی بنیں گی۔۔۔پھر تو وہ ہمارے گھر پہ ہی رہا کریں گی۔"

ملی کو ایسا لگا جیسے ایک دم سے کمرے میں سے آکسیجن ختم ہو گئی ہو۔نہ جانے اگلی سانس بھی لی جائے کہ نا۔

"مگر دادو کہتی ہیں کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کرنا ہے۔"

وہ بڑی مشکل سے اپنی آواز ڈھونڈتے ہوئے بولی۔

"ک۔۔۔۔کیوں۔۔؟"

"کیونکہ بابا نے دادو کے ساتھ لڑائی کی تھی۔۔۔اسلیے دادو کہتی ہیں مانی خالہ ہی ہیں۔۔۔ می نہیں بنیں گی۔۔ بابا خفا ہوتے ہیں۔"

"جب سے تم آئے ہو تم نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔۔۔کچھ لوگے؟۔ جوس۔۔وغیرہ۔"

"ہاں جوس لوں گا۔"

"کون سا والا۔۔اورنج۔۔ایپل۔۔۔یا مینگو۔۔۔؟"

"آئی لائیک پامو گرانٹ۔۔۔"

ملی کی آنکھوں کے سامنے انار کے جوس سے بھری فریج گھوم گئی۔ایک جان سے پیاری ہستی کی آواز کانوں میں گونجی۔

" یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔ہر روز کا ایک کارٹن ختم کرنا ہے۔ خون بڑھے گا۔"

وہ گلے میں پھنسنے والے آنسوؤں کے گولے کو نگلتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھی۔اُس کو اپنی جگہ سے ہلتے دیکھ کر ہی موسٰی بولا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"میں نیچے موجود شاپ سے آپ کے لیے جوس لینے جا رہی ہوں۔"

"بابا کین آئی گو وید آنٹی۔"

"یس یو کین۔"

موسٰی کو جواب دینے کے بعد ملی سے مخاطب ہوا۔

" موسٰی کے بیگ میں سنیکس موجود ہیں آپ کو خرید کر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

بات وہ عام سی کر رہا تھا۔ مگر چہرے پہ ایک دم سے اتنی گہری سنجیدگی نہ جانے کیوں چھا گئی تھی باہر ساتھ چلتے اور باتیں کرتے وقت تو وہ لائٹ سے موڈ میں ہی لگ رہا تھا۔ ملی نے سوچا نہ جانے اس کو کیا ہوا ہے۔

شائد میری یہاں موجودگی اس کو بھی ناگوار گزرنے لگ گئی ہے۔ اسی خیال کے تحت پوچھ بیٹھی۔

"اگر میری موجودگی آپ کے لیے کسی تکلیف کا باعث بن رہی ہے۔ تو میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونکا اور براہِ راست ملی کی نگاہوں میں دیکھا۔ چند پل یونہی خاموشی سے گزر گئے۔ دونوں ایک دوسرے کے چہرے پہ نہ جانے کیا کھوجتے رہے۔

ملی نے نگاہیں چُرا لیں۔

وہ ٹھہرے ہوئے پُرسکون لہجے میں بولا۔

"اب یہاں رُکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب ہمارا مریض ہی بھگوڑا ہو گیا ہے۔ یہاں سے آدھے گھنٹے کے فاصلے پہ میرا فلیٹ ہے۔ اگر آپ وہاں پہ موٹی کو اپنے ساتھ رکھ سکیں تو مجھے شہریار کو ڈھونڈنے میں آسانی رہے گی۔ کیونکہ ایک تو میرے پاس اپنی گاڑی نہیں ہے دوسرا اگر میں موٹی کو اپنے ساتھ لیکر جگہ جگہ جاؤں تو یہ بہت تھک جائے گا۔"

ملی کی آنکھیں پھیل گئیں

"آپ موٹی کو میرے ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں؟"

"اگر آپ کو تکلیف ہو گی تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میں کوئی اور انتظام کر لوں۔"

"نہ نہیں نہیں۔ میرے لیے بڑی عزت کی بات ہو گی اگر آپ اپنے بیٹے کے معاملے میں مجھ پہ اس قدر بھروسہ کریں۔"

"بہت شکریہ۔اب اگر متفق ہیں تو کیا ہم سب وے سے فلیٹ پہ چلیں کیونکہ ٹرین سٹیشن یہاں پانچ منٹ کی واک پہ ہے۔"

"جی کیوں نہیں چلتے ہیں۔ میں بھی ہوٹل میں بکنگ کروانا چاہتی ہوں۔ نہ جانے کتنے دن رُکنا پڑے۔"

"اگر آپ چاہیں آپ میرے فلیٹ پہ رہ سکتی ہیں۔"

"ارے نہیں نہیں میں آپ کو اتنی تنگی ہرگز نہیں دینا چاہتی۔"

"تنگی کیسی۔۔۔ تین بیڈ روم کا فلیٹ ہے۔۔ ایک کمرہ آپ لے لیجئے گا۔"

"آر یو شیور۔۔۔ اِٹس آ گڈ آئیڈیا۔۔۔ شہر یار کو اچھا نہیں لگے گا۔"

"ڈو یو اونسٹلی بلیو آئی گیو اینی تھنگ اباؤٹ دیٹ؟ گھر میرا ہے اُس کا نہیں ہے۔"

"اوکے۔۔۔ پھر بھی آپ سوچ لیں۔"

"میں اپنے بیٹے کا رشتہ نہیں کر رہا ہوں کہ اسقدر سوچ بچار کروں ویسے بھی کچھ فیصلے بہت آسان اور سیدھے ہوتے ہیں۔"

"بہت شکریہ۔"

"کس بات کا؟"

"پتا نہیں۔۔"

اُس نے جواب میں اس کو ایک پل دیکھا۔ پھر موسٰی سے مخاطب ہوا۔

"ہم واپس اُسی گھر میں جا رہے ہیں جہاں ہمارا سامان رکھا ہوا ہے۔"

"پر بابا شیری انکل نے تو کہا تھا ہم سب ایک ساتھ سفاری پارک چلیں گے۔"

"ہاں نا۔۔ چلیں گے۔۔ پر آج نہیں۔۔۔ کیونکہ آج شیری انکل کو کہیں ضروری کام سے جانا پڑا۔۔۔ جیسے ہی وہ واپس آئیں گے۔۔ ہم لوگ سفاری پارک جائیں گے۔"

"بابا وعدہ؟"

"ہاں جی پکا وعدہ۔"

ہم سے یہ سوچ کر کوئی وعدہ کرو
ایک وعدے پہ عمریں گزر جائیں گی

باتوں کے دوران ہی موسیٰ کے بابا نے موسیٰ کے بیگ میں سے ایک عدد کیلا نکال کر چھیلا اور موسیٰ کو کھانے کے لیے دیا۔ پھر ایک جوس کے پیکٹ میں سٹرا ڈال کر اس کے منہ کے پاس کیا۔

ملی خاموشی سے کھڑی یہ ساری کاروائی دیکھتی رہی۔

وہ آدمی باپ کا رول نبھانے میں انتہائی آرام دہ لگ رہا تھا۔ جیسے پیدا ہی اس کام کے لیے ہوا ہو۔ بچے کی کسی بات پہ نہ اس کو غصہ آتا ہو۔ نہ وہ اکتاہٹ کا شکار ہوتا ہوگا۔ یہ سب اُس کے چہرے کے تاثرات میں درج تھا۔

موسیٰ کے ہاتھ سے کیلے کا چھلکا لیکر ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے۔ وہ ملی کی جانب مڑا۔

"چلیں؟"

"ج۔۔۔جی۔۔"

ملی نے اپنا بیگ کندھے پہ ڈالا۔

موسٰی کے باپ نے موسٰی کو بیڈ سے اُتار کر نیچے کھڑا کیا۔ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اپنے کندھے پہ ڈالا اور دوسرے ہاتھ میں موسٰی کی انگلی پکڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ ملی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"میرا خیال ہے یہاں نرس کو اپنا نمبر دے دینا چاہیے تاکہ اگر وہ واپس آتا ہے تو یہ لوگ ہمیں آگاہ کر سکیں۔"

موسٰی کے باپ سے متفق ہوتے ہوئے اُس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جی۔"

"میری فون میں ابھی تک پاکستان کی ہی سم ہے۔۔۔ آپ اگر بُرا نہ منائیں تو اپنا نمبر ان کو دے دیں۔"

"اوکے دے دیتی ہوں۔"

وہ وہیں رُکا۔۔۔ ملی جا کر ریسپشن پہ اپنا نمبر دے آئی۔

وہ لوگ لفٹ کی جانب آئے۔ جہاں چار پانچ لوگ پہلے سے لفٹ کے انتظار میں کھڑے تھے۔۔

لفٹ کے آتے ہی سب لوگ ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئے۔ سب سے آخر میں موسٰی اور اُس کا باپ اندر آئے۔ موسٰی کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ ملی کے ساتھ کھڑا ہو گیا کہ جگہ ہی وہاں ملی تھی۔

دونوں کے کندھے مس ہو رہے تھے۔

ملی نے گھبراہٹ کے مارے لفٹ کے بند دروازے کو دیکھا وہ اس کی اس حرکت کا نوٹس لیتے ہوئے تھوڑا دور کھسک گیا۔

ہونٹوں پہ بڑی مجروح سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"آنٹی آپ کا گھر کدھر ہے؟"

وہ لوگ سب وے سے تین منٹ دور تھے۔ جب موسٰی کی جانب سے
اچانک سوال آیا۔
ملی اپنی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے ٹکاتے ہوئے بولی۔
"میرا گھر یہاں سے بہت دور ہے۔"
"پاکستان جتنا دور۔۔۔"
"نہیں اُس سے بہت کم۔"
"آپ کے بابا اور ممی کدھر ہیں۔۔؟"
ملی کے ہونٹوں سے ایک سسکی سی نکل گئی۔
مگر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔
"وہ اللہ تعالی کے پاس چلے گئے ہیں۔"
"دونوں۔۔۔؟"
"جی دونوں۔۔"
"ڈو یو مِس دیم؟"
اپنے جذبات پہ قابو رکھتے ہوئے مسکراہٹ سمیت بولی۔
"یس ایوری ڈے۔"
"میری مانی خالہ کے بھی ممی بابا اللہ تعالٰی کے پاس چلے گئے ہیں جب وہ
اپنی ممی کو یاد کر کے روتی ہیں تب بابا انکو چُپ کرواتے ہیں کیونکہ بابا لوز ہر
آلاٹ۔"
موسٰی کے باپ نے آنکھیں گھماتے ہوئے صفائی دی۔
"یس کوز شی از مائے سسٹر۔"
"وئی نو بابا۔"

"تھینک گاڈ فور دیٹ۔"

موسیٰ اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھتے ہوئے ملی کی جانب جھک کر سرگوشی میں بولا۔

"اوپس۔۔۔ بابا کو غصہ آگیا۔۔"

"آنا تو نہیں چاہیے۔"

موسیٰ منہ پہ ہاتھ رکھ کر شرارت سے ہنسا۔

جبکہ اُس کا باپ ملی کو صفائی دیتے ہوئے بولا۔

"معاف کیجئے گا۔۔۔ بات تو واقعی غصہ کرنے والی نہیں ہے ایمان میری بہن پہلے ۔۔۔ بعد میں سالی بنی تھی اور میری فیملی نہ جانے کیوں ہمارے پرفیکٹ رشتے میں نیا زہر گھولنے کے چکروں میں تھے۔ مجھے بس جب بھی یہ بات یاد دلائی جاتی ہے یونہی تپ چڑھ جاتی ہے۔ کچھ سخت بول جاؤں تو آپ مائینڈ مت کیجئے گا۔"

"میرا اور آپ کا کونسا ایسا گہرا تعلق ہے ہم تو آج اپنی راہ نکلیں تو شائد دوبارہ کبھی ملاقات بھی نہ ہو۔ اسلیے میں مائینڈ کیوں کروں گی۔"

"بہت خوب۔"

سب وے کی سیڑھیاں اُترتے وقت موسیٰ باپ کی گود میں سوار ہو گیا۔ جونہی وہ لوگ نیچے پلیٹ فارم پہ پہنچے۔ مدھر سی دھن نے اُن کا استقبال کیا۔ ملی کی نظروں نے آواز کا تعاقب کیا آگے بڑا ہی دلچسپ منظر دیکھنے کو ملا تھا۔ تین بڑے سائز کے سپیکر تین کونوں کی سمت میں بج رہے تھے۔

اور ایک ایشین آدمی نو لکھے کُرتے کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنے رقص کر رہا تھا۔ اُس کا لباس مختلف رنگوں کا مجموعہ تھا۔ وہ ایک ماہر رقاص تھا۔ جو ایک ایک حرکت عین موسیقی اور الفاظ کی ترجمانی میں کرتا جا رہا تھا۔

سونے پہ سہاگہ نصرت فتح علی خان مرحوم کا میوزک اور آواز۔

"سانورے تورے بن جیا جائے نہ

جلوں تیرے پیار میں کروں انتظار میں

کسی سے کہا جائے نہ

اُن کا ساتھ ایک خاتون سنگر دے رہی تھیں۔ جن کی آواز نے بھی ایک سماطاری کیا تھا۔

ڈھونڈے میری پریت رے

تو ہے کہاں میت رے

آنسو بنے گیت رے

آہیں سنگیت رے

سانورے تورے بن جیا جائے نہ

یاد تیہاڑی مورا من تڑپائے

ساری رینا نیند نہ آئے

برہا کی ماری دیکھوں راہ تیہاڑی

دو نینوں کے دیپ جلائے

سانورے تیرے بن جیا جائے نہ

ملی یک ٹک اُس آدمی کو ڈانس کرتا دیکھ رہی تھی جس کے چہرے تک سے الفاظ کا درد بول رہا تھا۔

ڈوب چلے میری آس کے تارے
کیسے پہنچوں پی کے دوارے
ٹوٹ گئے سب سنگ سہارے
ڈولے نیا دور کنارے
جلوں تیرے پیار میں کروں انتظار تیرا
کسی سے کہا جائے نہ
موٹی کے باپ نے موٹی کو گود میں سے اُتارا اور اپنا فون نکال کر اُس آدمی کی ویڈیو بنانے لگا۔
گیت کے ختم ہونے پر رقاص نے جھک کر سلامی دی سب وے کاٹنل تالیوں سے گونج گیا۔ لوگوں نے اپنے والٹ کھول کر داد کے طور پہ اس کو پاؤنڈز سے نوازا۔۔۔ کسی نے دو پاؤنڈ کسی نے چار۔ کسی نے دس۔۔۔ موٹی کے باپ نے جیب میں سے پانچ پاؤنڈ کا نوٹ نکال کر موٹی کے ہاتھ میں دیا۔۔ جسے وہ آگے پھینک آیا۔
ملی ابھی تک خاموشی سے ایک ہی زاویے میں کھڑی تھی۔
باپ کے اشارے پہ موٹی نے ملی کا ہاتھ دبا کر اُس کی توجہ حاصل کی۔
ملی نے گردن جھکا کر خالی خالی نظروں سے موٹی کے چہرے کو دیکھا وہ سُن رہی تھی۔ دیکھ بھی رہی تھی۔۔۔ مگر کوئی ردِ عمل نہ دکھا سکی۔۔
"آنٹی آپ ٹھیک ہیں۔۔؟"
ملی نے سر اثبات میں ہلایا۔
مگر کہہ کچھ نہ سکی۔
"ہماری ٹرین آگئی ہے۔۔۔ بابا کہہ رہے ہیں۔۔ آئیں چلیں۔"

"اچھا۔"

ٹکٹ لینے کے بعد وہ تینوں ٹرین میں سوار ہوئے مگر رش اتنا زیادہ تھا کہ ملی دھکم پیل میں آگے نکل رہی تھی۔ جب مردانہ بازو نے کمر میں حمائل ہو کر اس کو واپس کھینچ لیا۔

اتنی بھیڑ میں رونما ہونے والے اتنے چھوٹے اور بے معنی سے عمل نے ملی کے دل کو حلق میں لا بٹھایا تھا۔

کیونکہ بازوابھی بھی وہیں تھا دوسرے بازو میں موسٰی کو اُٹھایا ہوا تھا۔

ملی کا ہاتھ کوٹ میں چھُپے بازو پہ رُکا اُس کوٹ والے کے چہرے کے تاثرات وہ نہ جان پائی کیونکہ اُس کی جانب ملی کی پُشت تھی۔

ملی نے اُس دائرے کے اندر رہتے ہی گھوم کر رُخ بدلا۔

مگر موسٰی کے باپ کی جانب دیکھنے سے پوری طرح اجتناب کیا۔ موسٰی نے آگے کو جُھک کر ملی کی آوارہ لٹوں کو اُس کے کان کے پیچھے اڑسایا۔

اکثر شبِ تنہائی میں
کچھ دیر پہلے نیند سے
گزری ہوئی دلچسپیاں
بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی
اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دلِ سد چاک پر
وہ بچپن اور وہ سادگی
وہ رونا اور ہنسا کبھی

پھر وہی جوانی کے مزے

وہ دل لگی وہ قہقہے

وہ وعدہ اور وہ شکریہ

وہ لذتِ بزمِ کرم

یاد آتے ہیں اک ایک ساتھ

دل کا کنول جو روز و شب

رہتا شگفتہ تھا سو اب

اُس کا یہ ابتر حال ہے

اک پھول کملایا ہوا

اک پھول کملایا ہوا

ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا

روندھا پڑا ہے خاک پر

اکثر شبِ تنہائی میں

ملی نے نظر اُٹھا کر دیکھا اور نگاہ پلٹنا بھول گئی۔

دونوں کے چہرے انتہائی قریب تھے اور وہ یک ٹک ملی کے چہرے کو پڑھے جا رہا تھا۔

اگر وہ ذرا سا بھی سر جھکاتا تو اُس کے ہونٹ ملی کے گال چھو جاتے۔

مگر وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

ملی اُس سے پوچھنا چاہتی تھی۔

"اتنے اداس کیوں دکھ رہے ہو؟"

"اگر یونہی دیکھتے رہو گے تو میری مشکلات میں اضافہ کرو گے۔"

"تمہاری شکل میں مجھے صرف تم نہیں کوئی اور بھی نظر آتا ہے۔ ہزار دل کہے کہ میں تمہیں دیکھے جاؤں۔ میں پھر بھی ایسا نہیں کر رہی۔ جب سے ملے ہو میں نے نظروں پہ پہرے بٹھا دیئے ہیں۔۔۔ تم بھی مجھ پہ رحم کھاؤ۔"

وہ شائد اُس کی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھ گیا تھا گہری سانس بھر کر نظر پھیر گیا۔

ملی کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

چپکے سے اُسی کے کوٹ پہ آنکھیں رگڑلیں وہ جان کر بھی انجان بن گیا۔

ابھی یہ عشق تمہیں اور بھی سنوارے گا

ذرا سی ہجر کی سُرخی کو رُخ پہ آنے دو

شہباز اکبر الفت

موتی دلچسپی سے ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

☆☆☆☆☆☆

اُس نے نمبر ملا کر فون سپیکر پہ لگایا کیونکہ ہاتھوں سے وہ موتی کو کھانا کھلا رہا تھا۔ تیسری بیل پہ دوسری جانب سے کال اُٹھالی گئی اور انتہائی اکتائی ہوئی آواز آئی۔

"ہیلو!"

"یہ تم ہیلو بول رہے ہو یا پتھر مار رہے ہو؟"

دوسری جانب بولنے والے مرد کی آواز اُسی پل بدل گئی اور حیرت و خوشی سے بولا۔

"اور انجھے تو؟"

"یس سن۔۔۔ یور فادر۔۔"

دوسری جانب جاندار قہقہہ گونجا تھا۔

"ابھی تین دن پہلے تم پاکستان میں تھے ادھر کب مرے؟ ایڈنبرا کا نمبر آرہا ہے گھر پہ ہو؟"

"جی جناب شہریار کی وجہ سے اچانک آنا پڑا۔"

"اُستادوں سے اُستادیاں نہیں کرتے بیٹا۔"

"اور کیا لینے آنا تھا؟"

"جو لینے کے لیے ہر دوسرے مہینے چکر لگتے ہیں۔ ہیر ملی کہ نہیں؟"

"ہر کوئی تیرے جیسا لکی تھوڑا ہوتا ہے۔"

"زیادہ لمبی لمبی نہ چھوڑ بیٹا۔۔۔ تو بھی سنگل۔ وہ بھی سنگل۔ مجھے تو بہت جلد تم دونوں کا مینگل نظر آرہا ہے۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے۔"

"چار سال سے شادی شدہ کنوارا بنا تو گھوم رہا ہے اور پاگل میں ہوں میری بات مان اور کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر کہیں تیرے انٹرنل پارٹس کو زنگ نہ لگ گیا ہو۔ اپنے فنکشن چیک کروا۔ مجھے تیری بڑی تشویش ہوتی ہے۔ ایک لڑکی کے پیچھے تیری کیا حالت ہو گئی ہوئی ہے۔ بیچارہ۔۔۔"

موسٰی کے باپ کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی جب وہ بولا۔

"میں نے تجھ سے ہی سیکھا ہے اگر جذبے سچے ہیں تو سر گھسائے رکھو۔ کبھی تو سُنی جائے گی۔"

"بیٹا۔۔۔ میرے ساتھ اپنا مقابلہ نہ کر۔۔۔ ہم نے تو اپنا دل اپنے جگر کے نام کیا ہوا ہے۔۔۔ سچ کہہ رہا ہوں مجھے اب اپنے جذبات کو لیکر ٹینشن بھی ہوتی ہے۔ یار نوال چند گھنٹے نظر نہیں آتی مجھے خواہ مخواہ غصہ آنے لگتا ہے۔

ابھی بھی بچوں کو سوئمنگ پہ لیکر گئی ہوئی ہے اور میں بیٹھ کر منٹ گن رہا ہوں کب وہ واپس آئے گی۔"

"حدید صاحب آپ کا کچھ نہیں بن سکتا ہے آپ گون کیس ہیں۔"

"گون کیس کے کچھ لگتے۔ باتوں میں لگا کر اصل سوال تو بھلا ہی دیا۔۔ تو گھر کیوں نہیں آیا؟"

"یار میں نے آنا تھا۔۔ پر اس وقت تجھے کال تیری خیریت پوچھنے کے لیے کی ہے۔۔ کیونکہ کل میں نے سعدیہ آنٹی کا انسٹا سٹیٹس دیکھا تھا۔۔ تیرے پیر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔۔ کہاں چھلانگیں مارتا پھرتا ہے۔"

"اوہ یار! ان بہو ساس سے میں گوڈے گوڈے تنگ ہوں۔۔۔ ان کی محبت سے میرا دل جل جل کر راکھ ہو چلا ہے۔ کیا تو یقین کرے گا۔ نوال نے سعدیہ کو انسٹا گرام بنا کر دیا ہوا ہے۔۔ اور سعدیہ کی آدھے سے زیادہ پوسٹ یا تو بہو کے بنائے کھانوں کی تعریفوں میں یا بیٹے کے خلاف۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے گھر میں ساس بہو کی لڑائی رہتی ہیں۔۔ اور بیوی کا سارا وقت اُسکے شوہر کو ملتا ہے۔۔۔ میری بیوی آدھا دن ساس سُسر کے ساتھ لگی رہتی ہے۔۔۔ آدھا دن بچوں کے ساتھ۔۔ اور آ جا کر ایک رات ہی شوہر کے حصے میں آتی ہے۔ اُس میں بھی یہ عورت گلٹی مارتی ہے دس دفعہ اُٹھ کر بچوں کو دیکھنے جاتی ہے۔۔۔ اب خود جائے تو ٹھیک ہے۔۔ دس دفعہ مجھے بھی بھیجتی ہے۔۔۔ میں تھوڑا سا بھی ڈھیل دے دوں نا۔۔۔ یہ اپنا بستر ہال وے میں ڈال لے گی تاکہ دونوں بچوں کے کمروں پہ نظر رکھ سکے۔"

موسٰی کے باپ نے قہقہہ مارا۔

"تیری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے تو کتنی تکلیف میں ہے۔"

"بلڈی ہیل مین۔۔۔ بائیک ہائی وے پہ سلیپ ہو گئی۔۔۔ایک ذرا سی خراش آئی تھی مگر نوال اور سعدیہ نے مجھے بیڈ سے باندھ کر رکھ دیا ہے۔"

"بیٹے تیرا علاج ہے۔۔۔ تیرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

"تیرے جیسے دوست اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔۔ تجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہو گی۔نوال نے میری بائیک ای بے پہ فور سیل لگا دی تھی وہ تو میرے بچے نے مجھے بتادیا ورنہ میرا کیا بنتا؟"

وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"حدید ایک بات تو بتاؤ؟"

"بکو؟"

"کیا وقت کے ساتھ میاں بیوی کی محبت میں کمی آجاتی ہے؟"

"آہ۔۔۔میرے بیٹے اگر میاں بیوی میں محبت ہو ہی نہ تو کم یا زیادہ کیا ہونی ہے۔ لیلی کی مثال تیرے سامنے ہے۔وہ شوہر کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ مگر ان کے درمیان ازدواجی تعلق نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہوا ہے۔فراز اور نوال کی کہانی بھی تجھے معلوم ہے۔۔۔نکاح تھا۔۔۔محبت۔۔ لگاوٹ۔۔یا عزت نام کی بھی نہ تھی۔"

"تو اپنی بات کر تیرے ساتھ کیسا معاملہ ہے؟ محبت میں کمی آئی یا نہیں؟"

"کاش میں اپنا دل تجھے دکھا سکتا۔میں اُس کا اس قدر عادی ہو چکا ہوں۔آفس سے واپسی پہ وہ گھر پہ نہ ملے مجھے سارا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ میں ہر روز بلا ناغہ اُس کے لیے پھول لیکر آتا ہوں۔۔۔جو کہ میری جیب پہ کافی بھاری پڑتا ہے۔۔۔ مگر مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔میں کوئی

موقع گنوانا نہیں چاہتا جب میں اس کو یہ نہ بتا سکوں کہ مجھے اس سے کتنی محبت ہے۔۔۔ مجھے لگتا ہے جو پریشانی میں نے اس کو پانے میں اُٹھائی جتنا خجل خراب ہوا وہ سب درتھ تھا۔ میری نوال ایسا قیمتی خزانہ ہے کہ اس کو پانے کے لیے اگر مجھے فرہاد کی طرح نہر بھی کھودنی پڑتی تو بھی سودہ نقصان دہ نہیں ہونا تھا۔۔ یار میں اپنے جذبات سے ڈر جاتا ہوں۔ کیا کسی کے لیے اس حد تک جانا نارمل ہے؟"

"احمد صاحب۔۔۔ محبت میں سب نارمل ہے۔"

"یار اسلام میں چار کی اجازت ہے۔۔۔ میں چار کے حصے کی محبت ایک سے کرتا ہوں/"

دونوں دوست ہنس رہے تھے۔

جب پیچھے سے ایک عورت کی چیخ سُنائی دی۔

"محمد حدید احمد۔۔۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"یار فون پہ بات کر رہا ہوں۔"

"فون پہ بات کر رہے ہو۔ مگر یہاں سیٹنگ روم میں کیا کر رہے ہو؟"

"بیٹھا ہوا ہوں۔۔ کیا نظر نہیں آرہا۔۔؟"

"مجھے سب نظر آرہا ہے میں تمہاری ضرورت کی ہر چیز دیکر تمہیں بیڈ روم میں آرام کرنے کو چھوڑ کر گئی تھی۔ تم یہاں کیسے آئے؟"

"چل کر آیا ہوں۔۔اور کیا اُڑ کر آتا۔۔؟"

"کون سی ایسی قیامت آگئی تھی جو تم بیڈ میں سے نکلے۔ اگر تمہیں یاد نہ ہو تو میں بتا دیتی ہوں تمہارا پیر اُترا ہوا ہے چھ گھنٹے کا آپریشن ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے سختی کے ساتھ۔۔ سُن رہے ہو۔۔۔ سختی کے ساتھ تمہیں بیڈ ریسٹ کا بولا ہوا

ہے۔ چھ ہفتے تک تم پیر پہ وزن نہیں ڈال سکتے۔ اسی لیے میں تمہاری لیپ ٹاپ، فون، چارجر، ٹی وی، ریموٹ، ایکس باکس، کھانے پینے کا سامان ہر چیز تمہیں دیکر گئی تھی، مگر تمہاری ہڈی کو کہیں چین نہیں پڑتا۔"

"ہاں تو کس نے کہا تھا مجھے چھوڑ کے جاؤ اور تمہاری قسم پیر پہ وزن نہیں ڈالا۔ کچن کے کبنٹ میں یو ایس بی پڑی ہوئی تھی وہ لینے آیا تھا اور سارا راہ لنگڑاتے ہوئے آیا ہوں۔۔ تمہاری قسم۔"

"اس وقت بکواس کی نا حدید احمد تو میرے ہاتھوں پٹو گے۔۔۔ وہ بھی اپنے والدین اور اولاد کے سامنے۔۔۔ دو بچے پالے ہیں کبھی اتنا خوار نہیں ہوئی ہوں جتنا اس ایک ہفتے میں تم نے مجھے گھما کر رکھ دیا ہے۔"

"اگر تمہارا غصہ اُتر گیا ہو تو کیا میں فون پہ بات کر سکتا ہوں۔ مجھے تو ڈانٹو ساتھ میرے دوست کو کس بات کی سزا دے رہی ہو۔"

"ڈیڈی۔۔ یو آر آ گرون اپ کیڈ۔۔۔ ممی سارا وقت اسی لیے پریشان تھیں کہ آپ بیڈ میں نہیں ہوں گے۔"

"نوال جان۔ خود سوچو تمہارے بغیر بیڈ روم میں کیا جھک مارتا؟"

دور سے آواز آئی۔

"میرے سے بات مت کرو۔"

"او جی۔۔۔ گئی بھینس پانی میں۔"

سعدیہ کی آواز آئی۔

"تم ایک انتہائی لاپرواہ انسان ہو۔ جتنا تم میری بچی کو پریشان کرتے ہو تم سے زیادہ مجھے اس کی صحت کی فکر ہوتی ہے۔ ایک ٹانگ پہ نچا رہے ہو تم باپ بچے اُس کو۔"

"اماں رہنے دیں۔ اس سے بات کرنا ہی فضول ہے۔ بس آج ہی سے میں بچوں سمیت آپ کی طرف شفٹ ہو رہی ہوں۔"

"ایک تو میں تمہاری اس دھمکی سے اتنا تنگ ہوں۔ ابا یار اپنا گھر بیچ کر آپ میرے ساتھ شفٹ کیوں نہیں ہو جاتے پھر دیکھوں گا یہ کہاں جائے گی۔"

"تم اپنی حرکتیں مت بدلنا۔"

"میں اپنے کمرے میں ہی چلا جاتا ہوں۔ یہاں تو کوئی فون پہ بات بھی نہیں کر سکتا ہے۔"

"خبردار جو تم یہاں سے ہلے۔۔۔"

"ڈیم اٹ۔"

"تم سُن رہے ہو۔۔ میری کیسے ہو رہی ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہو رہی ہے۔ بھابھی کو پریشان کرتے ہو۔۔ اس سے بھی بُری ہونی چاہیے۔"

حدید سرگوشی میں بولا۔

"لال ٹماٹر چہرہ لیے کچن میں گئی ہے۔ یار آٹھ سال شادی کو ہو گئے ہیں میں آج بھی اس سے جذبات کا اظہار کروں۔ یہ بُری طرح بلش کرتی ہے۔"

"میری دعا ہے اللہ تمہیں سدا خوش رکھیں۔ اپنا خیال رکھا کرو۔"

"تم گھر کب آ رہے ہو؟"

"موسیٰ میرے ساتھ آیا ہوا ہے۔ اس لیے دیکھو کب چکر لگتا ہے۔"

"موسیٰ آیا ہوا ہے اور تم نے بتایا کیوں نہیں۔۔۔"

"میرے پاس بیٹھا ہماری باتیں سُن رہا تھا ابھی دوسرے کمرے میں گیا ہے۔"

"میں ڈرائیور بھیج دوں گا۔ جس دن فری ہوئے فوری آ جانا۔"

"ٹھیک ہے۔۔ میری طرف سے سب کو سلام بولنا۔ پھر بات ہو گی۔۔ اللہ حافظ۔"

"اللہ مالک۔"

وہ کال بند کرنے کے بعد بھی مسکراتا رہا۔

"بابا کیا ہم حدید انکل کے گھر جائیں گے؟"

"آپ جانا چاہتے ہو؟"

موسٰی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اگر آنٹی ساتھ چلیں گی۔۔تب۔"

موسٰی کے باپ کے چہرے پہ سنجیدگی چھا گئی۔

اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

باہر آیا تو ملی کو سیٹنگ روم کی دیوار گیر کھڑکی کے سامنے کافی کا کپ ہاتھ میں تھامے باہر اندھیری رات میں دیکھتے پایا۔

"میں موسٰی کو سُلا کر شہریار کی تلاش میں نکلوں گا۔"

"جیسے آپ کو بہتر لگے۔"

"آپ دوسرے بیڈروم میں آرام کر سکتی ہیں۔ یقیناً تھک گئی ہوں گی۔"

"نہیں آج کا دن تو اچھا تھا۔ کچھ ہنگامہ تو ہوا۔ ورنہ تو خود پہ روبوٹ کا گمان ہونے لگا تھا۔"

دونوں چُپ کر گئے۔

وہ باہر دیکھتے ہوئے سپ بھرتی رہی اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کبھی اس کو دیکھتا کبھی کارپٹ پہ کھلونے بکھیر کر کھیلتے موسٰی کو۔

"موسٰی آپ کے شاور کا وقت ہے۔ آجاؤ جلدی سے شاور لیتے ہیں اُس کے بعد کہانی پڑھیں گے۔"

"موسٰی کے ساتھ بابا بھی شاور لیں گے۔۔"

"نہیں بابا نہیں لے رہے۔ کیونکہ بابا کو کہیں جانا ہے۔"

"اگر آپ شاور نہیں لیں گے۔۔۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔"

"موسٰی اچھا بچہ ہے۔۔ بابا کو تنگ نہیں کرتا ہے۔"

"بابا پلیز ہیو شاور ویدمی۔"

"اوکے۔۔ مگر شرط یہ ہے کہ شاور لمبا نہیں ہو گا۔۔ کیونکہ سردی ہے میں نہیں چاہتا تم بیمار پڑو۔"

موسٰی خوشی سے اُچھلتے ہوئے تالیاں بجانے لگا۔

"جاؤ جا کر سوئمنگ شارٹس پہنو۔۔ میں نے واش روم میں رکھی تھیں۔ میں آتا ہوں۔"

"بابا شرط لگالیں کون پہلے تیار ہو گا۔"

"میں۔۔۔"

"نہیں بابا۔۔۔ میں۔۔"

"دیکھ لیتے ہیں۔"

دونوں باپ بیٹا دوڑتے ہوئے سیٹنگ روم سے غائب ہوئے۔ موسٰی سچے جذبے سے بھاگ رہا تھا جبکہ اُسکا باپ بھاگنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

موسیٰ واش روم کے دروازے میں کھڑا ہو کر اپنی جرسی اُتارتے ہوئے ملی
سے مخاطب ہوا۔
"آنٹی۔۔۔۔ آپ بھی آجائیں۔"
"کیا آپ ساری فیملی اکٹھے شاور لیتے ہو؟"
کمرے میں سے موسیٰ کے باپ کا قہقہہ اُبھرا۔
"میں اور بابا۔۔۔"
موسیٰ اپنے کپڑے اُتارنے کے بعد واش روم کے دروازے کے پیچھے
چھپ کر شارٹس پہن رہا تھا۔ دو منٹ بعد اُس کا باپ اپنے کمرے سے برآمد
ہوا۔ اُدھر سے موسیٰ بھاگ کر دروازے کے پیچھے سے نکلا۔
"میں جیت گیا۔۔ میں جیت گیا۔۔۔ بابا ہار گئے۔"
ملی کی ساری توجہ اُن دونوں نے کھینچ لی تھی۔
باپ نے بھی شارٹس پہنی ہوئی تھیں۔ گردن کے گرد بڑا سا تولیہ لپیٹے
اُداس سی شکل بنا کر بولا۔
"موسیٰ بہت تیز ہے۔۔ ہر دفعہ جیت جاتا ہے۔۔۔ بابا ہار جاتے ہیں۔"
"بابا اگلی دفعہ موسیٰ ہار جائے گا۔"
"اوئے میرا احمد ردیبٹا۔۔۔ جان بوجھ کر ہارے گا۔"
اُس نے موسیٰ کو اُٹھا کر بوری کی طرح کندھے پہ ڈالا اور واش روم میں
لے گیا۔
دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے دونوں کی باتوں اور ہنسی کی آواز ملی کو
دروازے کے پاس کھینچ لائی۔
تھوڑی سی گردن اندر کر کے دیکھا۔

بیٹے کے پیچھے دونوں کھڑے تھے پانی گر رہا تھا اور موٹی باپ کی گود

تھا سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح دونوں بانہیں کھول کر اُڑ رہا تھا۔ اُس کا باپ

اس کو اوپر نیچے دائیں بائیں گھوماتا۔

پھر اس کو پانی کے نیچے کھڑا کرتے ہوئے۔ اُس کے بالوں کو شیمپو لگایا۔

"بابا آنکھوں میں شیمپو لگ رہا ہے ---- جلدی صاف کر دیں۔۔ ہائے۔۔ بابا---"

"او یار اتنا شور کیوں کرتے ہو۔۔۔ اوپر منہ کر کے آنکھیں کھولو۔۔۔"

"اب موٹی بابا کو شیمپو لگائے گا۔"

"جو حکم میرے سرکار۔۔۔ آئیے۔"

باپ کی گود میں سوار ہو کر اُس نے باپ سے ہی کہہ کر بالوں پہ شیمپو کروایا اور پھر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر رگڑنے لگا۔ اس دفعہ باپ نے آسمان سر پہ اُٹھایا۔

"میری آنکھوں میں شیمپو چلا گیا ہے۔۔۔ اف ہائے میری آنکھیں ---اب میں کبھی شاور نہیں لوں گا۔"

باپ کی دہائی پہ موٹی کھلکھلا کر ہنس رہا تھا اُس کی خوبصورت ہنسی سارے فلیٹ میں گونج رہی تھی۔

"بابا رونا نہیں میں صاف کر دیتا ہوں۔ بابا اتنے بڑے ہو کر رو رہے ہیں۔ موٹی تو نہیں روتا ہے۔"

اُس کے باپ نے پھر مصنوعی کراہ نکالی۔ موٹی کی ہنسی آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی۔

ملی اُن دونوں کی باتوں میں اس قدر گم تھی۔ کہ جب پانی کی بوچھاڑ اُس کے چہرے پہ گری اُس کی چیخ نکل گئی۔ جبکہ موسٰی کو ہنسنے کا ایک اور موقع مل گیا۔

"آنٹی پانی سے ڈر گئیں۔"

ملی نے بے یقینی سے موسٰی کے باپ کی جانب دیکھا۔ جو لاعلم نظر آنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے تولیہ اُٹھا کر موسٰی کے بال خشک کرنے لگا۔ وہ شرمندہ سی وہاں سے ہٹ گئی۔

پھر ایک تولیہ اپنی شارٹس کے اوپر ہی کمر کے گرد لپیٹ کر موسٰی کو اُٹھا کر کمرے میں لے آیا۔

ملی ساتھ والے بیڈ روم میں چلی گئی۔

اُس کے لیے یہاں پہ رُکنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

موسٰی کو کپڑے پہنانے کے بعد اپنا لباس لیکر واش روم میں گیا ملی کے کان اُن دونوں کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہے تھے۔

واش روم میں ایک دفعہ پھر سے شاور چلنے کی آواز آئی تھی۔ اس دفعہ دروازہ بند تھا۔

کچھ دیر بعد گھر میں ہیر ڈرائیر کی آواز اُبھری پھر بند ہو گئی۔

موسٰی کو اسکے باپ نے بیڈ میں لٹایا اور خود ساتھ لیٹ کر اپنے فون پہ کنڈل ایپ کھول کر کہانی چُن رہا تھا۔ جب موسٰی نے باپ کی شرٹ کے بٹنوں سے کھیلتے ہوئے نئی فرمائش کی۔

"بابا۔"

"ہوں۔۔؟۔۔"

"کیا آنٹی کہانی پڑھ سکتی ہیں؟"
اس کے باپ کے ہاتھ رک گئے۔ اپنی عینک کو ناک پہ اوپر کو دھکیلتے بولا۔
"یہ تو آپ کو اپنی آنٹی سے پوچھنا پڑے گا۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔۔ وہ سو گئی ہوں۔"
"وہ جاگ رہی ہیں۔"
"آپ کیسے کہہ سکتے ہو؟"
"کیونکہ اُن کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہے۔"
"ہو سکتا ہے۔۔ ان کو لائٹ آن رکھ کر سونے کی عادت ہو۔"
"بابا۔۔۔"
"جی۔۔"
"میں جا کر دیکھ لوں؟"
"موسیٰ۔۔"
"جی۔۔"
اُس کے باپ نے گہری سانس بھری۔۔۔ اور فون بیڈ پہ پھینک کر موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
"ہو سکتا ہے۔۔ وہ اس کمرے میں آنا پسند نہ کریں۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ۔۔۔ یہاں میں ہوں۔"
"کیا میں ان کے پاس چلا جاؤں؟"
یہ بات اُس کے باپ کے دل پہ لگی تھی۔

"پھر میں کیا کروں گا۔۔؟۔۔اچھا جاؤ۔۔۔اُنہیں پوچھ لو اگر انہیں اعتراض نہ ہو۔"

موسٰی کو اجازت ملنے کی دیر تھی بیڈ سے چھلانگ مار کر نکلا اور بھاگتے ہوئے جا کر ملی کے دروازے پہ دستک دی۔

ملی جو دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دونوں کی باتیں سُن رہی تھی۔ جلدی سے سکارف کے ساتھ اپنے آنسو صاف کئے۔ بال ٹھیک کرتے ہوئے دوسری دستک پہ دروازہ وا کر دیا۔

"ارے آپ۔۔۔میں سمجھی آپ سو گئے ہو۔"

"کہانی تو سُنی نہیں۔۔۔نیند کیسے آئے گی۔"

"اچھا۔۔۔"

"کیا آپ مجھے کہانی سُنائیں گی؟"

"ہ۔۔۔ہا۔۔ہاں ک۔۔کیوں نہیں۔۔۔مگر میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔"

"بابا کے فون میں ہے نا۔۔۔آپ آئیں نا۔۔میں آپکو دیتا ہوں۔"

وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آیا۔

اُس کا باپ بیڈ پہ ہیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ موسٰی نے بیڈ پہ پڑا باپ کا فون پکڑ کر ملی کے ہاتھ میں دیا اور اسکو اپنی جانب بیڈ پہ بٹھایا۔

ملی کی فون پہ گرفت نہ ہونے کے برابر تھا کیونکہ اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ موسٰی نے باپ کے برابر لیٹ کر رضائی اوڑھ لی اور سوالیہ نظروں سے ملی کو دیکھنے لگا۔

جو گلا کھنکارتے ہوئے بولی۔

"فون پہ پن لگا ہوا ہے۔"

"اوہ اٹس ویری ایزی۔۔۔اے۔۔اے۔۔ایم۔۔اے۔۔۔ایل۔۔۔"

موسٰی کے جواب پہ ملی کتنی دیر تک نہ کچھ بول سکی۔۔۔نہ نظر اُٹھا کر اُس کو دیکھ ہی سکی۔

گود میں پڑے فون کی بلینک سکرین کو دیکھے گئی۔ پھر کانپتی انگلیوں سے سکرین آن کی اور پن نمبر لکھا فون آن ہو گیا۔

اُس نے پھر سے سکرین لاک کر دی اسی عمل کو تین چار مرتبہ دہرایا۔

موسٰی کی آواز پہ جیسے ہوش میں آئی۔

"بابا۔۔۔مجھے نہیں لگتا۔۔آنٹی کو فون استعمال کرنا آتا ہے۔۔کیا آپ اُن کو بتا سکتے ہو۔۔۔کنڈل کیسے اوپن ہوتی ہے۔"

اُس کا باپ کچھ نہ بولا۔

موسٰی نے حیرت سے پہلے ملی کو دیکھا پھر اپنے والد کو۔

پھر باپ کے کان میں بولا۔

"بابا۔۔۔شی از کرائینگ۔"

"از شی؟"

"یس۔۔یو شُڈ گیو ہر آ ہگ۔۔۔اینڈ ٹیل ہر ایوری تھنگ ویل بی اوکے لائیک یو آلویز ٹیل می۔"

اُس کا باپ دھیمے سے ہنسا۔

"اگر میں انکو گلے لگا کر تسلی دوں گا تو یہ میری پٹائی لگائیں گی۔"

"بابا اٹس ناٹ فنی۔۔۔"

"سوری۔۔۔"

"آنٹی ڈونٹ کرائے پلیز۔"
وہ بھاری ہوتی آواز میں بولی۔
"اوکے۔۔۔کون سی کہانی سُناؤں۔"
موسیٰ کی بجائے اُس کا باپ بولا۔
"دل ٹوٹنے کی۔۔۔"
ملی کے لبوں سے جیسے سسکی نکلی۔
"وہ نہیں سُنائی جائے گی۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ اُس میں سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں ہے۔"
"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔۔۔کہیں کوئی خوشی بھی ہو۔"
"ہے۔۔۔بہت خوشی ہے۔۔۔مگر سب نفرت کی نظر ہو گئی۔"
"کئی دفعہ بظاہر ٹھنڈے پڑے کوئلے کے اندر بھی چنگاری چھُپی ہوتی ہے۔۔۔ہاتھ جلنے کے بعد ہی سامنے آتی ہے۔"
"جن کوئلوں پہ خود اپنے ہاتھوں ٹھنڈا پانی ڈال دیا جائے وہاں صرف راکھ ہی ملتی ہے۔۔۔"
"کیا آپ کو کبھی محبت ہوئی؟"
"محبت ہم جیسوں کے نصیب میں کہاں ہوتی ہے ۔۔۔ ہمارے دروازے پہ دستک دیئے بغیر گزر جاتی ہے۔"
"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔۔۔محبت دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہی ہو ۔۔۔اور آپ کو خبر ہی نہ ہوئی ہو۔"
"محبت کب خاموشی سے دستک دیتی ہے۔"

"جب اُس کو قبولیت ملنے کا یقین نہ ہو۔"

دونوں ایک دوسرے سے بات تو کررہے تھے۔ مگر دیکھنے کی جرات نہیں پڑ رہی تھی۔

موسٰی گال کے نیچے ہاتھ رکھے بڑے غور سے اُن دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا۔

"اے ایم اے ایل۔۔۔اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب۔۔۔ غصہ۔۔۔بے بسی۔۔۔اور خسارے کا غم۔۔۔"

"خسارہ کیسا۔۔۔؟"

"بہت ہی قیمتی انسان کے بچھڑ جانے کا خسارہ۔۔۔"

"آپ نے کبھی محبت کی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔کی ہے۔۔۔"

"کس سے؟"

"اپنی بیوی سے۔۔۔ موسٰی کی ماں سے۔"

"کیا اُس کو بھی آپ سے محبت تھی۔۔؟"

"پہلے نہیں تھی۔۔۔ بچھڑنے کے بعد ہو گئی۔"

"آپ کو کیسے علم ہوا۔۔۔"

"مجھے علم نہیں ہوا۔۔۔مجھے یقین ہے۔"

"کیسے؟"

"کیونکہ اُس کے بچھڑنے کے بعد میں ویسا نہیں رہا جیسا ہوتا تھا۔ بلکہ ویسا بن گیا۔۔۔ جیسے مرد اُس کو پسند تھے۔"

"کیا آپ کو اُس پہ غصہ نہیں آتا؟"

"بہت زیادہ غصہ آتا تھا۔ شروع شروع میں تو اتنا غصہ آتا تھا۔ جی چاہتا تھا وہ کہیں ملے اور میں اس کو جان سے مار دوں۔"

"پھر۔۔۔؟"

وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔

"پھر وقت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ اُس کی جڑیں میرے وجود میں اس قدر گہری ہیں کہ اگر میں اسکو ختم کر دوں تو میں خود بخود ختم ہو جاؤں گا۔"

"تو کیا اب اُس پہ غصہ نہیں آتا؟"

"جب کبھی کسی مکمل فیملی کو دیکھتا ہوں تو اپنا ادھورہ پن بہت کھلتا ہے۔ اُس وقت اُس پہ بہت غصہ آتا ہے۔ کیا تھا کہ جو وہ بیل آؤٹ نہ کرتی۔ خاص کر موسٰی کے سکول میں ہونے والے فنکشنز پہ۔ یا جب وہ اپنے کزنز اور دوستوں کی ماؤں کو حسرت سے دیکھتا ہے۔ تب میں سوچتا ہوں۔۔ میں اُس کی ماں کو کبھی معاف نہیں کروں گا جس نے خود غرضی کا مظاہرہ کیا۔ پر جب اُس کی ماں کی حالت دیکھتا ہوں۔۔۔ تو ساری باتیں بھول جاتا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"کیونکہ وہ بھی کونسا خوش ہے۔"

"آپ کو کیسے پتا کہ وہ خوش نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ شادی کر چکی ہو۔۔ بہت زیادہ خوش ہو؟"

"میں ہر چھ ماہ بعد اُس کو دیکھنے جاتا رہا ہوں اور اتنے سالوں میں ایک دفعہ بھی اس کو دیکھ کر ایسا نہیں لگا کہ وہ خوش ہے۔۔ بہت خوش ہونا تو دور کی بات ہے۔"

ملی نے بے اختیار سر اُٹھا کر اُس شخص کی جانب دیکھا جو دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا ملی جی بھر کر حیران ہوئی تھی اسی لیے بولی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔؟"

"کس بات کا؟"

سامنے والے کے دیکھنے پہ ملی نے نظر پھیر لی۔

"یہی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر چلی گئی اور آپ ابھی بھی اس کی خیر خبر رکھتے ہیں۔"

"آپ یہ بھول رہی ہیں۔۔۔ چھوڑا اُس نے مجھے تھا۔۔۔ میں نے اُس کو نہیں چھوڑا ہے۔"

امل ایک دفعہ پھر اسکو دیکھے گئی۔۔۔ لب ہلے۔

"اُس نے کیوں چھوڑا تھا؟"

"آہ۔۔۔ بہت سی وجوہات تھیں۔"

"سب سے بڑی وجہ کیا بنی؟"

"میں نے اُس کا دل توڑا تھا۔ اس کی آزادی چھینی تھی، اس کی شخصیت کو مسخ کیا تھا۔"

وہ سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا اور ملی اُس کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ جیسے اُس شخص کے سینگ نکل آئے ہوں۔

وہ الفاظ ڈھونڈ رہی تھی جبکہ وہ جیسے خود سے بول رہا تھا۔

"میں نے ایک حدیث سُنی ہے۔۔۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔۔۔ کہ قیامت کے دن اللہ پاک شوہر سے بیوی کے حوالے سے سوال کریں گے۔۔۔ جانتی ہیں وہ سوال کیا ہے؟"

"کیا۔۔۔؟"

"اللہ پاک اپنے بندے سے پوچھیں گے۔ دنیا میں یہ عورت تمہارے پاس میری امانت تھی۔ بتاؤ تم نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ میرے نام پہ تم نے اسکو اپنے نکاح میں لیا تھا۔"

"جانتی ہیں مجھ سے سب سے بڑی غلطی کیا ہوئی؟"

"کیا؟"

"میں نے ایک پاک اور خوبصورت رشتے کی بنیاد غلط اصولوں پہ رکھی۔ ایک منہ زور آندھی کو کنڑول کرنے کے چکر میں میں نے دو زندگیاں برباد کیں۔ اس میں سارا قصور میرا نہیں تھا۔۔۔ میں جس معاشرے کی پیداوار ہوں۔۔۔ وہاں یہ سب اختیار میرے پاس بائے برتھ آجاتے ہیں۔۔۔ عورت کو جیسے چاہے اپنی چاہت اور مرضی کے لیے منیپولیٹ کروں۔ کبھی غیرت کے نام پہ، کبھی شوہر بن کر دین کے نام پہ عورت کا استعمال کروں ۔۔۔ کہ مجھے حاکم بنایا گیا ہے۔۔۔ کبھی اُس کو اولاد کے حوالے سے بلیک میل کیا جاتا ہے۔۔۔ معاشرہ مرد کو سپورٹ کرتا ہے۔۔۔ عورت کو نہیں۔۔۔ بیٹی کو یہ کہہ کر چُپ کروا دیا جاتا ہے کہ اپنی خواہشات کا اظہار بھائی کے سامنے مت کرنا۔۔۔ غصہ کرے گا۔ میں چھوٹی عمر سے ہی انتہا پسند تھا۔۔۔ میرا بڑا بھائی مجھے ہمیشہ ٹوکتا تھا جس وجہ سے وہ مجھے زہر لگتا تھا۔۔۔ مجھے بس وہی لوگ پسند تھے۔۔۔ جو ہر حال میں مجھے ہی درست کہیں۔ میں نے شادی کی یہ سوچ کر کے اس عورت کو قابو کر کے دکھاؤں گا۔ اپنے کندھے پہ اعزاز کا تمغہ لگا کر چھاتی چوڑی کر کے چلوں گا۔ کہ یہ دیکھو جس کو کوئی نہ سمجھا سکا اُس کو میں نے

چہروں شناسے پوست کر رہا۔۔۔ جب میں خود کو سوچتا ہوں تو مجھے گھن آتی
"

ملی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ سامنے بیٹھا شخص اصل ہی ہے۔ یا نظر کا دھوکہ۔

اس سے پہلے کے وہ دونوں مزید کچھ کہتے۔۔۔ باہر کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز آئی۔

پھر قدموں کی آواز آکر ان کے کمرے پہ رکی۔

"واٹ دا بلڈی ہیل !؟"

شہریار کی آواز پہ اُس کی بہن شکر کا کلمہ پڑھتی اٹھ کر اس کی جانب بڑھی جو کسی ریسلر کی طرح تنکر دروازے میں کھڑا گھور رہا تھا۔

"یااللہ تیرا شکر ہے۔۔ تم خود ہی آگئے۔۔۔ کہاں گئے تھے؟"

"واؤ۔۔۔ وٹ آ پرفیکٹ پکچر۔۔ گریٹ فیملی ریونین۔"

ملی جہاں تھی وہیں تھم گئی کیونکہ شہریار مزید کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے بتانا پسند کریں گے۔۔۔؟ یہ عورت یہاں کیا کر رہی ہے۔۔۔؟"

"اس سے پہلے کہ تم مزید کوئی بات کرو۔۔۔ شہریار صاحب میں آپ کو یاد کروانا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ اس کا گھر ہے۔۔۔ جہاں یہ جب چاہے آسکتی ہے۔ جب چاہے جاسکتی ہے۔"

"کیا آپ سب کچھ بھول گئے ہیں؟ یا عورت کے وجود کی اس قدر ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ خود پہ مردار بھی حلال کر لیا ہے؟"

اس نے سوئے ہوئے موتی پہ کمبل برابر کیا۔۔۔اور شہریار کا [illegible] اس کو کمرے سے باہر لے گیا۔ ملی کمرے میں ہی تھی۔ جب اس نے دروازہ بند کر دیا تو اگلے پل کھول کر وہ بھی باہر آ گئی۔

اپنے اس بھائی کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی جس کے لیے ابھی کل رات وہ سب کے آگے گڑگڑا کر روئی تھی۔ جس کی زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے وہ یہ تک بھول گئی کہ وہ کہاں پہ ہے کیا کر رہی ہے۔

یاد تھا تو صرف اتنا کہ چھوٹا بھائی تکلیف میں ہے۔ اور اس پہ اگر کوئی کہتا تم اپنی زندگی ہار جاؤ تو تمہارا بھائی جی اٹھے گا۔۔ تو وہ ایک منٹ نہ سوچتی۔ بھائی کی خاطر اپنی جان تک دے جاتی۔۔۔ وہی بھائی زبان سے اس کے لیے زہر اگل رہا تھا۔۔۔ ملی کو لگا۔۔۔ تنہائی لاکھ بری سہی مگر جو تکلیف اس وقت اس کا دل چیر رہی تھی۔۔۔ اس سے ہزار درجہ بہتر وہ تنہائی ہے۔۔۔ جس میں بیٹھ کر اپنے زخموں کو ٹکور کی جاتی ہے۔

شہریار ایک دفعہ پھر دھاڑا۔

"بھائی میں نے کچھ پوچھا ہے؟"

"میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔۔۔ سوچ سمجھ کر اپنی اس بے لگام زبان کا استعمال کرنا۔۔۔ میں کوئی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔"

"آپ میرے سوالوں کو بدتمیزی کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ کی مت ماری گئی ہے۔ یا یادداشت کو گھن لگ گیا ہوا ہے۔ خوابوں کی دنیا سے نکل کر ایک دفعہ اس عورت کے چہرے کو غور سے دیکھ تو لیں۔۔۔ یہ وہی ہے۔۔۔ جس نے آپ پہ اغواء کا مقدمہ کروا کر آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیجا تھا۔ آپ کے بیٹے کو دنیا میں آنے سے پہلے ختم کرنے کی اپنی سی ہر کوشش کی تھی

دیکھیے عقل کے مارے بھائی۔۔۔ یہ وہ بے حس اور سنگدل عورت
ہے جس نے اپنے بچے کو گود کی گرمی دینے کی بجائے اپنی آزادی کو عزیز جانا
اور بچی کو آپ کے پاس چھوڑ کر غائب ہو گئی تھی۔ آج چار سال بعد یہ آپ
کو نظر آئی ہے تو اس کو دھتکارنے کی بجائے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے ہیں
آپ کی تو غیرت ہی مر گئی ہوئی ہے۔ مگر میں اس کو یہاں برداشت نہیں
کر سکتا ہوں۔ اس لیے اس کو بولیں ابھی اور اسی وقت جہاں سے آئی ہے۔۔۔
وہیں واپس دفعہ ہو جائے۔"

"یہ کہیں نہیں جا رہی ہیں۔۔۔ بلکہ تم نکل۔۔۔ چھوٹے ادا سے باز
رہو۔۔۔"

"میں کہیں نہیں جاؤں گا اور یہ اگلے دو تین منٹ میں یہ خود نہ گئی تو میں
ہاتھ پکڑ کر اس گھر سے نکال دوں گا۔"

"تو اس کو ہاتھ بھی لگا۔۔۔ اور پھر دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔۔۔
غیرت غیرت کی تشریح کر رہے ہو۔ کبھی آج تک اپنے بھائی ہونے کا کوئی ایک
بھی حق ادا کیا ہے؟ چلو اس بہن سے تو تمہارے اختلافات ہیں۔۔۔ چھوٹی والی
نے تمہارا کیا بگاڑا ہوا ہے؟ تم نے آخری دفعہ کب اس کو فون کر کے اس کی
خیریت جانی۔۔۔ یا یہ پوچھا کہ اس کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"مجھے ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ مجھے علم ہے۔۔۔ آپ
اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں اور میری مانیں تو شادی بھی اب اسی سے
کر لیں۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بھاری ہاتھ اس کے گال پہ نشان
چھوڑ گیا۔

"تمہاری اپنی اوقات کیا ہے ؟ مرے ہوئے باپ کی حق حلال کی کمائی کو دن رات اپنی عیاشیوں میں ختم کر رہے ہو۔ جوا کھیلتے ہو۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو۔۔۔ بے ایمانی کرتے ہو۔۔۔اُس کے باوجود تم خود کو اس قابل سمجھتے ہو کہ تم کسی اور کے اخلاق و کردار پر بات کرو۔۔۔؟ زندگی میں کبھی کوئی کام بھی کیا ہے۔۔۔؟ تم جیسے بھائی زندہ رہیں۔۔۔یا مر جائیں ایک برابر ہی ہیں۔"

"فاز اورنگزیب آج دوسری دفعہ تم نے مجھ پہ ہاتھ اُٹھایا ہے۔ تیسری دفعہ اُٹھایا نا۔۔۔تو میں تمہارا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

فاز نے اُس کی چیلنج کرتی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔اور رکھ کر ایک اور تھپڑ لگا دیا۔

جواب میں شہریار نے پہلے بے یقینی سے فاز کو دیکھا۔۔۔ پھر اُس پر جھپٹ پڑا۔۔۔ فاز نے اُس کی بیماری سے پیدا ہونے والی جسمانی کمزوری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے۔۔۔اُٹھا کر شہریار کو فرش پہ مارا اور اُس کا بازو بل دیکر اُس کی کمر کے پیچھے لگا دیا۔

منہ کے بل نیچے پڑے شہریار کی تکلیف سے کراہ نکلی۔۔۔اُس نے فرش پہ زور زور سے ہاتھ مار کر احتجاج کیا۔

امل نے آگے بڑھ کر فاز کو بازو سے کھینچ کر شہریار کے اوپر سے اٹھایا۔

"میری وجہ سے آپس میں نہ لڑو مرو۔۔۔نہ مجھے شیری صاحب کی محبت چاہیے۔نہ فاز صاحب کی ہمدردی۔"

فاز کی نظریں اس کے چہرے پہ جم کر رہ گئیں۔

ملی نے نظر چُرائی۔۔۔اور دھیمی سی آواز میں بولی۔

"میں کونسا یہاں رہنے آئی تھی۔ بس اپنے بچے کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے لالچ میں کھبی چلی آئی۔ آخر چار سال تک میں نے اپنا دل مار کر اپنے بچے کو تم لوگوں کے حوالے کیے رکھا۔"

"اچھا اب تم اپنے کئے گئے ظلم کو اپنی قربانی ظاہر کرنا چاہتی ہو۔۔۔؟ یو ڈسٹنیڈ برین۔۔۔"

شہریار کی زبان اب بھی نہ چُپ رہ سکی۔

ملی نے گہری سانس کھینچی اور فاز کی جانب دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اُٹھا کر کندھے اچکائے۔

"یہ ڈرامے بازیاں چھوڑ واہل۔۔۔۔اور نکلو یہاں۔۔۔"

شہریار ابھی تک فرش پہ پڑا ہوا تھا۔ فاز نے اسکے پیٹ میں پیر کی ضرب ماری۔

"واٹ دا ہیل مین۔۔۔ میں تمہارا پنچنگ بیگ نہیں ہوں۔۔۔ دوسرا تمہیں میرے پہ رحم نہیں آرہا۔۔ میں ابھی انٹینس کیئر سے فرار ہو کر آیا ہوں ۔۔۔ سو سٹاپ کلنگ مائے شٹ۔۔۔"

"میرے باپ بھی نہیں ہو۔۔۔ اسلیے میرے معاملات میں ٹانگ اڑانا بند کرو ورنہ آئی ویل بریک یور بونز اینڈ سینڈ یو رائٹ بیک ٹو دا انٹینس کیئر۔"

"میں اپنی بہن کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہوں۔"

"او جسٹ شٹ دا۔۔۔ یو ایڈیٹ۔۔۔"

اُن دونوں کو بحث کرتا چھوڑ کر ملی اندر کمرے سے اپنا بیگ اُٹھا کر دونوں کو حیران چھوڑ کر فلیٹ سے نکل گئی۔

"پڑ گئی تمہارے کلیجے میں ڈھنڈ۔۔۔وہ چلی گئی ہے۔"

"اُس نے جانا ہی تھا۔۔۔جو پہلے آپ کے ساتھ نہ رہی اب کیوں رہے گی۔اور اگر اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے تو اُسکے پیر پڑ جاتے۔۔۔یہ تو ثابت ہو ہی گیا ہے کہ آپ کے اندر بیک بون نام کی چیز ہی نہیں ہے۔وہ سامنے نظر آئی نہیں اور سارا غصہ ساری نفرت سب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ویسے ہمارے سامنے تو بڑا شو کیا جاتا رہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔۔۔رُک جائیں ذرا۔ابھی تو میں نے پاکستان والوں کو یہ بریکنگ نیوز دینی ہے پھر مزا آئے گا۔۔۔جب تائی جی سے گالیاں کھائیں گے۔"

فاز نے مزید کچھ نہ کہا۔۔۔ہاتھوں میں سر پکڑ کر صوفے پہ بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔مگر سوچیں کب چھوڑتی ہیں۔۔۔امل کے ساتھ گزرے وہ چند ماہ آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔۔۔جب وہ اسکی دسترس میں ہوا کرتی تھی۔۔۔ناراض رہتی تھی۔اُس سے نفرت کا اظہار کیا کرتی تھی۔مگر آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔وہ اُس کو چھو کر محسوس تو کر سکتا تھا۔اُس کو یہ بات مانتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔کہ ہاں ۔۔۔اُس نے امل کو یاد کیا تھا۔۔۔ان چار سالوں میں شائد ہی کوئی دن کوئی پل ایسا تھا۔۔۔جب وہ تصور کے پردے پہ اُجاگر نہیں ہوئی تھی۔

اُس نے اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔

حیرت انگیز پہ شہریار جس کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔اب وہ بھی آنکھوں پہ بازو رکھے۔کارپٹ پہ خاموش لیٹا ہوا تھا۔

امل فلیٹ سے نیچے آکر بس سٹینڈ کی بانب چل پڑی۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچی
بس آتی دکھائی دی۔ اس نے بے دلی سے ہاتھ اُٹھا کر بس کو رکنے کا اشارہ دیا۔
اتنی سی دیر میں سردی سے اس کی ناک سُرخ ہو چلی تھی، ٹھنڈی ہوا
پڑنے سے آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔ چہرے پہ اداسی کی گہری چھاپ۔۔
ماتھے پہ سلوٹیں۔ بس رک گئی۔ دروازہ کھلا وہ اندر داخل ہوئی۔ ڈرائیور نے
اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔

"سٹی سنٹر سنگل ٹکٹ پلیز؟"

"ٹو پاؤنڈ ففٹی پینس پلیز۔"

اس کے بتانے پر بس ڈرائیور جو کہ ایک عورت ہی تھی، اس نے اس کو
ٹکٹ کے پیسے بتائی اور ٹکٹ مشین میں مطلوبہ معلومات ڈالیں۔ ٹکٹ پرنٹ
ہو کر نکل آئی۔۔ امل نے مشین کے ساتھ بنے غلے میں پیسے ڈالے اور ٹکٹ کا
پرنٹ لیکر ڈرائیور کا شکریہ ادا کرتی آگے بڑھ کر اپنے لیے بیٹھنے کو جگہ
ڈھونڈنے لگی۔ بس چل پڑی۔ نیچے بیٹھنے کا ارادہ ترک کر کے بس کی اوپری
منزل پہ چڑھ گئی۔ جہاں اکا دُکا لوگ نظر آئے۔

دو سیٹوں والی سیٹ پر کھڑکی کی جانب بیٹھ گئی۔ اندھیرا کافی گہرا ہو چکا تھا۔
مگر اتنے سالوں سے وہ اب اس ملک کے ماحول اور موسم کی عادی ہو چکی تھی،
جوں جوں بس گھر سے دور جاتی جا رہی تھی۔ اس کے دل کی بے چینی بڑھتی
جا رہی تھی۔ وہ دن آج بھی یادوں کے پردے پر زندہ تھا، جس دن اُس نے رو
رو کر صمد بھائی سے مدد مانگی تھی، کیونکہ وہ اس قدر ٹوٹ چکی تھی کہ وہ ایک
عام عورت کی طرح یا کہہ لیں ایک عام انسان کی طرح اپنے روز مرہ کے کام
تک سرانجام دینے سے معزور ہوتی جا رہی تھی۔ معاشرہ انسان کو سمجھتا کیوں

نہیں ؟انسان کو انسان سمجھ کر ڈیل کیوں نہیں کرتا؟اس کے اندر برسوں کا سویا غصہ سر اُٹھا رہا تھا۔ کتنے آرام سے کہہ دیا گھر سے چلی جاؤ۔ امل کی آج بھی خود کی کوئی خواہش نہیں ہے ؟

وہ ٹرین سٹیشن سے واپس مڑی تھی۔ شہریار کی باتوں سے لاکھ بددل ہونے کے باوجود وہ واپس لندن نہ جا سکی۔ رات کے بارہ بجے ٹیکسی نے اُس کو فلیٹ کے باہر اُتارا۔ اُس نے نظر اُٹھا کر فلیٹ کی اکلوتی جلتی بتی کو دیکھا۔

وہ بزر بجانے کا سوچ رہی تھی۔ جب شیشے کے اُس پار سے ایک گوری سیڑھیاں اُتر کر بیرونی دروازے کی جانب آتی دکھائی دی۔

گوری کے نکلتے ہی اُس نے دروازہ تھام لیا۔ اور بلڈنگ کے اندر داخل ہو گئی۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اُس نے سیڑھیاں چڑھنی شروع کی۔

فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر پہلے دو پل رُک کر اپنی سانس ہموار کی پھر نڈر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا۔

وہ فاز کی توقع کر رہی تھی۔ مگر سامنے شہریار کو دیکھ کر سخت لہجے میں بولی۔

اگر مزید تم نے بکواس کی منہ توڑ دوں گی۔ سامنے سے ہٹو مجھے اندر آنا ہے۔۔"

شہریار اُس کے غصے پر حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"مجنوں تمہیں کہاں سے ڈھونڈ کر لایا ہے؟"

"کون مجنوں؟"

"وہی اپنا چیچا اور کون کیا تم اُس کے ساتھ نہیں آئی ہو؟"

"میں اکیلی گئی تھی۔ اکیلی ہی واپس آئی ہوں۔"

اس کے ساتھ امل نے سامنے دیوار بن کر کھڑے شہریار کو دھکا دیکر سائیڈ پر کیا اور اندر آگئی۔ جوتے اُتار کر ایک طرف پھینکے۔

بیگ کو صوفے کے پاس فرش پہ رکھتے ہوئے شہریار کی طرف مڑی۔

"کیا موسیٰ بھی فاز کے ساتھ ہی باہر گیا ہے؟"

"امل تم واپس کیوں آئی ہو؟"

امل نے جیکٹ اُتار کر صوفے پر پھینکی بازو اوپر چڑھائے اور آکر شیری کے سامنے ڈٹ گئی۔

"کیا چاہتے ہو؟ ہاں؟ تمہیں نہیں لگتا ہو گئی جتنی بک بک ہونی تھی؟ چپ چاپ بیٹھے رہو ورنہ اسی وقت باہر نکال دوں گی۔"

شہریار ہنسا۔

"واہ کس بات کا رعب ڈال رہی ہو؟ جو لڑکیاں نہ اپنے ماں باپ کی عزت کا خیال کرتی ہیں۔ نہ شوہر کے ساتھ وفا کرتی ہیں۔ ان کو رعب ڈالنے کا حق ہی کوئی نہیں ہے۔"

امل نے رکھ کر ایک تھپڑ اُس کی گال پہ چھوڑا۔

"کمینگی کی انتہا پر کھڑے ہو کر مجھ پر زبان چلا رہے ہو؟ جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تم لوگوں کی نام نہاد عزت عزت کی گردان وہیں کی وہیں ہے۔ جاؤ جا کر اپنی زندگی کا سوچو۔۔ عزت عزت عزت۔۔ لعنت ایسی عزت پر اور لعنت تم لوگوں کی اوقات پر۔۔ آخری دفعہ کہہ رہی ہوں۔ میرے منہ نہ لگنا۔"

اپنے سُرخ ہوتے گال پر ہاتھ رکھ کر شہریار نے امل کو پہلی دفعہ بڑی گہری مسکراہٹ سے نوازا۔

جس پر امل نے گھورتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

اب کیا ہوا ہے؟"""

"بس خوشی ہو رہی ہے کہ میری شیرنی بہن واپس آگئی ہے۔ جو ساری دنیا سے بھاگ کر چھپ کہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ویلکم بیک۔ اب تم خاندان والوں کا سامنا کر لو گی۔ کیونکہ جب تم پاکستان جاؤ گی۔ جو باتیں میں نے تم سے کی ہیں ۔ ویسے ہی طعنے سُن سُننے کو ملنے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ تم کب تک چُپ کر کے سُنتی رہو گی۔"

"یہ اب کوئی نیا ڈرامہ کر رہے ہو؟"

"امی کی قسم نہیں۔۔ڈرامہ نہیں کر رہا ہوں۔ میری ماں گئی باپ گیا۔۔ بڑے بھائی نے باپ کا رول نبھایا تو بڑا باخوبی ہے مگر باپ تو باپ ہی ہوتا ہے۔ پر ماں کی جگہ تم ہو سکتی تھیں۔ مگر تم خود گم ہو گئی تھیں۔ تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوا امل۔ مگر دو منٹ ہمارے بارے میں سوچتی تو شائد تمہیں احساس ہوتا تمہارا یوں جانا ہمارے لیے کس قدر تکلیف دہ امر تھا۔ میں نے تین لوگوں کو ایک ساتھ کھو دیا۔ دماغ و دل خالی ہو گیا ہوا ہے۔"

"کسی کے لیے تو آپ تب ہی کچھ کر سکتے ہو نا جب آپ خود مضبوط ہوں۔ جب آپ کے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکل جائے کسی کا سہارا کیا بنو گے؟اور ویسے بھی مجھے کہیں نہ کہیں یہ یقین تھا کہ وہ شخص تم لوگوں کا پورا ساتھ دے گا۔ جنگ تو اُس کی فقط میرے ساتھ تھی۔ تم سب کے حق میں تو وہ شروع سے ہی اچھا رہا ہے۔"

"کیا کبھی بھائی سے ملنے کا من نہیں کیا؟"

امل نے چیل کر طرح جھپٹ کر اس کو اپنی باہوں میں بھرا۔

وہ اتنا الجھا ہوا انسان بچوں کی طرح بات کر رہا ہے۔
"مجھے تم پہ غصہ بھی بہت آیا تھا۔ کہ کیوں اس طرح [illegible]
مگر جو تبدیلی فاز بھائی میں آئی ہے۔ وہ تمہارے ان کی زندگی [illegible]
بعد آئی ہے۔"
شہریار نے دونوں آنکھیں صاف کیں۔ اور ملی کی نم آنکھوں [illegible]
ہوئے کھل کر مسکرایا۔
"قسم لے لو۔۔ یہ آدمی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا ہے [illegible]
محفلیں وہ رنگینیاں۔۔۔ اور کہاں یہ ماڈرن مولوی۔ شادی کے [illegible]
یوں شامل ہوتا ہے۔ جیسے شادی اسی کی بیٹی کی ہو رہی ہو۔"
امل نے نظر چرائی۔
"موسٰی کہاں ہے؟"
شہریار نے بہن کے چہرے پہ آئے بال پیچھے ہٹائے۔
"اندر سویا ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے موسٰی کو کہیں نہ کہیں اندازہ ہے کہ تم اس کی کون ہو۔"
وہ مجروح سی مسکراہٹ سمیت بولی۔
"وہ مجھے آنٹی بلاتا ہے۔ جانتے ہو اس دن وہ جب اچانک سے سامنے آیا میں شاک کے عالم میں کھل کر اس کو مل بھی نہیں سکی تھی۔ ایک دفعہ بھی گلے نہیں لگا پائی۔"
"کس نے روکا ہے۔ جاؤ اندر اس کے پاس ہی سو جاؤ۔ جی بھر کر پیار کرو۔ تم ماں ہو۔ تمہیں کسی کی اجازت درکار نہیں ہو گی۔"
"اگر اس کے باپ کو برا لگا تو؟"

"ابے وہ کیوں بُرا منائے گا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ تم اب واپس آ جاؤ۔"

امل نے ایک دفعہ پھر بات ٹال دی۔

"کیا واقعی میں موسیٰ کے ساتھ سو سکتی ہوں؟"

شہریار نے اس کو بازو سے پکڑا اور اندر کی جانب لے گیا۔

نیم تاریک کمرے کا دروازہ کھول کر امل کو اندر کر دیا۔

امل باہر واپس آئی اپنے بیگ میں سے سلیپنگ سوٹ نکال کر واش روم میں چینج کیا۔ دانت برش کیے۔ جب وہ واش روم سے برآمد ہوئی شہریار ہال میں نظر نہ آیا۔

اُس نے ساتھ والے کمرے میں دیکھا۔ شہریار فاز کو فون کر رہا تھا۔

ملی دبے پاؤں ماسٹر بیڈ روم میں داخل ہوئی۔

موسیٰ بیڈ پر چت لیٹا ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے بیڈ پر بیٹھی۔ نرم ہاتھوں سے موسیٰ کے ماتھے پر بکھرے بال ہٹائے۔ اور کانپتے لبوں سے اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

پھر اس کے ساتھ لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اپنا بازو موسیٰ کے سر کے نیچے دیا۔ موسیٰ نے نیند میں ہی اُس کی جانب کروٹ بدلی تھی۔ اب موسیٰ کا چہرہ ماں کے چہرے کے عین سامنے تھا۔

امل کتنی دیر تک سانس ہموار کرنے میں لگی رہی کیونکہ اُس کی ہارٹ بیٹ شوٹ کر رہی تھی۔ کتنی دیر تک آنکھیں بند کیے لمبے لمبے سانس بھرتی رہی تو کہیں جا کر دل کی دھڑکن نے کچھ تمیز اختیار کی۔

ڈرتے ڈرتے انگلی کی پوروں سے موسیٰ کے چہرے کو چھوا۔

اس کے بال کالے سیاہ مگر انتہائی نرم تھے۔

ناک باپ کی طرح تھی۔ امل پلک جھپکے بغیر اس کے نقش دل پہ نقش کر رہی تھی۔

"میرا بچہ۔"

آنسو خاموشی سے بہتے رہے۔

"میری جان۔۔"

وہ روتے میں بھی محتاط تھی کہ آواز نہ نکلے۔ سسکی تک نہ نکلے۔ تاکہ کہیں موسٰی کی نیند نہ ٹوٹ جائے۔

فاز اس رات کی صبح گھر آیا تو اس بات سے بے خبر تھا کہ امل نے رات اس کے بیڈ پہ گزاری ہے، وہ کچن میں کھڑا کافی بنا رہا تھا، جب شہریار امل کو اس کے کمرے میں نہ پا کر وہاں آیا۔ فاز سے سوال کیا۔

"اب وہ کہاں گئی ہے؟"

فاز نے کپ کو پانی سے بھرتے ہوئے اس کا تمسخر اُڑایا۔

"جہاں تم نے اس کو چلے جانے کا کہا تھا، وہیں گئی ہو گی۔"

شہریار بولا۔۔

"تم ابھی واپس آئے ہو؟ اسی لیے بے خبر ہو۔ وہ رات واپس آ گئی تھی، رات بارہ بجے میں نے چیک کیا تھا، وہ موسٰی کے ساتھ سو رہی تھی، اور آپ گھر پہ نہیں تھے۔"

فاز چونکا۔ مگر اپنے کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی۔۔ جبکہ شیری بولا۔۔

"اتنی صبح کیوں چلی گئی ہے؟ اس کا بیگ نہیں ہے، جس کا کیا مطلب ہوا؟ کیا وہ لندن واپس چلی گئی ہے؟" فاز نے اپنی بنائی کافی کا سپ بھرا اور اسی سنجیدگی سے بولا۔

"ہم لوگ آج ہی پاکستان واپس جا رہے ہیں۔ تیاری کر لو۔"

"ہیں؟ یوں اچانک کیوں؟ آپ نے تو رہنا تھا، موسیٰ سفاری پارک جانا چاہتا تھا۔"

"ہاں تو تم اس کو لیکر جاؤ گے، دس بجے کی ان کی ٹکٹ لیکر آیا ہوں۔ ایک گھنٹے کے ٹور کے بعد اس کو شاپنگ کروا دینا، رات کو گیارہ بجے فلائیٹ ہے۔"

"مگر اتنی جلدی کیا ہے؟ کچھ دن رک جاتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو، میرا کام ایسا ہے مجھے وہاں رہنا پڑتا ہے، وہ بھی کوئی نمبر۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے اگر میں یہاں مزید ایک دن رہا۔ کچھ بہت برا ہو جائے گا۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے، میں یہاں سے چلا جاؤں۔ مزید کی سوال وجواب کی تمہیں اجازت نہیں ہے، اور یہ اپنے فون پہ مجھے اپنے اکاؤنٹ کی تفصیل تو دکھاؤ۔ تم نے بڑی اتنی مچائی ہے، میں نے تمہارے اکاؤنٹ میں پیسہ اس لیے نہیں ڈالا تھا کہ تم اندھا دھند اپنے دوستوں کے ساتھ لٹاؤ۔ میں یہاں کے بینکس میں تمہارا کریڈٹ سکور بنانا چاہ رہا تھا، اور تم نے اس کی تیسی کر دی ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ تم موسیٰ کو اٹھا کر ناشتہ کروا کر ساتھ لے جاؤ۔ مجھے ایک دو کام ہیں، میں رات کو دس بجے تمہیں ائرپورٹ پہ ملوں گا، لیٹ نہ ہونا۔"

شیری نے فاز کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا/

"موسیٰ کے سوالوں کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں۔"

کافی کا بڑا سا سپ نگلنے کے بعد آرام سے بولا۔

"ہاں۔۔۔ کیونکہ رات کو جب وہ سویا تھا، وہ یہاں تھی۔ اب اس کی غیر موجودگی پہ وہ ایک سو ایک سوال کرے گا۔ میرے پاس نہ انرجی ہے، نہ ہی

جذباتی مضبوطی، اسلیے میں فرار لے رہا ہوں۔ میرا اس موضوع پہ بات کرنے کا کوئی من نہیں ہے۔"

شیری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"فاز بھائی۔ ماضی میں جو ہوا بہت بُرا ہوا، مگر اب جو ہو رہا ہے نا۔ یہ بہت زیادہ بُرا ہو رہا ہے، جیسے آپ نے کل کہا تھا نا کہ وہ اپنی زندگی میں خوش نہیں ہے۔ وہ سچ ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ خوش تو آپ بھی نہیں ہیں۔ آپ کی پچھلی چار سالہ زندگی دیکھی جائے تو آپ بہت بدل گئے ہیں۔ آپ وہ فاز رہے ہی نہیں ہیں جن سے اختلاف کی وجہ سے اس نے آپ کو چھوڑا تھا، جب وہ، وہ نہیں رہی۔ آپ آپ نہیں رہے تو پھر ایک دوسرے سے دور رہ کر خود کو اذیت کیوں دے رہے ہیں۔ نہ وہ کوئی فیصلہ لیتی ہے، اگر آپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی تو طلاق کیوں نہیں مانگتی ہے؟ کیا اُس نے ایک دفعہ بھی طلاق لینے کے لیے آپ سے رابطہ کیا ہے؟ دنیا مر تو نہیں گئی ہے، یہاں پہ کسی لڑکے سے شادی کیوں نہیں کر لیتی ہے؟ کیا چیز ہے جس نے اس کو روکا ہوا ہے؟"

فاز دھیرے سے بولا۔

"وہ کہتی ہے، میں نے اس کو اس بُری طرح سے توڑا ہے کہ وہ اب کسی پہ اعتماد نہیں کر سکتی ہے۔" شیری بولا

"پھر آپ کے دائرے سے باہر کیوں نہیں نکلتی ہے؟ فل سٹاپ کیوں نہیں لگاتی ہے؟ اور آپ۔۔؟ اتنے سالوں میں کتنی دفعہ گھر میں آپ کی شادی کا موضوع اُٹھا ہے؟ آپ کیوں اکیلے ہیں؟ شادی کیوں نہیں کر لیتے ہیں؟ مجھے آپ دونوں ہی عزیز ہو۔ ہم سب آپ کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں، اس مسئلے کا

اب کوئی نہ کوئی حل ہو جانا چاہیے۔ زندگی کوئی سزا نہیں ہے، جسے ایک سزا کی طرح گزارا جائے۔" فاز نے گہری سانس لیتے ہوئے کپ سنک میں رکھا اور ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"بیٹا گھر میں دیکھا اگر ثابت سُرخ مرچ رکھی ہے تو اپنے اوپر سے وار لے۔۔ بڑی سیانی باتیں کر رہا ہے، مجھے تیری اپنی ہی نظر نہ لگ جائے۔"

شیری نے کہا۔

"دھت تیری۔۔ میں بھی کن دیواروں کے ساتھ سر مار رہا ہوں۔ مرو سالو مجنوں بن کر رہو۔۔ جاؤ بھاڑ میں۔۔"

فاز ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ فلیٹ کی سیڑھیاں اُترتے ہوئے وہ دل ہی دل میں شہریار سے مخاطب تھا۔

"تم چاہتے ہو میں اس کو کسی فیصلے کے لیے مجبور کر کے اگلے سوا دے بھی جاتا رہوں؟ وہ صاف صاف کہہ دے کہ فاز اورنگزیب مجھے طلاق دے دو تو پھر؟ چلو مجھ سے دور سہی۔۔ مگر ہے تو میری نا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماضی کے جھروکوں سے جیسے ہی وہ لوگ لاہور میں داخل ہوئے، اس نے فاز سے کہا۔

"مجھے اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا اس لیے میں تمہارے گھر نہیں جانا چاہتی ہوں، مجھے میرے گھر پہ چھوڑ دو۔"

فاز نے گاڑی موٹر وے سے اُتارتے ہوئے مطلوبہ روٹ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر اپنی بات منوانی ہے تو اپنے الفاظ میں تبدیلی لاؤ۔"

امل نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے گھر نہیں، بولو کہ ابھی میں اپنے گھر نہیں جانا چاہتی، کیونکہ میرا گھر ہی اب تمہارا گھر ہے۔" امل نے بحث کرنے کی بجائے، اس کی بات مان کر اس کی مرضی کے الفاظ دہرا دیئے۔

"مجھے ابھی سیدھے فیکٹری جانا ہے، میں نے راستے میں مینیجر کو کال کر دی تھی، وہ پہنچ گیا ہو گا، تمہیں چچا کی طرف ڈراپ کر دیتا ہوں۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہے کہ آفس میں کتنا کام جمع ہو گا، کب واپس آ سکوں گا؟ میں تمہیں کال کر دوں گا، اور ہاں چچا لوگ سب عمرہ پہ گئے ہوئے ہیں۔ گھر پہ بس گارڈ ہی ہے، اسلیے اگر ذہن بدل جائے تو کال کر دینا میں ڈرائیور بھیج دوں گا، وہ تمہیں گاؤں چھوڑ آئے گا۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ وہ لوگ عمرہ پہ ہیں؟"

"بتایا تو ہے، مینیجر سے بات ہوئی ہے، اُس نے ہی بتایا ہے۔"

"میرے غائب ہونے پہ یہ لوگ اتنے خوش تھے؟ یہ میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟"

فاز نے بیک ویو مرر سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ پھر ماتھے پہ تیوری لیے بولا۔

"تمہارا رنگ اتنا پیلا کیوں لگ رہا ہے؟"

وہ زچ ہو کر بولی۔

"کیونکہ مردوں کے رنگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

فاز نے سر ہلایا۔

"پہلا مردہ دیکھا ہے جس کی گز بھر لمبی زبان ہے۔ سوال لاہور کرتا ہوں۔ جواب پشاور آتا ہے۔" امل اُس کو چکنا نہیں کرنا چاہتی تھی، اسلیے خاموش رہی کیونکہ ویسے بھی اس سے بدلہ لینے کا وہ سارا پلان اپنے دماغ میں ترتیب دے چکی ے تھی۔ بس ایک دفعہ گھر پہنچنے کی ضرورت تھی۔ فاز نے اس کے گھر والی سڑک پہ گاڑی ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں اُمید تو نہیں رکھتا ہوں کہ تم کوئی اُلٹا سیدھا کام نہیں کرو گی، مگر یہ خیال رہے امل۔ میں تم سے اچھا سلوک کر رہا ہوں، مجھے کسی قسم کی سختی پہ مجبور مت کرنا، کیونکہ اگر تم مجھے چیلنج کرو گی، تو میری طرف سے کوئی رعایت نہیں ہو گی۔"

امل کا جی چاہا اس کا سر پکڑ کر سٹیرنگ وہیل پہ مارے اور پوچھے۔

"کون سی اچھائی؟ مجھے اغواء کرنا اچھائی تھا؟ جذباتی بلیک میل کر کے نکاح کروانا اچھائی تھا؟ میری مرضی کے خلاف مجھ سے ازدواجی حقوق وصول کرنا اچھائی تھی؟ مجھے میرے منہ پہ بُرے کردار والی بولنا اچھائی تھی؟ کس اچھائی کی بات کر رہے ہو؟ تمہارے تو اچھائی ماپنے کے پیمانے ہی غلط ہیں، بلکہ ہیں ہی نہیں۔"

مگر بولی کچھ نہیں، کیونکہ اس کو یقین تھا، ایک بھی سوچ پڑھ گیا، تو ایک حسین جیل سے وہ نکلی تھی، دوسری میں ڈال دی جائے گی۔ اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے چُپ رہی۔

فاز نے اس کو گھر پہ ڈراپ کیا۔ جب تک وہ اندر نہیں چلی گئی وہ باہر کھڑا رہا۔ اور اس کے جانے کے بعد گارڈ کو پاس بُلا کر خاص تلقین کی۔

"بی بی کا خیال رکھنا، گھر سے باہر مت جانے دینا، اگر جائے تو مجھے کال کر کے بتا دینا، فون ہے؟"

"جی صاحب جی۔۔ مگر آپ کا نمبر نہیں ہے۔"

فاز نے اس کو اپنا نمبر لکھوایا اور وہاں سے اپنی فیکٹری کو جاتے ہوئے اپنے گھر کا نمبر ملایا۔

فون اماں نے اُٹھایا۔

"السلام علیکم میری شہزادی ماں کیسی ہیں؟"

اماں کی حیرت سے پُر آواز آئی۔ "فاز۔۔؟ فاز بول رہے ہو؟"

"اچھا جی چار دن بات نہیں کر سکا تو اب بیٹے کی آواز بھی بھول گئی ہے، ٹھیک ہے جی ٹھیک ہے۔"

اماں کو جب تسلی ہو گئی کہ وہی ہے، تو بولیں۔

"ماں مری وے میریا پُترا۔۔ماں نال تے بڑی چنگی کیتی آ۔۔"

وہ ان کا مطلب سمجھ کر ہنسا۔

"کب تم نے مجھ سے امل کے ساتھ شادی کرنے کی بات کی اور کب ہم لوگوں نے تم لوگوں کی خواہش کو رد کیا جو اس طرح سے ہمیں شامل کیے بغیر تم لوگوں نے شادی کی ہے، ہمارے سامنے تو تم لوگ اینٹ وٹے کا بیر ہی دکھاتے رہے ہو، اور راتوں رات کیسا انقلاب آیا کہ یوں سب کو شامل کیے بغیر شادی کر لی؟ کیا تم دونوں کا آپس میں کوئی ناجائز تعلق تھا؟ کیا وہ گود سے تھی؟ جو تمہارے ساتھ شادی پر مان گئی۔"

فاز قہقہہ مارتے ہوئے بولا۔

"تو اڑی خیر۔۔۔ ذرا بریک پہ پیر رکھیں۔۔ آپ کے شوہر نے بھی آپ کو کچھ نہیں بتایا ہے۔"

اماں ایک دفعہ پھر پھٹ پڑیں۔

"ان کی تو بات ہی نرالی ہے، ان دونوں بھائیوں کی تو جیسے سر کی جوں مر گئی ہے۔ یہ خوش باش چہرے لیکر عمرے کو نکل گئے ہیں۔ چچی تمہاری بھی میری طرح بڑی پریشان رہی ہے، مجھے بھی وہ لوگ اصرار کر رہے تھے کہ میں بھی ساتھ چلوں۔ مگر تمہاری چھوٹی بھابھی کے آخری دن چل رہے ہیں۔ اس لیے میں نہیں گئی ہوں۔ دوسرا مجھے تمہاری بہت زیادہ فکر تھی۔ نہ فون، نہ خط نہ کوئی لینی نہ دینی۔۔۔ پورا ڈیڑھ ماہ غائب رہے ہو۔ ایسا کون کرتا ہے؟ جس بیٹے کی شادی کا مجھے سب سے زیادہ ارمان رہا ہے، اس نے یہ گل دکھلا دیا ہے، بندہ اب کس کس کا منہ پکڑے کس کس کو جواب دے۔ تمہاری پھوپھیوں نے بھی طعنے دیئے ہیں۔ ایک تو خیر رونے ہی لگ گئی تھی، کیونکہ دل ہی دل میں وہ تمہیں داماد بنانے کا خواب سجائے بیٹھی تھی۔ ایک کو یہ دکھ ہے کہ امل اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے، وہ اپنے بیٹے کے لیے اس کو پسند کرتی رہی ہے، بیٹا بھی منہ پھلائے ہوئے تھا۔"

باقی کسی بات پہ کان نہیں اُٹھے، یہاں پہ جھٹ پوچھا۔

"یہ کن حضرت کا ذکر شریف کر رہی ہیں؟ امل کی شادی کا سُن کر کس کی دکھی میں درد اُٹھا ہے؟" بھولی اماں بولیں۔

"آئے ہائے ذکیہ کے عاطف کی بات کر رہی ہوں۔"

"اچھا جی تو وہ امل کو پسند کرتا ہے؟ وہ ہی کرتا ہے یا یہ بھی کرتی ہے؟"

اماں تو جیسے جلال میں آگئیں۔

"ہیں وے تیری مت تے نہیں ماری گئی؟ شادی اُس نے پسند سے تمہارے ساتھ کی ہے اور تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو کہ کیا وہ عاطف کو پسند کرتی ہے۔ کوئی پاگل بھی ایسی بات نہ کرے۔ بندہ پوچھے اگر وہ عاطف کو پسند کرتی ہوتی تو تمہارے ساتھ جا کر شادی کیوں کی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"وہ چاہے عاطف کو پسند کرتی ہوتی یا عاطف کے باپ کو شادی تو اُس کی ہر حال میں میرے سے ہی ہونی تھی۔"

اماں مزید حیران ہوئیں۔

"نہ اب یہ کدھر کی بکواس ہے؟ اُس کو کوئی اور پسند تھا تو تم سے شادی کیسے ہوتی؟"

"کیونکہ میری ماں ایک ہوتی ہے پسند، اور ایک ہوتی ہے قسمت میں اس کی پسند چاہے نہیں ہوں، مگر میں اس کی قسمت ضرور ہوں۔ جیسی وہ ہے، سارے خاندان میں اُس کے قابل بس میں ہی ہوں۔" اماں خفا ہوئی۔

"فاز ایسا کیوں کہہ رہے ہو جیسی وہ ہے؟ مجھے تم پر شک ہو رہا ہے، تم نے کچھ غلط تو نہیں کر دیا، کیونکہ تمہاری زبان اپنی بیوی کے بارے میں محبت والی نہیں ہے، بلکہ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہو، امل تھوڑی الگ قسم کے شوق ضرور رکھتی آئی ہے۔ مگر وہ میرے ساتھ ہمیشہ بڑے ادب سے پیش آتی ہے۔"

وہ بولا۔

"چلیں ایک تسلی تو ہے، شوہر کا ادب کرے نہ کرے ساس کا ادب تو کرے گی۔"

"تمہاری باتوں سے ایسا تاثر مل رہا ہے۔ جیسے پنجابی میں کہتے ہیں۔ اپنا کم وی کڈ لینا تے سان وی نہیں منا۔ مطلب یہ کہ اگلے بندے سے اپنا کام بھی نکلوا لو اور اس کا احسان بھی نہ مانو۔"

"میری بھولی ماں تمہارا بیٹا لوگوں پہ احسان کرتا ہے، احسان لیتا نہیں ہے۔"

"اب کہاں ہو؟ امل کہاں ہے؟ گھر کب آؤ گے؟ شب برات آرہی ہے، اب کیا ورے کے ورے دن بھی گھر نہیں آؤ گے؟"

"واپس آگئے ہیں۔ وہی بتانے کے لیے فون کیا تھا، مجھے فیکٹری ضروری جانا ہے، اسلیے سیدھا وہیں جا رہا ہوں۔ آپ سے کہنا ہے، امل کو میں چچا کی طرف اُتار کر آیا ہوں۔ آپ اُس کے پاس چلی جائیں۔"

"اچھا تو ماں کی ضرورت پڑی ہے تو فون کیا ہے۔"

"جہاں پہ ہم رُکے ہوئے تھے، وہاں فون کی سہولت موجود نہیں تھی، ورنہ میں نے فون ضرور کرنا تھا۔

"شاباش اے پُتر اب کہاں پہ فون نہیں؟ اب تو چھوٹے چھوٹے بچے، بڑے ہر امیر و غریب یہ لتر لتر جتنے فون اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہمارے پیکی کے پاس بھی مویا وہ کیا بولتے ہیں ٹیچ سکرین۔"

فاز ہنسا۔ "ہاں جی ٹچ سکرین۔۔"

"ہاں بھینسوں کا گند صاف کرنے والے کے پاس بھی وہی ہے۔"

"لوگوں کے پاس اب پیسہ ہے اماں جی اسی لیے ایسی سہولتیں استعمال کر رہے ہیں۔"

"اللہ جانے کیسی سہولت ہے، لڑکیوں کو دیکھو تو وہ چار چار گھنٹے اس کا منہ دیکھتی رہتی ہیں۔ بچوں کو دیکھو تو وہ گیم لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ تمہارے بھائی بھی نہیں محفوظ، اور تو اور تمہارے اباجی ہی نہیں مان ہر رات سونے سے پہلے وہ کیا کہتے ہو تم فیس بک ہیں؟ اس پر بھینسوں کی فلمیں دیکھ کر سوتے ہیں۔ سہولت بھی ہو گی مگر زیادہ تو یہ نشہ ہے۔ تمہاری تینوں بہنیں ایک وقت میں اکٹھی ہو کر تمہارے باپ کے فون میں آتی ہیں، پھر اپنا اپنا شور شروع کر دیتی ہیں، ایسے میں کسی ایک کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے۔ خود ہی نہ جانے کیا بول بال کے چلی جاتی ہیں۔ میں تو بس ان کی شکلیں ہی دیکھتی ہوں۔"

وہ اماں کے ویڈیو کال کے مطلق خیالات سُن کر ہنستا رہا۔

"اچھا اب آپ امل کے پاس جا رہی ہیں یا نہیں؟"

"کیوں نہیں خیری صلہ۔ تمہارے بھائی اپنے کام کار پہ نکلیں گے تو ان سے کہوں گی مجھے شہر چھوڑتے ہوئے جائیں۔"

"اُن لوگوں کا انتظار نہ کریں۔ وہ تو اپنے موڈ والے ہیں۔ آپ ڈرائیور کے ساتھ چلی جائیں۔ اور سُنیں وہ آپ کو دیکھ کر باتیں سُنائے گی۔ آپ نے کوئی بھی بات دل پہ نہیں لینی ہے، اس کی اور میری لڑائی ہوئی ہے، جلد مان جائے گی۔ ٹھیک ہے؟"

"تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔"

"زیادہ سوچنا نہیں ہے ماں پھر بات ہوتی ہے، السلام علیکم۔"

فون رکھ کر اماں پلٹیں تو ان کے چہرے پہ لکھی الجھن پڑھ کر صمد سے رہا نہ گیا۔ وہ ابھی ابھی حویلی سے واپس آئے تھے، ماں کو فون پہ دیکھ کر رُک گئے۔

"کیا ہوا ہے؟ فون پہ کون تھا؟"

"ہیں؟ فاز تھا۔۔ کہہ رہا ہے میں شہر چلی جاؤں امل گھر پہ اکیلی ہے۔" صمد نے تسلی سے کہا۔

"اچھا ہوا ہے کہ یہ آگیا ہے، فیکٹری میں اس کا کام خراب ہو رہا تھا۔ امل ادھر کیوں گئی ہے؟ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"صمد یہ فاز کچھ غلط کام تو نہیں کر رہا ہے؟"

"یہ کون سی نئی بات ہے، اچھے کام اس کے بس کا روگ ہی کہاں ہیں۔ خیر تسی چھڈ واے سب تیار ہو جاؤ میں توانوں لے جاندا ہاں۔"

"اچھا پتر۔۔ اللہ سب پر کرم کرے سب کی خیر کرے۔"

مگر ہوا یہ کے ان لوگوں کے گھر سے نکلنے سے پہلے ہی فیکٹری سے مینیجر کا فون آگیا کہ فاز کو دفتر سے پولیس لے گئی ہے۔ صمد بھائی صورتحال جاننے کے لیے اماں جی کے بغیر ہی گھر سے نکل گئے، اماں امل کو بھول گئیں۔ اور جب پتا چلا کہ امل نے اپنے آئی جی خالو کے ذریعے ایف آئی آر کٹوا کر یہ کام کروایا ہے، پھر ایک نیا موضوع نکل آیا کہ کیسے وہ اتنی صبح اتنے شارٹ نوٹس پہ ایسا کچھ کر سکتے ہیں۔ صمد نے ان کو فون کیا، انہوں نے بتایا امل کی کال آئی تھی، مسلسل روتے ہوئے یہی کہے جا رہی تھی کہ فاز نے اس کو اغواء کیا ہوا تھا، اگر آپ نے اس کو اسی وقت گرفتار کر کے حوالات میں نہ ڈالا۔۔ وہ خودکشی کر لے گی۔ صمد نے کہا انکل آپ نے کہا نہیں کہ چچا لوگ یہاں نہیں ہیں اور ان کے آنے تک آپ کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

"صمد وہ کچھ بھی سُننے کو تیار نہیں تھی، اگر میں درخواست نہ دیتا وہ خود تھانے پہنچ جاتی۔ کھلار زیادہ پھیلنا تھا، ابھی تو اس کو یہ تسلی ہو گئی ہے کہ وہ

آزاد نہیں گھوم رہا ہے اور اگر فاز نے واقعی یہ سب کیا ہے تو میں امل کا ساتھ ہی دوں گا۔" صمد نے کال بند کرتے ہوئے خود سے کہا۔

"اگر میرے بھائی نے واقعی یہ گھٹیا حرکت کی ہے، تو میں کبھی اس کو معاف نہیں کروں گا۔"

اماں اور صمد بھائی کتنی دفعہ امل کے پاس گئے مگر اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ پھر اماں کو گاؤں کی ایک لڑکی کے ذریعے پتا چلا کہ امل حاملہ ہے، تب وہ بیٹے سے مل کر اس کو ساری بات بتا کر آئیں اور وہ جو پہلے انتظار کر رہا تھا کہ ابا لوگ واپس آکر سب دیکھ لیں گے، امل کے ارادے جان کر معاملات پھر سے اپنے طریقے سے حل کرنے لگا۔ جس میں سرِ فہرست پولیس والوں کو رشوت دیکر وہاں سے نکلنا تھا۔ اس کو ہسپتال میں دیکھ کر ہی امل جان گئی تھی کہ اب وہ اس کو پھر سے زبردستی اپنے ارادے سے باز رکھے گا، مگر اصل پہاڑ تو تب ٹوٹا جب فاز نے ابی کی کال اس کو دی۔ ابی کے الفاظ اس کے پیروں تلے سے زمین نکال لے گئے تھے۔

"امل فاز نے تمہیں اغواء نہیں کیا تھا، وہ میری مرضی سے تمہیں لیکر گیا تھا۔ میری مرضی سے تم لوگوں کا نکاح ہوا ہے۔"

اس کے بعد جب ہوش آیا وہ ہسپتال کے کمرے کی بجائے گاؤں میں فاز کے بیڈ پہ موجود تھی۔ امل کے بے ہوش ہونے کے بعد ڈاکٹر نے اس کا مکمل چیک اپ کر کے یہ بتایا کہ یہ بالکل ٹھیک ہیں بس پریشانی میں ان کے اعصاب پہ دباؤ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، خود ہی جاگ جائیں گی، آپ یہاں انتظار کر لیں یا گھر لے جائیں۔ وہ اس کو ڈرائیور کے ساتھ آکر گھر چھوڑ گیا، ساتھ ہی اماں کو

سختی سے منع کر دیا کہ کسی بھی صورت اس کو یہاں سے جانے نہیں دینا ہے۔

خود وہ واپس اپنے میزبانوں کے پاس گیا۔

چچا نے وہاں سے امل کے خالو کو فون کر کے درخواست واپس لینے اور بیٹے کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح دوسرے دن کہیں رات کو جا کر وہ اپنے گھر آسکا۔ راستے میں دس کلو کی دیسی گھی سے بنی مٹھائی کی ٹوکری لیکر آیا۔ ہال میں اماں بڑی دونوں بہوؤں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ بچے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، صمد کو وہ حویلی میں بیٹھا دیکھ کر آیا تھا، افضال اوپر والے سیٹنگ روم میں خبریں سُن رہا تھا۔ فاز نے تینوں خواتین کو مصلے پہ کھڑا دیکھ کر باآواز ماشاءاللہ کہا۔

"اؤ کدھر ہو سارے۔۔ جلدی آؤ چاچو جان آئے ہیں۔"

سب سے پہلے افضال بھائی نیچے آئے۔

"سالے تُو حج کر کے آیا ہے نا۔ جو تیرے پہ پھول پھینک کر تیرا استقبال کیا جائے۔"

فاز اس کی جانب بڑھا۔

"چل بھائی کے گلے لگ۔۔ بھائی بہت بڑے معرکے سر کر کے آیا ہے۔"

افضال نے اس کو گلے مل کر اس کی پُشت پہ تھپکی ماری۔ جو ذرا زور سے لگ گئی۔ جس پر فاز نے اُس کو گھورا۔

"تیرا ہاتھ ہے یا تھور کا ہتھوڑا۔"

اس کے انداز پہ فاطمہ کی مسکراہٹ اُبھر آئی۔ افضال بولے۔

"پتا جو کچھ تیرے بارے میں ان گناہگار کانوں نے سنا ہے، تجھے تھور کا تھوڑا نہیں دادا جی کا لتر پڑے گا۔" فاطمہ بھابھی نے سلام پھیر لی بولیں۔

"فاز کو لتروں کا اتنا ڈر ہوتا تو کیا فاز فاز ہوتا؟" فاز ہنستے ہوئے ان کے سامنے جھکا۔ بھابھی نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر پیار دیا۔۔ افضال اگلا سوال لیے بولا۔

"پہلے یہ بتا یہ سارا چکر کیا ہے؟

فاز نے وہیں ہاتھ کھڑا کر کے روک دیا۔

"میں یہیں ہوں۔ اس موضوع پہ بات کرنے اور میرے فیصلے پہ پچھتانے اور مجھے لعن طعن کرنے کو تم لوگوں کے پاس ایک عمر پڑی ہے۔ ابھی منہ میٹھا کرو۔" اماں نے اس کو گلے لگایا۔ آنکھ میں آنسو تھے اور پوچھا۔

"جیل کا چکر لگانے کی خوشی میں منہ میٹھا کروا رہے ہو؟"

"تو اور کیا اب میں اگلے الیکشن میں کھڑا ہو سکتا ہوں۔ جلسوں میں یہ فخر سے کہوں گا، اپنے دادے کی عزت بچانے کے لیے میں نے جیلیں کاٹی ہوئی ہیں۔"

اماں نے اس کو پرے کر کے تسبیح شروع کی۔

"جا کر بیوی سے مل لو۔۔ کھانا کھائے بغیر کمرے میں بند ہے شادیاں ایسی ہوتی ہیں، تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔"

اس نے پھر سے کہا۔

"ساری عمر یہی سُننا ہے، بس آج کا دن مجھے سکون لینے دیں۔ سالے مچھروں نے دو دن جگا کر رکھا ہے، آج نیند پوری کرنی ہے۔"

"اور وہ جو بغیر مچھروں کے دو دن سے جاگ رہی ہے، اس کا کیا کرنا ہے؟"

اماں کے سوال پہ وہ بولا۔

"وہ ہماری سر درد ہیں ماتا جی آپ کیوں بیکار کا سوچ سوچ کر اپنا بی پی ہائی کر رہی ہیں۔ پہلے اٹھ کر مجھے کھانا دے دیں۔ کتنا عرصہ ہو گیا آپ کے ہاتھ کی روٹی نہیں ملی ہے۔" فاطمہ اس کو کھانا دینے کے لیے اٹھنے لگی۔

"رکو میں کھانا لیکر آتی ہوں۔۔" فاز نے ان کو روک دیا۔

"نہیں آپ رہنے دیں بھابھی یہ مٹھائی کھائیں۔۔ کھانا میں اماں سے لوں گا۔" اماں اُٹھتے ہوئے غصے سے بولیں۔

"جب کھانا کھانا ہو، تب ان کو ماں یاد آتی ہے، جب آوارہ گردیاں کرنی ہوں تب ماں کا پیار پتا نہیں کہاں ہوتا ہے۔" وہ ان کا بازو پکڑ کر ان کو اٹھنے میں مدد دیتے ہوئے بولا۔

"ماں کا پیار اپنی جگہ ہے، مگر اب ہنی مون پر بندہ ماں کے ساتھ تو نہیں جا سکتا نا۔"

اماں اسی طرح غصے سے بولیں۔

"ایسے بے حیا ہو بہنوں کے سامنے بھی بکواس سے باز نہیں آتے۔"

وہ ان کے کندھے پہ ہاتھ بازو ڈال کر ان کے ساتھ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"یہ کون سا چھوٹی بچیاں ہیں۔ بچوں والی ہیں۔"

فاطمہ اور صائمہ اس کی بات پر کھل کر ہنسی افضال نے ہاتھ میں برفی کا سا ٹکڑا پکڑا اور سر ہلاتا واپس اوپر چلا گیا۔ صائمہ بھی برفی کھاتے ہوئے بولی۔

"ارے فاطمہ باجی۔۔ فاز بھائی کی رونق کتنی ہے، وہ اتنے دنوں سے گھر پہ نہیں تھے نا تو گھر خالی سا لگتا تھا۔"

فاطمہ شفقت سے مسکرائی۔

"ہاں سب کے ساتھ پنگے جو لیتا رہتا ہے۔ ابھی تو میں نے شکر کیا ہے۔ بعد گھر پہ نہیں ہیں۔ وہ امل کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ فاز سے الجھ پڑیں گے، اچھا ہے یہ ان کے آنے سے پہلے کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلا جائے۔"

وہ اماں کو باورچی خانے میں پہنچا کر چھوٹی مریم کے کمرے کی طرف جا رہا تھا، بھابیوں کو جواب دینے سے نہ رکا۔

"صائمہ باجی خیری صلہ آپ کو کیوں میرے بغیر یہ گھر خالی لگتا ہے، اپنا دل اپنے جن میں لگائیں اور وڈی میں تمہارے صاب بہادر سے ڈرتا نہیں ہوں۔ اُس کو بولو اکھاڑ لے جو اکھاڑنا ہے۔" صائمہ جھٹ بولی۔

"فاز بھائی آپ افضال کو جن کیوں کہتے ہیں، وہ کہاں سے آپ کو جن لگتے ہیں۔"

"لو اور سُنو۔۔۔ او میری معصوم بہن تم نے آج تک اس کو آنکھ کھول کر دیکھ لینے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو اب تک اس کے ساتھ کیوں ہوتیں؟ اب اپنا دل رکھنے کو اس کو شہزادہ گلفام کہو یا شہزادہ چارلس، حقیقت تو نہیں نا بدل جاتی ہے، اور نہ ہی میں اتنا اچھا ہوں کہ تمہیں خوش کرنے کو سفید جھوٹ کا سہارا لوں۔ اب جو ہے وہ ہے۔ میری پیاری بہنو ماسوائے میری ماں کی چھوٹی بہو کے اس گھر میں کسی بہو کو شہزادہ گلفام نہیں ملا ہے، یہ تم لوگوں کی قسمت۔ ایک کو جن ملا ہے، دوسری کو خلائی مخلوق۔"

بڑی مشکل سے بولی۔

فاطمہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔۔

"تم اتنے کتے ہو نا۔۔"

وہ اسی طرح سنجیدگی سے بولا۔

"جب میں تم دونوں کے شوہروں کی اتنی تعریف کرتا ہوں نا اندر اندر سے تم لوگ بڑی خوش ہوتی ہو کہ تم لوگوں کے بدلے میں لے رہا ہوں۔ بس اوپر اوپر سے دنیا دکھلاوے کی ملامت کرتی ہو۔"

صائمہ بولی۔

"ہم کیوں خوش ہوں گی، میرے افضال کس سے کم ہیں؟ آپ سے تو پیارے ہیں۔"

وہ بولا۔

"سُن لے افضال آخری لائن بولتے ہوئے تیری بیوی کے لہجے میں رتی بھر یقین نہیں ہے، بیٹا ہفتے میں دو چار مرتبہ نہالیا کرتا کہ تیری کوئی شکل نکلے۔

"

افضال بولا۔

"پیڑی بوتھی والے جا جا کر بیوی سے سیوا کروا۔۔ جوتا پکڑ کر تیرا انتظار کر رہی ہے۔"

وہ ڈرامائی انداز میں بولا۔

"اب ہم نے محبت کی ہے، اب میرا جانو چاہے تو جوتا مارے یا گولی۔۔ سینے پہ کھائیں گے۔" افضال نے کہا۔

"ہاں جا کھانا کھا کر بیوی سے سیوا کروانے کے لیے انرجی پیدا کر لے، یہ نہ ہو تو پہلا جوتا کھاتے ہی بے ہوش پڑا ہو۔"

فاز نے جواب دیا۔

"سالو جب میں کمرے میں جاؤں دروازے کے آس پاس رہنا۔ میں دروازہ لاک نہیں کروں گا، کچھ کرنے کی آواز آئے۔ فوری اندر آنا اور مجھے ہسپتال لیکر جانا ہے یہ نہ ہو تم لوگ گھریلو نسخے آزمانے بیٹھ جاؤ۔"

سب سے بلند قہقہہ افضال کا تھا۔ جبکہ وہ بہن کو آواز دیکر واپس کچن میں چلا گیا۔ اماں توے سے روٹی اتار کر چھابی میں رکھتے ہوئے بولیں۔

"تمہاری آواز سُن کر بھی امل کمرے سے باہر نہیں آئی ہے۔"

وہ موڑھے پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اتنی اچھی ہوتی تو مشکل ہی کیا تھی، الٹا اس نے دروازہ لاک کر لیا ہونا ہے، تاکہ میں کمرے میں نہ جا سکوں۔"

"تم نے بھی بیٹھے بٹھائے نیا سیاپہ سر لے لیا ہے، کیا تمہیں لڑکیوں کی کمی تھی؟ یا اُس کو لڑکوں کی کمی تھی؟"

"میں روٹی نہ کھاؤں؟"

اس نے پوچھا۔ اماں چُپ کر گئیں۔

صمد آئے اس کو کچن میں بیٹھا دیکھ کر کچھ کہے بغیر ہی واپس مڑ گئے۔ اماں نے اس کے آگے دو تازے پھلکے رکھے۔ ایک گلاس میں پانی دیا۔ ایک میں دودھ دو طرح کے سالن تھے، وہ کھاتا رہا۔ اماں فارغ ہو کر وہیں ایک کرسی پہ بیٹھ کر اپنی تسبیح ختم کرنے لگیں۔ اس نے بتایا۔

"عمرے والے پرسوں لوٹ رہے ہیں۔"

"اچھا۔ تمہاری کس سے بات ہوئی؟"

"اباجی سے ہوئی تھی۔"

"انہوں نے تمہیں کچھ کہا نہیں؟"

"شکریہ ادا کر رہے تھے، میں نے کہا سر جی کیوں شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"ہیں؟ تیرا شکریہ کس لیے ادا کر رہے تھے؟"

"آپ نہیں سمجھو گی۔ اس لیے کوئی اور بات کرو۔"

اماں نے اس کو ملامت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر بتانے لگیں۔۔ کل تمہاری بہنیں اور پھوپھیاں آ رہی ہیں۔ امل سے ملنا چاہ رہی ہیں۔"

وہ ہنسا۔

"ان کو کہہ دیں اپنے شوق جمع رکھیں۔ امل نے نہ تو ان سے ملنا ہے، نہ وہ ان لوگوں کے لیے اداس بیٹھی ہوئی ہے۔ پروگرام تین دن بعد کا رکھ لیں۔ ابا جی بھی شامل ہوں گے۔"

"ہاں کہہ تو ٹھیک رہے ہو۔ بھائیوں سے بھی مل لیں گی۔ سب کو سیدھا ادھر ہی لے آنا۔ کھانا وغیرہ بنوا لیں گے۔ امل کی خوشی میں ایک طرح سے فنکشن ہو جائے گا۔ صمد کے ساتھ مشورہ کرتی ہوں، تم لوگوں کا ولیمہ رکھ لیتے ہیں۔ آخر برادری کو تمہاری شادی کا اتنا شوق تھا۔"

"آپ کیوں لوگوں کو تماشہ دکھانا چاہتی ہیں۔ وہ جو اندر بیٹھی ہے نا میری موت وہ کبھی بھی آپ کے فنکشن کا ہیپی اینڈ نہیں ہونے دے گی۔ اپنے گھر کے لوگ آ رہے ہیں۔ بس وہی ٹھیک ہے، زیادہ کھلارا ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کم از کم ایک اولاد کے لیے تو آپ فخر سے کہہ سکیں گی، اس کی شادی پہ ایک روپے کا خرچ نہیں ہوا تھا۔"

"نہیں بھائی مجھے ایسا فخر نہیں چاہیے ہے۔ کل جا کر امل کے لیے کپڑے لے کر آتی ہوں۔ بلکہ اس کو ساتھ لے چلوں گی، اپنی مرضی سے خرید لے۔"

وہ ایک دفعہ پھر ہنسا۔

"اماں ابھی تک آپ مغالطے میں ہی ہیں، آپ کو حقیقت تسلیم کرنے میں وقت لگنا ہے، آپ کا دل ٹوٹنے والا ہے۔" اماں بے بسی سے بولیں۔

"پتا نہیں اس گھر میں کیا ہو رہا ہے، دیکھ فاز امل کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرنا تیری اپنی بھی بہنیں ہیں۔ دو اپنے گھر والی ہیں۔ ایک کی دو ماہ بعد شادی ہونی ہے، ہمارے نبی پاک ﷺ"

اماں نے اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا فرمان ہے اے لوگوں دوسروں کی بہنوں بیٹیوں کی عزت کرو، تاکہ اللہ تمہاری خواتین کو عزت دے۔"

وہ اپنی ماں کی ان باتوں سے ہمیشہ بڑا چالو ہوتا تھا۔

"ڈرانے میں اماں آپ گولڈ میڈلسٹ ہو، کچھ برا نہیں کر رہا ہوں۔ نہ ہی کیا ہے، اس سے بڑھ کر عزت دینا اور کیا ہوتا ہے، شادی کی ہے، جبکہ میں یہ بھی جانتا ہوں، طلاق کا تصور بھی مجھے عاق کروا سکتا ہے۔"

"توبہ استغفر اللہ تم تے قسم کھائی ہوئی ہے، کچھ اچھا نہیں بولنا ہے۔"

"سچ بول رہا ہوں۔"

"تم اپنے سچ رہنے دو، چپ کر کے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد امل کو بھی کھلاؤ۔"

"گود میں بٹھا کر ہاتھوں سے چوری بنا کر دوں؟ کیا وہ چھوٹی سی بچی ہے

؟"

اماں نے سر پیٹا۔۔اس نے کھانا کھا کر سنک پہ ہاتھ دھوتے ہوئے پوچھا۔

"اماں کوئی ایسی لڑکی یا خاتون نظر میں ہے؟ جو امل کے ساتھ رہ سکے۔ اس کے کھانے وغیرہ کا خیال کرے، کیونکہ میرا بہت سارا کام جمع ہے۔ میں بے بی سٹنگ نہیں کر پاؤں گا اور اکیلا اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔"

"وہ اکیلی کب ہے، ہم سب لوگ ادھر اس کے پاس ہی ہوتے ہیں۔"

"آپ اس کی خدمتیں کرتی اس کی نگرانی کرتی اچھی تو نہیں لگیں گی نا، دوسرا میں نہیں چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کے آپسی تعلقات خراب ہوں۔ آپ اس کے ساتھ پہلے جیسی رہیں۔ باقی سب کا الزام مجھ پہ آنے دیں۔ مجھے کسی سے پوچھ کر بتادیں کسی بی بی کا میں تنخواہ دے دیا کروں گا۔ اس کی ڈیوٹی فل وقتی ہو گی۔ امل کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا۔ باتیں کرنا۔ اس کا غصہ سہنا میری بُرائیاں سُننا۔ سب اس کی نوکری کا حصہ ہو گا۔ ہاں ہماری باتیں باہر کسی سے نہیں کرے گی۔ ورنہ اچھا نہیں ہونا ہے۔"

"بیٹا لوگوں سے اتنا ڈرتے تھے تو ڈھول گلے میں کیوں پہنا ہے؟ اب لوگ تو سُنیں گے۔"

"اماں کی آنکھ۔۔ڈرتا کون ہے، دعادیں آپ کا بیٹا مورچے پہ جا رہا ہے۔ سر سلامت رہے۔"

"جاؤ اللہ ہدایت دے، اور اگر امل نے دروازہ نہ کھولا تو شور مت کرنا، آکر میرے کمرے میں سو جانا یا بیٹھک میں چلے جانا۔"

"وہ دروازہ بالکل نہیں کھولے گی، اور میں دروازہ کھٹکھٹانے والا بھی نہیں ہوں۔ میرا کمرہ ہے، مجھے علم ہے کس راستے سے اندر جانا ہے، آپ یہ روٹی دیں۔ "اُس نے ایک ہاتھ میں روٹی پکڑی ایک ہاتھ میں دودھ کا مگ۔ اماں نے آسمان کی جانب منہ کر کے خیر مانگی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کیبل پہ آخر کتنی دیر انسان اپنا دل پرچا سکتا ہے؟ خاص کر ایسی صورت میں جب آپ کے دل و دماغ میں مسلسل ایک جنگ چل رہی ہو، آپ کا زندگی پرسے اعتبار اُٹھ جائے، اس کے کانوں میں مسلسل ایک ہی لائن گونج رہی تھی ،ابی کے الفاظ اس کی روح کو چھلنی کر گئے تھے، وہ لائن آج سمجھ آئی تھی، کیا ہوتا ہے جب جن پہ تکیہ ہو وہی پتے ہوا دینے لگیں۔ رونا وہ نہیں چاہتی تھی، کیونکہ رونے کا مطلب تھا وہ اپنی ہار مان رہی ہے، وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی، سب سے بڑا دکھ ہی یہی تھا اس پہ لیبل لگ چکا تھا، ہر کسی کے لیے اس کا رویہ عجیب تھا، اس نے اپنے فون پہ فیملی گروپ میں آئے میسج دیکھے تھے، جہاں ساری کزنیں اکٹھی ہو کر اس پہ بات کر رہی تھیں۔ یہ بات اس کا خون جلا گئی، جو لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے، آج وہ اس پر انگلی اٹھا رہے تھے۔

اُس نے ان کے کسی سوال کا جواب دیے بغیر نہ صرف گروپ چھوڑ دیا، بلکہ اپنا وٹس ایپ ہی ڈیلیٹ کر دیا تھا، ابی کا فون کئی دفعہ آیا، مگر اس نے کال نہیں لی۔ جب میں اتنی بُری تھی کہ آپ کو مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے اپنے غنڈے بھتیجے کی مدد کا سہارا لینا پڑا تو اب مجھ سے رابطہ کیوں کر رہے ہیں مجھے اس طرح سے دو کوڑی کا کرنے کی بجائے مجھے خود اپنے ہاتھوں سے ہی دیتے۔

آپ کی بھی جان چھوٹ جاتی میری بھی۔ کیا عزت صرف مرد کی ہے؟ غیرت مند صرف مرد ہی ہوتا ہے؟ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس چھت کے نیچے ایک پل بھی رہوں، مگر آپ لوگوں نے مجھے معزور کردیا ہے، ایسی اور اس جیسی کئی باتیں سوچ سوچ کر دماغ شل ہو رہا تھا۔ مگر حاصل وصول کچھ نہیں ہو رہا تھا، سوائے سر درد اور بوجھل پن کے، ایک تو کچھ کھایا پیا نہیں تھا، اوپر سے دوپہر سے اب تک وہ چار دفعہ اپنے معدے میں بچا کچا پانی منہ سے باہر اُگل چکی تھی۔ پیٹ میں درد سر میں درد۔۔ آنکھوں میں درد۔۔ باتھ روم کا دروازہ بھی اس نے اندر سے لاک کیا ہوا تھا، مگر اس وقت ایک کلک کی آواز کے بعد دروازہ کھول کر فاز کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کی بتی بند تھی۔ جس پر وہ بولا۔

"تو اندھیرا کر کے سوگ منایا جا رہا ہے۔"

پہلے اس نے بتی جلائی، پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر سے کچھ پکڑنے کے بعد دوبارہ بند کیا۔

"تمہارا کھانا ہے، واش روم کے راستے سے خود آسکتا تھا، کھانے کے لیے دروازہ ہی کھولنا تھا۔"

اس نے کھانا دو سیٹر صوفے کے سامنے رکھی چھوٹی میز پہ رکھا۔ خود صوفے پہ آرام دہ حالت میں بیٹھ کر اہل کو فوکس میں لیا۔ جو ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے پڑی کسی گیند کی طرح معلوم ہو رہی تھی۔ فاز کو پوری توجہ سے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے ایک سیکنڈ کے لیے ٹیلی وژن سکرین سے نظریں ہٹا کر اس کو دیکھا۔

جو بھنویں اچکا کر پوچھنے لگا۔

"چچا کے گھر چھوڑنے سے پہلے میں نے تم سے کیا کہا تھا؟ میری بات کو بکواس سمجھ کر ٹال دیا؟ میری بات مانی ہوتی تو اس وقت اتنا نہ ٹوٹتی۔ کم از کم ابھی تک یہ خوش فہمی تو قائم رہتی ناکہ تمہارے ابی تمہارا ساتھ دیں گے۔ اب سب کچھ جان گئی ہو، تو کب تک یہ مظلوم بن کر ساری دنیا کی ہمدردی سمیٹنے کا ارادہ ہے؟ ایک بات میں تم پہ واضح کر دوں۔ تاریخ گواہ ہے، ہمارے معاشرے میں عورت بڑی سے بڑی قربانی بھی دے تب بھی سب کی ہمدردی مرد کے ساتھ ہوتی ہے، پاگل لڑکی یہاں تو لڑکی کے ساتھ خدانخواستہ جنسی زیادتی ہو جائے اس میں پولیس تک یہ کہہ دیتی ہے کہ عورت اس وقت اس جگہ پہ تھی ہی کیوں۔ یہ سب بے پردگی کی وجہ سے ہے، نہ عورتیں اتنے چھوٹے اور کھلے لباس پہنیں نہ بے چارہ مرد غور کرنا بچارہ مرد ان کی جانب متوجہ ہو۔ ایسے ماحول میں تم چاہ رہی ہو کہ تم جو سب میں منہ پھٹ اور مغرور مشہور ہو، سب کی ہمدردی حاصل کرو، میری جان دیوانے کے خواب چھوڑو۔ اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ اپنے اس رشتے کی عزت کرو، تاکہ لوگ تمہاری عزت کریں۔"

امل کے اندر اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ اس کے ساتھ بحث کرتی، کھانے کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ ایک طرف اس کا سر چکرا رہا تھا اور ایک طرف پیٹ سے غرر غرر کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ پیٹ پہ ہاتھ کا دباؤ ڈال کر اٹھی کیونکہ پیٹ میں جیسے ساری انتڑیاں اکٹھی ہو کر گچھا بن گئی ہوں۔ دو دن کا سلوٹوں زدہ لباس بکھرے الجھے بال۔۔۔ پیلا رنگ۔۔۔ خشک ہونٹ۔۔۔ فاز اس کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، پہاڑوں نے اس کے چہرے کو جو شادابی بخشی تھی اس کا تو کہیں نام و نشان تک نہ رہا تھا۔

امل نے روٹی کے دو نوالے توڑ کر پانچ منٹ میں کھائے، کیونکہ ہر نوالہ
چبانے پر ایسا لگتا تھا یہ کھانا اندر نہیں جا پائے گا۔ آنکھیں بند کر کے اپنا ذہن
بٹانے کو وقاص کی بھیڑوں کا سوچنے لگی۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ فارس
جی چاہا وہ پوچھے کس خیال میں اتنی شگفتگی تھی، جو تمہارے لبوں پہ مسکراہٹ
بن کر پھیل گیا ہے، مگر چپ رہا۔ گنتی کے تین نوالے اور چار گھونٹ پانی پینے
کے بعد وہ واپس لیٹ گئی، جیسے ہی جسم میں تھوڑی جان آئی زبان کی خاموشی
ٹوٹ گئی۔

"تم مجھے معاشرے کے اسلوب و رنگ جو مرضی سنا لو۔ مگر حقیقت
نہیں بدلے گی، تم وہ غیرت مند مرد ہو جس نے زبردستی میرے ساتھ نکاح
کیا ہے، ہاں اس میں میری مرضی شامل تھی مگر تمہاری بلیک میلنگ کی وجہ
سے بظاہر تو تم کامیاب ہو گئے ہو نا؟ شادی بھی کر لی۔۔ بچہ بھی ہو جانا ہے،
اپنے آپ کو بڑی کوئی توپ چیز سمجھ رہے ہو گے، فتح کا جشن اس دن منانا جس
دن تم میرے دل اور روح تک پہنچ پاؤ۔ یا اگر یہ دونوں تمہارے ہاتھوں ماری
نہ جائیں۔ جسم کا کیا ہے، سو دفعہ بھی برت لو گے نا میں تب بھی تمہاری نہیں
بنوں گی، اور یہ بات تم بڑی اچھی طرح جانتے ہو۔ تم میری پسند نہ کل تھے نہ
آج ہو اگر یہ بچہ دنیا میں آتا ہے، مجھے سب سے زیادہ غم رہے گا کہ تم اس کے
باپ ہو گے اور جو عزت مجھے ایک بدکردار اور دھوکے باز شخص کے آگے ہاتھ
باندھنے سے ملنی ہے نا، اس سے بہتر میرے لیے میری خودداری کی بے عزتی
ہے، اس وقت بظاہر میں کمزور لگ رہی ہوں گی، لاچار نظر آ رہی ہوں، مگر میں
نے ہار نہیں مانی ہے، مجھے ہارا ہوا اس دن تسلیم کرنا جس دن میں تمہارے

آگے جھک جاؤں۔ اور یہ میرے جیتے جی تو ممکن نہیں ہوگا۔" فاز نے ٹانگ سے ٹانگ اُتاری اور آنکھیں مسلتے ہوئے بولا۔
"تم جانتی ہو، جتنا اچھا تم بولتی ہو، تمہیں موٹیویشنل تقریریں لکھنے والے کی نوکری مل سکتی ہے، اس طرف غور کرو، تم کہاں ماڈلنگ میں سینگ پھنسانا چاہ رہی تھیں۔"
"آجکل ایک سوال بڑی کثرت سے میرے دماغ میں آتا ہے۔"
وہ اشتیاق سے پوچھنے لگا۔۔
"وہ کیا؟"
"یہی کہ آیا تمہاری شکل زیادہ ناقابلِ قبول ہے یا تمہاری آواز۔۔"
"پھر کیا جواب ملتا ہے؟"
"تمہاری شکل بندہ جیسے تیسے برداشت کر سکتا ہے، مگر تمہاری آواز کانوں میں چبھتی ہے۔"
"بولتی ہوئی تم خود بھی ایسی کوئی ملکہ پکھراج نہیں لگتی ہو، میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا؟ کیا سکنس ہو رہی ہے؟"
"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"
"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔"
اس کے ساتھ ہی اُس نے جیب میں سے موبائل نکال کر مریم کو کال ملائی۔ تیسری بیل پر جواب ملا۔
"میں تمہارے لیے اس وقت ملک شیک نہیں بنا رہی ہوں۔ اور ویسے بھی اب تمہارے پاس دوسروں کی طرح اپنی ایک عدد ذاتی بیوی ہے۔"
فاز نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم صلح کرنے کا کیا لو گی؟"

"صلح ہو ہی نہیں سکتی ہے، میرے اتنے ارمان تھے، تمہاری شادی پہ پہننے کے لیے میں نے پوری وارڈروب ڈیزائن کی ہوئی تھی، تمہیں وہ نک چڑھی ہم سے زیادہ عزیز تھی۔ بھلا یہ کیسی شادی ہوئی، جس میں اپنے بہن بھائی ہی شریک نہ ہوں۔

"اچھا تم خفا نہ ہو، یہاں دولہا دولہن کے اپنے ارمان پورے نہیں ہوئے، تمہیں اپنی پڑی ہوئی ہے۔"

"ہاں تو کیوں ایسے شادی کی ہے؟ اسی لیے تمہاری بیوی بھی تم سے ناراض ہے، سوچو جو سارے خاندان میں نئے فیشن ٹرینڈ چلاتی تھی، اس کے پاس اپنے بچوں کو دکھانے کے لیے ایک عدد تصویر تک نہیں ہو گی، مجھے تو سوچ سوچ کر ہی دکھ ہو رہا ہے۔"

"تم میرے بچوں کی فکر میں اپنا وزن نہ بڑھاؤ وہ اپنی پھوپھو کی شادی کی تصویریں دیکھ کر خوش ہو لیا کریں گے۔"

"تمہیں میں ابھی سے اپنی شادی پر نہ آنے کا بلاوا دے رہی ہوں۔"

"ایسا تم کر نہیں سکتی ہو۔ کیونکہ تمہاری شادی کے انتظامات ہی مابدولت نے کرنے ہیں۔ تم تو خود اپنی شادی پر مہمان بن کر آؤ گی، میں میزبان ہوں گا۔"

"ایسا احسان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میرے بڑے بھائی سب دیکھ لیں گے، جنہوں نے اپنی شادیوں پہ مجھے دولہے والی کار میں اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ اور جو میرا بڑا سگا بنتا تھا، اس نے اپنی شادی پہ بلانا تک ضروری نہیں جانا ہے۔"

"چلواس بحث کو یہیں ختم کرو، بتاؤ کیا مطالبہ ہے، ماننے کا کیا لو گی؟"
"رہنے دو تم دے نہیں سکو گے کنگلے انسان، کتنا شوق تھا اب بس ایک بھائی بچا ہے۔ اس کی شادی پر واگ پھڑائی میں سونے کا سیٹ لوں گی، بھائی نے کہا دیکھتی رہو سہانے خواب میں تو چلا ریڈی میڈ بیاہ کرنے۔"
"اچھا تم سونے کا سیٹ لیکر راضی ہو گی؟"
"نہیں ابھی نہیں وہ اب میں تمہارے بچے کی آمد کی خوشی میں لوں گی، ابھی مجھے نیا آئی فون چاہیے اور ساتھ ھُدا بیوٹی کے پیلٹ۔۔ لپ اسٹکس اور فاؤنڈیشن۔۔"
"یہ کچھ کم چیزیں نہیں ہیں؟"
"بالکل کم ہیں۔ پہلے یہ لے دو پھر اور بتاؤں گی۔"
"ہاں منہ تمہارا آئی فون اور ھدا بیوٹی والا ہی ہے۔"
"تو نہ لیکر دو، دفعہ ہو، آج کے بعد مجھ سے اپنے کام بھی مت کروانا۔۔"
"تم ایسا کرو کچن میں رکھے انار چھری اور پیلٹ کے ساتھ لیکر آؤ پھر میں سوچتا ہوں تمہیں اپنا کارڈ ابھی دوں یا صبح۔"
دوسری طرف سے چیخنے کی آواز آئی۔
"ہائے پلیز آج ہی آرڈر کروا دو، میرے پیارے بھائی نہیں ہو۔"
"ہاں ہاں بڑی لالچی ہو، مطلب کے وقت بھائی نہیں ہو، اور جب مجھے کام ہو تب، ماتھے پہ رکھ لیتے ہو۔"
"کب ایسا کرتی ہوں۔ جب بھی کوئی کام کہتے ہو کر کے دیتی ہوں۔ تمہارے لیے مائع والے کپڑے استری کئے ہیں، کبھی ایک سوٹ کر کے دیکھو نا تمہیں پتا چلے کس بھاؤ بکتی ہے،"

"تم انار لیکر آرہی ہو یا میں یہ آفر کسی اور کو دوں؟"

"خبردار آرہی ہوں۔"

لائن کٹ گئی۔۔ امل آنکھیں موندے لیٹی رہی۔۔ فاز نے بتایا۔

"انار تمہارے لیے منگوائے ہیں۔ اُٹھ کر کھا لینا، اگر اکڑ دکھائی۔ مریم کے سامنے لحاظ نہیں کروں گا، زبردستی اُٹھا کر بٹھا دوں گا۔"

"تم جیسے جنگلی سے اور توقع بھی کی جا سکتی ہے، میرے لیے اتنی تکلیف کی ضرورت نہیں ہے، مجھے کچھ بھی ہضم نہیں ہو رہا ہے۔"

" انار کھانے سے افاقہ ہو گا، اگر پہلے بتا دیتیں میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا، مگر اب رات کے بارہ بجے کون ملتا ہے، اسلیے گھریلو ٹوٹکے ہی اپنا سکتے ہیں۔"

"پلیز اتنا ڈرامہ نہ کرو۔ مجھے خوش فہمی نہ ہو جائے کہ تم میری لیے اتنا سوچتے ہو۔"

"نہیں خیر تم اتنی بھی اہم نہیں ہو۔ اس وقت گھر کا کوئی دوسرا فرد بھی بیمار ہوتا میں اس کو بھی یہی سب کہہ رہا ہوتا۔"

دروازہ بجا۔ فاز نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ مریم ہاتھ میں اناروں سے بھری ٹوکری ساتھ میں پلیٹ چمچ اور چھری لیے اندر آئی۔ سارا کچھ میز پہ رکھ کر بھائی کے گلے ملی۔ جس پہ وہ بولا۔

"مطلب کی ڈیل حاصل کر لینے کے بعد تمہیں بچارے بھائی کا خیال آ ہی گیا۔"

"بکواس نہ کرو میرا ویسے ہی تم سے دل اُداس ہو رہا تھا۔"

"ہاں تبھی تو تم آ گئے میری آواز سنتے ہی اپنے کمرے سے اٹھ کر"

"

"وہ تو مجھے تم پہ غصہ جو تھا۔"

"اب اتر گیا ہے؟"

"ابھی جب تم میری چیزیں آرڈر کرو گے، تب پتا چلے گا، ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔"

فاز نے جتایا۔

"توبہ ہے، تم کس قدر لالچی لڑکی ہو۔" امل نے کروٹ لی، جس پہ مریم نے جھٹ کہا۔

"بھابھی آپ جاگ رہی ہیں۔"

امل نے ناگواری سے کہا۔

"مریم تم میرے نام سے بڑی اچھی طرح واقف ہو، مجھے اچھا لگے گا اگر تم مجھے میرے نام سے ہی بلاؤ۔"

مریم نے سر گھما کر فاز کو ایک نظر دیکھا۔

"اوہ۔۔اچھا۔۔"

پھر بولی۔

"بھائی لاؤ اپنا بنک کارڈ دو۔"

فاز نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کارڈز کا چھوٹا سا فولڈر برآمد کیا۔ اس میں سے مطلوبہ کارڈ مریم کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

"ابھی صرف میک اپ آرڈر کر لو، میرا دوست ہے یو کے میں اس کے ہاتھ فون منگوا دوں گا۔"

"کب تک آئے گا؟ یہ نہ ہو اگلا پورا سال میں فون کی راہ ہی دیکھتی رہ جاؤں۔"

"یہی کوئی ہفتہ دو تک مل جائے گا، تم نہیں مرو گی۔"

"ٹینشن نہ لو فون لیے بغیر میں مرنے والی بھی نہیں ہوں۔"

وہ کارڈ لیکر چلی گئی۔ فاز نے دروازہ بند کیا۔ قمیض کے کف فولڈ کیے۔ مگر پھر رُک گیا۔

"کیا میرا کوئی اور سوٹ استری ہوا پڑا ہے؟"

امل ویسے ہی پڑی رہی۔ فاز نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا۔

"کیا تکلیف ہے، میری نیند کیوں خراب کر رہے ہو، اپنا سامان کسی دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔"

"تم سے کچھ پوچھا ہے؟"

فاز کے جتانے پر وہ مزید تپ کر بولی۔

"کیوں میں تمہاری ماں ہوں جو تمہارے پہننے اوڑھنے کا حساب رکھوں گی؟"

"ماں نہیں ہو بیوی تو ہو، یہ سب کرنا اب تمہارا فرض ہے۔"

"اچھا؟ کس نے کہا ہے کہ یہ سب میرا فرض ہے؟ فاز صاحب یہ سب بیوی کا فرض ہرگز نہیں ہے، بیویاں محبت میں شوہروں کے یہ سب چونچلے دیکھتی ہیں اور تمہارے میرے درمیان سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر محبت نام کی بھی نہیں ہے، میں تمہاری حیثیت قبول نہیں کرنا چاہتی، تم لاڈ اٹھوانے کی بات کرتے ہو۔"

"یہ سب کام تم کرو گی، ابھی تمہاری ناساز طبیعت کا خیال کر کے چھوڑ رہا ہوں۔"

"فضول انسان۔۔"

فاز نے خود ہی الماری کے دونوں پٹ کھول کر جائزہ لیا۔ اگلے پل اپنے کپڑے استری کر کے لٹکائے دیکھ کر خوشی سے نعرہ مارا۔ "اس گھر کی عورتیں زندہ باد۔۔"

اس نے گہرے نیوی رنگ کی شلوار قمیض لیکر واش روم کا رخ کیا۔ پانچ منٹ بعد گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں باہر آیا۔ صوفے پہ اپنی سابقہ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولا۔

"اب کم از کم انار کے داغ سے سفید سوٹ تو خراب نہیں ہو گا، اس رنگ پہ کچھ گر بھی جائے تو خیر ہی ہے۔"

"تم اپنا یہ کھانا پینا باہر جا کر کر لو۔ تمہارے مسلسل بولنے سے میری نیند خراب ہو رہی ہے۔"

"جہاں تک میری ناقص معلومات ہیں، تم سارا دن کمرے میں بند رہی ہو، کیا ابھی بھی نیند پوری نہیں ہوئی ہے؟"

"کمرے میں اس لیے بند تھی کیونکہ میں کسی کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی، اور اس کمرے کے علاوہ میری کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ہے۔"

انار کے دانے نکالتے فاز کے ہاتھ ایک پل کو رکے۔ بڑے سرد اور ٹھہرے لہجے میں بولا۔

"میں ہوں نا؟ جو کہنا ہے جیسا کہنا ہے مجھے کہو۔۔ باقی گھر والوں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آ کر ان کے ساتھ اپنے تعلقات خراب نہ کرنا،

تمہارے غصے اور نفرت کے لیے میں ہوں؟ میرا بچہ اور میری یا تمہاری فیملی

آف لٹ ہے، ٹھیک ہے؟ اب اُٹھو اور یہ انار کھاؤ۔۔"

اس نے پلیٹ اس کی جانب بڑھائی۔

اس کے اندر اس قدر تلخی بچی ہوئی تھی کہ انار کے ٹھنڈے دانوں کا تصور

اس کو اُٹھ کر بیٹھنے پہ مجبور کر گیا۔ فاز کی بات کا جواب بھی اگلی دفعہ پہ ڈال دیا۔

ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر کے ان کو چبانے لگی۔

ساتھ ہی بولی۔

"اس پہ نمک ڈال دو۔"

فاز زیرِ لب مسکرایا۔

"طریقے سے فرمائش کرو گی تو پوری کرنے کا سوچ سکتا ہوں۔"

"تمہاری اتنی منتیں کرتی ہے میری جوتی۔"

"تو پھر اپنی جوتی سے ہی نمک منگوالو۔"

"میں جانتی ہو باورچی خانہ کس طرف ہے، اگر چاہوں تو نمک میں خود

بھی لا سکتی ہوں۔"

"تو جاؤ۔۔ کس نے روکا ہے؟"

"اصل بات یہی ہے، میں خود ہی نہیں جانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں کسی

گھر والے کا سامنا نہیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیوں؟"

"شرمندگی کے مارے۔۔ کیونکہ یہ سب لوگ میرے بارے میں نہ

جانے کیا سوچتے ہوں گے کہ میری ایسی کیا مجبوری تھی جو میں نے تم جیسے

آدمی سے مرضی کا نکاح کیا ہے۔"

"نہیں میری جان جب سے تم نے مجھ پہ کیس کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تب سے یہ لوگ میرے بارے میں ایسا سوچ رہے ہیں کہ آخر مجھ جیسے خوبصورت، پڑھے لکھے، صاحب روزگار آدمی کی کیا مجبوری رہی ہو گی جس نے ایسی نک چڑھی کو قبول کر لیا۔۔ اوپر سے جو رویہ تم رکھے ہوئے ہو، بہت جلد رہے سہے ووٹ بھی سب میرے حق میں ہوں گے۔"

"مجھے ایسے ووٹ چاہیے بھی نہیں ہیں جو آنکھوں دیکھی سچائی نہ مانیں۔"

باتوں کے دوران وہ غُصہ دکھاتے دکھاتے دو انار کھا گئی۔ فاز نے تین اناروں کے دانے نکال لیے تھے، امل نے ہاتھ کھینچا تو اس نے اسرار نہیں کیا، بلکہ ٹی وی دیکھتے ہوئے بچے ہوئے دانے کھانے لگا۔ امل واش روم کی جانب جاتے ہوئے بولی۔

"مجھے کچھ سامان چاہیے ہے۔"

"لسٹ بنا دو۔ آجائے گا۔"

"میرے پاس ٹوتھ برش تک نہیں ہے، نہ ہی میرے پاس ایک روپیہ ہے کہ میں منگوا ہی لیتی۔ پچھلے تین دن سے میں نے دانت صاف نہیں کیے ہیں۔"

"اُف تو کمرے سے تمہارے منہ کی باس آ رہی تھی؟ میں بھی کہوں اس سے پہلے تو کمرے سے ایسی بدبو کبھی نہیں آئی ہے۔ واش روم میں میرا برش رکھا ہو گا، ابھی تو وہی استعمال کر لو، کل نیا منگوا دوں گا۔ ویسے تم سڑک پہ نہیں گھر پہ بیٹھی ہو، اماں سے کہا ہوتا انہوں نے تمہاری ضروریات پوری کر دینی تھیں۔"

"میرے منہ سے بدبو نہیں آتی ہے، کیونکہ میں تمہاری طرح جگہ جگہ منہ نہیں مارتی ہوں، اور مجھے اپنے کام دوسروں سے کروانے کی عادت نہیں ہے، نہ ہی مجھے دوسروں کی پسند اچھی لگتی ہے، تمہارا برش تو میں مر کر بھی نہ استعمال کروں۔ اپنے گندے جراثیم خود تک ہی رکھو۔"

فاز کچھ یاد آنے پر کھل کر ہنسا۔ اگلے پل ٹشو کے ساتھ ہاتھ صاف کر کے جیب سے اپنا موبائل نکال کر امل کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"ادھر آؤ تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے فون کی گیلری میں پڑی ویڈیو چلا کر فون اپنے ہاتھ میں ہی رکھ کر سکرین امل کی جانب کر دی۔۔ دور کھڑی امل نے آنکھیں میچ کر ویڈیو میں موجود لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کی۔۔ دور سے چہرہ تو نہ کلیر ہوا، مگر آواز وہ بڑی اچھی طرح پہچانتی تھی، یہ اس کی اپنی آواز تھی، جس میں وہ فاز سے کہہ رہی تھی۔

"پلیز مجھے بتاؤ ڈیٹ یہ کیا کرتے ہو۔"

امل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جلدی سے اس کے پاس آئی۔۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سکرین کو دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ گالوں پہ رکھ لیے۔

"یہ تو میں ہوں۔۔"

اس کے انداز پہ فاز کا قہقہہ فلک شگاف تھا۔ جبکہ وہ خوفزدہ سی پوچھ رہی تھی۔

"یہ کب ہوا؟"

اپنا اگلا عمل دیکھ کر ہی امل کا رنگ اُڑ گیا۔ باآواز بلند بولی۔

"توبہ استغفراللہ یا میرے اللہ یہ میں کیا کر رہی ہوں۔"

فاز نے ہنستے ہوئے فون کی سکرین بند کی اور فون واپس جیب میں ڈال لیا۔

"اب تو تسلی ہو گئی ہے نا کہ تم میرے منہ کے گندے مندے جراثیموں کو اپنی مرضی سے چکھ چکی ہوئی ہو۔"

اہل کا چہرہ شرمندگی سے لال ٹماٹر ہو رہا تھا۔ مری ہوئی آواز میں بولی۔

"میں ویڈیو میں نظر آنے ولا کمرہ پہچان گئی ہوں۔ مگر تمہارے اور میرے درمیان ایسی کوئی گفتگو بھی ہوئی تھی، مجھے تو یاد ہی نہیں ہے۔"

"اسی لیے تو یہ ویڈیو بنائی تھی۔۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اس کو ابھی ڈیلیٹ کرو۔"

وہ معصومیت سے بولا۔

"کر دیتا ہوں۔ صرف ایک شرط ہے۔"

اہل نے اس کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کیا؟"

"جس طرح تم نے ویڈیو میں میرا بوسہ لیا ہے، ہر روز ایسا بوسہ دینے کا وعدہ کر دو۔ میں یہ ڈیلیٹ کر دوں گا۔"

اہل نے ایک پل اس کو بے یقینی سے دیکھا۔ پھر بڑے تحمل سے بولی۔

"تم پہ۔ تمہارے ویڈیو بنانے پہ اور تمہاری اس فرمائش پہ ڈر فٹے۔"

"نہ نہ میری جان شوہر کے ساتھ ایسی زبان میں بات نہیں کرتے ہیں۔ اللہ کا سخت عذاب ہوتا ہے، مرد کو عورت کا حاکم بنایا گیا ہے۔"

اہل نے اس کو غور سے سرتا پیر دیکھا۔۔اور مستحکم لہجے میں بولی۔۔

"تمہاری بد قسمتی ہے کہ تمہارا واسطہ ایک ایسی عورت سے پڑا ہے کہ تم
اس کو مرد کی حاکمیت والی آیت سُنا کر چُپ نہیں کروا سکو گے۔ میرا دین تم
لوگوں کی طرح ظالم نہیں ہے۔ جس کو جتنا اختیار دیتا ہے، اس کا حساب بھی
اتنا ہی سخت ہوتا ہے، حاکم صرف رتبہ نہیں ہے، ذمہ داری ہے، مرد کو عورت
کے حوالے سے احکامات ہی اتنے دیئے گئے ہیں کہ اتنا احسان آپ پہ کوئی غیر
بھی کرے تو انسان اس کے ساتھ اچھائی اور وفاداری کا معاملہ کرنے پہ مجبور
ہوتا ہے۔ اخلاقی فرض بن جاتا ہے، اسلیے جتنے فرائض اللہ نے عورت کے
حوالے سے مرد کے ذمہ لگائے ہوئے ہیں، جو افضل مردان کو پورا کرتا ہے،
وفادار عورت اس کی باندی بن جاتی ہے۔ اپنا ماس بھی کھلا دینے کو بخوشی تیار
ہوتی ہے، مگر تم جیسے مرد یا اور بہت سے جو عورت کے اوپر ہاتھ اُٹھاتے ہیں،
ان کو خود سے کم تر اور خود کو افضل سمجھتے ہیں، ان کو اپنا نوکر سمجھتے ہیں، ایسے
مرد کی کوئی عزت نہیں ہے۔ یاد رکھنا اسلام انصاف کا نام ہے، عزت کا نام ہے
، اچھائی کا نام ہے، زور زبردستی سے کسی پر اپنی حاکمیت جتانے کا نام اسلام نہیں
ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رات کی دلہن اپنے
والد کی شکایت لیکر آئی تھی نا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی جانے بغیر
ایک ایسے آدمی سے اس کا نکاح کر دیا ہے، جسے وہ پسند نہیں کرتی، تو دو جہانوں
کے سردار ﷺ یہ نہ فرماتے کہ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر چاہو تو
نکاح جاری رکھو نہیں تو نکاح ختم کروا دو۔ بلکہ فرماتے تم نے ایسا سوچا بھی کیسے
کہ تم اپنے باپ کی مرضی سے اختلاف کر رہی ہو، یہ نہیں فرمایا کہ چاہے
تمہاری مرضی جانے بغیر اس شخص کے ساتھ تمہارا نکاح ہوا ہے، اب وہ تمہارا
حاکم ہے، تم اس کے خلاف فیصلہ لینے کا بھی اختیار نہیں رکھتی ہو۔ کبھی اپنی

اس جھوٹی انا اور غیرت کی عمارت سے باہر نکلنا ہو تو محمد ﷺ کی سیرت پڑھنا۔۔ پھر آکر مجھے اللہ کے میرے لیے فرمان کیا ہیں وہ بتانا۔۔ تمہارے اور میرے رشتے میں کچھ بھی نارمل نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ اپنی مرضی سے نہیں ہوں۔ تم نے زبردستی مجھے اپنے ساتھ باندھا ہے، جس دن مجھے موقع مل گیا میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔ ساری عمر کے رشتے اس بنیاد پہ قائم نہ کبھی ہوئے ہیں، نہ ہوں گے۔"

وہ اپنی بات پوری کر کے واش روم میں بند ہو گئی۔ فاز گردن کو تھوڑا سا خم دیے اس کو سن رہا تھا، اب بھی صوفے پہ نیم دراز سنجیدہ نظروں سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ جب وہ واپس باہر آئی۔ فاز نے معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتے ہوئے پوچھا۔۔

"جانو مجھے بتانا عورتوں کا آدھے کپڑے پہن کر غیر مردوں کے سامنے چہل قدمی کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

وہ اپنا سرہانہ ٹھیک کر کے رکھتے ہوئے بولی۔

"ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے، جو مردوں کا غیر عورتوں کو نیم برہنہ لباس میں ناچتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے ان کے اوپر نوٹوں کی بارش کرنے پر ہے"

"یعنی تم کہنا چاہ رہی ہو، اگر مرد بدکردار ہے تو پھر گھر کی عورت بھی بدکردار ہو جائے؟"

"نہیں جانو۔۔ یہاں ایک بہت بڑا فرق ہے، عورت فقط نوکری کرنے سے بدکردار نہیں ہو جاتی ہے، بدفعال نہیں ہو جاتی ہے۔"

"تم پاگل ہو، تم نے کبھی کسی خاندانی عورت کو وہ سب کرتے دیکھا ہے، جو تمہارے شوق ہیں؟ مجھے ایک لاکھ دیکر تمہارا ایڈ بند کروانا پڑا ہے۔ تم نے اگر کرنا ہی تھا تو بالوں کا ایڈ کرتیں۔۔ دانتوں کا کرتی۔۔ یہ کیا عورتوں کے رحم پہ بات کر رہی ہو۔۔"

"تم عقل کے اندھے تم نے وہ ایڈ کیوں بند کروایا ہے؟ جانتے ہو پاکستان میں ہر سال کتنے فیصد عورتیں بچہ دانی کے کینسر سے مر جاتی ہیں۔ اس ایڈ میں یہ کہا گیا تھا کہ ہر سال اپنے سرویک کا ٹیسٹ کروایا کریں۔۔ اپنی صفائی کا خاص خیال رکھا کریں۔ بس تم لوگوں کا مسئلہ یہی ہے کہ بات سمجھنی نہیں ہے اپنے وابس کو دیڑا کرو۔"

"اس پہ بات کرنے کو ڈاکٹر موجود ہیں، تمہارے بغیر بھی کام ہو جائے گا۔"

"فاز اورنگزیب۔۔ پہلی فرصت میں چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤ۔"

وہ صوفے سے اُٹھا لائٹ بند کر کے اپنی جگہ پہ لیٹتے ہوئے بولا۔

"اگر ڈوب کر ہی مرنا ہے تو میں تمہاری آنکھوں میں ڈوبنا چاہوں گا۔"

کمرے میں امل کی ہنسی گونجی۔ "تم کتنے واہیات ہو۔ کس قدر تیسرے درجے کی بات کہی ہے۔"

فاز بولا تو آواز میں مسکراہٹ تھی۔

"عام طور پہ تو لڑکیاں میری لائینز پہ موم ہو جاتی ہیں، بس ایک تم ہو جس پر میری کوئی لائن اثر نہیں کرتی ہے۔"

"ہائے اے کاش تم نے اس جگہ کے لیے بھی اپنے جیسی ہی کوئی چُننی ہوتی۔"

فاز نے اپنا بازو اس کی جانب بڑھا کر اس کے احتجاج کے باوجود اس کو اپنی بانہوں میں بھر کر خود سے قریب کیا اور اس کے کان میں بولا۔

"بے بی یہ غلط فہمی نکال دو کہ تم یہاں پہ بائے چانس موجود ہو۔ یہاں ان بیڈ پہ کوئی پانچ سال پہلے آتی یا دس سال بعد۔ وہ تم ہی ہوتیں۔ کوئی اور آئی بھی تو تمہارے بعد ہی آئے گی۔ پہلے نہیں آسکتی تھی۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

"امل بیٹا یہ کیا بات ہوئی۔ ہم عمرے سے واپس آئے ہیں۔۔ تم ہمیں ملنے نہیں آئی ہو۔۔ اور اب اگر ہم خود سے تمہارے پاس آئے ہیں۔۔ تو تم سلام دعا لینے کی بجائے کمرے میں بند ہو گئی ہو۔۔ یہ کیسا رویہ ہے؟"

اپنی ماں کی بات کے جواب میں وہ بڑے تحمل سے بولی۔

"کیوں۔۔ آپ لوگ میرے کیا لگتے ہیں۔۔ جو میں بڑھ چڑھ کر آپ کا سواگت کروں؟"

امو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہم لوگوں سے کہہ رہی ہو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں۔ تم جانتی ہو تم نے مجھے کس قدر دکھ دیا ہے۔ ایسی کیا قیامت آگئی تھی۔۔ جو گھر پہ بتائے بغیر تم یوں غائب ہوئیں اور اب ماں کے ساتھ اس تمیز سے بات کر رہی ہو۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے امل۔۔۔ تم ضدی تھیں۔ مگر اتنی بے حس تو کبھی بھی نہیں رہی ہو۔۔ کہ ماں باپ کو ہی لوگ بول دو۔"

"کون سے ماں باپ۔۔؟ ہاں۔۔۔ کون سے ماں باپ۔۔؟ جنہوں نے میری خبر لینا۔۔ مجھے ڈھونڈنا تک گوارا نہ کیا۔ اوہ مجھے ڈھونڈتے بھی کیوں جبکہ مجھے غائب ہی انہوں نے خود کروایا تھا۔ آوارہ بد چلن بیٹی ہاتھوں سے نکلی

جا رہی تھی۔۔ تو آپ لوگوں نے بڑا بہترین حل نکالا۔۔۔ ایک انتہائی نچلے درجے کے بے غیرت انسان کے آگے بیچ دیا۔"

امو کا ہاتھ اُٹھ گیا۔

امل مزید بپھر کر بولی۔

"ہاں مجھے ہی ماریں کیونکہ میں سب کے لیے بڑا ہی آسان ٹارگٹ ہوں۔۔۔ جو آئے منہ اُٹھا کر جو مرضی بکواس کر جائے۔۔۔ ہاتھ اُٹھائے۔۔۔ یا پھر ریپ کرے۔۔۔ سب کچھ آسان اور فری ہے۔۔۔ کیونکہ مجھے نیلام کر دیا گیا ہے۔۔۔ سرِ بازار آپ لوگوں نے مجھے ننگا کر کے کھڑا کر دیا ہے۔۔۔ میرے پہ ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔۔۔ اب جا کر اپنے شوہر سے پوچھیں۔۔۔ کتنے میں مجھے اپنے بھتیجے کے سپرد کیا۔۔۔ جواب میں اس کو کیا دینے والے ہیں۔"

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ یہ کیسی زبان بول رہی ہو۔۔؟ وہ بھی اپنے باپ کے لیے۔۔۔ کون ایسا کرتا ہے؟"

"میں۔۔۔۔ میں ایسا کر رہی ہوں۔ غور سے میری شکل دیکھیں۔۔۔ میرے جیسی بیٹیاں ایسا کرتی ہیں۔ جن کو چوٹ دینے والے کوئی اور نہیں بلکہ اپنے پالنے والے ہاتھ ہی ہوتے ہیں۔۔۔ میں اتنی ہی بُری تھی تو میرے ٹکرے کر کے کسی نہر میں بہا دیئے ہوتے۔۔۔ مجھ سے میری پہچان میری شخصیت نہ چھینتے۔۔۔ میں نے آخر کیا ہی کیا تھا۔۔۔ جو آپ لوگوں نے مجھے یوں زندہ در گو کر دیا۔۔۔؟ ابی کو پتا تھا نا فاز مجھے کس قدر ناپسند ہے۔۔۔ انہوں نے اُسی کو مجھے ٹھکانے لگانے کا حکم دیا۔۔۔ اُن سے جا کر بول دیں مبارک ہو۔۔۔ بیٹی ٹھکانے لگ گئی ہے۔۔۔ مر گئی ہے۔۔۔ اور مجھے مارنے والا کوئی اور نہیں ہے۔۔۔ میرا اپنا باپ ہے۔۔۔ اب آپ یہاں سے جا سکتی ہیں

مجھے آپ کے ساتھ کوئی اور بات نہیں کرنی ہے۔۔۔ جا کر میری بدنامی کی خوشی میں جشن منائیں۔۔۔ وہ کزنیں جن کو میں نے کبھی منہ نہیں لگایا تھا۔ جو میرے سے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتی تھیں آج میری آنکھوں میں دیکھ کر میرے پہ ہنس رہی ہیں۔۔ اور بار بار آ کر پوچھتی ہیں۔۔ فاز کی خاطر گھر چھوڑ دیا۔۔ اتنی محبت۔۔۔ یہ چماٹا جب سب میرے منہ پہ پڑتا ہے۔۔۔ یقین مانیے میری روح کرلاتی ہے۔"

فاز دروازے کے پاس کھڑا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔۔ اسلیے بولا۔

"ہر بات کو غلط رنگ میں ہی کیوں دیکھتی ہو اور چچی جان کے ساتھ ایسی باتیں کر کے ان کو پریشان کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔۔ میری ماں ہے۔۔۔ میں ان سے جس طرح مرضی بات کروں۔۔۔ تم اپنے کام سے کام رکھو اور ہاں ایک پل کو بھی یہ مت سوچنا کہ اگر میرے ماں باپ تمہارے حق میں ساتھ دے رہے ہیں۔۔ تو تم جیت جاؤ گے۔"

پھر امو کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

"کچھ اندازہ ہے آپ کو میری زندگی کے سب خواب کیسے چکنا چور ہو گئے ہیں۔۔ ہر انسان کی طرح میری بھی کچھ خواہشات تھیں۔۔۔ کچھ سپنے تھے ازدواجی زندگی کے حوالے سے کچھ ترجیحات تھیں۔۔۔ میں نے کبھی کسی پرنس چارمنگ کے خواب نہیں سجائے۔۔ پر ایسا بھی نہیں چاہا تھا۔۔ کہ میری شادی ایک جنگل میں ہو گی۔۔۔ جب میرا وجود زخموں سے نیلا پڑا ہو گا۔ میں گھر سے بھاگی نہیں تھی امو۔۔۔ مجھے اغواء کیا گیا تھا۔۔۔ اغواء۔۔۔ زبردستی چالاکی کے ساتھ نکاح پڑھوایا گیا اور پھر اپنے باپ کا مال سمجھ کر ہاتھ صاف کیا

۔۔۔اب آپ لوگ چاہتے ہیں میں اس خبیث انسان کے خلاف پرچہ نہ کروں نہ ہی اس کے بیج سے جنم لینے والے بچے کو کچھ کروں۔۔۔ بڑی ہنسی خوشی ایک پرفیکٹ شادی شدہ زندگی گزاروں جیسے مجھے خوابوں کا شہزادہ مل گیا ہے ۔۔۔یہ مجھے گھر میں قید کر کے رکھ رہا ہے۔۔۔اُس پہ کوئی بھی اس کو نہیں کہتا کہ اس قدر جہالت کیوں دکھا رہے ہو۔۔۔بلکہ آکر میرا سر کھایا جاتا ہے کہ میں بے رحم عورت ہوں۔۔ بہت بڑی ڈائن ہوں۔۔ جو اپنے ہی بچے کا خون پینا چاہتی ہے۔۔۔ نہیں ہے یہ میرا بچہ۔۔۔ سُنا آپ نے۔۔۔ میرا کوئی بچہ نہیں ہے۔۔۔نہ میں کسی کی ماں کہلاؤں گی۔۔۔آپ لوگ اس قدر جاہل ہیں اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لیے ایک وجود کو دنیا میں لا کر۔۔۔ اُس کو اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ میرے جیتے جی ایسا نہیں ہونا ہے۔۔۔مجھے آپ سب سے نفرت ہے۔۔۔ براہِ کرم یہاں سے تشریف لے جائیں۔۔۔اگر آپ میرے لیے کچھ کر نہیں سکتی ہیں۔ تو مجھے آپ سے ملنا بھی پسند نہیں ہے۔۔۔میرے لیے میرے اپنے مر گئے۔۔۔"

"علی میری جان۔۔۔مت ایسا کرو۔۔۔ پلیز۔۔۔ تمہارے ابی غصے میں تھے۔۔۔ تمہاری ضد کی وجہ سے انہوں نے جلد بازی میں یہ فیصلہ کیا۔۔۔

"امو۔۔۔پلیز آپ جائیں۔۔۔ سمجھ لیں۔۔۔امل جہانگیر مر گئی ہے۔۔۔ وہ کہیں نہیں ملے گی۔"

امو کا آنسوؤں پہ اختیار نہ رہا۔

"میری جان اتنی منفی باتیں کیوں کر رہی ہو۔۔۔ تم تو ایسی نہ تھیں۔"

"امو۔۔یہ جو دل ہے نا۔۔۔ یہاں کچھ بھی نہیں بچا۔۔۔ پلیز آپ جائیں۔ آپ جتنی دیر یہاں میرے سامنے بیٹھ کر مجھے میرے خسارے یاد کروائیں گی۔۔زندگی مجھ پہ اُتنی ہی مشکل ہوتی جائے گی۔"

وہ اُٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

فاز ماتھے پہ تیوری لیے دروازے میں کھڑا تھا۔

آگے آیا اور چچی کو دلاسہ دیتے ہوئے بولا۔

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ چند دن کی بات ہے۔۔ نئی زندگی میں سیٹ ہوجائے گی اور ماں باپ کے ساتھ کوئی بھلا کب تک ناراض رہ سکتا ہے۔ ایک آدھ دن میں اسکو آپ کے پاس ملوانے لیکر آؤں گا۔"

"فاز مجھے تم سے کم از کم یہ امید نہیں تھی۔۔۔ کہ تم اس پہ زبردستی خود کو مسلط کرو گے۔"

"چچی آپ ایک بات بھول رہی ہیں امل حقیقت پسند بن کر نہ سوچ رہی ہے۔ نہ ہی اپنے حالات کو دیکھ رہی ہے۔۔۔ میں نے خود کو اگر اس پہ مسلط کیا ہے۔ تو اپنا حق سمجھ کر کیا ہے۔ وہ میری بیوی ہے۔ اب اگر میاں بیوی میں تعلق بنے تو وہ کہاں سے ناجائز یا زبردستی کا ہوا۔۔؟ مطلب یہ کہاں کی اور کس زمانے کی باتیں لیکر بیٹھ گئی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی کہیں سُنا ہے کہ میاں نے بیوی کا ریپ کیا ہو؟ مطلب اس بات کی کوئی تک بنتی ہے۔۔۔؟ نکاح میں ہیں اور انکے رشتے کو لیکر ایک غلیظ لفظ بولا جا رہا ہے۔ مطلب لعنت ہے۔ نیک عورتیں سرِ عام سارے خاندان کے سامنے ایسی بکواس نہیں کرتی ہیں۔ مرد کو تو چلو مارو گولی۔۔ بندہ کم از کم اپنی ہی عزت کا خیال کرلے۔ اللہ پاک

عزت دے رہا ہے۔۔ اور یہ عقل کی اندھی عورت سارا کچھ داؤ پہ لگانے کو پھر رہی ہے۔"

امو نے فاز کی آدھی باتیں سُنیں۔ آدھی رونے کے دوران اگنور کر دیں۔

آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔۔

"اگر تم اجازت دو۔۔ تو میں اس کو کچھ دن کے لیے ساتھ لے جاؤں ۔۔۔ شائد ماحول کی تبدیلی اس پہ اچھا چھوڑے۔"

وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

"معذرت قبول کریں۔۔ میں اس کو نہیں بھیج سکتا۔۔۔ کیونکہ اس کو جب بھی موقع ملا۔۔۔ یہ بچے کو نقصان پہنچائے گی۔۔۔ مجھے اس کا اعتبار نہیں ہے۔۔ اسلیے خدارا مجھے مجبور مت کریں۔"

"تو کیا جب تک ڈیلیوری نہیں ہو جاتی۔۔ یہ اسی گھر میں رہے گی۔"

"میں نے ایسا کب کہا۔ بس ذرا اسکا سیکنڈ ٹرم گزر جائے۔۔ پھر چاہے تو ڈیلیوری تک آپ کی طرف رہ لے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

امو ہار مان کر واپس چلی گئیں۔

امل نے چھت کی منڈیر سے لگ کر باپ کی گاڑی کو واپس جاتے دیکھا تھا۔ جو دل پہ بیت رہی تھی۔ وہ وہی جانتی تھی دل میں کہیں پہ یہ امید تھی کہ ضرور فاز کو منا کر وہ امل کو ساتھ لیجائیں گے۔ مگر اب وہ امید بھی اپنی موت آپ مر گئی۔

وہ اندھیرا پھیل جانے تک چھت پہ پڑی ایک ٹوٹی سی چارپائی پہ لیٹ کر آسمان پہ اڑنے والے پرندوں کو سارے دن کی اڑان کے بعد ٹوٹی ٹوٹی ٹمروں کو لوٹتے دیکھتی رہی۔

فاز کی جانب سے خاص اس کی نگرانی کے لیے لگائی گئی ملازمہ سیڑھیوں کے پاس بیٹھ کر بھنے ہوئے چنے کھاتے ہوئے اپنی ذمہ داری انجام دے رہی تھی۔

آنکھ سے ٹوٹ کر قطرہ قطرہ پانی چارپائی کے بان میں سماتا رہا۔ وہ رونا چھوڑ چکی تھی۔ کوشش کرنے سے رونا نہ آتا اور کبھی یونہی آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے۔

شبی نے کئی دفعہ گھر کی لائن پہ فون کر کے اس کے لیے کہا تھا۔ وہ ایک دفعہ بھی اُس سے بات نہ کر سکی۔۔۔ دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

جب اندھیرا چھا گیا۔ اُس کی ملازمہ آکر بولی۔

"باجی۔۔۔ چلو تھلے چلیے۔۔۔ تسی دوپہر وچ بس ایک گلاس جوس پیتا ئے، ہن روٹی شوٹی کھالو۔۔۔ تسی ایڈے سوہنے او۔۔۔ کیوں اُداس رہندے او۔۔۔ باؤجی (فاز) تواڈا بڑا کردے جے۔"

"کتنی دفعہ بکواس کر چکی ہوں۔۔۔ خاموش رہا کرو۔ مجھے باؤجی کے قصیدے مت سُنایا کرو اور اگر تمہارے خیال میں وہ اتنا ہی اچھا شوہر ہے۔۔۔ تو جاؤ جا کر اُس سے نکاح پڑھ لو۔"

"ہا۔۔۔ ہائے۔۔۔!!۔۔ میں مر جاواں۔۔۔ باجی۔۔۔ باؤجی تے میرے ٹوٹے کر کے اوویلی وچ جیڑا بولی بجیا اے نا۔۔۔ اوہدے اگے سُٹ دین گے۔۔۔ پلا۔۔۔ باؤجی ورگہ بندہ میرے ورگی جنانی نال نکاح کیوں کرے گا۔ کتھے آسمان تے رہن والا چن تے کتھے زمین تے وسن والے کیڑے

مکوڑے۔۔۔ اللہ معاف کرے باجی۔ تُسی انج دیاگلاں نہ کریا کرو۔ بشر بندی اے۔ اللہ توانوں شہزادیاں ورگہ پُتر دوے۔۔ آمین۔"

"ہو گیا تمہارا سبق پورا۔۔؟۔۔۔ اب جاؤ۔۔۔"

"تو اوڑے بغیر کتھے جاواں۔"

"مٹھے کھوچ جا۔۔۔ پر میری جان چھڈ۔

مردانہ کھنکار کی آواز پہ چھمو ایک دم اٹینشن کھڑی ہو گئی۔

فاز کمر پہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ چھمو کو اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"جاؤ۔"

اُس نے جیسے شکر کیا۔ اگلے پل غائب ہو گئی۔

"مانا کہ میں آوارہ ہوں۔۔۔ مگر میرا ایک معیار ہے۔۔۔ میرے جاننے والوں اور دوست احباب میں سب سے پیاری اور منہ زور لڑکی میری بیوی بنی ہے۔۔۔ اسلیے جب نوکرانیوں سے میری بات کرو تو یہ بات مد نظر رکھ کر کیا کرو کہ تم دو ٹکے کی عورت کو اپنی برابری پہ لانے کی بات نہ کرو۔"

امل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ آنکھیں بند کر لیں۔

وہ کچھ دیر اُس کے سر پہ کھڑا ہو کر اس کی بند آنکھوں کو دیکھتا رہا۔

پھر چلتا ہوا چھت کے دوسرے کونے کی جانب نکل گیا۔

دور کھیتوں سے ٹیوب ویل کے انجن کی آواز گونج رہی تھی۔ آسمان تاروں نے روشنائی پھیلادی تھی۔ ہلکی ہلکی چلتی ہوا بہت لطف دے رہی تھی۔

وہ آنکھیں بند کر کے خود کو آزاد دنیا میں تصور کر رہی تھی۔

مگر فاز کی آواز نے یہ ببل توڑ دیا۔

"لڑائی مجھ سے یا اللہ کے رزق سے؟ نفرت مجھ سے ہے یا میرے بچے سے؟کیا چاہتی ہو کہ میں نوالے بنا بنا کر زبردستی تمہارے حلق میں اُتاروں؟"
امل نے پھر سے کوئی جواب نہ دیا۔
"بھوک ہڑتال کے بعد اب چُپ کا روزہ رکھ لیا ہے۔۔۔"
"امل مرد کو انسان سے جانور بننے میں چند سیکنڈ لگتے ہیں۔ یاد رکھنا اگر مجھے یوں تنگ کرو گی تو میں بھی تمہارے لیے ایسی کھیر ثابت ہوں گا۔۔۔ جسے نہ نگل سکو گی۔۔۔ نہ اُگل سکو گی۔۔۔ میں باہر جا رہا ہوں۔ جب واپس آؤں تو پہلی خبر مجھے یہی ملے کہ تم نے کھانا کھا کر دودھ بھی پیا ہے۔۔۔ ورنہ یقین کرو۔۔ میرا سارا غصہ۔۔۔ تم پہ ہی نکلے گا۔"
امل کی خاموشی نہ ٹوٹی وہ چلا گیا۔
اُس کی ہر بات کا مطلب وہ سمجھتی تھی۔ فاز کے قُرب سے اس کے لیے کھانا زہر مار کرنا ہزار درجے بہتر تھا۔ ویسے بھی اب اُس کو بھوک محسوس ہو رہی تھی۔
نیچے آکر کچن میں گئی۔ خود ہی کھانا نکال کر وہیں پیڑھی پہ بیٹھ کر کھانے لگی۔
تائی اماں کو خبر ملنے کی دیر تھی۔ اپنا بستر چھوڑ کر اُسکے پاس آئیں۔
"امل میری بیٹی میں نے تمہارے لیے چھمو سے پڑا بنوا کر ہاٹ پاٹ میں رکھوایا تھا۔۔۔ تم یہ ٹھنڈی روٹی نہ کھاؤ۔۔۔ میں پڑا نکال دیتی ہوں۔"
"نہیں تائی جی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے پڑا راس نہیں آتا۔ پچھلی دفعہ کھایا تھا تو ساری رات ہارٹ برن رہی تھی۔ آپ پلیز میرے لیے ایسی زحمت نہ کیا کریں۔"

"لے دس جھلی نہ ہو تو۔۔۔ بھلا اس میں کیسی زحمت۔۔۔ تم کونسا کبھی گاؤں کے ماحول میں رہی ہو۔۔۔ شہر کی پیدائش وہی کی پلی بڑھی۔۔۔اس لیے میں اپنی طرف سے کوشش کرتی ہوں کہ تمہیں یہاں پہ کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ تمہارا دل لگ جائے۔۔۔ پتر عورت کا سب کچھ اُس کا مرد ہی ہوتا ہے ۔۔۔ اچھا ہو یا بُرا۔۔۔ مرد گھر کی چار دیواری ہوتا ہے اور عورت اپنی چار دیواری میں ہی محفوظ رہتی ہے۔۔۔ میری مانوں تو فاز کے ساتھ اپنی لڑائی ختم کر دو۔۔۔ کیوں خواہ مخواہ کی ضد میں اپنا گھر اُجاڑنے پہ تُلی ہوئی ہو۔۔۔ ماں باپ بھی پریشان ہیں۔۔۔ پتر کس لیے۔۔۔؟ تم اچھی بیٹی ہو۔۔۔ اچھی بیوی بنو ۔۔۔ شاباش۔"

وہ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے پانی کا گلاس منہ سے ہٹا کر بڑے آرام و تحمل سے بولی۔

"تائی جی۔۔۔ مرد جانتی ہیں کون ہوتا ہے۔۔۔؟ مرد وہ ہوتا ہے۔۔۔ جو عزت کرے۔۔۔ جس کے ساتھ منسلک ہونے سے آپ کی عزت دوگنی ہو جائے۔۔۔ جو مر تو جائے مگر آپ کے نام و نصب پہ گالی نہ آنے دے۔۔۔ آپ اپنے بیٹے کو میرا مرد مت کہا کریں۔۔۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔۔۔ کیونکہ جو میرا مرد ہوگا۔۔۔ وہ بہت اجلے کردار و اخلاق والا ہوگا۔۔۔ یہ زبردستی میرے سر پہ مسلط ہوا بیٹھا ہے۔۔۔ اور تائی جی زور زبردستی کے سودے کب کامیاب ہوئے ہیں۔۔۔ اور کون سا گھر برباد کر رہی ہوں۔۔؟ کتنی دفعہ کہوں تو آپ لوگ اس بات کو سمجھیں گے۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے ۔۔۔ اور فاز جیسے مرد کے ساتھ اچھا بن کر مجھے نیک پروین کہلوانے کا کوئی شوق نہیں ہے اور میں نہ آپ کے پتر کا گھر بسانے والی ہوں۔۔۔ نہ اُس کے

پچھتانے والی۔۔۔ یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لیں۔۔۔ اور بیٹے کو بھی یاد کروا دیں۔ سب بغیر تالی بی۔"

اماں کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"یہ لڑکی کیا کہہ گئی ہے؟"

اماں کی تو نیند ہی اڑ گئی۔

رات گئے فراز واپس آیا تو ماں کو برآمدے میں بچھی چار پائی پہ بیٹھے دیکھ کر حیران ہوا۔

"خیریت ہے؟ آپ سوئی کیوں نہیں ہیں؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہوئی ہیں؟"

"جب اولاد کی طرف سے پریشانی ہو۔۔۔ تو نیند کہاں آتی ہے۔۔۔ میں تمہارے انتظار میں یہاں بیٹھی ہوئی تھی۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"امل خوش نہیں ہے۔ پُتر وہ تیرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے۔"

"جانتا ہوں۔۔ مگر آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"مجھے نہیں لگتا ایسا ہونا ہے۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اُس کی باتوں سے۔"

اُس نے اُنکا ہاتھ تھام کر انکو اُٹھنے میں مدد دی اور انکو ساتھ لیکر اندر کی جانب چل پڑا۔

"پریشان مت ہوں۔ اُس کا غصہ سب وقتی ہے۔ ایک دن سب بھول جائے گی۔"

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔ مگر حقائق تو اس کے برعکس لگتے ہیں۔"
ماں کو ان کے کمرے تک چھوڑ کا اُن سے دعا لیتا۔ اپنے کمرے کی جانب آ گیا۔ کمرے کی لائٹ بند تھی۔۔ اُس نے مین لائٹ جلانے کی بجائے۔۔۔ نائٹ بلب جلا لیا۔ مدھم سی روشنی میں امل کا وجود واضح ہو رہا تھا۔
جوتے اُتار کر لباس بدلے بغیر کی اُس کے برابر لیٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

" فاطمہ میری دھی میرے کپڑے تیار کر آج میں داتا صاحب جانا ہے، ایک طرف میری بیٹی اپنے گھر میں پریشان ہے۔ دوسری طرف میری بہو دکھی ہے، میں ان لوگوں کے سر کا صدقہ دیکر آؤں۔" صائمہ بولی۔
"امی جی آپ داتا صاحب کیوں جاتی ہیں۔ ہماری سپارے والی باجی کہا کرتی تھیں کہ مزاروں پہ جانا شرک ہوتا ہے، جو مانگنا ہو اللہ سے مانگتے ہیں۔ آپ بھی گھر پہ بیٹھ کر اللہ سے مانگا کریں، انسان کی حاجت صرف اللہ ہی پوری کرتا ہے۔ دوسروں سے مانگنا گناہ ہے، اللہ کا شرک ہے۔"
اماں جی سنک پہ ہاتھ منہ دھو رہی تھیں۔ بہو کی بات پہ مسکرا پڑیں اور موڑھا کھینچ کر بیٹھتی ہوئی بولیں۔
"میری دھی میں تیرے جذبے کے صدقے جاؤں، مگر اللہ کے اپنوں کو غیر اللہ سمجھ کر ابلیس کی پیروی نہ کر لینا، ابلیس یونہی نہیں اکڑا تھا، اس نے بھی یہی کہا تھا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کروں گا۔ وہ توحید میں سجدے سے انکاری ہوا تھا اور تم نے بالکل ٹھیک بات کی ہے، دینے والی ذات اللہ کریم کی ہے۔ ہم مانگتے بھی اللہ سے ہی ہیں۔ ہاں جیسے سیدہ مریم علیہ السلام کے ماموں نے ان کے کمرے میں بے موسمی پھل دیکھ کر سوال کیا

پاک مریم! تم اس کمرے سے باہر گئی ہو، نہ ہی کوئی باہر سے اندر آیا ہے۔ تو یہ
پھل کہاں سے آئے ہیں؟ سیدہ نے بتایا جبرئیل امین دیکر گئے ہیں۔ آپ کے
ماموں حضرت زکریا علیہ السلام نے وہیں مریم علیہ السلام کے کمرے میں
کھڑے کھڑے اللہ پاک سے اس مبارک جگہ کا وسیلہ دیکر اپنے لیے اولاد کی
دعا فرمائی۔ جس سے ہمارے لیے سبق ہے کہ اللہ کے جو مقرب بندے ہیں
ان کے گھر ہمارے گھروں سے افضل ہیں۔ وہاں پہ کھڑے ہو کر دعا کرنا اور
اپنے گھر میں دعا کرنا ایک برابر نہیں ہے اور اللہ کے مقرب بندوں کے گھر
جا کر دعا خیر کرنے اور صدقہ دینے کو شرک کیسے بولا جا سکتا ہے؟ جن کے گھر
میں ہر وقت اللہ کی عبادت جاری و ساری رہتی ہو وہاں پہ مانگی جانے والی دعا کی
قبولیت کے زیادہ چانس ہیں۔ قبول کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اور اللہ والے
وہ ہیں جن کا نام بھی اللہ نے خود زندہ رکھا ہوا ہے، داتا صاحب کبھی جا کر دیکھنا
چوبیس گھنٹے میں کسی وقت بھی جاؤ گی، کوئی وہاں پہ بیٹھا کلام پاک کی تلاوت
کر رہا ہوتا ہے، کئی لوگ نوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں، کوئی تسبیح کر رہا ہوتا ہے،
ہر وقت اللہ کی مخلوق کے لیے رزق کی فراہمی ہو رہی ہوتی ہے، نہ جانے کتنے
یتیم پل رہے ہیں۔ ہم بس چپ چاپ گستاخی کر دیتے ہیں، تم اور میں کہاں اور
امام حسن کی اولاد کہاں، داتا صاحب امام حسن کی اولاد ہیں۔ یہ وہ گھرانہ ہے،
جن کے دروازے دشمنوں کے لیے بھی کھلے ہوتے ہیں، میں ان کے گھر اور
اپنی اس کوٹھری میں مقابلہ کرنے کی جسارت تک کرنے کی گستاخی کروں تو
مجھے نبی پاک ﷺ کی شفاعت نہ نصیب ہو۔ تمہارا میرا وہ علم بھی ہلاکت
ہے جو ہمارے دل میں اللہ والوں کی عظمت کو لیکر سوال اٹھائے، یہ دنیا میں
اپنے رب کا ذکر کرنے والے تھے، ان کے پردہ کر جانے کے بعد بھی ان کے

گھر میں اللہ کا ہی ذکر ہو رہا ہے، پھر تم اور میں کون ہیں؟ ہماری اوقات کیا ہے؟
کہ ہم اٹھ کر اللہ کے فیصلوں میں چوں چراں بھی کر جائیں۔
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔
خاکِ پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت
اقبال فرماتے ہیں اگر قیامت والے دن پنجاب کی کوئی عزت ہونی ہے تو
وہ فقط یہ ہونی ہے کہ داتا علی ہجویری کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔
"میری بیٹی باادب بندہ ہی اللہ کی بارگاہ تک رسائی میں کامیاب ہوتا ہے،
میں سمجھتی ہوں۔ تم لوگ آج کل پڑھ لکھ کر خود کو علم والا سمجھ کر ایسے
سوالات اٹھاتے ہو۔ مگر ہمارے ایسے علم سے ہمارے آباؤ اجداد ان پڑھ ہو کر
بھی بہتر تھے کیونکہ ان کے اندر ادب تھا۔
حضرت عمر کے آنے پر کپڑے سنبھال کر پردے کے ساتھ جانے کا
مطلب یہ ہے کہ ان قبروں کے مکین بی بی عائشہ کی ہر بار آمد سے باخبر تھے۔

نیز قبر میں ہر میت قبر پر بیٹھنے والی چڑیا یا چڑے کی جنس بھی پہچانتی ہے۔

اس فرد کو سلام کہنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ السلام علیکم یا اھل
القبور کا مطلب یہ ہے کہ
انہیں سلام کہنا چاہیے۔
وہ اپنے انداز میں جواب بھی دیتے ہیں۔

ان کی سلامتی کی دعا کا زندوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ ورنہ ایک بے فائدہ عمل کی سنت قائم نہ کی جاتی۔

مزار پر خیرات تقسیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں اس عالم دین کی محبت میں کھنچے چلے آنے والے اہل محبت کی خدمت کی جائے۔ تاہم کسی بزرگ کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ خیرات کہیں بھی کیا جا سکتا ہے۔

★

آپ کہیے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔(السجدہ: ١١)

قرآن مجید میں وفات دینے کا اسناد اللہ تعالی کی طرف بھی کیا گیا ہے، اور ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل (علیہ السلام) کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی اس کا اسناد کیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف موت طاری کرنے کا اسناد ان آیتوں میں ہے:

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر: ٤٢) جن کو موت نہیں آئی ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض فرمالیتا ہے۔

الذی خلق الموت والحوۃ۔ (الملک: ٢) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا۔

یحی ویمیت۔ (البقرہ: ٢٥٨) وہی زندہ کرتا ہے وہی موت طاری کرتا ہے۔

(2)... اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کیے جا سکتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیٹا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اولاد دیتے ہیں، وغیرہ۔

(3) ... اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اولاد عطا کرنے کی طاقت اور اجازت دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت واجازت سے اولاد عطا بھی کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بیٹا دینے کی طاقت اور اجازت دی اور آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اجازت سے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹا عطا کیا

(4) S☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھر سے نکلتے وقت سے اب تک اسکی آنکھوں میں ایک ہی منظر چل رہا تھا صوفیہ کا رونا۔۔ رہ رہ کر اندر طیش اٹھ رہے تھے اسلیے فیکٹری پہنچتے ہی پہلا حکم یہی صادر فرمایا گیا۔

"اسفندیار صاحب تشریف لا چکے ہیں یا نہیں؟"

"جی سر وہ اپنے دفتر میں موجود ہیں۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"انکو بولو ذرا مجھے ملاقات کا شرف تو بخشیں۔۔۔ انکے دیدار کو آنکھیں ترسی ہوئی ہیں۔"

"جی سر۔"

خود وہ ڈرے کے بغیر سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ کاندھے پہ پڑی گرم چادر اتار کر اپنی کرسی کی بیک پہ ڈالی۔ موبائل وغیرہ ڈیسک پہ رکھ کر اپنے کف فولڈ کرتا کمرے کے دروازے میں آکر کھڑا ہو گیا۔

پانچ منٹ بعد اسفندیار آتا دکھائی دیا۔

"السلام علیکم۔۔۔ خیریت۔۔۔۔ جو اتنا ارجنٹ بلوایا؟"

"جی۔۔۔ جناب آپ کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے۔ اور خاص کر میرا بہنوئی ہوتے ہوئے۔ میری زندگی میں خیریت زیادہ عرصہ ٹک کر نہیں رہتی۔"

اسفندیار نے فاز کی سیکرٹری کی جانب چور نظر ڈالی آیا وہ سُن رہی ہے ایک دو ورکر بھی وہاں سے گزر رہے تھے اور فاز کو کس کا ڈر؟

"کس انداز میں بات کر رہے ہو۔ میں تمہارا بڑا ہوں۔"

"نام کے ہی بڑے ہو۔ کام بھی کبھی بڑوں والے کر لیا کرو۔"

"فاز!"

"آواز نیچی رکھ کر بات کر۔ اپنی یہ آنکھیں کسی اور کو جا کر دکھانا۔ تم جیسے آدمی کو لڑکی دینا ہی ہمارا گناہ ہے۔ چودہ سال سے میری بہن تمہارے پلے بندھی ہوئی ہے اور بیچاری ہر دوسرے ماہ میکے میں آکر اپنا تماشا بنواتی ہے کیونکہ تجھ خبیث کو اپنے ہاتھوں پہ اختیار نہیں ہے۔ کیا ہم نے اپنی لڑکی کو پٹوانے کے لیے تیرے گھر بھیجا ہوا ہے؟"

اسفندیار کا چہرہ تازہ بلش جیسا سُرخ ہو رہا تھا۔۔۔ ایسا محسوس ہوتا کانوں سے خون رس جائے گا۔

"فاز تم میرے گھریلو معاملات کو یوں سرِ بازار نہیں رکھ سکتے۔ میرا اور میری بیوی کا معاملہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہے۔"

"او بھائی کونسا ذاتی مسئلہ؟ اگر اتنا ہی تو غیرت مند تھا تو کیوں آئے دن اپنی بیوی کو ڈانٹ کر میکے کی راہ دکھا دیتے ہو؟ یا وہ نوکرانی بن کر تمہارے بچے پالے۔ یا مار کھا کر میکے جائے۔ تمہیں شرم کیوں نہیں آتی؟ کیا چاہتے ہو؟ اگر انسان نہیں بننا تو بتا دو۔ میں اپنی بہن کو تم سے بہتر کھانے کو دے لوں گا۔"

"تم پہلے اپنی بیوی کو تو خوش کر لو۔ میری بیوی کی فکر بعد میں کرنا۔"

امل کے حوالے پہ فاز کا ہاتھ اُٹھ گیا۔ تھپڑ کی آواز پہ ہال میں خاموشی چھا گئی۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔ آج کے بعد میری بیوی کے حوالے سے سوچ سمجھ کر بولنا۔"

"فاز اورنگزیب تمہیں یہ تھپڑ بہت مہنگا پڑنے والا ہے۔"

"ہاں جاؤ۔ چلا لو جو توپ چلانی ہے۔ ابھی بھی تمہارے سامنے ہی کھڑا ہوں۔ کر لو جو ہوتا ہے۔"

"اپنی بہن کو اب اپنے پاس ہی رکھنا۔"

"شہزادی بنا کر رکھوں گا۔ تمہارے چولہے کے دھوئیں سے اس نے اپنی آنکھیں جتنی اندھی کرنی تھیں کر لیں۔ اب بس آ کر اپنے بچے لے جانا۔"

"بچے تم لوگوں کے حوالے کرنے والا بھی نہیں ہوں۔"

"ایسے چیلنج دیکر بات نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ تمہیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"میں اس نوکری پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ جانتے ہو نے اپنا حساب آپ کر والینا۔"

اسفندیار سے اتنی ذلت برداشت نہ ہوئی۔ وہ غصے سے واک آؤٹ کر گیا۔

فراز صاحب ہاتھ جھاڑ کر واپس اپنے کمرے میں آ ایک بڑا سا ایمان دار کر کام میں لگ گئے۔ ابھی دو گھنٹے ہی گزرے ہونگے جب گھر سے کال پہ کال آنے لگی۔

اس نے ایک دو دفعہ تو اگنور کیا۔ مگر جب مسلسل فون بجتا گیا تو اٹھا ہی لیا۔

"جی۔"

"جی کیا جی۔۔۔"ہاں۔۔۔"تم تو اتنے بے حس انسان ہو کوئی چاہے مر جائے تین دفعہ بیل ہونے سے پہلے فون تک نہیں اٹھاتے۔ اور وہاں میرے بچوں کے باپ کو کیا عناب شناب بول کر ناراض کیا ہے۔ کم از کم وہ پہلی بیل پہ کال تو اٹھا لیتے ہیں۔"

صوفیہ روتے ہوئے بولتی چلی گئیں۔

"تم میرے فون جلد نہ اٹھانے پر رو رہی ہو۔۔۔"یا شوہر کی ناراضگی پہ۔"

"بھائی میں تو اپنے نصیب کو رو رہی ہوں۔ ماں ملی تو وہ جسکو ہر دکھ سنانے کے بعد یہی سننے کو ملتا ہے کہ بیٹی صبر کر۔ گھر چلانے کے لیے بڑی تنگیاں دیکھنی پڑتی ہیں۔ باپ ملا تو وہ جسکو بس اتنا پتا ہے۔ بیٹی کے گھر ہر عید شب برات پر چکر لگانا ہے۔ آگے پیچھے مرتی ہے تو مرے۔ اور بھائی ملا تو وہ جو مجھے سیدھا طلاق کروانے لگا ہے۔ آخر تم سوچ کیا رہے تھے۔ آخر کیا کیا کہتے رہے

ہے۔۔۔؟ وہ جیسا بھی ہے۔ کبھی ہاتھ اُٹھا بھی لے تو بعد میں دس دفعہ معافی مانگ لیتا ہے نا۔ اسکے ساتھ اتنے سال ایسے ہی تو نہیں گزار لیے۔ ناراض بھی ہو اہو۔ تو چار بار فون کر کے خیریت پوچھتا ہے۔ بچوں کا احوال جانتا ہے۔ ہائے یہ دن بھی آنا تھا۔ کہ میں فون کرے جا رہی ہوں۔ اور وہ اُٹھا ہی نہیں رہے۔ بھائی بڑی بھول ہو گئی جو تمہارے سامنے رو لیے۔ اسکی یہ سزا ملی ہے۔"

"کمال کرتی ہو صوفو۔ وہ آئے دن تم پہ ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ تم پھر بھی اسکی حمایت کر رہی ہو؟"

"ہاں بھائی۔ غصے کا بُرا ہے۔ بک جھک دیتا ہے۔ میں بھی تو اسکے خلاف بول کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہوں۔ کم از کم بے وفا تو نہیں ہے نا۔ ادھر اُدھر تانک جھانک تو نہیں کرتا نا۔ اپنے گھر کی تازہ باسی جیسی ملتی ہے۔ سو بسم اللہ کر کے کھا لیتا ہے۔"

"یہ طنز کے تیر کس پہ چلا رہی ہو؟"

"طنز کاہے کا بھائی سچ کہہ رہی ہوں۔ میری چھوٹی بھابھی کی مثال تمہارے سامنے ہی ہے۔ محبت کی شادی ہے۔ مگر شادی کے چھ ماہ بعد نہ جانے محبت کہاں گئی ہے۔ شادی ہی شادی بچی ہے۔ وہ بھی بیزاری اور لاپرواہی سے بھری۔ نہ بیوی کو ہوش ہے کب شوہر آرہا ہے۔ کب جا رہا ہے۔ بھوکا ہے یا سیر ہے۔ سویا ہے یا جاگ رہا ہے۔ نہ شوہر کو پرواہ ہے کہ بیوی پریشانی میں ہے یا خوش ہے۔ اسکی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں یا نہیں۔ بیمار تو نہیں ہے۔ وہ چُپ چاپ باہر کی عورتوں کے ساتھ وقت گزار کر گھر لوٹ آتا ہے۔ بھائی ایسی شادی سے تو میری مار دھاڑ والی شادی بہتر۔ کم از کم اتنا احساس تو ملتا ہے نہ کہ کوئی زندہ تعلق ہے۔"

فاز نے ایک پل کو آنکھیں موندیں اور لائن کاٹ کر ریسیور ہٹا دیا۔ بہن نے سچ کا وار کیا تھا۔ جو ہمیشہ بھاری ہوتا ہے۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اورنگزیب صاحب کی کال آگئی۔

اُس نے اُٹھائی تو سلام دعا کے بعد شروع ہو گئے۔

"او یار یہ کیا نیا سیاپہ ڈال دیا ہے۔ صوفیہ روئے جا رہی ہے۔ ادھر سے وہ اسفند کال نہیں اُٹھا رہا۔ ماں تمہاری نے اسکی ماں کو رابطہ کیا ہے۔ وہاں سے نئی بات سُننے کو ملی ہے۔ تمہیں کس نے کہا تھا انکے معاملے میں کودو۔ یہ تو انکے ٹوپی ڈرامے ہوتے ہیں۔ ویسے تو وہ اسکو میکے میں ایک رات نہیں رہنے دیتا۔ اس طرح یہ رو دھو کر دو تین راتیں رکنے کی سہولت لیتی ہے۔ بہت پہلے تمہاری طرح میں بھی جذباتی ہوا تھا۔ مگر بعد میں بہت پچھتایا تھا۔ اسکے بعد اس جوڑی کو اسکے حال پہ چھوڑ دیا۔ اب تم ایسا کرو۔ اسفند کو فون کر کے معذرت کر لو۔ معاملہ یہیں نپٹ جائے گا۔"

"ہاہاہا معافی مانگوں۔۔۔؟۔۔ اور میں۔۔۔؟ وہ بھی آپ کے لفنگے داماد سے؟"

لائن کی دوسری جانب سے ابا جی کی بجائے صوفیہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سُنائی دی۔

"ہمارے خاندان میں صرف ایک ہی شخص لفنگا کہلانے کا حق دار ہے۔ اور اُس کا نام ہے فاز اورنگزیب۔۔۔ سُنا تم نے فاز اورنگزیب۔ اگر تم نے میرے شوہر سے معافی نہ مانگی۔۔ تو بہن کا مرا ہوا منہ دیکھو گے۔"

"جو بہن بھائی سے ایسی بیہودہ فرمائش کرے اُس کو ویسے ہی مر جانا چاہیے۔"

"آخری دفعہ کہہ رہی ہوں۔۔اس کے بعد نہیں کہوں گی۔"
صوفیہ کی آواز میں ایسا کچھ تھا کہ وہ کچھ غلط کہتا کہتا رہ گیا۔
"ٹھیک ہے۔۔۔ معذرت کر لیتا ہوں۔پر اس کے بعد مجھ سے کبھی رابطہ مت کرنا۔میری طرف سے تم اپنے شوہر سمیت بھاڑ میں جانا۔۔اور اگر کبھی دوبارہ تم روتے ہوئے ہمارے گھر آئیں نا یاد رکھنا اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا دباؤں گا۔۔۔"
"یہ جو تم اس قدر بد تمیز ہو نا۔سارا ہمارے ماں باپ کا قصور ہے۔تمہیں لاٹ صاحب بنا کر سر چڑھایا ہوا ہے۔جس کی چاہے بے عزتی کر دی۔"
"او باجی جی۔۔یہ لیکچر کسی اور وقت دینا۔پہلے ہی میرا سارا دن برباد کر دیا ہے۔اب کوئی کام کر لینے دو۔اور اپنا سامان باندھ کر تیاری کرو۔میں خود نہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔آدھے گھنٹے تک پہنچتا ہوں مجھے دروازے پہ تیار ملو۔"
اُس نے دوسری طرف کی سُنے بغیر ہی لائن کاٹ دی۔ساتھ ہی موٹی سی گالی دیتے ہوئے اپنی کُرسی سے اُٹھ گیا۔
اپنے کہے کے مطابق عین آدھے گھنٹے کے بعد اُس نے گیٹ کے باہر ہارن مارا۔
اُس کا بھتیجا باہر آیا۔
"چاچو۔۔۔دادو کہہ رہی ہیں۔۔اندر آئیں۔"
"جا کر صوفیہ پھوپھو کو لیکر آؤ۔"
شمشیر جیسے بھاگتا ہوا آیا تھا۔ویسے ہی واپس بھاگ گیا۔
دو منٹ بعد اماں آتی ہوئی دکھائی دیں۔

وہ شیشہ نیچے کرتے ہوئے بولا۔

"اماں۔اب کیا وفد پہ وفد آئیں گے۔اپنی لاڈلی کو باہر بھیجیں اس کے چہیتے شوہر کے حوالے کر کے آؤں۔"

"اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو؟"

"غصہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر اندر چلو۔"

"نہیں مجھے صوفو کو اس کے گھر چھوڑ کر واپس آفس جانا ہے۔"

"صوفیہ ابھی کچھ دن رہے گی۔۔اس کو چھوڑو۔۔امل کی خبر لے لو۔"

"اب اُس کو کیا ہو گیا ہے؟"

"صبح سے کمرے میں بند ہے۔"

"کون سی نئی بات ہے۔۔"

"پہلے چھمو سے سر درد کی شکایت کر رہی تھی۔۔میں نے صمد سے سر درد کی گولی لیکر دی۔۔مگر اُس نے لی نہیں۔۔اب تین دفعہ کمرے میں گئی ہوں۔۔بے ہوشی کی نیند سو رہی ہے۔۔اتنی دفعہ اٹھایا ہے۔۔آنکھ ہی نہیں کھول رہی۔"

وہ گاڑی کا انجن چلتا چھوڑ کر ڈرائیونگ سیٹ سے نکلا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب گیا۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس نے آنکھوں پہ سجے کالے عدسوں کا فریم ناک سے اُٹھا کر ماتھے پہ رکھا اور لائٹ جلاتا ہوا بیڈ کی جانب گیا۔

دائیں جانب کروٹ لیے ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھے وہ واقعی گہری نیند میں تھی۔

"امل۔۔۔"

اُس نے دونوں ہاتھوں میں اُس کا چہرہ بھرا اور گال تھپتھپاتے ہوئے آواز دی۔۔۔ ایک دفعہ دو دفعہ۔۔۔ مگر امل کی جانب سے کوئی ردِ عمل نہ پاتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا۔۔۔ بھابھی اندر آرہی تھیں۔ ان کے پیچھے اماں اور صوفیہ تھے۔

"یہ کب سے سو رہی ہے؟"

"تین گھنٹے ہو گئے ہیں۔"

"میں اس کو ہسپتال لیکر جا رہا ہوں۔ آپ میں سے جس نے ساتھ جانا ہے۔ جلدی باہر آئے ورنہ بعد میں خود سے آجائیں۔"

اتنا کہہ کر وہ چھمو کو حکم دینے لگا۔

"امل کے جوتے اور چادر وغیرہ لیکر میرے ساتھ آؤ۔۔۔"

"جی بھائی جی۔"

اُس نے ایک ہاتھ امل کے سر کے نیچے رکھا دوسرا گھٹنوں کے نیچے۔۔ اور بڑی احتیاط سے اُس کو گود میں اٹھا کر چل پڑا۔ اماں اور بھابھی بھی جلدی سے چادریں لیکر نکل آئیں۔ فاز نے امل کو فرنٹ پینجر سیٹ پہ نیم دراز کرتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اگلے چار منٹ میں اُس کی گاڑی فراٹے بھر رہی تھی۔

وہ بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے خواتین سے مخاطب ہو۔

"آپ کے خیال میں یہ اس طرح بے ہوشی میں کیوں ہے؟"

"مجھے لگتا ہے۔۔ امل کا شوگر لیول لو ہے ورنہ ایسی بھی کیا نیند۔"

بھابھی کی بات پہ اُس نے ایک نظر امل پہ ڈالی اور بولا۔

"مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔ اگر کچھ الٹا ہوا نہ چھمو تمہاری خیر نہیں ہوئی کیونکہ تمہارا ایک ہی کام تھا اور وہ بھی ڈھنگ سے نہیں کرتی ہو۔"

"اللہ کی قسم لے لیں بھائی جی۔۔۔ باجی میری ایک نہیں مانتی تھیں۔ الٹا ڈانٹ کر کمرے سے نکال دیتی ہیں۔"

اب کی بار وہ ماں اور بھابھی سے مخاطب ہوا۔

"اگر یہ صبح سے اس حالت میں تھی تو مجھے پہلے فون کر کے کیوں نہ بتایا گیا۔"

"ہمیں تو یہی تھا۔۔ جیسے ہر روز زیادہ وقت اپنے کمرے میں رہتی ہے۔۔۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔۔۔ مگر جب وہ دوپہر کے کھانے کے لیے بھی نہیں اُٹھی۔۔ تب تفتیش ہوئی۔۔۔"

سامنے ٹریفک جام دیکھ کر وہ سسٹم کو لعن طعن کرتا سائیڈ روڈ سے نکل گیا۔ دس منٹ کا راستہ بیس منٹ میں طے کر کے وہ لوگ ہسپتال پہنچے۔

اُسی نے امل کو اُٹھا کر سٹریچر پہ ڈالا۔

گاڑی لاک کرنے کا بھی ہوش نہ رہا۔

ایمرجنسی میں امل کو چھوڑ کر اُس نے جیب سے فون نکالا۔

فون بک میں سے مطلوبہ نمبر نکال کر کال ملا کر فون کان سے لگایا نظریں ایمرجنسی وارڈ کے دروازے پہ لگی ہوئی تھیں۔

"ہیلو۔۔۔ السلام علیکم۔۔ یار کدھر ہو۔۔؟"

"خیریت ہے بھی اور نہیں بھی۔۔۔ امل کو لیکر یہاں آیا ہوں۔"

اُس نے ہسپتال کا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"اگر تم آکر اُس کو دیکھ لو۔۔۔ میری تسلی کے لیے؟"

"مجھے کچھ علم نہیں ہے۔۔ تم آکر اُس کو دیکھو اور مجھے بتاؤ۔ یہاں پہ ڈاکٹر موجود ہے۔ مگر مجھے کسی قابل بھروسہ ڈاکٹر کی رائے مطلوب ہے۔"

"بہت شکریہ۔۔۔ میں یہیں پہ ہوں۔"

کال بند ہوتے ہی فون جیب میں رکھ کر ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہو گیا۔
اُس کو وہاں پہ دیکھ کر ہی نرس اُس کی جانب لپکی۔
"جناب آپ کہاں آرہے ہیں۔۔ مریض کے ساتھ آنے والے افرد کو یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے۔"
"کیوں نہیں ہے۔۔۔ میری بیوی یہاں پر ہے۔۔۔ مجھے دیکھنا ہے کہ آیا آپ لوگ اُس کو اٹینڈ کر بھی رہے ہیں۔۔ یا نہیں۔"
"آپ براہِ کرم یہاں سے تشریف لے جائیں۔"
"بی بی میرا دماغ خراب مت کرو۔۔۔ ہٹو سامنے سے۔۔"
نرس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔
"آپ سٹاف کے ساتھ اس قدر بدتمیزی سے بات نہیں کر سکتے ہیں۔"
"جا کر اپنے انچارج کو بلا کر لاؤ۔۔۔ مجھے تمہارے منہ نہیں لگنا۔۔"
"نہ جانے کہاں سے آپ جیسے نمونے منہ اُٹھا کر آجاتے ہیں۔۔ ہم مریض کو دیکھیں یا آپ کے ڈراموں کو؟
"میرے ساتھ منہ سنبھال کر بات کرو۔ اگر میں اپنی بیوی کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟"
تبھی ایک ادھیڑ عمر نرس وہاں آئی۔
"دیکھئے جناب آپ یہاں پر شور مچا کر مریضوں کو ڈسٹرب کر رہے ہیں۔ میں سمجھ سکتی ہوں۔ آپ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ مگر یقین مانیے اگر آپ ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔ تو آپ کی بیوی کے لیے زیادہ سود مند ہونا ہے۔ بجائے اس کے ہم یہاں کھڑے ہو کر لایعنی بحث میں الجھے رہیں۔"

"تم لوگوں کو جو کرنا ہے۔۔ تم کرنا۔۔ میں کسی کی راہ میں نہیں آؤں گا
۔۔۔ مگر مجھے اندر اس کے پاس رہنا ہے۔"
نرس نے لمبی سانس کھینچی۔
"آپ میری بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے ہیں۔"
"اپنی کوشش ترک کر دو۔۔۔ میں نے جو کرنا ہے۔۔۔ وہی کروں گا۔۔
کیوں میرا سر کھا رہی ہیں۔۔ اور اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں۔۔ دوسرا میرا
دوست آ رہا ہے۔۔ اسکو بھی یہاں آنے کی اجازت درکار ہو گی۔۔ وہ لاہور کا
سب سے بہترین گائناکالوجسٹ ہے۔"
"حد ہو گئی ہے۔۔۔ آپ ہمارے ہسپتال میں آ کر۔۔ ہمیں بتا رہے ہیں
کہ ہم نے اپنا کام کیسے کرنا ہے۔۔ اگر آپ کے پاس اتنا بڑا ڈاکٹر تھا۔۔ تو
مریض کو یہاں کیوں لائے ہیں۔"
"کیونکہ یہ ہسپتال میرے گھر کے قریب ہے کہیں اور جاتے ہوئے
وقت لگتا۔۔ جو شائد نقصان مند ثابت ہوتا۔"
نرس نے ہار مانتے ہوئے اُس کو اندر کا راستہ دکھایا۔ اندر آ کر امل کو ایک
کمرے میں اکیلی پڑے دیکھ کر۔۔ اُس کا غصہ سوا نیزے پہ پہنچ گیا۔ جو جو منہ
میں آیا بکتا چلا گیا۔
"اس لیے مجھے اندر آنے سے منع کیا جا رہا تھا۔ تم لوگ اس کو یہاں ڈال
کر اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہو؟ میں تم لوگوں کو بند کروا دوں
گا۔ سالو ہزاروں میں فیس لیتے ہو اور سروس تمہاری یہ ہے کہ مریض کو یہاں
آئے دس منٹ بیت گئے۔ کسی نے آگے آ کر بلڈ پریشر تک نہیں چیک
کیا۔ جبکہ تم لوگوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ یہ ایک حاملہ عورت ہے۔ جو بے ہوش

نہیں چھوڑوں گا۔۔ اگر اس کو کچھ ہوا۔۔۔ تم لوگوں
کو ... زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
"بچاؤ ... پاگل ہو گئی۔
"ہاں ہاں پاگل ہو گیا ہوں۔ تم لوگوں کے اندر کی انسانیت ہی مر گئی ہوئی ہے
... جانتی ہو اس کا کیا مقصد ہوتا ہے۔۔۔ کہ فوری طور پہ طبی امداد دی
جائے ... تم لوگ کھڑے ہو بیمار مریض کو ہاتھ لگاؤ گے۔۔۔ تا کہ نرس کے نہیں
مرتا۔۔ وہ ابھی مر جائے گی۔"
"آپ شور کرنا بند کریں گے۔"
"نہیں۔"
"مجھے سیکورٹی بلوا کر آپ کو یہاں سے بھیجنا پڑے گا۔"
"مجھے کسی نے ہاتھ بھی لگایا۔۔ میں اس کا ہاتھ توڑ کر رکھ دوں گا۔"
اس نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اپنے گرد ہونے والے تماشے کو
دیکھا۔
اور تعجب سے بولی۔
"یہ کیا ہو رہا ہے؟"
اس کے آواز سنتے ہی فاز کے کانوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔
"تم اٹھ گئی ہو؟"
"جب ارد گرد مچھلی بازار لگا ہو گا تو کون سکون سے سو سکتا ہے۔ ایک
منٹ میں ہوں کہاں؟ میں تو اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔"
"سو رہی تھیں۔۔۔؟ اس کو تم سونا کہتی ہو۔۔۔؟ کیا تم جانتی ہو؟ تم میرے
لیے کس قدر خطرناک ہو۔ میں سوچنے پہ مجبور ہو گیا ہوں۔۔ کیسے یہ زندگی
گزرنی ہے۔"

"اب میں نے کیا کر دیا ہے؟"
امل کے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ وہاں کھڑی نرس اور ڈاکٹر سے بولا۔
"کیا آپ لوگ ہمیں کچھ دیر اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟"
وہ لوگ چہرے پہ ناگواری لیے کمرے سے نکل گئے۔ تب وہ امل کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔
"آئی واز لوزنگ مائے شٹ۔۔۔ اینڈ یو ڈوڈس ٹو می۔۔۔ فریکنگ نئل۔۔۔ آئی ایم گیٹنگ ڈیپ۔۔۔ امل جی۔۔۔ آپ نے میری بینڈ بجائی ہے۔ کیا کھا کر سوئی تھیں؟"
"میرا سر درد کر رہا تھا۔۔ نیند آ نہیں رہی تھی۔۔۔ اسلیے نیند کی گولی کھائی تھی۔"
"کیا؟" فاز چلایا۔
"کیوں جانوروں کی طرح گلا پھاڑ رہے ہو۔"
"پلیز کہہ دو میں نے غلط سُنا ہے۔ تم نے نیند کی گولی نہیں لی تھی۔"
"یو آر ویری ڈرمیٹک۔ اُوور ری ایکٹنگ۔"
"کیا تمہیں اتنا بھی علم نہیں ہے۔ پریگنینسی میں نیند کی گولی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"
"میرے لیے تو تم بھی نقصان دہ ہی ہو۔"
"آج میں بکواس برداشت نہیں کروں گا۔"
"نیند میں جانے سے پہلے جو بات میرے کانوں تک پہنچی تھی اُس کے مطابق تم اسفند بھائی سے معافی مانگنے والے تھے۔"
"آئی سیڈ ناٹ ٹوڈے۔"

فاز کے چہرے کے تاثرات اتنے سنجیدہ تھے کہ وہ رُخ موڑ گئی۔
تبھی دروازے پہ دستک دیکر خاص کال کر کے بلائے گئے ڈاکٹر صاحب
تشریف لائے۔
"میری اطلاع کے مطابق بھابھی جاگ گئی ہیں۔"
"اوہ گاڈ۔۔اب کیا بندہ نیند بھی نہیں لے سکتا؟"
"کیا تم یقین کرو گے اس نے نیند کی گولی کھائی ہوئی تھی۔"
"اوہ۔۔۔بھابھی کیا یہ بہت ہی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں ہے؟"
امل اُٹھ کر بیٹھ گئی۔
"آئی واز ریئلی سٹریسڈ آؤٹ۔۔بس اس لیے۔۔۔"
جو سوال فاز کے لبوں پہ تھا۔وہ ڈاکٹر نے پوچھ لیا۔
"کیا پہلے بھی لی ہے۔۔؟"
"ہاں چند ایک بار۔۔۔"
فاز کا بس نہیں چل رہا تھا۔۔ورنہ امل کا گلا دبا دیتا۔
"آج کے بعد آپ کو یہ عمل بند کرنا ہو گا۔میں بہت زور دیکر کہہ رہا ہوں۔آپ کے لیے اور آپ کی وجہ سے بچے کے لیے نیند کی گولیاں لینا بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور جو اس وقت آپ کے شوہر کی حالت ہے اسے دیکھ کر تو یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ اپنے امان میں رکھیں کیونکہ اس شخص کو میں نے بڑی سے بڑی بات پہ بھی ہنس کے ڈیل کرتے دیکھا ہے۔مگر اس وقت اس کی شکل نکلی ہوئی ہے۔"
"تم جس کو یہ سب بتا اور کروا رہے ہو نا وہ یہ سب سُن کر اندر ہی اندر بہت خوش ہو رہی ہونی ہے۔اور پکا ارادہ کرے گی کہ مجھے اس سے بھی زیادہ

پریشان کرے کیونکہ اس وقت اس کے جینے کا اول مقصد ہی میری زندگی کو اجیرن کرنا ہے۔"

امل کو بہت بُرا لگا۔ اکیلے میں چلو جو مرضی بکواس کرتا پھرے کسی کے سامنے تو لحاظ کر لیتا۔ اُس کا دوست بات کو ہلکا پھلکا رنگ دیتے ہوئے بولا۔

"اچھا اب اتنی بھی پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔۔ بھابھی کا بلڈ پریشر وغیرہ سب ٹھیک ہے۔۔۔ انکا آئرن لیول چیک کروانا پڑے گا۔ وہ میرا مشورہ ہے کہ ان کی جو گائنی ہے اُسی سے کروانا/ ابھی اس وقت بھابھی اور بے بی بالکل فٹ ہیں اور گھر جا سکتے ہیں۔"

"تم پُر یقین ہو؟ تم نے ٹھیک سے چیک تو کیا ہے نا۔۔؟ یار ابھی بیس منٹ پہلے یہ بے سُدھ پڑی ہوئی تھی۔ گھر سے ہسپتال تک اس نے ایک دفعہ بھی آنکھ نہیں کھولی۔۔۔اور تم کہہ رہے ہو سب ٹھیک ہے۔"

ڈاکٹر خالد نے فاز کو کھینچ کر بیڈ کے قریب کیا۔۔۔اور آلا اُس کے کانوں میں لگاتے ہوئے دوسرا سرا امل کے پیٹ کے اُبھار پر ایک خاص زاویے پہ رکھا حیرت سے فاز کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کیا یہ بچے کے دل کی دھڑکن ہے؟"

خالد مسکراتے ہوئے بولا۔

"جی حضور۔"

"امیزنگ۔ ماشاءاللہ میرا بچہ صحت مند ہے۔ مضبوط دھڑکن کا مالک۔"

"جی ہاں۔۔۔اب تسلی ہو گئی؟"

"ہاں بالکل۔۔۔اب تم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ تاکہ میں بچے کی ماں کی دھڑکن چیک کر سکوں۔۔۔ شکل سے لگ رہا ہے کہ صورتحال نازک ہے۔"

خالد نے فاز کے کندھے پہ ایک ہاتھ رسید کیا اور ہنستے ہوئے بولا۔
"باپ بن گیا ہے مگر تیرے اندر کا کمینہ نہیں مرا۔ میں چلتا ہوں بل
تیرے آفس بھیج دوں گا۔"
"اوئے کیا تو اپنے بھائی سے ہزاروں کا بل لے گا۔"
"کیوں نہیں۔۔؟ آخر میرا بھائی لاکھوں کماتا ہے اور میں اپنا لنچ چھوڑ کر آیا
ہوں۔۔بھابھی نائیس ٹو میٹ یو۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔۔اپنا خیال
رکھیے گا۔۔۔اللہ حافظ۔"
امل نے خالد کو مسکرا کر جواب دیا اس دوران فاز اس کو بڑی گہری
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
خالد کے کمرے سے جاتے ہی آہ بھر کر بولا۔
" بھئی ہم سے تو غیر اچھے ۔۔۔ جن کو دیکھ کر اس حسین چہرے پہ
مسکراہٹ بہار بن کر اُترتی ہے۔"
"گھر سے باہر فلرٹ کر کر کے دل نہیں بھرتا۔"
"باہر کے کھانے کا وہ مزا کہاں جو گھر کی تازہ روٹی کا ہے۔۔"
"تم ایسے ندیدے انسان ہو۔ جو نہ گھر کی پکی چھوڑتا ہے۔۔نہ باہر کی۔"
فاز ہنستے ہوئے بولا۔
"عرصہ ہوا ہم نے گھر سے باہر منہ ماری بند کر دی ہوئی ہے۔"
" جا کر کسی اور کو الو بناؤ۔۔۔ابھی کل تمہارے واٹس ایپ کے سٹیٹس پہ
تمہارے ساتھ ایک نیا چہرہ کھڑا تھا۔"
"اوئے۔۔۔ہوئے۔۔۔یعنی اوپر اوپر سے وہ ہمیں دیکھ کر منہ پھیر لیتے
ہیں اور اندر ہی اندر ہم پہ نظر رکھتے ہیں۔ ویسے نا تم ہو بڑی میسنی ہیں؟"

"ہاں۔۔میں تو مری جا رہی ہوں تم پہ نظر رکھنے کو۔"

وہ بیڈ سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی۔ پیروں میں جوتے ڈالتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"اگر چاہو تو میرا ہاتھ پکڑ سکتی ہو کیونکہ تم ایمرجنسی وارڈ میں ہو۔"

امل کچھ بھی کہے بغیر اپنے کپڑے ٹھیک کرتی سرہانے رکھی چادر کھول کر اپنے گرد لپیٹ کر باہر کی جانب چل پڑی۔ وہ اُس سے ایک قدم پیچھے تھا۔

امل نرس کو دیکھ کر مسکرائی مگر حیرت زدہ رہ گئی جب نرس کے ماتھے پہ تیوری چڑھ گئی۔

ایک کے بعد دوسری نرس نے بھی ایسا ہی کیا۔ جس پہ وہ فاز کی جانب پلٹی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟ نرسیں مجھے ایسے گھور کیوں رہی ہیں؟"

"تمہاری وجہ سے میں نے ان لوگوں کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا۔۔اس لیے۔"

امل اپنی جگہ رُک کر پوری طرح فاز کی جانب مڑی جو اپنے دھیان میں چلتا امل سے ٹکرایا۔

"کیا کرتی ہو۔۔۔بیچ راستے میں کیوں رُکی ہو؟"

"ان لوگوں سے معافی مانگو۔"

"آج کا دن میرے صبر کے امتحان کا دن ہے۔پہلے بہن کی وجہ سے بہنوئی سے منہ ماری ہوئی۔ بہن بولی جا کر معافی مانگو۔اب بیوی کی محبت میں ان سے الجھا ہوں اور بیوی ہی کہہ رہی ہے جا کر معافی مانگو۔ایسی اندھی

بھی ہی ہے۔ یعنی مجھے سمجھ کیا لیا ہے۔ جس کا دل چاہتا ہے۔ منہ اُٹھا کر حکم
دینے آجاتا ہے۔"
"دوسروں کو ہی قصور وار گردانتے رہنا۔ کبھی یہ تسلیم نہ کرنا کہ تم بھی
غلط ہو سکتے ہو۔"
"تم غلط صحیح کو چھوڑ دو باہر چلو۔ بھابھی کے ساتھ موجود ہیں۔ میں انکا
دل پے کرلوں ساتھ انکی زبان بند کرنے اور چہرے پہ مسکراہٹ بکھیرنے کے
لیے ان کے ہسپتال کو ڈونیشن دیتا ہوں بد اخلاق، بد زبان لوگ۔ اس قابل تو
نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ بھلائی کروں۔۔ مگر تمہاری جان کا صدقہ دیا۔"
"یہ جو تم ہوائی فائر کرتے ہو۔۔ نا تم پہ بالکل سوٹ نہیں کرتے اور
بری جان کا صدقہ مت دو اپنی جان کا دو کیونکہ بہت جلد تمہیں جان کے
لالے پڑنے والے ہیں۔"
"امل تمہیں علم ہے۔ تمہاری یہ باتیں مجھے تم سے دور کرنے کی بجائے
تمہارے معاملے میں میرا دماغ خراب کرتی ہیں۔ پھر بھی تم باز نہیں آتی ہو کم
از کم یہی خیال کر لیا کرو کہ ہم کہاں موجود ہیں۔"
"تم ایک پاگل انسان ہو۔۔ میں باہر جارہی ہوں۔۔ آتے رہنا۔"
فاز کو وہیں نرس کے ساتھ باتیں کرتا چھوڑ کر وہ وارڈ سے باہر آئی تو
ٹھٹھک گئی۔
سامنے امو۔۔ ابی۔۔ ایمان۔۔ تائی جی۔۔ بھابھی۔۔ صمد بھائی۔۔ تایا جی
۔۔ اور ایک طرف کھڑی چھمو۔
امل کو خود چل کر باہر آتے دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی۔
"آپ سب لوگ یہاں اتنے پریشان چہرے لیکر کیوں کھڑے ہیں۔"

اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے امو بولیں۔
"بھابھی جی کا فون آیا تھا میری تو سمجھو جان ہی نکل گئی۔ پہلے ہی تمہارے ابی کو اتنے دنوں سے بخار آرہا ہے ان کی وجہ سے ٹینشن بنی ہوئی تھی۔ اوپر سے تمہاری جانب سے دل دہلا دینے والی خبر ملی۔"
پیچھے سے فاز کی آواز آئی۔
"چچی جی محترمہ نے نیند کی گولی لی ہوئی تھی۔"
"ہائے میں مر جاؤں۔ کیوں تمہیں ماں کی حالت پہ رحم نہیں آتا؟ باپ اپنی غلطی کی معافی مانگنے کو تیار نہیں ہے۔ شوہر تمہارا تمہیں میرے گھر بھیجنے کو تیار نہیں ہے تم ہو کہ کسی کو معاف کرنے پہ تیار نہیں ہو۔ تم سب کی جنگ میں نقصان تو میرا ہو رہا ہے میرا پہلا نواسی نواسا آرہا ہے اور مجھے اُس سے دور رکھا جارہا ہے۔"
امل انکی کسی بات کا جواب دینے کی بجائے۔ متفکر سی ہو کر ابی کے پاس رُکی۔
"آپ کو کیا ہوا ہے؟ بُخار کیوں چڑھ رہا ہے؟"
"جس باپ کی بیٹی اُس سے ناراض ہو اُس کو بُخار نہیں چڑھے گا تو اور کیا ہوگا۔"
آج مہینوں بعد باپ بیٹی روبرو تھے۔ وہ اپنی آواز کی لرزش کو قابو کرتے ہوئے بولی۔
"آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ابی؟"
"اگر آپ کو میری پرواہ ہوتی تو۔ آپ مجھے اپنے پاس رکھتے۔"
"بیاہی بیٹیاں اپنے شوہر کے گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"چاہے وہ وہاں گھٹ گھٹ کر مر جائیں۔"

"کیا فاز تمہارا خیال نہیں رکھتا ہے؟"

"وہ کون ہے؟"

"وہ ہی جو تمہارے ساتھ کھڑا ہے۔ تمہارا اوالی وارث۔"

"میں کیا کوئی ڈور ڈنگر ہوں؟ جس کے گلے میں آپ اس شخص کے نام کی پٹی ڈال کر مجھے باآوار کروانا چاہتے ہیں کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ ابی کہیں مجھے بیچ تو نہیں دیا؟"

"میں اسی لیے ہزار چاہنے کے باوجود تم سے ملنے نہیں آتا ہوں کیونکہ تم اسی طرح سب کے سامنے مجھے شرمندہ کر دیتی ہو۔ یہ بھی خیال نہیں آیا کہ تمہارے تایا تائی اور بڑا بھائی بھی یہاں موجود ہیں۔۔ یہ لوگ کیا سوچیں گے؟"

وہ بے دلی سے ہنسی۔

"ابی میری جوتی کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے میرے رونے اور دکھی ہونے سے آپ سب کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بالکل اسی طرح آپ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ مجھے رتی بھر فرق نہیں پڑتا ۔۔۔اب اگر آپ سے کہوں کہ میں آپ کے ساتھ اپنے گھر جانا چاہتی ہوں آپ مجھے یہ لمبا لیکچر دیں گے کہ شادی کے بعد شوہر کا گھر ہی لڑکی کا اصل گھر ہوتا ہے ۔۔۔ یہ وہ ۔۔۔ اس لیے میں اپنی انرجی ضائع کئے بغیر ہی جا رہی ہوں۔ آپ سب لوگ خوش ہو جائیں آپ کے بنائے منصوبے کامیاب رہے ہیں۔ مگر ایک بات یاد رکھیے گا۔ اس قید میں رہنے کے باوجود بھی آپ لوگ میرے دل میں اس شخص کی جگہ نہ بنا سکیں گے بلکہ میرے دل میں سے اک

ایک کر کے آپ سب لوگ اُترتے جا رہے ہیں۔ اچھا ہے مجھے آپ کو چھوڑتے وقت دکھ نہ ہو گا۔ چلتی ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔"

"تم چچی کے ساتھ چلی جاؤ۔"

فاز کی آواز پہ اُس کے قدم رُکے جی چاہا رکھ کر تھپڑ مارے اور ماں کے ساتھ جانے سے انکار کر دے۔ مگر چُپ رہی یہی سوچ کر کہ جو بھی جیسے بھی سہی ماں کے گھر جانے کا موقع مل رہا تھا اور وہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

"آپ لوگ اپنی گاڑی پہ آئے ہیں؟ یا میں ڈراپ کر دوں؟"

فاز نے امو سے پوچھا جواب میں وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولیں۔

"نہیں بیٹے۔۔ شکریہ۔۔۔ باہر ڈرائیور گاڑی سمیت موجود ہے۔۔ جیتے رہو۔۔ اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھیں۔۔ ماں کے دل کو ٹھنڈا کر رہے ہو۔۔ اللہ تمہیں صلہ دیں گے۔۔۔ اچھا بھابھی جی۔۔ بھائی جی اجازت دیں۔"

"اللہ حافظ خیریت سے گھر پہنچیں۔ امل کی خیریت سے مجھے آگاہ رکھیے گا۔"

فاز کی امی امو کے گلے ملتے ہوئے تائید کر رہی تھیں۔

امل کسی سے بھی ملے بغیر آگے بڑھ گئی۔ اُس کو اکیلا جاتا دیکھ کر جہانگیر بھائی سے گلے مل کر خدا حافظ بولتے ہوئے امل کے ساتھ ہو لیے۔ اُس کے بازو میں اپنا بازو ڈال کر چلتے ہوئے بولے۔

"معاف کر دینے والوں کا بہت بڑا درجہ ہے۔"

"ہاں۔۔ اور جان بوجھ کر سچائی سے آنکھیں بند کر لینے والوں کے ساتھ بہت بُرا ہوتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ کچھ بُرا نہیں ہوا ہے۔۔۔ نہ آگے جا کر ہو گا۔"

"مجھے یقین نہیں آتا یہ بات کرنے والا میرا اپنا باپ ہے۔ پھر وہ سب باتیں جھوٹی ہی ہیں۔ جن کے مطابق والدین اولاد کی ان کہی تکلیف کو بھی جان لیتے ہیں۔۔آپ تک تو کبھی میرے دل کا حال نہ گیا ہے۔نہ جائے گا۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے۔"

"یہ سچائی ہے ابی جان۔۔۔ سچائی۔۔۔ مجھے تو بھیڑ بکری والا سلوک بھی نہیں ملا کہ اُن کو بھی ذبح کرنے سے پہلے پانی دکھا دیا جاتا ہے۔۔۔ چارہ کھلایا جاتا ہے تاکہ قربان ہوتے وقت جانور بھوکا یا پیاسا نہ ہو۔ یہاں میرے گلے پہ چھری چل گئی اور کوئی ماننے کو ہی تیار نہیں ہے کہ مجھے قربان کیا گیا ہے۔ یعنی مر بھی گئے۔۔۔اور نام بھی نہ ہوا۔۔ خیر نام تو ہوا ہے بلکہ عمر بھر کے لیے نافرمان بگھوڑوں میں نام لکھ دیا گیا ہے۔ جتنا مرضی احتجاج کروں۔۔۔ جھٹلاؤں۔۔۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

"بیٹی تم میری عزت ہو اب فاز کی عزت ہو۔"

"ابی جی۔۔۔ میں صرف انسان ہوں۔۔۔انسان۔۔۔ گوشت پوست کی عام انسان۔۔۔ بڑی حقیر ہوں۔۔۔ابی مگر بے غیرت نہیں تھی۔۔۔ جب آپ کو اُس گناہ کی سزا دی جائے۔۔۔ جو گناہ آپ نے کیا ہی نہ ہو۔۔۔آپ کو اندازہ ہی نہیں ہے۔۔ کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ میرا دین مجھ پہ جبر نہیں کرتا ابی۔۔۔ میرے پیارے رسول ﷺ نے مجھ پہ جبر نہیں کیا ہے۔۔۔ پھر عزت اور غیرت کے نام پہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ ابی میرے دین میں آپ زبردستی یا دھمکا کر کسی کو کلمہ تک نہیں پڑھوا سکتے۔۔۔ آپ لوگ میری پوری زندگی سے کھیل گئے۔۔ کیا آپ یا آپ کا فاز خدا لگا ہوا ہے؟ جو آپ چاہتے ہیں میں آپ لوگوں کی سیاہ سفید ہر بات مانوں۔۔؟۔۔ مجھے پہلے

ثابت تو کریں۔۔۔ کہ میں غلط ہوں۔۔۔ اور آپ لوگ صحیح ہیں اور پلیز مجھے
کسی ایسے عالم کا حوالہ مت دیجئے گا۔ جو خود کنواری کم عمر لڑکیوں پہ آنکھ رکھتا
ہو۔ جھوٹ بولتا ہو۔۔۔ جو اپنے گھر کی عورت کو اپنے پیر کی جوتی سمجھتا ہو،
جس کے نزدیک عورت صرف جسم ہے۔ ابی آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں
آپ کی یا آپ کے فاز کی عزت ہوں۔۔؟ جب آپ لوگ ہی میری رسوائی کا
باعث بنے۔ میرے دین نے مجھے عزت دی ہے۔۔ آپ لوگوں نے مجھے
بدنام کیا ہے۔ میرا دین مجھے اجازت دیتا ہے۔ میں اپنے ستر کی حفاظت کرتے
ہوئے۔۔ اپنے جائز خواب پورے کروں۔۔۔ آسمان میری حد ہے۔۔ ابی اگر
مرد گھر سے باہر ہوتے وقت آتے جاتے راستوں میں عورت کو گندی للچاتی
نظروں سے دیکھتا ہے تو یہ مرد کے اندر کی اور کردار کی گندگی ہے۔ عورت کا
قصور نہیں۔۔۔ وہ برقعے میں بھی ہو گی تب بھی مرد اس کے جسم کے ابھار کو
دیکھے گا۔ آپ کا فاز ایک نمبر کا لچا عورت کو سوائے جنسی سکون کا باعث کے اور
کچھ نہیں سمجھتا۔ اسلیے اس کو میرا ماڈلنگ کرنا پسند نہیں تھا۔۔۔ سوچ ابی
گندی ہے۔ تو اس میں بھی عورتوں کا قصور۔۔۔ وہ قربانی دیں مجھے منافقت
سے نفرت ہے اور آپ نے مجھے ایک منافق کے حوالے کر دیا۔۔ ابی اتنی
تکلیف ہے۔۔ کہ میں بتا نہیں سکتی ہوں۔ ابی وہ دھوکا دہی سے پیسے کماتا ہے۔
اپنے بہن بھائیوں پہ احسان جتاتا ہے۔۔۔ ابی وہ برہنہ عورتوں کے مجروں میں
جاتا ہے جہاں وہ شراب پیتا ہے پھر آپے سے باہر ہو کر بیہودہ حرکتیں کرتا ہے
۔۔۔ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"

وہ لوگ گاڑی تک پہنچ گئے تھے۔ امل کی سسکیوں پہ جہانگیر کے دل کو
کچھ ہوا۔ بے اختیار بیٹی کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"بس بس بچے۔۔۔ پریشان مت ہو۔۔۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

"ابی وہ اجلا لباس پہنتا ہے۔ مگر دل اس کا بہت میلا ہے۔۔۔ ابی وہ خوشبو لگاتا ہے۔۔۔ مگر اس کے من سے بُو آتی ہے۔۔۔ ابی میرے ساتھ سختی کر لیتے۔ ماڈلنگ سے روکنے کی خاطر مجھ پہ ہاتھ اٹھا لیتے۔۔۔ پر ایسی سزا تو نہ دیتے۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا۔ میری شہزادی بیٹی۔ بس اب رونا بند کر دو۔۔۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

"میں اس کے ساتھ ساری زندگی تو کیا چند مہینے تک نہیں گزار سکتی۔ مجھے اس سے طلاق لینی ہے۔"

جہانگیر بیٹی کو چاہ کر بھی فوری طور پہ ٹوک نہ سکے کہ تمہارے منہ سے طلاق کا لفظ سُن کر ہی انہیں کس قدر تکلیف پہنچی ہے۔

"میں کہہ رہا ہوں۔۔ نا۔۔ جو کہو گی۔۔۔ ویسا کر لیں گے۔۔ پریشان ہونا بند کر دو۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔؟۔۔۔ مجھ سے ایک دفعہ غلطی ہو گئی ہے۔۔۔ آئندہ کے لیے احتیاط سے کام لوں گا۔"

"آپو آپ رو رہی ہیں۔۔؟۔۔۔ مت روئیں نا۔ سب آپ کی وجہ سے اتنے اپ سیٹ ہیں۔"

"دُعا کرو کہ میں مر جاؤں۔۔۔ تاکہ سب کی ٹینشن ختم ہو۔۔ یہ دن بھی آنے تھے۔۔ کہ اپنے گھر جانے کے لیے مجھے کسی غیر کی اجازت درکار ہے۔"

ایمان نے آگے بڑھ کر اسکو گلے لگا کر اس کے گال پہ پیار کیا۔

"پلیز ایسی باتیں نہ کیا کریں۔۔۔ میرا دل بند ہو جائے گا۔۔۔ مجھے آپ سے بہت پیار ہے آپ اور فاز بھائی میرا فیورٹ جوڑا ہو۔۔۔ اللہ آپ کو سو سال اکٹھا رکھے۔"

"توبہ استغفار تم مجھے دعا دے رہی ہو یا کہ بد دعا۔"

وہ بہن کو ٹوک کر گاڑی میں بیٹھ گئی جہانگیر صاحب آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے۔ پیچھے تینوں ماں بیٹیاں بیٹھ گئیں۔ اشارہ ملتے ہی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

امل کی نظر ہسپتال کے خارجی دروازے سے باہر آتے فاز پہ پڑی۔ خاکی رنگ کے شلوار سوٹ کے ساتھ ڈارک براؤن پشاوری چپل پہنے فون کان سے لگائے کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔

وہیں سے جہانگیر کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا یہ الگ بات نظریں اپنی بیوی پہ جمی ہوئی تھیں۔

امل نے نظر پھیر لی بہت سی لڑکیاں مڑ مڑ کر اُس مرد کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ مگر جس کی جانب وہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ اُس کو جیسے فاز کے وجود سے الرجی تھی وہ زیر لب مسکرا کر جیب میں سے چابی برآمد کرتا ہوا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تمہاری مدد لینے کا فائدہ کوئی نہیں ہوا۔ اُلٹا نقصان ہوا ہے۔"

وہ اپنے دھیان میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔ جب ساتھ والی سیٹ پہ براجمان اورنگزیب بولے۔ فاز اُنکی جانب متوجہ ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا مطلب؟ کیسی مدد؟"

"امل کی بات کر رہا ہوں۔ جہانگیر کی ٹینشن ختم ہونے کی بجائے بڑھ گئی ہے۔۔بلکہ جو پہلے صرف اُس کی سر درد تھی۔اب ہم سب کی بن گئی ہے۔ تم سے ایک لڑکی نہیں قابو میں آرہی۔ ویسے بڑے پھنے خان بنے پھرتے ہو۔"

فاز کی انا پہ چوٹ لگی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ اکیلا ہوتا تو اور بات تھی۔۔۔ پر اس وقت پچھلی سیٹ پہ اماں اور بھابھی کے علاوہ صمد بھائی بھی موجود تھے۔۔۔

"اباجی مجھے آپ کی بات کی کوئی سمجھ نہیں آئی ہے؟ ذرا بات صاف کریں گے۔ چاچو کی کونسی ٹینشن ختم ہونی تھی؟"

صمد بھائی کے سوال پہ فاز نے بڑی مشکل سے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"یہی امل کی ٹینشن اور کیا۔۔۔ کیا تم نے اُس کی مشہوری نہیں دیکھی ہے۔ جو ٹیلی ویژن پہ آتی ہے۔ قیامت کی نشانیاں ہیں۔۔۔ جو میرے باپ دادا کی نسل میں سے یہ کنجر خانہ جنم لے رہا ہے۔ اُسی کو قابو کرنے کے لیے فاز سے کہا تھا کہ کسی طرح اُس کو غصے یا دبدبے سے ڈرا کر ماڈلنگ سے روکے۔۔۔ اس نے کہا نکاح کروا دو۔۔۔ اب وہ نکاح کے لیے کیسے راضی ہوتی۔۔۔ اسلیے فاز کو اس سب کی اجازت دی۔۔۔ کہ جیسے تیسے گھر کی لڑکی کو باہر نکل کر غیر مردوں کے سامنے یوں نیم ننگا ہو کر کپڑوں کی مشہوری سے روکا جاسکے۔ پر یہ لڑکی نہ جانے کس پہ گئی ہے اپنی ضد سے ہارتی ہی نہیں ہے۔ اب اولاد بھی آجانی ہے۔۔۔ مجھے تو ان کا مل کر پیار محبت سے رہنا مشکل ہی لگ رہا ہے۔"

صمد بھائی کتنی دیر کچھ کہہ ہی نہ سکے۔

تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولے۔

"ابا جی مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب آپ نے کہا ہے اور آپ نے ار پشو کو اس حد تک جانے کی اجازت کیسے دے دی؟ کیا آپ کے پاس کوئی اور راہ نہیں تھی؟ مجھ سے کیوں نہ اس بات کا ذکر کیا؟ میں اُس کا بڑا بھائی ہوں ۔۔۔ میرے ساتھ تو وہ اتنے ادب سے بات کرتی ہے۔ میں اُس کو سمجھا لیتا ۔۔۔ اتنی سمجھدار اور غیر روایتی لڑکی کے ساتھ آپ نے یہ کیا کر دیا۔ تبھی میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ کہ اگر ان دونوں نے پسند کی شادی کی ہے۔ تو اتنی جلدی ایک دوسرے سے بیزار کیسے ہو گئے ہیں۔ امل تو اس کی شکل دیکھ کر ہی منہ پھیر لیتی ہے مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے۔۔۔ ابا جی آپ نے بہت غلط کیا ہے۔۔۔ بہت زیادہ غلط۔ دو مختلف لوگوں کو ایک ایسے رشتے میں باندھ دیا جس کی بنیاد ہی محبت اور اعتماد پہ ہوتی ہے۔۔۔ میں یہی کہوں گا ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ امل سے پوچھ کر وہ فیصلہ کریں جس میں وہ خوش ہو۔۔۔"

"اوہ بھائی تو اپنے چھوٹے سے دماغ پہ زیادہ زور نہ ڈال۔۔۔ اپنی زندگی دیکھ۔۔۔ میری کی فکر نہ کر۔۔۔"

"مجھے تیری رتی بھر فکر نہیں ہے۔۔۔ ہاں اپنی بہن کی فکر ضرور ہے۔ جسکے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے اور میں اُس کا ہر طرح سے ساتھ دوں گا۔۔"

"انصاف کے البمر دار۔۔ کہیں میرے ہاتھوں مر نہ جانا۔۔۔ بڑا آیا ۔۔۔ ساتھ دوں گا۔۔۔ اور ابا جی آپ کو بھی ضروری تھا کہ اس نیم حکیم کے سامنے یہ سب باتیں کرتے۔۔۔ اب اس کو رہ رہ کر ہمدریوں کا بُخار چڑھنا ہے ۔۔۔ نری سر درد۔۔۔ میری ایک بات یاد رہے۔ میرے اور میری بیوی کے معاملے میں چُپ رہ کر اپنے کام سے کام رکھا جائے ورنہ آپ کو علم ہی ہے

...میں کسی کا ایک روپے کا ادھار رکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ سود سمیت واپس کروں گا۔"

"یہ سب آپ لوگوں کی دی ہوئی شہ ہے۔ آج تک اس کو ایک دفعہ بھی احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ غلط بھی ہو سکتا ہے بلکہ فخر سے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔"

"بڑی بکواس کرنی آتی ہے۔۔۔ نکل گاڑی سے۔"

فاز نے عین سڑک کے درمیان گاڑی روک دی۔

وہ کیسے برداشت کر لیتا کہ امل اور اس کی ازدواجی زندگی کو یوں بحث کو موضوع بنایا جاتا۔۔ غصے سے بولا۔

"نکل۔۔۔"

"فاز کیا پاگل پن ہے۔۔۔ تم دونوں لڑے بغیر کوئی بات کر سکتے ہو؟ کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں صمد تمہارا بڑا بھائی ہے۔۔۔ یوں بدتمیزی مت کیا کرو۔۔ مگر مجال ہے جو کبھی تم نے ادب لحاظ کیا ہو۔"

اماں نے فاز کو لتاڑ کر رکھ دیا۔ پھر صمد بھائی کی جانب مڑیں جو دروازہ کھول کر ایک پیر باہر نکال چکے تھے۔

"خبردار جو تم نے گاڑی سے پیر نکالا۔ اگر اس کو اتنی ہی تکلیف ہے۔ تو ہم سب اُتر جاتے ہیں۔"

"اُتر جائیں۔۔۔ جائیں۔۔۔ جس بیٹے کی ہمدردی جاگتی ہے نا۔ اُس کی خریدی ہوئی گاڑی میں بیٹھ کر گھر جائیں۔ صبح سے آپ کے داماد اور بیٹی نے میرا دماغ کھایا ہوا تھا۔۔۔ اب یہ جعلی عامل شروع ہو گیا ہے۔"

بھابھی عام طور پہ دونوں بھائیوں کی تکرار کے دوران خاموش رہتی تھیں مگر اس وقت چُپ نہ رہ سکیں۔

"فاز۔۔ تم کیوں ایسے بات کرتے ہو۔۔ جیسے صمد تمہارے دشمن ہوں۔۔؟ سترہ سال ہو گئے میری شادی کو۔۔ آج تک ان کے منہ سے تمہارے حق میں کچھ بُرا نہیں سُنا ہے۔ جو بھی بات ہو تمہارے منہ پہ تمہیں بُرا بھلا بول لیتے ہیں۔ تنہائی میں کبھی تمہارے بارے میں نفرت سے بات نہیں کی ہے۔"

وہ بھابھی کے کہے سچ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گاڑی کو واپس روڈ پہ ڈالتے ہوئے اباجی سے مخاطب ہوا۔

"تارڑ صاحب میں نے ایک درخواست کی تھی۔ اگر آپ کو یاد ہو۔۔۔ میں نے کہا تھا۔۔۔ کچھ بھی ہو جائے۔۔ آپ ہم میاں بیوی کے درمیان نہیں آئیں گے۔ میں نے اپنے وعدے نبھائے ہیں۔ آپ اپنا سب سے اہم وعدہ بھول گئے۔ اگر آج کے بعد آپ نے مجھے یوں سب کے درمیان موضوعِ گفتگو بنایا میں الگ گھر لیکر اس کو ادھر رکھوں گا۔ یا طلاق دیکر یہ پھڈہ ہی ختم کر دوں گا۔"

"یا اللہ میرے بچوں پہ اپنی رحمت کر۔۔۔ یہ تک لحاظ نہیں کہ بوڑھے ماں باپ کی صحت پہ کتنا بُرا اثر پڑتا ہے۔"

اماں کی بات پہ وہ سب کچھ بھول کر ہنستے ہوئے بولا۔

"دونوں مائی بابا کے گال سُرخ ٹماٹر ہو رہے ہیں۔۔۔ یہ کھلے چہرے شاد باد طبیعت۔۔۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ بھابھی۔"

بھابھی مسکراہٹ سمیت بولیں۔

"امی ابو جی تو ابھی ماشاءاللہ سے جوان ہیں یہ تو بس تم بھائیوں کے ڈراموں نے انکے بال تھوڑے سفید کر دیئے۔۔ابا جی خضاب لگانا شروع کریں تو تم دونوں بھائیوں سے جوان لگیں۔"

"سمجھ گیا آپ کیوں انکی سگھی بہو ہیں۔"

"لو بھلا میں نے کونسا جھوٹ کہا ہے۔"

"ہاں پھر آپ کہیں گی ابا جی کے تو ابھی تک رشتے آتے ہیں۔"

"نہیں جی مجھے اپنی امی بہت پیاری ہیں۔"

اُس نے سب کو گھر پہ ڈراپ کیا۔۔۔اُس کو گاڑی سے نہ نکلتے دیکھ کر امی نے استفسار کیا۔۔

"گاڑی بند کرو اور اندر چل کر کھانا کھاؤ۔۔۔اور آرام کرو۔۔۔"

"میں اندر نہیں جارہا۔آپ کی بیٹی مجھے دیکھتے ہی شروع ہو جائے گی۔۔۔ اور اس وقت میں اچھے موڈ میں ہوں۔"

"پھر کیا گاڑی میں ہی رہنا ہے"

"گاڑی میں کیوں رہوں گا میں کہیں جارہا ہوں۔آپ انتظار نہ کیجئے گا۔"

"امل کے پاس جاؤ گے؟"

وہ گہری سانس بھر کر نگاہ پھیرتے ہوئے بولا۔

"پتہ نہیں۔"

"اچھا۔۔۔ چلو جہاں بھی جاؤ۔۔۔ گاڑی زیادہ تیز نہ چلانا۔۔۔اور غصہ بھی تھوک دو بہن بھائی بات کرہی لیتے ہیں۔۔۔ہر چیز کو اتنا سنجیدہ نہ لیا کرو۔"

"اماں ان بہن بھائیوں سے کہہ دیں۔۔۔ مجھے اپنی زندگی میں دخل اندازی پسند نہیں ہے۔"

وہ اماں کو جواب دے رہا تھا۔۔۔جب صوفیہ اندر سے آئی۔

"فاز میں جانتی ہوں۔ معافی مانگتے ہوئے تمہاری انا میں بہت بڑے ڈنٹ پڑیں گے۔پر بہن کی عزت کا خیال کر لو۔"

"لو آگئی ہے میری دشمن۔میں تو بھول ہی گیا تھا۔۔۔ایک ہی دفعہ بتا دو کیا چاہتی ہو؟"

"اسفند سے صلح کر لو۔معافی نہیں مانگنی تو جیسے بھی اس کو مناؤ۔"

وہ گاڑی کا انجن چلتا چھوڑ کر باہر نکلا۔

دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر دونوں بازو سینے پہ باندھ کر ماں کو دیکھا ۔۔۔پھر بہن کو دیکھا۔

پھر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"ایک ہی آدمی ہے جو اس معاملے کو سلجھا سکتا ہے۔مجھے اُس سے بات کرنے دیں۔۔۔آپ جائیں۔۔۔میں اندر آکر بات کرتا ہوں۔"

کھڑکی میں سے جھک کر گاڑی کا انجن بند کر کے چابی نکالی اور گھر کی جانب چل پڑا۔اندر آکر سیدھا صمد بھائی کے کمرے میں گیا۔

اُس کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر بھابھی سمجھیں شائد پھر لڑنے آگیا ہے۔ اسلیے چھوٹتے ہی بولیں۔

"اگر اب تم نے اپنے بھائی کے ساتھ بدتمیزی کی نافاز میں یہ گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔"

"او بس۔دھیرج میری بہن دھیرج۔وہ آپ کے سرتاج کدھر ہیں؟"

"کیوں؟"

"کمال کرتی ہیں۔اُس سے ضروری کام ہے۔"

تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا اور صمد برآمد ہوئے۔
وضو کر کے نکلے تھے۔۔۔ہاتھ پیر چہرہ سر سب تر تھے۔
"مولوی۔۔۔ایک کام تو کر دو۔۔۔"
صمد بھائی نے کف آستین سیدھی کرتے ہوئے اُس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
وہ گاڑی کی چابی سے سر کھجاتے ہوئے بولا۔
"یار وہ اسفند سے بات کر لے۔۔۔میرے سے معافی شعافی نہیں مانگی جاتی اور صوفو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔۔۔اگر میں اُس آدمی کے روبرو بھی ہوا تو معاملہ نمٹانے کی بجائے اور خراب ہو جانا ہے۔۔۔اُس نے امل کے حوالے سے بکواس کی ہے۔۔۔جو میں معاف کرنے والا نہیں۔۔۔"
"زیادہ گرمی نہ کھاؤ۔۔۔بات کر لونگا۔ بہتر یہی ہے۔۔۔اس کو پرموشن دے دو اُس کی نظر تمہاری نئی فیکٹری کے سی ای او کی پوسٹ پہ ہے۔۔۔دے کر صلح کا جھنڈا لہرا دو۔"
"تمہیں لگتا ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اُس کو اس قدر اہم جگہ پہ بٹھا دوں؟"
"مانو یا نہ مانو پر وہ تمہارے سٹاف کا ایک بہت اہم رکن ہے جو کام پوری ایمانداری سے کرتا ہے۔اب آگے جو تمہاری مرضی۔"
"مجھے اگر ذرا سا بھی اندازہ ہوتا یہ صوفی مجھے اس قدر مہنگی پڑنے والی ہے۔۔۔تو میں کبھی اس کے معاملے میں نہ کودتا۔"

"اب جو ہونا تھا۔۔ ہو گیا ہے۔ میں نماز کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔ تم بھی کبھی بھول کر مسجد کا رُخ کر لیا کرو۔ شائد امل کو نمازی کے روپ میں پسند آجاؤ۔"

"اُس کا نام لیکر میرے موڈ کا ستیاناس مار لیں۔۔۔ میں آج کی رات اُس کو بھول کر گزارنا چاہتا ہوں۔۔۔"

صمد بھائی ہنستے ہوئے بولے۔

"اوہ بوائے۔۔۔ سم ون از گیٹنگ پے بیک۔۔۔"

"پے بیک کا تو علم نہیں ہاں پر اٹس پین ان بیک۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے واپس باہر آ گئے۔

صمد بھائی مسجد کی جانب چلے گئے اور وہ واپس شہر کو۔

ایک ہاتھ سٹیرنگ وہیل پہ رکھتے ہوئے اُس نے جیب میں سے موبائل نکال کر فون بُک میں موجود تمام نمبر دیکھے۔ امل کے نام پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ چند منٹ نمبر کھلا رہا۔۔۔ مگر پھر بند کر کے طوبیٰ نام سے محفوظ نمبر کو کھول کر ڈائل کیا۔

بیل جا رہی تھی اُس نے سپیکر آن کر کے فون نمبر ڈائیل کے سامنے رکھ دیا۔

چوتھی بیل کے بعد نسوانی آواز نے کہا۔

"ہیلو۔۔۔ آج تو گھی شکر کے لڈو بانٹنے بنتے ہیں۔"

وہ ہنسا۔

"کیوں؟"

"ارے آج میرے نصیب جو جاگے میری سرکار نے آج اتنے عرصے بعد ناچیز کو اپنی آواز سنانے کا فیصلہ کیا۔"

"کیسی ہو۔۔؟"

"جیسی چھوڑ کر گئے تھے۔"

"آج شام کیا کر رہی ہو؟"

"جو میرے سرکار کہیں گے۔۔۔آج شام وہی کروں گی۔"

"تمہاری آواز۔۔۔۔بہت۔۔۔خوبصورت ہے۔۔"

بڑا دلکش نسوانی قہقہہ گونجا تھا۔

"نوازش۔۔۔بہت نوازش۔"

"میں تمہیں آٹھ بجے تمہارے گھر سے لینے آؤں گا۔۔۔باہر کہیں کھانا کھائیں گے۔"

"سرکار بس کھانا؟"

وہ ایک دفعہ پھر ہنسا۔

"تیار رہنا۔"

"میں اپنی مرضی کا لباس زیب تن کروں گی۔۔۔اسلیے مجھے کسی ایسی جگہ پر ہی جانا ہے۔۔۔جہاں سب جائز ہو۔"

"ہمیشہ کی طرح ہر بات کلیر کر کے چلنے والی۔"

"میں بس ایسی ہی ہوں۔"

"مجھے ایسی ہی پسند ہو۔شام میں ملتے ہیں۔"

فون بند کر دیا۔

مگر نہ جانے کیوں طبیعت میں ہلکا پن آنے کی بجائے بوجھل پن پیدا ہوا۔

اُس نے دن بھر کی تھکاوٹ کا نام دیکر اگنور کر دیا۔
جان لگا کر تیار ہوا۔
اس دوران تین چار دفعہ فون چیک کیا۔۔۔ خود سے نظر چُراتا رہا۔۔۔
کیونکہ خود سے بھی نہیں کہنا چاہتا تھا کہ فون کیوں دیکھ رہا ہے۔ پونے آٹھ بجے
جب گاڑی طوبٰی کے گھر کی جانب جا رہی تھی۔ تب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر
اُس کا نمبر ملا ہی دیا۔
مگر جس کی آواز سُننے کی چاہت ہو رہی تھی۔۔۔ اُس کی بجائے مانی نے
فون اُٹھایا۔
"ہیلو فاز بھائی۔۔۔ کیسے ہیں۔۔۔؟"
"ٹھیک ہوں۔ وہ کیسی ہے؟"
"وہ کون؟"
" تمہاری بہن؟"
"اور وہ آپ کی کیا ہے؟"
"دشمن۔۔۔ میرا مطلب بیوی۔"
دوسری جانب سے ملی کا قہقہہ سُنائی دیا۔
"شُکر کریں۔۔ وہ پاس نہیں ہے۔۔ ورنہ آپ کے جواب پہ بڑا تگڑا وار
آتا۔"
اُس کے کان کھڑے ہو گئے مایوسی کو اگنور مارتے ہوئے بولا۔
"کہاں پہ ہے؟"

"کوئی خبر نہیں ہے۔ شبی آپی اور شایان بھائی آئے تھے۔ آپی کو زبردستی ساتھ لے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ تینوں کہیں ڈنر کرنے نکلیں تھا۔۔ کہاں۔۔۔ نہیں پتا۔"

"اچھا۔۔۔ چلو ٹھیک ہے۔۔۔ میں پھر فون کروں گا۔"

"ان کے لیے کوئی پیغام ہے تو دے دیں۔۔۔ میں شنے لبیر آکے پاس کر دوں گی۔"

"ہاں بولنا۔۔۔ ایمان کو اپنی خدمت کرنے کا پورا پورا موقع دے۔ آخر وہ اس کی اکلوتی چھوٹی بہن ہے۔"

"ویری فنی۔۔۔ ویل۔۔۔ اپنی بھابھی کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔۔"

"بھابھی۔۔ہا۔۔؟"

"جی جناب۔"

"واہ۔۔۔ چلو پھر اللہ حافظ۔ میں ایک دوست سے مل رہا ہوں۔ بعد میں بات ہوتی ہے۔"

"اللہ حافظ فاز بھائی۔"

"اللہ حافظ۔"

"شایان۔۔۔ وہی شایان؟ بوائے فرینڈ۔۔۔؟ مجھے دیکھنا چاہیے۔ اس سے ملتے وقت میری بیوی کے چہرے پہ خوشی کے رنگ تھے۔۔۔ یا اداسی۔۔۔؟ اُف۔۔ کنٹرول یور سیلف فاز۔۔۔ یو آر جسٹ آ باسٹرڈ۔۔۔ ڈونٹ یو ڈیئر ڈو اینی تھنگ بیڈ۔۔۔ لیٹ دا پور گائے گو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔۔۔ اس کا

کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا۔ اُس نے صرف تمہیں بد ظن کرنے کو بکواس کی تھی۔۔ ہو بھی تو سکتا ہے۔۔۔؟ شٹ اپ۔"

خود کو خود ہی ڈانٹ رہا تھا۔

طوبٰی کے گھر کے سامنے ہارن بجایا۔

اُسی پل دروازہ وا ہوا۔

گولڈ میکسی ڈریس میں کرل ہوئے بالوں کو کھلا چھوڑے۔ چھ انچ لمبی ہیل پہنے ہاتھ میں گولڈ پاؤچ پکڑے وہ نازک اندام لڑکی سہج سہج چلتی ہوئی گاڑی تک آئی۔

فاز نے آگے کو جھک کر دروازہ وا کیا۔ خوشبو کا جھونکا گاڑی میں داخل ہوا۔

"ہائے۔"

طوبٰی نے اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد اُس کی جانب جھک کر گال پہ پیار دیا۔ اُس نے بھی اسی طرح اُس کا سواگت کیا۔

"تمہارا ڈریس تمہیں بہت سوٹ کر رہا ہے۔"

"اوہ۔۔۔ بہت شکریہ۔ آپ بھی ہمیشہ کی طرح جان نکالنے کے سامان سے لیس ہیں۔"

وہ دلکشی سے مسکرایا۔ امل دماغ کے کسی پچھلے کونے میں چلی گئی۔ گاڑی گئیر میں ڈالتے ہوئے۔ دماغ کی سکرین پہ طوبٰی چمک رہی تھی۔

جس ریسٹورنٹ میں وہ طوبٰی کو لیکر آیا وہ شہر کی چند ہائی کلاس جگہوں میں سے ایک تھا۔ جیسے ہی گاڑی پارکنگ میں رُکی۔ طوبٰی ستائش سے بولی۔

"یہاں پہ جگہ کیسے مل گئی۔۔۔ کیا پہلے سے بکنگ تھی؟"

"بیبز آپ کو ہر کہیں جگہ مل سکتی ہے۔بس جیب میں بھاری چیک ہونا چاہیے۔"

"اومائے گاڈ۔۔۔ سرکار آپ کی یہی باتیں مجھے پاگل کرتی ہیں۔"

"نہ نہ پاگل نہیں ہونا ہے۔مجھے تم ہوش و حواس میں چاہیے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے ادا سے بولی۔

"آپ کی باتیں حد سے زیادہ پُر مزاح ہوتی ہیں۔"

"چلو آؤ۔"

طوبٰی نے فاز کے بازو میں بازو ڈالا اور چل پڑی۔فاز کو جب اُس کی کمر کی جھلک نظر آئی اُس نے سیٹی مار کر منظر کو سراہا۔کیونکہ میکسی بیک لیس تھی۔طوبٰی کو لگا ڈریس کے پیسے پورے ہو گئے ہیں۔

رسٹورنٹ میں اپنی سیٹ پہ بیٹھتے وقت طوبٰی نے اپنے بال اکٹھے کر کے ایک کندھے پہ رکھ لیے اور پوسچر اکڑا کر بالکل سیدھی بیٹھی۔

فاز نے اپنی کُرسی سنبھالی۔پر ساری توجہ پیچھے سے آنے والی آواز نے کھینچ لی تھی۔

"امل۔۔ خدا کا نام لو۔۔اور ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھو۔قسم سے ایک نمبر کی جنگلی لگ رہی ہو یہ نہ ہو یہ لوگ تمہیں باہر کا راستہ دکھا دیں۔"

ثنی کے بعد دوسری آواز امل کی تھی۔

"ہمم۔۔۔ میرے اللہ یہ سٹیک نہیں ہے۔۔۔بلکہ جنت کا کوئی تحفہ ہے۔آج کھانے کے بعد محسوس ہوا ہے۔میں نے یہاں کی سٹیک کو کتنا مس کیا ہے۔۔۔میرے لیے ایک اور آرڈر کر دو۔"

"میری جان یہ جگہ اُسی سیارے پہ ہے جہاں تو پائی جاتی ہے۔۔۔اپنے شوہر کے ساتھ آجانا تھا۔"
"جنت میں بیٹھ کر شیطان کا نام نہیں لیتے ہیں۔۔۔ نحوست پھیلتی ہے۔۔"
"جس حساب سے تو کھا رہی ہے۔ تیرے وزن کی زیادتی سمجھ میں آئی ہے۔"
مردانہ آواز آئی۔
"تم کتنی بُری ہو شی۔"
"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟"
"تم ایک پریگننٹ لڑکی کو موٹی بول رہی ہو۔"
"ہاں تو وہ ہے ہی موٹی۔۔۔اور موٹی کو اور کیا کہوں گی؟"
"کیا بہت بُری لگتی ہوں۔۔؟ جب سے میرے کپڑوں کا سائز بدلا ہے۔میں نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔کیا فائدہ دل جلانے کا۔ہائے میری فیگر۔اب میری اپنی دوست مجھے موٹی بُلا رہی ہے۔"
"اللہ کا انصاف ہے کیونکہ تیری میری جوڑی بیوٹی اینڈ بیسٹ والی تھی۔ اب ہم دونوں ایک جیسی ہیں۔بیسٹ۔"
شی ملی کو چڑاتے ہوئے ہنس رہی تھی۔ جبکہ شایان نرم لہجے میں بولا۔
"امل کو موٹی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تھوڑی سی تبدیلی آئی ہے۔باقی تو یہ ویسی کی ویسی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ نکھری ہوئی ہے۔ جو یقیناً گاؤں کی تازہ آب و ہوا کا اثر ہے۔"

فاز نے خود کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر کب تک؟آخر بلوبلی کو ابھی
آپا کا کہتا ہوا اُٹھ کر بیچ میں لگی باڑ کراس کر کے دوسری جانب اپنے برابر کے
میز پہ جا کر رُکا۔
"السلام علیکم۔۔۔"
اُس کی آواز سُنتے ہی امل نے بے یقینی سے سر اُٹھا کر اُس کو دیکھا اُسی پل
فاز نیچے جھکا اور امل کی گال پہ بوسہ لیا۔
تبھی نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر گرمجوشی سے جواب دیا۔
"وعلیکم السلام جناب کیا بات ہے۔ آج ہی بیگم آئی ہے اور آپ اُس کو
ڈھونڈتے ہوئے پہنچ گئے۔ ورنہ میں یہاں ہفتے میں ایک مرتبہ تو ضرور کھانا
کھانے آتی ہوں۔ تب تو آپ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی اس سے ملیے میرا
بوائے فرینڈ ہے شایان اور شانی یہ فاز بھائی۔"
شایان نے بھی اُٹھ کر فاز کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
"فاز صاحب آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"
فاز اُس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔
"کاش میں بھی آپ کے لیے یہ کہہ سکتا۔ پر کیا ہے کہ مجھے اپنے سوا کسی
اور مرد کا امل کی تعریف کرنا اچھا نہیں لگتا اور ابھی کچھ دیر پہلے آپ بڑی
تفصیل سے یہ کام انجام دے رہے تھے۔ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ تبھی
سے منسلک ہو ورنہ اللہ جانے کیا ہوتا۔"
"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔"
فاز نے شایان کے کندھے سے نہ دیدہ گرد جھاڑی اور گریبان کو سیدھا
کرتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"دھمکی نہیں دے رہا ہوں پیارے بلکہ فیکٹ بتا رہا ہوں۔"

امل فوری طور پر اُٹھی اور فاز کو بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی ریسٹورنٹ سے باہر لے گئی۔ وہ بڑی کمینی سی مسکراہٹ سمیت باخوشی کھنچا چلا گیا۔

ایک دفعہ باہر آ کر اُس نے فاز کا بازو چھوڑ دیا اور کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کر اُس کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ اندر کیا بکواس کر رہے تھے۔۔ کیونکہ میں جانتی ہوں۔۔ تمہارے گندے دماغ میں اچھی بات آتی ہی نہیں ہے۔۔ تو زبان سے ادا کیسے ہو گی۔۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں میرے سوا کوئی نہ دیکھے۔"

"تم ذہنی طور پر بیمار ہو۔۔۔ جا کر اپنا علاج کرواؤ۔"

"گیا تھا۔۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔۔ ڈاکٹر کہتا ہے بیوی کو سر پہ سوار کیا ہوا ہے یہ سب اُسی کا اثر ہے۔ اُس نے مشورہ دیا تھا۔۔ کہ بیوی کو اپنے سسٹم سے نکال کر دیکھو۔ شائد افاقہ ہو جبکہ مجھے یہاں بھی کامیابی نظر نہیں آتی کیونکہ تمہیں جتنا بھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دل کمینہ اُتنا ہی ضد کرتا ہے۔ اب بولو کیا کروں؟"

"اس سب کا بہت آسان حل ہے۔ دو چٹکی نیلا تھوتھا کھا کر دیکھو ہر مرض دور ہو جائے گا۔"

"بیز۔۔۔ سب ٹھیک ہے نا؟"

اپنے پیچھے طوبیٰ کی آواز سُن کر بھی اُس کی نظر امل کے چہرے سے نہ ہٹی مڑے بغیر بولا۔

"طوبیٰ ڈارلنگ، تم جا کر کھانا آرڈر کرو۔ میں بس آ رہا ہوں۔"

امل نے فاز کی اوڑھ میں سے سر نکال کر آنے والی حسینہ کا جائزہ لیا۔۔اور بڑے اعتماد سے بولی۔

"آر یو وید ہیم؟"

طوبٰی نے کنفیوژن سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"یس۔"

فاز اندھیرے میں کھڑے ہونے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے امل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُس کو قریب کرتے ہوئے اُس کے کان کے قریب جھک رہا تھا۔امل اُس کو دور دھکیلتے ہوئے طوبٰی سے پوچھنے لگی۔

"کیا یہ تمہارا ابوائے فرینڈ ہے؟"

فاز کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

جبکہ طوبٰی اب اُن دونوں کو ایک دوسرے کے یوں قریب کھڑے دیکھ کر مشکوک ہو رہی تھی۔

فاز اُس کی مدد کرتے ہوئے بولا۔

" یہ میری ڈیٹ ہے۔۔۔اگر تمہیں یاد ہو۔ تمہیں بڑا تجسس ہے کہ ڈیٹ پہ کیا ہوتا ہے۔آج موقع ہے میرے ساتھ آجاؤ دیکھ لینا۔"

امل نے پہلے تو بے یقینی سے فاز کی چمکتی سیاہ آنکھوں میں دیکھا اور پھر اُس کو تھپڑ مارنے جا رہی تھی جب فاز نے اُس کا ہاتھ درمیان میں ہی پکڑ لیا۔

طوبٰی بھاگتی ہوئے آئی اور امل کو دھکا مارا۔

" پاگل موٹی۔۔۔ تمہاری اتنی جرات۔۔۔ تم میرے سرکار کو تھپڑ مارنے کی کوشش کرو۔"

امل سے زیادہ شاک فاز کو لگا۔امل تو پہلے ہی اس کی گرفت میں تھی۔اپلیے کرنے سے بچ گئی مگر فاز کا میٹر گھوم گیا۔

طوبیٰ کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر امل سے گز بھر دور کھڑا کر دیا۔بے یقینی سے پوچھتے ہوئے بولا۔

"طوبیٰ واٹ دا ہیل واز دیٹ؟"

"سرکار وہ آپ پہ ہاتھ اٹھانے والی تھی۔"

"تم جاننا چاہتی ہو یہ کون ہے؟"

طوبیٰ کا ماتھا ٹھنکا۔

"میری بیوی ہے یہ مجھے تھپڑ چھوڑ گولی بھی مار سکتی ہے۔تمہاری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر جانے دے رہا ہوں۔سوئٹ ہارٹ آئندہ ایسی حرکت بھول کر بھی نہ کرنا۔"

"واؤ۔۔۔وٹ آ پر ٹی فیس۔۔۔نایاب چہرہ کہنا زیادہ موضوع رہے گا۔آپ یقیناً پرستان سے رستہ بھول کر یہاں نکل آئی ہیں۔۔۔ہیلو۔۔۔میرا نام شایان۔"

شایان کے کہے فقروں نے طوبیٰ کا دھیان فاز کے کہے الفاظ سے ہٹا کر نئی طرف موڑ دیا۔

اُس نے اپنا نازک ہاتھ شایان کے ہاتھ میں دیا۔

شایان آنکھ جھپکے بغیر اُس کے چہرے کو دیکھتا جا رہا تھا۔آنکھیں جھکائے بغیر اُس نے طوبیٰ کے ہاتھ پہ بوسہ دیا۔

طوبیٰ نے شایان کو سر تا پیر جھانکا اور جب نظر اُس کی راڈو کی گولڈ گھڑی پہ پڑی تو وہ شایان کی آنکھوں میں واپس دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرائی۔

"واؤ۔ کیا آپ یہاں ان بور لوگوں میں ہی کھڑا رہنا پسند کریں گی یا کہ
پھر سے ساتھ کسی سحر زدہ جگہ پہ چلنا چاہیں گی؟"

دو منٹ بعد شایان کی آوڈی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی طوبٰی وہاں سے نو دو
گیارہ ہو گئی۔ امل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی شبی جاتی گاڑی کی سرخ بتیوں کو دیکھ کر
حسرت سے سر ہلاتی بولی۔

"ہائے میری نئی گاڑی۔۔۔ اور فاز بھائی آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ مجھے خبر
نہیں ہوئی۔"

"کس بات کی خبر۔"

"سچ سچ بتا دیں کیا چکر ہے۔ ایک طرف میری دوست دوسری طرف
بیگانہ ہونے برابر بوائے فرینڈ جو ایک چھمک چھلو کے لیے مجھے چھوڑ کر بتر
ہو گیا ہے۔ وہ بھی سالا میری نئی گاڑی میں بھلا بلا سے جان ہی چھڑوانی تھی تو
آپ کی گاڑی میں لیکر جاتا۔"

"شبی تم ایک سمجھدار لڑکی ہو۔"

"جناب کبھی غرور نہیں کیا۔۔ ملی تم کیوں خاموش ہو۔۔۔ دیکھو تو میں
تمہاری سنیک پیک کروا لائی ہوں گھر جا کر مووی دیکھتے ہوئے کھا لینا۔"

امل آہستہ سے بولی۔

"کیا ہم گھر جا سکتے ہیں۔۔؟ ٹیکسی روکو۔"

"ٹیکسی پہ کیوں۔۔۔ فاز بھائی کے ساتھ چلتے ہیں۔ سمجھا کرو۔ اپنے پیسے
بچ جائیں گے۔"

فاز کچھ بھی کہے بغیر جا کر گاڑی لے آیا۔

گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں امل کے چہرے پہ آنسو ز
آئے جنہیں صاف کرتے ہوئے۔ شبی مسکراتے ہوئے اس کو گھور رہی
تھی۔ جس پہ آنسو مزید فراوانی سے نکلے۔
اُس نے باہر نکل کر امل کے لیے فرنٹ پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔
شبی خوشی سے بولی۔
"امل کبھی سوچا تھا۔۔۔ بلیک چار کول سوٹ میں ملبوس چھ فٹ کا ہینڈسم
شوفر تمہارے لیے دروازہ کھولے گا۔۔۔ قسم سے میری تو بڑی فینٹسی پوری
ہو رہی ہے۔"
"پھر تم ہی اس کے برابر بیٹھ جاؤ۔۔ تمہیں ہمیشہ سے یہ شخص پسند رہا
ہے۔"
"کمینی تیرے لیے پسند رہا ہے۔۔ تیرے لیے۔"
"تیری منحوس زبان سے نکلا پورا ہوا۔"
شبی ہنستی چلی گئی۔ پھر امل کو فاز کے برابر اکھڑا کرتے ہوئے بولی۔
"تجھے آنٹی کی قسم لگے جو تو ہلی۔"
امل آنکھیں گھما کر رہ گئی۔ شبی نے اپنے آئی فون کا کیمرہ آن کیا۔ فاز کا
ایک ہاتھ اُس کے ٹراؤزر کی جیب میں تھا۔ دوسرا امل کے شانے پہ رکھا۔ شبی
کے کیمرے کا فلش آن ہوا۔ وہ مسکرا رہا تھا جبکہ امل بھیگی پلکوں سمیت منہ
پھلا کر کھڑی تھی۔
فاز نے پہلے شبی کو اُس کے گھر اُتارا۔ پھر گاڑی چاچو کے گھر کی جانب
ڈالی۔
"روئی کیوں ہو؟"

امل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ گاڑی کا سٹریو آن کر کے آواز اونچی کر دی تاکہ فاز کی آواز سُننی نہ پڑے۔

وہ بھی دوبارہ نہیں بولا۔

ایمان اُن دونوں کو ساتھ آتے دیکھ کر فاز کی کلاس لیتے ہوئے بولی۔

"توبہ ہے فاز بھائی چھ ماہ بعد آپی ہماری طرف آئی ہیں اور آپ سے اتنی سی جدائی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔"

ایمان کی بات پہ امل نے شام کا سارا غصہ اُسی پہ نکال دیا۔

"تم چھوٹی ہو۔۔۔اور چھوٹی ہی رہو۔۔۔یوں بڑھ چڑھ کر بکواس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔وہ تمہاری بہن کی جدائی کا مارا نہیں آیا تھا بلکہ اپنی محبوبہ کے ساتھ ڈیٹ پہ آیا ہوا تھا۔سامنے بیوی نظر آگئی اور کسی غیر نیم برہنہ لڑکی کو بغل سے لگائے گھومنے والے مرد کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اُن کے نکاح میں ہونے والی عورت اپنے دوستوں کے ساتھ باہر کھانا کھا رہی ہے۔۔۔اُن دوستوں میں آخر ایک مرد بھی تو شامل تھا۔اس کی بیوی نیم برہنہ وجود کے ساتھ اُس مرد کی بانہوں میں نہیں جھول رہی تھی۔۔۔بلکہ مہذب لوگوں کی طرح بیٹھ کر ڈنر کر رہے تھے۔۔۔پر وہ کیا کہتے ہیں نا چور کی داڑھی میں تنکا۔ جس کا اپنا من میلا ہے وہ ہر ایک کو اسی نظر سے پرکھتا ہے۔میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔مجھے کوئی بھی ڈسٹرب نہ کرے۔"

امو اور ایمان نے شکر ادا کیا کہ امل کی باتیں سُننے کو جہانگیر اور شہریار موجود نہیں تھے ورنہ شائد وہ فاز سے سوال و جواب کرنے کھڑے ہو جاتے اور بات بڑھ جاتی۔

فاز نے پیک شدہ ڈنر والا بیگ ایمان کی جانب بڑھایا اور ساتھ پوچھا۔

"گھر پہ آج کیا بنا ہوا ہے؟"

"آج امو نے مچھلی بنائی ہوئی ہے۔"

"ارے واہ۔۔۔ فرائی یا سالن۔۔۔؟"

"یہ ڈھیر دھنیہ ڈال کر سالن۔"

"میں ہاتھ دھولوں جلدی سے کھانا لگاؤ۔"

امو کو فاز کا انداز بڑا اپنائیت بھرا لگ رہا تھا۔
مسکراتے ہوئے بولیں۔

"جاؤ مانی شاباش فریج میں سالا دپڑا ہوا ہے۔ روٹیاں ہاٹ پاٹ میں ہیں۔ چاول بھی نکال لانا۔ اگر فاز کو اچھے لگے تو کھالے گا۔"

"جی اچھا۔۔۔ کھانا یہیں ہال میں لے آؤں؟ یا کچن کی میز پہ لگانا ہے؟"

"ادھر ہی لے آؤ۔۔۔ وہاں گرمی ہوگی۔"

"بڑی بات ہے امو۔ ہمیں تو میز سے کھانا لیکر آنے کی صورت میں ڈانٹ پڑتی ہے اور فاز بھائی کو خود سے ہی ہال میں کھانے کی آفر کی جارہی ہے سُبحان اللہ۔"

"میرا بڑا بیٹا ہے۔۔۔ دو دو رشتے ہیں اسلیے تم لوگ اس کے ساتھ اپنا مقابلہ نہ کرو۔ اب جاؤ جلدی۔۔۔ بھائی کو بھوک لگی ہے۔۔۔ وہ ہاتھ دھو کر آتا ہی ہوگا۔"

فاز جیکٹ اُتار کر کف فولڈ کر چکا تھا۔ شرٹ کے سامنے دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔

ایمان نے کھانا لگا دیا جس کے ساتھ فاز نے پورا پورا انصاف کیا۔ جب ایمان چائے بنا کر لائی۔۔۔ جہانگیر اور شہریار بھی آچکے تھے۔ سب ایک ساتھ چائے پینے کے علاوہ بزنس پہ بات کر رہے تھے۔

"شہریار میں چاہتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو تم ہر دوسرے دن کالج سے واپسی پہ نئی فیکٹری کی ایک چکر لگا دیا کرو۔۔۔ چاچو اسفند کو وہاں کا چارج دے رہا ہوں۔"

شہریار ہنستے ہوئے بولا۔

"صلح کی قیمت۔"

بس یار کیا کر سکتا ہوں۔۔ آئندہ اللہ بچائے عورتوں کے ڈراموں میں نہیں آنا ہے۔"

سٹینگ روم میں ہنسی کی آواز گھوم گئی۔ وہ جیکٹ کو ایک ہاتھ کے ساتھ کندھے پہ پھینک کر امل کے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ کمرے میں ٹیلی ویژن کی سکرین کی روشنی کے علاوہ باقی بلب بند تھے۔ امل نے اُس کو مکمل اگنور کرتے ہوئے اپنا فوکس سکرین پہ رکھا۔۔۔ جہاں افریقی نژاد امریکیوں کی فلم "بوائز ان دا ہڈ۔" چل رہی تھی۔

وہ فلم کا نام اس لیے جان گیا تھا کیونکہ اُس نے خود بھی یہ فلم دیکھی ہوئی تھی۔ امل نے کوئی جواب دیا نہ ہی ردِ عمل دکھایا۔ وہ آکر اُس کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

ریموٹ لیکر آواز کم کر دی۔

مجھے اگنور کرو گی۔ تو میں یہیں پڑا رہوں گا۔۔ سیدھے منہ بات کرلو۔ میں چلا جاؤں گا۔""

وہ بڑے تحمل اور ٹھہرے لہجے میں بولی۔

"تم رکو یا جاؤ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج تم نے مجھے میرے دوستوں کے سامنے دو کوڑی کا کر دیا ہے۔"

"میں نے کیا ہی کیا ہے؟"

امل نے اپنی نم سُرخ آنکھوں سے اُس کی جانب دیکھا۔

مجھے ایک سوال کا جواب دو گے؟""

فاز کے لبوں پہ سدا رہنے والی مسکراہٹ موجود تھی ہاتھ بڑھا کر امل کے بالوں کی آوارہ لٹ کو اپنی انگلی پہ لپیٹتے ہوئے سر ہلا کر اُس کو بولنے کا اشارہ دیا۔

مجھ سے نفرت کرتے ہو؟""

فاز کی نظروں میں حیرت جاگی ہاتھ تھما۔۔۔ مگر صرف چند سیکنڈ کے لیے۔۔۔ پھر نفی میں گردن ہلائی۔

تم سے نفرت کیوں کروں گا۔""

کیونکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔""

"میں نہیں مانتا۔۔۔"

"فاز۔۔۔۔"

امل کی آواز میں موجود سنجیدگی نے پہلی دفعہ اُس کو چونکنے پہ مجبور کیا۔

"اس شادی سے تمہارا جو بھی مقصد تھا سب پورا ہو گیا۔۔۔ میرا وجود دیکھو کسی طرح بھی ماڈلنگ کے قابل نہیں رہا۔۔۔ تمہاری کم عمر خوبصورت گرل فرینڈ بھی مجھے موٹا بول کر چلی گئی۔ اس سے بڑھ کر میری تذلیل میں کیا کرنا چاہو گے؟ اس سے آگے کیا ہے۔۔؟۔۔۔ مجھے چھوڑ دو۔۔۔ آج کے دن تم کامیاب ٹھہرے۔۔۔ بس؟"

"جس کی بات تم کر رہی ہو۔۔۔ وہ ایک پیشہ ور لڑکی ہے۔۔۔ میرے ساتھ اس لیے تھی کیونکہ میں اس کو ایک بہت بھاری قیمت دیتا ہوں۔۔ یہ کہہ لو کہ ہائی کلاس کی طوائف جو کوٹھے پہ نہیں بیٹھتی۔۔۔ پر کام وہ طوائف سے بھی گرے کرنے کو تیار ہے۔"

امل کے لبوں سے سسکی نکلی۔۔۔ اور بھل بھل آنسو بہہ گئے۔

فاز نے زیرِ لب گالی دی۔۔۔

"اب کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟۔۔"

اس کا موڈ امل کے آنسو دیکھ کر نہیں خراب ہو رہا تھا۔۔۔ بلکہ اس الجھن کے تحت ہو رہا تھا کہ آخر یہ میرے پہ اتنی اثر انداز کیوں ہو رہی ہے اور میں یہاں پہ موجود ہی کیوں ہوں۔

امل کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔

"امل۔"

اس دفعہ اس نے رعب ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کون مر گیا ہے؟"

"تم۔۔۔ تم مر گئے ہو۔۔"

"تو میرے مرنے پہ تمہارے رونے کی کیا تُک بنتی ہے۔۔۔ تم تو خوش ہو۔"

"ایک بات سچ سچ بتانا فاز۔۔۔"

"کیا؟"

"کیا میں بہت ہی گناہگار تھی۔۔؟۔۔۔ جو تم جیسا نچلے درجے کا مرد میرے پلّے پڑ گیا؟"

وہ طنز میں نہیں کہہ رہی تھی بلکہ روتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"نچلے درجے کا؟ میں نچلے درجے کا ہوں؟"

"تو کیا نہیں ہو۔ میں تمہارے پیسے کی نہیں کردار کی بات کر رہی ہوں۔۔ آج کی ہی رات پہلے تم نے شایان کی بے عزتی کی ہے۔۔۔ پھر بھی اُس کی اعلیٰ ظرفی دیکھو کہ تمہاری بیوی اور گرل فرینڈ کے درمیان صورتحال بگڑنے پر وہ تمہاری مدد کرتے ہوئے۔۔۔ تمہاری ڈیٹ کو وہاں سے لے گیا۔"

"وہ گرل فرینڈ نہیں ہے بتا چکا ہوں۔"

"لگ تو محبوبہ رہی تھی۔۔۔ حق تو بیوی والے جتا رہی تھی۔۔۔ مجھے موٹی بول گئی۔۔۔ اُف میرے اللہ۔"

غصہ آنے کے باوجود اُس کے آخری فقرے پہ فاز کی ہنسی نکل گئی۔ ہاتھ میں پکڑی جیکٹ ایک طرف پھینکی۔۔۔ جوتے اُتارے اور بیڈ پہ اُس کے برابر بیڈ بورڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے روتی ہوئی امل کو بانہوں میں بھر لیا۔

اب یہی میری زندگی ہو گی۔۔۔ جہاں ہر کوئی منہ اُٹھا کر مجھے موٹی بول دے گا۔""

"امل۔۔۔ امل۔۔۔ امل۔۔۔"

وہ اُس کی کمر سہلاتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"میں انتہا کا جھوٹا ہوں۔۔۔ جانتی ہو نا؟"

"ہاں۔۔۔"

"اس وقت ایک سچ بول دوں۔۔یقین کر لو گی۔"

"بکو۔۔۔"

تم موٹی نہیں ہو۔"""

"اب وہ چھمو آئی نا میرے پاس کھانے کی چیزیں لیکر۔۔۔میں اس کو ہی کچا چبا جاؤں گی۔۔۔تمہاری ہی سازش کا حصہ ہوگا۔۔۔ہر گھنٹے بعد آ جاتی ہے۔۔سر پہ سوار ہونے۔۔۔باجی۔۔جوس باجی۔۔۔دہی۔۔۔باجی آپ کا سر۔"

فاز کا قہقہہ بے اختیار تھا۔

"بچہ میں تمہارا پیدا کر رہی ہوں۔۔۔۔کیوں۔۔۔؟۔۔میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے؟ مجھے کوئی ایسا شخص کیوں نہیں ملا۔۔۔جو میرا ہوتا۔۔میرے جیسا ہوتا۔۔۔اُجلا۔۔۔پیارا۔۔نکھرا ہوا۔۔۔جس کے ساتھ مجھے وقت کٹنے کا پتا ہی نہ چلتا۔۔۔جو مجھ سے محبت کرتا۔۔۔نرم گو ہوتا۔۔۔باہر منہ نہ مارتا۔۔۔جس کے لیے میں ہی آنکھوں کا چین ہوتی۔۔۔تب اگر میں اس کے بچے کی وجہ سے موٹی بھی ہو جاتی تو مجھے خوشی ہوتی۔۔۔ایسے دکھ تو نہ ہوتا۔"

"فار گاسیک موویز میں سب سچ ہی دکھاتے ہیں۔"

اپنی بات کے جواب میں فاز کا فقرہ سُن کر وہ اس کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ جس پہ وہ تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

"بھئی وہی کہ پریگنینسی کے دوران خواتین ہار مونز ان بیلنس کا شکار رہتی ہیں۔۔جس کا اثر ان کے جذبات اور موڈ سوئنگز پر پڑتا ہے۔۔۔تم پہلے ہی کم نہیں تھیں۔۔اس وقت تو پوری فلم بنی ہوئی ہو۔"

"تو تمہیں میری باتیں۔۔۔ میرا غم۔۔۔ سب کچھ ڈرامہ لگ رہا ہے؟"

"کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟ کیا اولاد پیدا کرنا غم کی بات ہے؟ یا تم دنیا کی پہلی عورت ہو جو یہ کام کرنے جا رہی ہو۔ خُدا کو جانو۔۔ اگر غور کرو تو ہمارے اپنے خاندان میں ایسی خواتین مل جائیں گی۔۔۔ جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دکھی ہیں۔۔۔ اور تمہیں اللہ دے رہا ہے۔۔ اور تم انتہا کی ناشکری ہونے کا ثبوت دے رہی ہو۔"

"اُف ٹھیک ہی کہتے ہیں سیانے۔۔۔"

وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا کہ کیا کہتے ہیں۔

"یہی کہ جس کو لگی ہو۔۔۔ درد بھی اُسی کو ہوتا ہے۔۔۔"

"ایک تو سیانے لوگوں کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا۔۔۔ جو وہ کہہ کہہ کر ہی دل کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں۔۔۔"

"ہاں ہاں تم نے تو جیسے راکٹ خلا میں بھیج کر پاکستان کے نام کو چار چاند لگائے ہیں یہاں کہاں پسار رہے ہو۔ اپنے گھر جاؤ۔"

" میں گھر چلا گیا تم یہی سمجھو گی طوبیٰ کے پاس گیا ہوں۔ اسلیے آج کی رات میری یہیں گزرے گی۔ جانم تیرے پہلو میں۔۔۔ تیرے گیسوؤں کی چھاؤں میں۔"

امل نے رکھ کر کہنی سے فاز کی پسلیوں میں ضرب لگائی۔

"کیا میرے میں اور ایک طوائف میں کوئی فرق نظر نہیں آتا جو مجھے یہ لفاظی سُنا رہے ہو۔"

"کیسی فضول ترین بکواس ہے"۔

فاز کی بات پہ وہ فوراً متفق ہوتے ہی آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں جب عورت سچ بولے تو وہ فضول ترین بکواس ہی لگتی ہے۔"

"اگر تم یہاں نہ آتیں۔۔۔ تو یہ سب نہ ہوتا۔"

"کیا میں تمہاری قیدی ہوں؟"

"نہیں۔۔۔ نہ ہی میں نے تمہیں قید رکھا ہوا ہے۔۔ اس سے پہلے اگر تم چاچی طرف نہیں آئی ہو۔۔ تو اس میں مجھ سے زیادہ تمہاری اپنی مرضی اور موڈ کا دخل تھا۔۔۔ میں تمہیں ملوانے کو تو لا ہی سکتا تھا۔۔ ہاں البتہ رہنے کی اجازت نہ ملتی۔"

امل نے مزید کچھ نہ کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میرا جانا کوئی ضروری نہیں ہے۔"

فاز کی بات پہ اماں نے گھوری سے نوازتے ہوئے کہا۔

"ہاں پُتر بہن کے گھر اس کے بچے کی کونسا پہلی خوشی ہے۔ جو تم چاؤ سے جاؤ گے تم تو ویسے بھی ہر دوسرے دن بہن کی طرف آتے جاتے رہتے ہو۔"

"اماں سارا گھر جا رہا ہے ایک فرد کے نہ جانے سے کیا فرق پڑنا ہے۔"

"ٹھیک ہے پُتر تو نہ جا۔ تیرا دوستوں کے ساتھ کوئی پروگرام ہو گا۔ آخر دوست اہم ہوتے ہیں۔ بہن بھائیوں کا ویسے بھی آپ پہ کیا حق ہے۔"

"آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں۔ وہ جو آپکا داماد شریف ہے میری اُس کے ساتھ نہیں بنتی ہے۔ وہ شخص میری برداشت کا امتحان بنتا ہے۔ سارا دن دفتر میں کم ہوتا ہے۔ جو اب اُس کے گھر بھی جاؤ۔ آپا سے میری طرف سے معذرت کر لیجئے گا۔"

"بس تم لوگ اپنی ناک کے آگے مت دیکھنا۔ گھنٹے سے سر کھپا رہی ہوں مگر تمہاری گراری وہیں کی وہیں پھنسی ہوئی ہے ۔۔ شفا بیٹی جاؤ اِل چچی کو بولو فاز چاچو کے کپڑے نکالے۔ دیکھتی ہوں کیسے نہیں جاتا، غضب خدا کا ماں کی اتنی سی بات نہیں مانی جاتی۔"

"اگر آپ کو مجھے ساتھ لے جانے کا اتنا ہی شوق ہے۔۔۔ تو چلا جاتا ہوں۔۔۔ مگر آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا پاؤں گا ابھی مجھے ایک جگہ کام سے جانا ہے۔ آپ لوگ نکلیے۔۔ میں سیدھا وہیں پہنچ جاؤں گا۔"

"جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟"

"چلیں۔۔ آپ نہ مجھے بچوں کی طرح ڈانٹنا چھوڑ دیں۔ میرا اپنا بچہ دنیا میں آنے والا ہے۔"

"تبھی تم میں فرمانبرداری نام کی بھی نہیں ہے۔"

"سارے خاندان کا فرمانبردار ترین بچہ ہوں۔"

"ماں صدقے جائے میرے لال۔۔۔ ایسے مذاق نہ کیا کرو۔۔ تمہاری ماں کا دل بڑا کمزور ہے۔ اس طرح کے جھٹکے نہیں سہہ سکتا ہے۔"

وہ مسکرایا۔

"جب بھی بے عزت کرتی ہیں۔۔ اپنی آل اولاد کے سامنے ذلیل کرتی ہیں۔ بندہ محسوس بھی کر سکتا ہے۔۔۔ میں اپنی عزت افزائی دل پہ لے جاؤں تو پھر؟"

"نہ بھائی۔۔۔ تو اور اتنا سعادت مند۔ صمد بھائی کے دیئے گئے لقمے پہ فاز کا لہجہ سیکنڈ میں بدلا تھا۔

"اماں اپنے سپوت کو بولیں مجھ سے بچ جائے۔ کسی دن ضائع ہو جائے گا۔"

صمد بھائی ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے جبکہ فازا بھی تک اُن کے رستے کو گھور رہا تھا۔

"یہ آدمی موقع کی تلاش میں ہوتا ہے۔ کام کانہ کاج کا دشمن اناج کا۔"

"بس چُپ کر جا۔۔۔ کیوں تو اتنا بے دید ہے۔۔۔ کتنی دفعہ کہا ہے وہ تمہارا بڑا بھائی ہے اس کے ساتھ عزت سے پیش آیا کرو۔"

"ایسے دو نمبر لوگوں کی عزت میری جوتی کرتی ہے۔۔۔ بلکہ وہ بھی انکار کردے۔"

"بہنوئی سے تمہیں خار۔۔۔ بھائی سے تمہیں بیر۔۔ بیوی کے ساتھ تمہارے مسئلے۔ کہیں کوئی کمی چھوڑنی ہے یا نہیں؟"

"جھوٹی انا میں جلنے والے میری جانب سے فارغ ہیں۔ میرے پاس ایسے لوگوں کے لیے نہ عزت ہے۔۔ نہ وقت۔"

"بیوی کے لیے بھی ایسے ہی بے درد الفاظ استعمال کرتے ہیں؟!"

"کیوں وہ کیا آسمان سے ٹپکی ہے؟ جو اُس کو وی آئی پی پروٹوکول دوں۔۔۔ اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں۔ یہ نام جو آپ نے ابھی گنوائے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی انسانوں والی کوئی خوبی پائی جاتی ہے؟ سوائے کھانے اور زبان چلانے کے انکو تیسرا کام ہی کیا ہے۔"

"کیا اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی۔۔۔؟"

"آپ مجھے چُپ کروانا چاہ رہی ہیں۔ چلیں میں چلتا ہوں۔ مگر میرے نہ بولنے سے سچ تو نہیں بدلے گا۔"

"ایک طرف تم بچے ہو دوسری طرف وہ سب لوگ بچے ہیں۔۔۔ بابگر تو بس میں ہی ہوں جو اپنی اولاد کے اختلافات براشت کرتی ہوں۔ میری زندگی میں تم سب بہن بھائی مل کر نہیں بیٹھتے ہو۔۔۔ میرے مرنے کے بعد تو ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھو گے۔"

"چلیں اب جذباتی ڈائیلا گز مار مار کر جان لیں۔ آپ کے نواسے کی مٹی میں جا تو رہا ہوں اب اور کیا کروں؟"

"اچھا جہاں کام سے جارہے ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ اور وقت سے وہاں آجانا۔۔۔ یہ نہ ہو۔۔۔ دو چار منٹ کے لیے خانہ پُری کرنے آؤ۔"

وہ ان سُنی کرتا ہوا نکل آیا۔

عادت کے مطابق گھر سے نکلنے سے پہلے اپنے کمرے میں آیا۔

بیگم صاحبہ بڑی بھابھی کا میک اپ کر رہی تھیں۔

کالے رنگ کا کھلا سالونگ کُرتا۔ نیچے کالا ہی غرارہ قمیض کے دامن اور غرارے سمیت دوپٹے پہ بھی گولڈن رنگ کا گوٹے کا کام بنا ہوا تھا۔ بالوں کو جوڑے میں قید کر کے آنکھوں کو سموکنگ لُک کے ساتھ قاتلانہ بنائے ہوئے تھی۔ کانوں میں بڑے بڑے گولڈن بُندے پیروں میں گولڈ کُھسہ۔۔۔ فاز کو تو وہ چلتی پھرتی قیامت معلوم ہوئی۔

وہ اس کی موجودگی کو ہمیشہ کی طرح نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہی۔ سج سج کر قدم اُٹھاتی بھابھی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ہلکے گلابی لب کبھی سکڑتے۔۔۔ کبھی پھیلتے۔

حُسن ہو۔۔۔ اور یوں بے نیاز بھی بنے تو۔۔۔ مسئلہ کیونکر حل ہو۔۔۔

"ہوش تم ان بے فیض لوگوں پہ وقت برباد کرنے کی بجائے مجھ پہ بھی وقت کر لیا کرو۔"

بھابھی کے لب پھیل گئے۔

"تم سے برداشت نہیں ہوتا کہ امل کے ساتھ کوئی بات بھی کرے۔"

"بات؟ بات کی حد تک ہو تب نا۔۔۔ آپ لوگ تو چوبیس گھنٹے میرے کمرے سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ بس کسی دن ابا صاحب سے بات کر کے اپنا الگ پورشن بنواتا ہوں۔"

"توبہ توبہ۔۔۔ بیوی کے لیے اس قدر بیتابی۔ اس کو تو ہوا چھو کر گزرے تم اس کے ساتھ بھی لڑ پڑو۔"

"بس جی ہماری انہی باتوں نے لوگوں کے دماغ کو ساتویں آسمان پہ پہنچا دیا ہوا ہے ورنہ انکو کس نے پوچھنا تھا۔ ہم جیسے ہیرے مفت میں مل گئے۔ لوگ اترا اترا جاتے ہیں۔"

"اگر تمہارا ریڈیو لمبا چلنا ہے؟ تو کیا کسی دوسرے کمرے میں چلی جاؤں۔۔۔؟ کیونکہ تمہاری آواز سُننے سے بہتر ہے کہ میری سماعت ہی چھن جائے۔"

"میں جا رہا ہوں۔۔ تمہاری زبان کے زہر کا ایک قطرہ لیکر سمندر میں ڈالا جائے نا تو سمندری زندگی ختم ہو جائے۔ ویرانی چھا جائے۔"

"تو پھر تم انہی ماؤں کو سُنا کرو نا۔۔۔ جو بولیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔"

"تم اماں لوگ کے ساتھ چلی جانا۔ میری ایک دوست نے نیا گھر بنانے کی خوشی میں آمین رکھی ہے۔۔۔ میں وہاں سے ہو کر آپا کی طرف آجاؤں گا۔
"
وہ ایسے ہو گئی جیسے اُس کی بجائے دیواروں کو بتا رہا ہو۔
فاز چلا گیا تو بھابھی نے اپنے چہرے پہ تیزی سے چلتے امل کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لیا۔ امل رُک کر ان کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ بھابھی اس کا کریم نیل پالش لگی والا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے گویا ہوئیں۔
"کاش تم دونوں کو احساس ہو جائے کہ ایک ساتھ کھڑے ہونے پہ تم دونوں کتنے خوبصورت لگتے ہو۔"
"بھابھی۔۔۔ آپ جانتی ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ فاز کو ملایا جانا پسند نہیں ہے۔"
"صمد بہت پریشان ہوتے ہیں، ان کو تم دونوں کی بڑی فکر ہے۔ کہہ رہے تھے کاش ابا جی اور چاچو نے فاز کو یوں شادی کرنے کی اجازت نہ دی ہوتی۔"
"شادی نہیں ہے۔۔ بھابھی یہ زبردستی ہے۔۔۔ ہمارے کتے رواج لوگوں کی باتوں کا ڈر۔۔۔ وہ میرا شوہر کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ جب میرا دل ہی اس کو قبول نہ کرے؟"
"اچھا چھوڑو یہ موضوع اور خُدا کے لیے اپنا موڈ خراب مت کرو۔۔۔ اتنی پیاری لگ رہی ہو۔۔ تمہارا موڈ اچھا نہ ہو تو پارٹی میں کیا خاک مزا آئے گا ۔۔۔ ویسے بھی سب بچے تمہارے سے بہت مانوس ہیں۔۔۔ گھر بار بس ایک ہی نام سُننے کو ملتا ہے کسی کی امل ممانی۔۔۔ کسی کی امل چچی کسی کی بہن۔"

"آپ خاموشی سے میک اپ کیوں نہیں کرواتی ہیں۔ مسلسل باتیں کیے جا رہی ہیں۔ لپ اسٹک پھیل جائے گی۔۔۔ دو منٹ خاموش رہیں۔"

"لو بھلا۔۔۔ اب کیا لپ اسٹک کو جگہ پہ رکھنے کے لیے مجھے سارا وقت خاموش رہنا پڑے گا۔"

"جانتی ہوں۔۔۔ یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے۔۔۔ مگر مجھے لپ گلوز تو سکون سے لگانے دیں۔"

بھابھی چند سیکنڈ خاموش رہیں۔۔۔ پھر گویا ہوئی۔

"امل سچ کہوں تم سے زیادہ گنوں والی لڑکی ہمارے خاندان میں کوئی نہیں ہے۔۔۔ نہ کبھی میک اپ کرنا سیکھا۔ پھر بھی ہم سب کا میک اپ اتنا شاندار کرتی ہو۔ ملبوسات میں بھی تمہاری رائے ہمیشہ بہت اچھی ہوتی ہے۔ بس ذرا سی میٹھی ہو جاؤ۔۔۔ تو قسم سے سونے پہ سہاگہ ہو یہ جو غصہ تمہاری ناک پہ دھرا رہتا ہے نا۔۔۔ ذرا بھی نہیں جچتا تم پہلے والے روپ میں آجاؤ۔۔۔ شوخ چنچل سی۔"

"پیاری بھابھی وہ والی امل اُسی دن مر گئی تھی۔ جس دن اُس کے والد نے اُسے ڈانٹ کر شوہر کے ساتھ چلے جانے کا بولا تھا۔۔۔ اور یہ انکشاف کیا تھا۔۔۔ کہ فاز نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اُس میں میرے ابی کی رضامندی شامل تھی۔۔۔ میرے یقین کے ٹکرے ہو گئے اور امل مر گئی۔۔۔ کوئی ایسا بھی کرتا ہے؟ وہ بھی اپنی اولاد کے ساتھ۔۔۔ جیسے میں انسان نہیں کوئی ڈور ڈنگر تھی۔ جس کو یوں دھوکے سے بیاہ دیا۔ وہ بھی اُس شخص سے جو میرا ناپسندیدہ ترین انسان تھا۔۔۔ جس کے لیے میرے دل میں سوائے نفرت کے اور کچھ نہیں ہے۔"

"پر امل شادی کے بعد تو سب کچھ بدل جاتا ہے۔۔۔ لوگ تو کہتے ہیں نکاح کے دو بول میں بڑی طاقت ہے پتھر سے پتھر دل کو بھی موم کر دیتا ہے۔"

امل استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔۔

"نہ جانے کن لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔۔۔ میرے لیے میری عزتِ نفس سب سے پہلے آتی ہے۔۔۔ اور کون پاگل ہو گا۔۔۔ جو اُس شخص سے محبت کرے۔ اُس شخص کے ساتھ خوشحال ازدواجی زندگی گزارے جس نے آپ کو ساری دنیا کے سامنے بدنام کیا۔۔۔ جگ ہنسائی کا باعث بنا جس نے آپ کے ارمانوں کی راکھ کے اوپر اپنی عیاشی کا سامان کیا۔۔۔ جو زبردستی آپ سے اپنا ازدواجی حق چھینتا ہے۔۔۔ ایسے لوگ محبت اور ہمدردی کیا۔۔۔ لعنت بھیجنے کے لائق بھی نہیں ہوتے جو یہ سمجھ کر عورت کو نیلام کر دیں کہ ایک دفعہ اولاد ہو گئی پھر یہ کہیں نہیں جاسکے گی۔۔۔ اولاد کو دنیا میں اس لیے لانا چاہتا ہے تاکہ اولاد آ کر ماں کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دے گی۔ ایسے خود غرض انسان پہ کوئی ترس کھائے۔۔۔ جو اپنے مقصد کو پانے کے لیے ایک عورت کو اپنا غلام بنانے کے لیے کسی معصوم کی زندگی سے کھیلے۔ ایسے لوگ بھلا کس قابل ہیں۔۔۔؟ بیچ چوراہے کے کھڑا کر کے گولیوں سے سینہ چھلنی کرنے کے قابل ہیں۔"

غصے سے بولتی چلی گئی۔

چُپ ہوئی تو سانس پھولی ہوئی تھی۔

بھابھی مزید کچھ کہے بغیر اسکا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی گئی۔

مگر امل کا موڈ ساری شام غارت ہی رہا۔ فنکشن شروع ہونے پر بھی وہ ماحول کا حصہ بننے کی بجائے خاموشی سے ایک طرف بیٹھی رہی۔۔۔ جبکہ باقی سب خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔۔ باقی دونوں ممانیاں تو چہک رہی تھیں۔

امو اور ابی کو آتے دیکھ کر اُس نے نظر پھیر لی مگر وہ پھر بھی آکر اُس کے قریب بیٹھ گئے۔

"امل میری بیٹی کیسی ہو؟ تم نے اس دن کے بعد گھر کا چکر کیوں نہیں لگایا۔۔؟ ہر روز فاز سے کہتی ہوں کہ وہ تمہیں ہماری طرف لیکر آئے۔۔۔ مگر وہ کہتا ہے کہ تم منع کر دیتی ہو؟ تم گھر آنا نہیں چاہتی ہو؟ ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ میرے میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں ہزار دفعہ کی دہرائی ہوئی باتیں ایک دفعہ پھر نئے سرے سے دہرانے بیٹھوں۔ ویسے بھی میں یہاں پر آپ لوگوں کے ساتھ دکھ سکھ کہنے نہیں آئی بلکہ اپنی سو کالڈ نند کے بیٹے کی منگنی پہ آئی ہوئی ہوں۔۔۔ اب اگر آپ لوگوں کو بُرا نہ لگے میرا دل ڈانس کرنے کا ہو رہا ہے۔ مجھے آپ لوگوں سے مل کر جھوٹی خوشی بھی نہیں ہوئی۔ مجھے یقین ہے۔۔۔ آپ کے بھی میرے لیے یہی جذبات ہونگے۔۔۔ انجوائے یور ایوننگ۔"

جیسے ہی بیرونی دروازے میں فاز کی جھلک نظر آئی اُس کا دماغ اگلا پروگرام پلان کر چکا تھا۔ جس پہ عمل کرنے کی نیت سے وہ سٹیج کے سامنے موجود لڑکوں کے گروپ کی جانب آئی جو ایک فاسٹ بیٹ انڈین نمبر پہ رقص میں مصروف تھے۔ اسفندیار ایک طرف کھڑے ہو کر تالی بجا رہے

تھے۔ امل نے آگے بڑھ کر انکا ہاتھ تھاما اور ڈانس کرنے والے گروپ کی جانب لے آئی۔۔۔اسفندیار حیران سے گویا ہوئے۔

"ارے واہ میرے بیٹے کی چھوٹی ممانی تو آج بڑی پیاری لگ رہی ہے۔

"

"صرف آج۔۔۔۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں ہر روز پیاری لگتی ہوں۔

"

اُس کے انداز پہ اسفندریار ہنستے ہوئے ایک سرسری سی نظر امل کے عقب میں ڈالتے ہوئے بولے۔

"شرارتی لڑکی۔۔۔ بڑا عمدہ وار کیا ہے۔۔۔ وہ تمہارا سرتاج مٹھیاں بھینچے مجھے کچا چبا جانے کو پھر رہا ہے۔"

امل نے سر پیچھے کو گرا کر پورے دل سے قہقہہ مارا۔

"آپ کی دی گئی اس اطلاع پہ میری طبیعت ایک دم فریش ہو گئی ہے ارے جنہوں نے ہمارا چین برباد کیا۔ اُن کے دل پہ بھی تو قیامت ٹوٹے، وہ بھی تڑپے، اس کو بھی بے سکونی ملے۔ ہائے اللہ کیا ہی اعلیٰ موقع دیا ہے۔ اس شخص کی انا پہ وار کرنے کا۔ ساری رات تڑپ تڑپ کر مرے گا۔"

"تم ایک بات بھول رہی ہو۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ میرا قتل کرنے کو آرہا ہے۔ چلو تمہارا فائدہ ہو گا۔۔۔ مگر مجھ غریب کا نقصان ہی نقصان ہے۔ ہمارا تو پہلے ہی چور پولیس کا بیر چل رہا ہے۔ اب تو وہ مجھے بالکل بھی نہیں بخشنے والا ہے۔"

اس دفعہ امل کا قہقہہ پہلے سے بھی بلند تھا۔ باقی کا سارا فنکشن امل کے ہونٹوں سے مُسکراہٹ نہیں گئی۔

جبکہ فاز سارا وقت خاموش رہا، واپسی کا راستہ بھی خاموشی میں کٹا اس وقت بھی وہ دونوں پیر سامنے میز پہ رکھ کر ریموٹ ہاتھ میں لیے چینل بدل رہا تھا، امل اپنا لباس بدل کر ایک کھلی سی فراک پہن کر منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے برآمد ہوئی، فاز کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل سے بے بی آئل کی بوتل لی۔ اور بیڈ پہ بیٹھ کر پیر اوپر کر لیے ایک ہاتھ سے ان کو ہلکے ہلکے دباتے ہوئے اپنا فون کھول کر فاطمہ بھابھی کا نمبر ملایا دوسری بیل پہ بھابھی نے فون اُٹھالیا۔

"دس منٹ کی جدائی کے بعد ہی کال کر دی، کیا میرے بغیر دل نہیں لگ رہا ہے۔"

وہ دلکشی سے ہنسی۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔ آپ نظروں سے دور ہوتی ہیں تو دل اداس سا ہو جاتا ہے۔"

دوسری جانب وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"تمہارے شوہر نے مجھے تمہارے فون سے بلاک کر دینا ہے۔"

وہ بولی۔

"فون سے کرے گا، فون کی کیا حیثیت ہے، دل سے بلاک کر کے دکھائے اگر اتنا ہی کھلاڑی ہے۔" بھابھی پھر سے ہنس دیں۔ اور پوچھا۔

"کیا پیر درد کر رہے ہیں؟"

"ہائے کچھ نہ پوچھیں۔ میں نے پوچھنا تھا کیا چھمو چلی گئی ہوئی ہے؟"

"ہاں وہ دس بجے کی چلی گئی ہے، یہ بھی آج پارٹی کی وجہ سے رُک گئی تھی ،ورنہ وہ کب اتنی دیر رُکتی ہے، اگر تم آدھا گھنٹہ انتظار کر لو۔ تو میں تمہارے پیروں کی مالش کر دوں گی۔"

"ارے نہیں آپ سے بھلا میں اپنے پیر دبواؤں گی، میں درد کی گولی کھالیتی ہوں، پھر صبح جب چھمو آئے گی، تو مالش کر دے گی۔"

"سوچ لو اگر نیند نہ آسکے تو مجھے کال کر لینا۔ بہن بھائیوں میں اتنا بھی کیا ادب و آداب۔"

"میں دیکھ رہی تھی جیسے تم چل کر اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔"

"درد تو جو ہے سوجن بہت ہو گئی ہے، چھوٹی سی ہیل نے یہ حال کیا ہے، سوچیں اگر زیادہ بڑی ہیل پہن لیتی تو کیا حال ہونا تھا۔"

"ہاں کئی لڑکیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا، ہیل پہنیں یا فلیٹ۔ مگر تمہارا وجود ایسا نہیں ہے، تم تو پاؤں لٹکا کر بیٹھو بھی تو پیر سوجے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"میں حیران ہو رہی ہوں کہ آپ مجھے اتنا نوٹ کرتی ہیں۔"

"لو بھلا تمہیں تکلیف ہو گی تو کیا میں نظر انداز کر دوں گی۔"

"میری سب سے بڑی تکلیف کو تو آپ سب ہی اچھے سے اگنور کرتے ہیں۔" پیچھے سے صمد بھائی نے بھابھی سے کپڑے مانگے تھے، امل نے کال بند کر دی اور بے بی آئل کے چند قطرے ہتھیلی پہ گرا کر خود ہی اپنا پیر دبانے لگی۔ فاز جو اس کی حرکات و سکنات نوٹ کر رہا تھا۔ جب امل اپنے دونوں پیروں کو دبانے کے بعد بھی مطمئن نظر نہ آئی تو وہ صوفے سے اُٹھ کر اس کے پاس بیٹھا۔ امل نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔ کچھ وہ شام سے اس انتظار میں

نہی کہ یہ کب پھٹے گا۔ فاز نے اس کا دائیاں پیر پکڑ کر اپنی گود میں رکھا، امل نے پیر کھینچا۔ فاز نے واپس وہیں رکھ دیا۔ بے بی آئل پیر پہ گرانے کے بعد اس کا پیر دبانے لگا۔ امل نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

جواب میں وہ بولا۔

"جو تم نے آج کیا ہے کیا وہ طوبیٰ کا بدلہ تھا؟"

ایک پل کے لیے امل اس کا اندازہ ٹھیک ہونے پہ چُپ ہو گئی۔ جب فاز نے سر اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ امل نظر چُرا کر بولی۔

"تم اتنے اہم نہیں ہو۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔ کیونکہ اگر میں اہم ہوتا تو تم مجھے اس طرح سے خاندان کے سامنے ایسا تھپڑ نہ مارتی۔ دوسرا تمہاری یہ کوشش تھی کہ میں وہاں سین بناؤں گا، یہ بھی ایک مرحلہ تھا جو آج میں طے کر گیا ہوں، ورنہ اس شخص کے ہاتھ تمہاری کمر پہ رکھے دیکھ کر اس کے ہاتھ کاٹنا تو بنتا ہی تھا، میری عورت کو بانہوں میں بھرنے والے کی اتنی سی سزا تو بنتی ہی تھی۔ مگر معاف تو میں اس کو اب بھی نہیں کروں گا، تمہارے لیے البتہ میرے پاس ایک مشورہ ہے، جو میں جانتا ہوں۔ تم مانو گی تو شائد نہیں، مگر میری نفرت اور مجھے نیچا دکھانے کے چکر میں کیوں کسی کی ماں کے سپوت کی ٹانگیں یا ہڈی پسلی تڑوانا چاہتی ہو؟ میری جان جس مرد کی انا کا گراف اونچا ہو اس کو اس طرح سے نہیں آزماتے ہیں۔ نقصان بہت زیادہ ہو جاتا ہے، میں اس معاملے میں بڑا سطحی سا مرد ہوں۔ آئندہ میرا نہیں مگر اگلے کا خیال ضرور کر لینا۔"

امل نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسفند بھائی کو تم کچھ نہیں کہو گے۔"
چیلنج سے امل کی نظروں سے دیکھا۔
"کیوں؟"
"کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔"
"اس نے تمہیں گلے سے لگایا تھا۔"
"ہاں تو؟ بڑا بھائی ہے اس میں کیا بُرائی ہے۔"
"اگر بھائی ہوتا نا تو تم اس کو گلے نہ لگاتیں، تمہیں پتا تھا ایسا کرنا غلط تھا، تم نے جان بوجھ کر کیا۔"
"چلو کم از کم تمہیں اب یہ تو سمجھ آیا ہو گا، جب اپنے ازدواجی تعلق کے ہوتے ہوئے، کسی اور کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر پھریں تو وہ آپ کے پارٹنر کے لیے کس قدر تضحیک آمیز ہوتا ہے۔
"یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے میری جان، لوگ تمہیں ایسی نظر سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کر رہی ہے۔ میرے پہ ترس کھا رہے تھے کہ بے چارہ کیسی عورت کو جھیل رہا ہے، ایسی حرکت کرنے سے پہلے تم نے یاد رکھنا تھا، کہ تمہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔"
"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، کیونکہ لوگ تو ابھی بھی مجھے گھر سے بھاگی ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہ کلنک ساری عمر کیا مرنے کے بعد بھی یہ دنیا میرے نام کے آگے سے نہیں ہٹائے گی، چلو واقعی مجھے کسی کے عشق نے اتنا بیوقوف بنایا ہوتا، کسی کی چپڑی میٹھی باتوں میں بہہ کر میں نے اپنے پیر پہ خود یہ کلہاڑی ماری ہوتی تو مجبوری میں لوگوں کی کہی سہہ لیتی۔ مگر مجھے بغیر قصور کے سزا ملی ہے۔"

"اچھا تو اب تم اس کا بدلہ لینے کے لیے اپنا ریٹنگ مزید لو کرنے کو تیار ہو؟
"

"کون سا ریٹنگ لو ہو گیا ہے؟ ڈانس کیا ہے اپنے بہنوئی کے ساتھ۔۔ زنا تو نہیں کیا ہے۔"

"اگر اپنی سوچ نہ بدلو گی، تو کل کو تمہیں زنا بھی بُرا نہیں لگنا ہے۔" امل کے کان سُرخ ہو گئے، فاز تو خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے، امل نے اس دفعہ پوری قوت سے اپنا پیر اس کی آہنی گرفت سے آزاد کروایا اور اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہاری اس بات نے مجھے مزید اس بات پہ مستحکم کر دیا ہے، میں تم سے طلاق لوں گی، مجھے تم جیسے مرد کے ساتھ اپنی زندگی تباہ نہیں کرنی ہے۔"

"طلاق دوں گا تو لو گی نا۔ تم میری ضد ہو، طلاق لینے میں اگر کامیاب ہو جاؤ تو بتانا، اور اگر دوبارہ سے تم نے عدالت کا رُخ کیا نا تو اس دفعہ ایسا بدنام کروں گا کہ ساری عمر دنیا سے منہ چھُپاتی پھرو گی۔"

وہ غصے میں جو منہ میں آیا بولے جا رہا تھا۔ امل اپنا دوپٹہ کندھے پہ ڈالے جا رہی تھی، ہاتھ وہیں درمیان میں معلق رہ گیا۔ حیرت سے پھیلی نظروں سے اس کو دیکھے گئی۔۔ پھر بڑی ٹھہری ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا میں اتنی گندی تھی، کہ اتنا گندہ مرد مجھے دیا گیا ہے؟ اپنے ماں باپ کے ساتھ جو بدتمیزی کرتی تھی اس کی سزا دنیا میں ہی مل گئی ہے۔ میں اس گھر میں تب تک ہوں، جب تک تمہارا بچہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔"

فاز کو مزید تپ چڑھی۔

"میرا بچہ؟ تمہارا نہیں ہے؟"

"نہیں یہ تمہارا ہی ہو گا۔"

وہ اپنی بات کہہ کر چپل پہن کر دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ جب وہ بولا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"کیوں کیا کمرے سے باہر اندر آنے جانے کے لیے تمہیں بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں اگر تماشا بنوانے کی نیت سے نکل رہی ہو تو یہیں رُک جاؤ، جو بھی بات ہو گی، جو لڑائی ہو گی، وہ اسی کمرے میں ہو گی۔"

"اوہ میں بھول گئی تھی۔ کہ میں اپنے گھر پہ نہیں ہوں۔ میں تو جیل میں ہوں۔ مجھے تو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے، تو پھر تم ہی یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ جو باتیں ابھی تم نے کہی ہیں۔ اس کے بعد میں تمہاری موجودگی برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ خاص کر اگر تم تماشا نہیں بنوانا چاہتے ہو، اگر تم ابھی یہاں سے نہ گئے تو میں ہر لحاظ بھول کر ابھی یہیں سے صمد بھائی کو آواز دے دوں گی۔" فاز اس کو گھورتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھا دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اعلان کیا۔

"تم دنیا کی ناشکری ترین اور گھمنڈی ترین عورت ہو۔"

فاز کمرے سے نکلا۔ امل نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ آنکھوں میں نمی تھی، برداشت کی حد تھی، لب کانپ رہے تھے، اور وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے خود کو ڈانٹ رہی تھی، خبردار اگر تم روئی، رونا مت۔۔ کچھ مہینوں کی بات ہے، جیسے تیسے برداشت کر جاؤ۔ تھوڑی دیر تک کڑھنے کے بعد وہ سو گئی

تمرارات کو کہیں آنکھ کھلی تو فاز صاحب کو اپنی جگہ پہ موجود پایا وہ ابھی نیند میں ہی تھی، اسلیے فاز کی جانب سے کروٹ لیکر دوبارہ غافل ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اماں جی صوفے پہ براجمان تھیں اور وہ ان کی گود میں سر رکھ کر کسی بچے کی طرح لیٹا ہوا تھا۔۔۔اپنی صوفے سے نیچے جاتی ٹانگوں کو فولڈ کر کے چوکڑی ماری ہوئی تھی۔

نظریں اسکا پیچھا کرتیں جو ہمیشہ کی طرح اسکو اگنور کر رہی تھی۔اس دفعہ وہ اسکے بھانجے کو گود میں لیے کمرے میں داخل ہوئی تو اسکو سنانے کی خاطر ماں سے مخاطب ہوا۔

"اماں جی یہ آپکی ہونے والی بہو کی تصویر ہے دیکھ کر بتائیں کیسی ہے؟"

"میری بہو میرے سامنے ہے۔۔۔تصویروں میں کیوں دیکھوں۔"

"ارے اسکی بات تھوڑی کر رہا ہوں۔۔۔میرے کہے پہ کان دھریں ۔۔۔ہونے والی بہو کہہ رہا ہوں۔پرانی باسی بہو نہیں۔"

اماں نے آنکھیں سکیڑ کر تصویر دیکھی۔

"لڑکی تو پیاری ہے۔۔۔پر ہمیں نہیں چاہیے۔"

فاز کا قہقہہ جاندار تھا۔

"آپکے لیے تھوڑی لا رہا ہوں۔"

"کس کی بات ہو رہی ہے۔مجھے بھی تصویر دیکھنی ہے۔"

مریم کے کہنے پر اُس نے خوش دلی سے موبائل کی سکرین اس کی جانب کر دی۔

امل کے جیسے کان اور آنکھیں دونوں بند تھے کمرے میں ہونے والی گفتگو سے مکمل لاتعلق مگر مریم کی چیخ نے اسکو اسکی جانب دیکھنے پر مجبور کیا۔

"بھائی! یہ۔۔۔ یہ تو اپنے ملک کی نمبرون ماڈل ہے۔"

"ہاں۔۔۔ سیدہ فیروزہ۔۔۔"

"اور یہ۔۔۔ یہ آپکے ساتھ کھڑی ہے۔۔۔ کیوں؟"

"کیا ہو گیا ہے؟ اتنا ایمپریس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ لوگ شو آف کرنے کے لیے فوٹو شاپ کا سہارا لیتے ہیں۔۔۔ ورنہ یہ منہ اور مسور کی دال۔"

وہ نیم وا نظروں سے اُسی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ دھیرے سے مسکرایا۔

"میرے ساتھ ڈنر پہ چلو گی؟ فیروزہ سے بھی مل لینا۔ آخر تمہاری جگہ پہ آ رہی ہے۔ تم سے بھی ملاقات کر لے گی۔"

سرد بے رحم نگاہیں فاز پہ ٹکیں اور دوٹوک انداز میں کہا گیا۔

"کہاں سیدہ فیروزہ کہاں۔۔۔"

طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ فقرہ ادھورہ چھوڑ دیا۔

فاز نے وہیں لیٹے لیٹے کال ملائی۔

"دوسری بیل پہ ہی فون کا جواب دیا گیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"مجھے یاد نہ کیا کرو۔۔۔ میں دو کا پہاڑا تو نہیں ہوں۔"

نگاہیں اب بھی وہیں تھیں اُسی چہرے پہ اور باتیں کسی اور کے ساتھ ہو رہی تھیں۔

"آج شام فارغ ہو؟"

"ہاں ڈنر پہ ملتے ہیں۔ میرا ڈرائیور تمہیں سات بجے لینے آجائے گا۔"
"نہیں آج ڈرائیور کے ساتھ آجانا۔ میں کسی کو تم سے ملوانے لارہا ہوں اکیلے خود نہیں آرہا۔"

دوسری جانب سے جانے کیا کہا گیا۔۔۔ وہ ہنسا۔
"خود دیکھ لینا۔۔۔ بائے۔"

"مریم اپنی بھابھی سے کہہ دو ساڑھے چھ بجے تیار رہے۔"
امل ہنسی۔۔۔ اور فاز کے لب بھینچ گئے۔ عرصے بعد آج یہ مسکراہٹ دیکھنے کو ملی تھی۔

"میں ضرور جاؤں گی۔ میں بھی تو ورلڈ ٹاپ کلاس ماڈل سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ اپنے بھائی کو کہہ دو سٹیج کی ڈانسر جتنا بھی میک اپ کرکے نکھر جائے سید وفیروزہ نہیں بنے گی۔"
وہ کمرے سے نکل گئی۔

مریم نے بھائی کو دیکھا۔۔۔ جو ابھی بھی وہیں دیکھ رہا تھا جس دروازے سے وہ نکل کر گئی تھی۔

"بھائی ویسے بھابھی نے سب کے سامنے بے عزت کرنا ہے اور زندگی بھر طعنے دینے ہیں کہ تیرا بھائی ماڈل کے ساتھ تصویر فوٹو شاپ کرکے شوخیاں مارتا ہے۔ اسی ڈر سے میں نے یہ تصویر آگے شئیر نہیں کی ورنہ دل تو چاہ رہا ہے اپنے انسٹا اکاؤنٹ پہ شئیر کروں۔۔۔ اُف لڑکیاں تو جل جل کر مر جائیں گی۔"

"کوئی بات نہیں کل جب وہ اس گھر میں آجائے گی۔دوستوں کو لائیو دکھالینا۔"

امل کا پھر وہاں سے گزر ہوا تھا فاز نے اُسی کو سُنانے کے لیے جملہ مارا تھا۔ وہ ایک دفعہ پھر ہنسی تھی۔فاز نے اسکا مسکراتا چہرہ آنکھوں میں رکھ کر آنکھیں موند کر اماں کے دوپٹے کا پلو چہرے پہ ڈال لیا۔

اماں نے پوچھا۔

"فاز۔۔۔کیا نیند آرہی ہے؟"

"نہیں بس سر میں ہلکا سا درد ہے۔۔۔"

"ماں واری چائے بنوادوں؟"

"نہیں۔۔آفس سے پی کر نکلا تھا۔"

"میں سر دبادیتی ہوں۔"

اُس نے نہیں روکا۔اُسکی پیشانی پہ ہاتھ رکھتے ہی اماں چونکیں۔

"فاز تیرا تو جسم جل رہا ہے۔۔۔بتایا کیوں نہیں؟"

(ماں جسم نہیں روح جل رہی ہے۔)

"ہلکی سی تھکاوٹ ہے۔۔۔اور کچھ نہیں۔"

"چاچو۔۔۔باہر گیٹ پہ کوئی آیا ہے۔"

"گارڈ کو بولو پتا کرے کون ہے۔۔۔"

"اُسی نے پیغام بھیجا ہے۔۔۔دادا ابو کے دوست ہیں۔۔"

وہ چہرے سے کپڑا ہٹاتا اُٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

انکو ڈرائینگ روم میں بٹھاؤ۔۔۔میں آتا ہوں۔"

علی وہیں سے پلٹ گیا وہ خود اپنے کمرے کی طرف آیا تا کہ منہ ہاتھ دھو کر تھوڑا فریش ہو ورنہ تو دل کر رہا تھا لمبی تان کر سو جائے۔

کمرہ خالی تھا۔۔۔ ہر روز کی طرح صاف ستھرا۔۔۔ مگر سرد۔۔۔ اکیلا ۔۔۔اُداس۔۔۔۔ خاموش۔۔۔ اجنبی۔۔۔ اُس نے ایک ساتھ تمام بتیوں کے بٹن دبائے۔۔۔

اندر اندھیرا ہو جائے تو باہر کی روشنی کام آتی ہے؟

واش روم میں بند ہو گیا۔

"ممانی۔۔۔"

"میں آپکی خالہ ہوں۔۔ ممانی نہیں ہوں۔۔۔"

"مگر امی کہتی ہیں۔۔۔ پہلے آپ خالہ تھیں پر اب آپ کی فاز ماموں کے ساتھ شادی ہو گئی ہے۔اسلیے اب آپ ممانی ہو۔"

"امی جو کہتی ہیں۔۔ انکو کہنے دو۔۔ تم مجھے خالہ ہی بولا کرو۔۔۔ جیسے ہمیشہ سے کہتی آئی ہو۔۔۔"

"اچھا امل خالہ آپ نے میری گڑیا کو میک اپ کیوں نہیں کیا۔۔۔"

نو سالہ ایشال نے استفسار کیا۔

"اسلیے کہ تمہاری گڑیا تو پہلے ہی اتنی پیاری ہے۔۔۔اسکو میک اپ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

"مگر اسکی لپ اسٹک ختم ہو گئی ہے۔"

"اچھا لاؤ۔۔۔ ریڈ کلر کے پینٹ سے لپ اسٹک لگا لیتے ہیں۔"

"سچ۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ کیوں نہیں جا کر گڑیا لاؤ۔۔۔"

ایشال خوشی خوشی باہر بھاگ گئی۔

تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا۔۔۔امل نے جان بوجھ کر خود کو کپڑوں کی الماری میں مصروف کر لیا۔

"یہ میری بہنوں اور بھائی کے بچے تمہاری جان کیوں نہیں چھوڑتے ہیں ۔۔۔؟اسی دکھ سے میں نے دوسری شادی کرنی ہے۔"

وہ اُس کے پاس آیا۔اُسکا دوپٹہ پکڑ کر اس کے ساتھ اپنا چہرہ صاف کیا۔ ساتھ ہی گہرا سانس بھر کر اُسکے وجود سے چھن کر آتی دھیمی خوشبو کو اپنے اندر جذب کیا۔

امل نے ناگواری سے آنکھیں بند کر لی۔

ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔۔۔وہ قریب آتا تو وہ برف کی سل بن جاتی۔

"لگتا ہے پچھلی دفعہ والا انجام بھول گئے ہو، جو ایک دفعہ پھر تمہارے اور میرے بیچ کسی اور لڑکی کا ذکر آ رہا ہے۔"

"آج شام ذرا اچھے سے تیار ہونا۔"

"مجھ سے دور ہو کر بات کرو ورنہ جو انجام ہو سکتا ہے۔۔۔تم اچھے سے واقف ہو۔"

"کیا تم اپنی ضد چھوڑ نہیں سکتی ہو۔۔؟"

"تمہیں یہ خوشی چھوڑ سکتی ہوں۔۔۔"

"کیا میں ایسا ہی بیکار ہوں؟"

"تمہارا ہونا نہ ہونا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"کیا اسکی خاطر بھی دل نرم نہیں ہوتا۔۔۔؟"

اُس نے اسکے گرد بانہیں ڈال کر اپنا ہاتھ اسکے بڑھتے ہوئے پیٹ پہ رکھا۔

"میں کسی قسم کی بلیک میلنگ کا شکار نہیں ہونے والی فاز اورنگزیب۔ تم نے میرے دل کے ٹکڑے کئے اور بدلے میں چاہتے ہو کہ میں تمہاری محبت کے گیت گاؤں؟"

"نہیں تم سے تو کبھی خواب میں بھی ایسی عنایات کی توقع نہیں کی ہے ---"

"تم جیسے لوگ کس منہ سے کسی سے اچھائی کی توقع کر سکتے ہیں ---؟ کبھی کسی کے ساتھ بھلا کیا ہو تو بدلے میں انسان امید بھی کرے۔ اپنا گریبان دیکھنا نہیں بس اوروں کے ساتھ مکالمہ بازی کرنی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھنا امل ---- ایک دن تمہاری یہ ضد اور انا سب ختم ہو جانی ہے --- مجھے صرف یہ فکر ہے کہ کہیں بہت دیر نہ ہو جائے۔ میرے قدم کسی اور جانب اُٹھ گئے تو واپس نہیں پلٹیں گے --- ابھی ہوش کر لو اپنا بہت بڑا خزانہ سرِ عام کھلا رکھ کر لوگوں کو چوری کی دعوت دے رہی ہو۔ رنگین زلفوں کا جال بڑا ہی نازک ہوتا ہے --- مگر مرد کو جکڑتا بڑی مضبوطی سے ہے۔ ابھی تک بات ساتھ فلمیں دیکھنے کے دوران ہاتھ پکڑ کر بیٹھنے تک آئی ہے۔ ساتھ کھانا کھاتے ہوئے لاڈ سے ایک دوسرے کو اپنے چمچ سے لقمے دینے تک ہے۔ اس سے آگے گئی تو نقصان صرف تمہارا ہونا ہے میرا نہیں۔"

وہ غصے سے اسکے ہاتھ جھٹک کر پلٹ۔

"کیوں اشارے کنائیوں میں بتا رہے ہو --- جبکہ میں تمہاری بے غیرتی کے قصے تفصیل سے جانتی ہوں --- ہر روز کہیں نہ کہیں گئے ہوتے ہو --- میں سب جانتی ہوں --- مگر سب جاننے کے باوجود بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم میرے لیے صرف نام کے شوہر ہو --- جیسے ہی تمہارا بچہ پیدا

ہو گا میں تم پہ لعنت بھیج کر یہ بچہ تمہارے حوالے کروں گی اور تم سے طلاق لیکر اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کروں گی۔ یہ بات میں تمہیں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکی ہوں۔۔۔ آج پھر بتا دی میری طرف سے ایک چھوڑ دس شادیاں کرو۔۔۔ شائد دنیا میں کسی عقل کی اندھی کو تمہاری سنگت پہ فخر ہو جائے۔۔۔ حالانکہ تم اس قابل ہر گز نہیں ہو۔"

فاز کا جی چاہا ہر چیز تہس نہس کر دے مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

یہ عورت ہر گزرتے دن کے ساتھ اسکے صبر کا کڑا امتحان ثابت ہو رہی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ امل کی ضد ہارتی ہے۔ یا فاز کی ہمت۔ اسکو اس پل منصور کی کہی بات یاد آ رہی تھی جس کو تب جوش میں جھٹلا دیا تھا۔

"ضد اور زبردستی کے رشتوں میں امن اور سکون ناپائید ہوتا ہے۔"

امل نے الماری کے پٹ کے ساتھ سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تمہاری وجہ سے میں نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔۔۔ سب کچھ ختم ہو گیا۔۔۔ میرا شوق میرا جنون۔۔۔ پھر تمہیں وہ سب کیوں ملے جو تمہاری چاہت ہے۔۔۔ جانتی ہوں۔۔۔ تم یہی چاہتے ہو کہ میں سب کچھ بھول کر تمہیں قبول کر لوں جو لوگ دل میں جگہ ہی نہ بنا پائیں؟ خوابوں کے قاتل ہوں؟ انکو کیسے قبول کیا جائے؟

"ممانی۔۔۔ اوہ نہیں خالہ امل آپ ٹھیک ہو؟"

ایشال نے اسکے قریب آتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔ جس پہ اُس نے خود کو سنبھالا اور چہرے پہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"گڑیا لے آئی ہو؟"

"ہاں جی یہ لیں۔"

اُس نے دو فٹ کی گڑیا امل کے ہاتھ میں دے دی جسے لیکر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس سٹول پہ بیٹھ گئی۔۔ اور سُرخ نیل پالش کھول کر گڑیا کے ہونٹوں پہ لگانے لگی۔

شام تک وہ بار بار سیدہ فیروزہ کے حوالے سے فاز کے دعوے کا سوچ سوچ کر ہی ہنستی رہی۔

مریم سے بحث بھی ہو گئی۔ حلانکہ اس کی شادی پہ امل نے اس کے ساتھ اپنے تعلقات ٹھیک کر لئے تھے۔اب بھی وہ رہنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔

"بھابھی فوٹو شاپ کی گئی تصویر کا صاف پتا چلتا ہے یہ اصلی تصویر ہے۔

"

"مریم ایک ہائی کلاس سے تعلق رکھنے والی اس قدر حسین اور شاداب لڑکی۔جو ایک دفعہ ریمپ پہ آنے کا بیس سے تیس لاکھ روپیہ لیتی ہو وہ تمہارے بھائی جیسے مردوں کے ساتھ تعلق رکھنا تو دور کی بات منہ لگانا تک پسند نہیں کرتی۔ کہاں ساتھ میں ڈنر اور لنچ کرے گی؟"

"میرا بھائی کیا کسی سے کم ہے؟ وہ تو خود اکیلا ایسی ہزار لڑکیوں پر بھاری ہے۔"

"اچھا بس کرو بھائی پرستی میرا منہ نہ کھلواؤ۔۔۔ہمارے معاشرے کے افراد کی ایسی بری عادتیں ہیں۔ مجال ہے جو بُرے کو برا کہہ دیں۔بس شو آف سے متاثر ضرور ہونا ہے۔ سامنے والا چاہے جھوٹ بولنے کی اگلی پچھلی حدیں توڑ دے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کیسی عورت ہیں۔۔؟ پہلے اسی شخص کے لیے اپنا گھر بار تک چھوڑ دیا اور اب انہی میں آپکو دنیا بھر کی برائیاں نظر آتی ہیں۔ اس دن منگنی میں بھی آپ نے اتنی گری ہوئی حرکت کی تھی، کیا آپ کو اپنی عزت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کا بے بی بھی آنے والا ہے۔ "

"ایک بات کان کھول کر سُن لو مریم میں اس شخص کو شروع دن سے ناپسند کرتی آ رہی ہوں۔ شادی اس نے کی مجھ سے زور زبردستی ہاں کروائی۔ اسکی وجہ سے میں اپنا گھر کیا چھوڑتی اسکی تو شکل سے ہی مجھے نفرت تھی۔۔۔ اپنی تمام تر واہیات حرکتوں اور عادتوں کی وجہ سے تمہارا بھائی تمہارا تو ہیرو ہو سکتا ہے۔ مگر میرا معیار اتنا گرا ہوا نہیں ہے۔۔۔ آئندہ میرے سامنے اس شخص کے بارے میں بات مت کرنا۔۔۔۔ نہ مجھے اسکا ذکر سُننے کی چاہت ہے نہ اس سے وابستہ عورتوں کے بارے میں جاننے کا تجسس۔"

"ایک بات کہوں گی۔۔۔ آپ کو میری بات بُری لگنی ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے جب علم ہے کہ مجھے تمہارا کہا بُرا لگنا ہے تو کیوں اپنا وقت اور انرجی ضائع کرتی ہو۔۔۔ جاؤ شاباش جا کر کوئی کام کرو۔"

مریم نے سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسکے مغرور نقوش کو دیکھا اور جتاتے ہوئے کہا۔

"بھابھی اتنی خود پسندی بھی اچھی نہیں ہوتی ہے۔ مانا کہ انہوں نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو گی۔۔۔ مگر اپنے رویے کی تلافی بھی تو کر رہے ہیں۔ آپکو اتنی اہمیت دیتے۔۔۔"

"مریم۔۔۔ میری تمہارے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہے۔۔۔ اسلیے میں تمہارے ساتھ منہ ماری کر کے تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتی۔۔۔ تمہارا بھائی اگر دودھ سے بھی دھل کر آجائے۔۔۔ مجھے پھر بھی قبول نہیں ہے تم اس معاملے میں اپنی رائے اپنے پاس رکھو۔۔۔ اگر پوچھوں تب مجھے مشورے دینا۔"

"آپ آج تو ایسی بد لحاظ نہیں ہوئی ہیں۔۔۔ ہمیشہ سے ہی ایسی بے حس ہیں۔"

"اپنی بکواس بند کر لو۔۔۔ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔۔۔ جب کہہ رہی ہوں کہ میرے کمرے سے نکل جاؤ۔۔۔ تو کیا اس بات کا انتظار ہے کہ میں تمہیں دھکے دیکر باہر پھینکوں۔۔۔؟"

وہ بپھری ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی تھی۔۔۔ مگر مریم اسکو قریب آنے کا موقع دیئے بغیر ہی کمرے سے نکل گئی۔

امل نے بیڈ سائیڈ پہ رکھا گلاس پورے زور سے سامنے دیوار پہ دے مارا۔ شبی کمرے میں داخل ہوئی تو حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔

"ارے ارے بھئی دھیرج ۔۔۔ کیا ہوا ہے؟"

"قسمت پھوٹی ہے۔۔۔ ارمانوں کا خون ہوا ہے ۔۔۔ دل مرا ہے ۔۔۔ سارے خسارے سارے نقصان میرے ہوئے ہیں۔۔۔ اور دو ٹکے کے لوگ آجاتے ہیں زبانی ہمدردیاں جتانے۔۔۔ اور وہ بھی اُس خبیث سے جو اس سارے فساد کی جڑ ہے"۔

شبی نے جلدی سے دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔

امل غصے سے یہاں سے وہاں پھیرے کاٹ رہی تھی۔۔۔دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکے تھے۔۔۔سانس پھول رہی تھی۔
شبی اسکے پاس آئی بازو سے تھام کر بیڈ کی جانب لے جاتے ہوئے سمجھانے والا انداز اپنایا۔
"میری جانم۔۔۔۔تم کیوں اتنا غصہ ہو رہی ہو۔"
"تو کیا خوشیاں مناؤں۔۔۔لوگوں کے اندر شرم و حیا نام کی بھی نہیں بچی۔۔۔یعنی حد ہے۔"
"ادھر بیٹھو۔۔۔یہ پانی پیو۔۔۔"
شبی نے کپ میں پانی بھرا اور اسکے ہاتھ میں تھایا۔
"مجھے پانی نہیں پینا ہے۔ ہو سکے تو تھوڑا سا زہر لا دو۔۔۔ مجھ سے اب مزید برداشت نہیں ہوتا ہے ۔میں مر گئی شبی۔۔۔۔میں مر گئی ہوں۔۔۔مار دیا مجھے فاز اور نگزیب نے۔۔۔اور یہ لوگ چاہتے ہیں۔ میں اپنے قاتل کو اپنے سر کا تاج بنا کر داد وصول کروں۔۔۔ اس قدر بے حسی۔۔۔اس قدر اگنورنس ۔۔۔آخر کیوں؟۔۔۔ صرف اسلیے کہ وہ مرد ہے اور میں عورت ہوں۔۔؟"
"امل وہ بچی ہے کوئی بات کہہ دی تو دل پہ مت لو۔۔۔"
"بچی ہے۔۔۔؟ شادی شدہ بچی ہے، کل کو اللہ نہ کرے اس کے ساتھ ایسا ہو تو پھر دیکھوں یہ اُس شخص کے پیر دھو دھو کر پیے گی۔۔۔ جاہل لوگ ۔۔۔میں اتنی مشکل سے اس گھر میں اپنے دن کاٹ رہی ہوں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی نیا نشتر میرے دل میں پیوست کرتے ہیں۔۔۔پہلے ہی میرے لیے کیا یہ اذیت کم ہے کہ وہ ہر روز یہاں میرے پہلو میں سوتا ہے۔۔۔ جان بوجھ کر قریب ہوتا ہے حالانکہ میرے ساتھ اس بے ایمان نے وعدہ کیا ہوا ہے۔۔۔

ہیں اس کے بچے کو اس دنیا میں آنے دوں۔۔۔ بدلے میں یہ مجھ پہ اپنا حق نہیں جتائے گا۔۔۔ میرے پاس نہیں آئے گا۔ میں اسکو بچہ دے دوں گی۔۔۔ یہ مجھے آزاد کر دے گا۔۔۔ پھر بھی خبیث آدمی سر پہ سوار رہتا ہے بتا رہی ہوں۔۔۔ کسی دن اسی کے گھر کی چھت سے کود جاؤں گی۔۔۔ پھر ساری عمر بیٹھ کر اپنے گناہوں کو روئے گا۔"

"امل۔۔۔ میری جان تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔۔ اتنا مت سوچو۔۔۔"

"نہیں ہوتی طبیعت خراب۔۔۔ بڑی ڈھیٹ ہڈی ہوں۔"

"اچھا چلو دو گھونٹ پانی ہی پی لو۔"

شبی کے اصرار پہ اُس نے کپ منہ کے ساتھ لگا کر ایک بڑا سا گھونٹ بھرا۔۔۔ اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی۔

شبی عام طور پر اسکو فاز کے قریب کرنے کی کوشش میں اسکو سمجھایا کرتی تھی۔ مگر اس وقت امل کی حالت کے پیشِ نظر اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔۔۔ بس خاموشی سے اسکا سر سہلاتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"اچھا تم کہتی ہو۔۔۔ تو ہو گی۔"

"کیوں۔۔۔ کیا تم نہیں دیکھ سکتے۔"

"دیکھ تو سکتا ہوں۔۔ مگر میں نے کبھی غور نہیں کیا۔۔ ویسے بھی جس کا تم جیسے حسین چہروں سے واسطہ ہو اسکو کوئی اور چہرہ بھا بھی کیسے سکتا ہے۔"

وہ مخاطب تو فیروزہ سے تھا۔۔۔ مگر دیکھ امل کو رہا تھا۔

امل داخلی دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے دونوں کی گفتگو سُن رہی تھی۔

امل کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔۔ بظاہر پُرسکون نظر آتی۔ اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔

"معذرت کے ساتھ۔۔۔ مجھے واش روم جانا ہے۔۔۔ براہِ مہربانی آپ اپنا ڈنر انجوائے کریں۔"

اُن دونوں کی جانب سے جواب کا انتظار کئے بنا اپنا پاؤچ پکڑ کر آگے بڑھ آئی۔

واش رومز کے آگے ایک عورت سٹول پہ براجمان تھی۔ امل اندر جانے کی بجائے اُس کے پاس رُک گئی۔

"کیا آپ بتا سکتی ہیں۔۔۔ کہ مین دروازے کے علاوہ باہر جانے کا کوئی اور راستہ ہے؟"

اُس عورت نے امل کو سرتاپا جانچا پھر بولی۔

"ہاں ہے۔۔۔ تو۔۔ مگر وہ دروازہ صرف سٹاف کے استعمال کے لیے مختص ہے۔"

"مجھے اس وقت ایمرجنسی میں یہاں سے نکلنا ہے۔ مگر میں مین دروازے سے نہیں جا سکتی ہوں۔ کیا آپ میری کوئی مدد کر سکتی ہیں۔۔۔"

وہ عورت اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور امل کے پاؤچ پہ نظر ڈالتے ہوئے۔ بھنویں اچکاتے ہوئے بولی۔

"اگر میں نے رول اصول توڑ کر کسٹمر کو سٹاف کے دروازے سے باہر نکالنا ہے۔۔۔ تو وجہ کوئی خاص ہونی چاہیے۔۔۔ ورنہ دروازہ کھلنا مشکل ہے۔"

امل نے آنکھیں گھماتے ہوئے۔ ہزار کا نوٹ نکال کر اُس عورت کی جانب بڑھایا۔ جسے تھام کر وہ آگے چل پڑی۔۔۔ امل نے اُسکی پیروی کی۔۔۔ پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا۔

ریسٹورنٹ کی سائیڈ سے نکلنے والے دروازے سے باہر آ کر وہ گلی میں سے چلتی ہوئی مین روڈ تک آئی۔ اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔۔۔ یہ علاقہ چونکہ شہر کے مصروف ترین علاقوں میں سے تھا۔ اسلیے خوب رونق جمی ہوئی تھی۔۔۔ سٹریٹ لائٹس کی روشنی گاڑیوں کے ہارن۔۔۔ دھواں۔ کھانے والے سٹالز سے اُٹھنے والی مزیدار خوشبوئیں۔

دو چار منٹ وہیں فٹ پاتھ پہ کھڑی ہو کر آتی جاتی ٹریفک کو دیکھتی رہی۔ پھر احساس ہوا کہ جب تک خود آگے بڑھ کر کسی سواری کو روکے گی نہیں کوئی نہیں رُکے گا۔

اپنی چادر سے جسم کو ڈھانپتے ہوئے۔ ایک چنگچی کو ہاتھ دیا۔

پُرانی امل تو دو سیکنڈ بھی سوچے بغیر رکشہ روکتی اور یہ جا وہ جا۔۔۔ مگر یہ جو امل اتنے عرصے بعد یوں اکیلی سفر کرنے جا رہی تھی۔۔۔ اُس نے رکشے کی بجائے سواریوں سے آدھی بھری چنگچی روکی تاکہ اس کو اکیلے نہ سفر کرنا پڑے۔

اپنے گھر والے بازار کے سامنے اُتر گئی۔۔۔ پیسے دیئے اور بقایا لیے بغیر چل پڑی۔

چنگچی کا ڈرائیور حیران ہوا۔۔۔ آواز بھی لگائی مگر جب اس نے سواری جان بوجھ کر بقایا نہیں لیکر گئی۔ اس نے خوش ہو کر پانچ سو کا نوٹ جیب میں ڈال لیا۔

بہت زیادہ چلنے اور پیر لٹکا کر بیٹھنے سے اس کے پیر بہت زیادہ سوجھ چکے تھے۔ اس وقت اس سے تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا دوبھر ہو رہا تھا۔

آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی گھر کے گیٹ تک پہنچ ہی گئی۔

ملازم نے دروازہ کھولا۔۔۔ اور اسکو تنہا دیکھ کر حیران ہوا۔ پیچھے سڑک پہ نظر ڈال کر گاڑی کی لائٹس ڈھونڈنے لگا۔

وہ اندر چلی آئی۔۔۔ گھر والے سب کھانے کی میز پہ موجود تھے۔

اُس کو سامنے دیکھ کر خوش ہو گئے۔۔۔ امو فوراً کرسی چھوڑ کر اس کی جانب لپکیں۔

"صدقے جاؤں میری بیٹی آئی ہے۔۔۔"

گلے لگا کر اسکے گالوں پہ پیار کیا۔

مگر اُس کی جانب سے کوئی ردِ عمل نہ ملنے پر ماتھا ٹھنکا۔

"فاز کے ساتھ آئی ہو؟"

"کیوں۔۔۔؟ کیا میرے پہ اس گھر کے دروازے صرف اسی صورت میں وا ہوں گے جو اگر میں اس شخص کے ساتھ یہاں آؤں گی۔۔۔؟ تو سُن لیں اکیلی آئی ہوں۔۔۔ کیا اب میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے نکال دیں گے؟"

امو اور ابی کے درمیان نظروں کا تبادلہ ہوا۔

ابی اُس کے پاس آئے اور اپنے ساتھ لگا کر میز تک لے آئے۔

"تمہاری امو نے آج بڑے مزے کی بریانی پکائی ہے۔۔۔ پہلے تو کھانا کھاؤ۔۔۔ پھر آرام کرو۔۔۔"

اُس کی حالت ان کو ایسی نہ لگی کی اس سے مزید سوال و جواب کیے جاتے انکو فاز سے باز پُرس کرنی تھی اس وقت موضوع بدل گئے۔۔۔

"مجھے بس پانی پینا ہے۔۔۔۔ پیاس لگی ہے۔۔۔"

امو نے اسی پل پانی بھر کر گلاس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اسکے بہن بھائی خاموشی سے ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔۔ جب سے امل کی شادی ہوئی تھی۔ ماں باپ کی ساری توجہ اسی کی جانب ہوتی تھی۔

بہت اسرار پہ اُس نے دو چار لقمے زہر مار کئے اور میز چھوڑ گئی۔

"میں آرام کروں گی۔"

اُس کے وہاں سے جانے کے بعد امو نے ابی کو مخاطب کیا۔

"آپ ذرا فاز کو کال کر کے معلوم تو کریں۔۔۔ یہ اکیلی کیوں آئی ہے۔۔۔؟ وہ بھی رات کے وقت۔"

"میں کال کرتا ہوں۔۔۔ مگر ابھی تو کھانا ختم کرنے دو ایمان تم کیوں ہاتھ روک کر بیٹھی ہوئی ہو۔ چلو شاباش کھانا شروع کرو۔۔۔ بیٹے کو کہنا نہیں پڑا کیونکہ وہ پہلے ہی زور و شور سے کھا رہا تھا البتہ ماں کی بھوک ختم ہو رہی تھی۔۔۔ وہ ابھی آئی کا کہتیں کچن کی جانب چلی گئیں۔

ملازمہ سے کہہ کر گرم دودھ نکلوایا۔ ساتھ میں فریج سے سوہن حلوہ رکھا ٹرے پکڑ کر امل کے بیڈروم تک آئیں۔۔۔ جو آج بھی اُسی کے لیے تھا۔

دروازہ بند تھا۔

انہوں نے ہلکے سے بجایا۔

دوسری جانب سے تھکی اور اکتائی ہوئی آواز آئی۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔۔"

"تھوڑا سا دودھ پی لو میری جان۔۔۔ کھانا بھی نہیں کھایا۔۔۔ مجھے تمہاری فکر میں نیند نہیں آئے گی۔ میری خاطر۔۔۔ پلیز۔۔۔"

دو سیکنڈ بعد دروازہ کھول دیا گیا۔

امل لباس بدل چکی تھی۔ اپنا شادی سے پہلے والا ایک لان کا سوٹ پہنے ہوئی تھی جو فراک نما بنا ہوا تھا۔۔ مگر اُس کے جسم کے نئے اُبھار کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔

امو اس کو دیکھ کر شفقت سے مسکرائیں۔ دل ہی دل میں اُس کی نظر اُتاری۔

جبکہ وہ خجل سی ہوتی ہوئی بولی۔

"اس فراک کی بالکل فٹنگ نہیں تھی۔ پر اب کسی بوری کی طرح تنگ لگ رہا ہے امو میرا کوئی جوڑا مجھے فٹ نہیں آتا۔۔۔ میرے پیر دیکھیں جیسے کسی ہاتھی کے ہوں۔"

امو ہنستے ہوئے بولیں۔

"تم میری نظروں سے دیکھو تو نظر آئے۔۔۔ تم پہ کس قدر ماں بننے کا حُسن چڑھا ہے۔۔۔"

"اوہ۔۔۔ کم آن۔۔۔ امو۔۔۔ ماں بننے کا حُسن؟ ایسا کوئی حُسن نہیں ہے۔۔ کیونکہ میرا جسم اپنی ساخت کھو گیا ہے۔ میرے ہاتھ پیر ایسے ہیں جیسے پمپ کے ساتھ ہوا بھری ہو۔۔۔ میرا پیٹ دیکھ رہی ہیں۔۔؟ میرے چھ ایبز

نہ ہی پر فلیٹ سمک تھی۔۔۔اب میں کیا ہوں۔۔؟اپنا آپ پہچانا نہیں جاتا
۔۔۔اور آپ کو حسن نظر آ رہا ہے۔"
اُس نے اپنی آنکھوں میں بھر آنے والی نمی کو ہاتھ کی پُشت سے صاف کیا
اور بیڈ پہ لیٹ گئی۔

"کیا فاز کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے؟"

"اُس کے ساتھ میری صلح کب تھی۔۔۔امو۔۔۔اُس کا ذکر مت کریں
پلیز۔۔ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔۔۔میں اس کو بھولنے کے لیے یہاں آئی
ہوں۔"

اُس کی آنکھوں میں نئے سرے سے آنسو بھر آتے دیکھ کر امو نے
موضوع بدل دیا۔

"تم یہ دودھ پیو۔۔۔پھر میں تمہارے پیروں کی مالش کرتی ہوں۔۔۔
سکون آئے گا۔۔۔"

اُس نے بحث کئے بغیر دودھ کا گلاس پی لیا۔۔اور آنکھیں موند کر لیٹ گئی
۔۔

امو نے ملازمہ کو بلا کر تیل منگوایا اور نرم ہاتھوں سے امل کے پیروں کی
مالش کرنے لگیں۔ صرف پانچ منٹ ہی گزرے تھے۔۔جب امل گہری نیند
میں جا چکی تھی۔انہوں نے اُس پہ چادر ڈالی اور پیشانی پہ پیار دیکر نائٹ بلب
چلایا مین لائٹ بند کر دی باہر آئیں تو جہانگیر صاحب کو فون پہ مصروف پایا۔

"پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔۔وہ خیریت سے ہے۔۔سو گئی ہے۔۔۔
تم آ جاؤ پھر بات ہوتی ہے۔"

انہوں نے کال بند کی اور بیوی سے مخاطب ہوئے۔

"گھر سے فاز کے ساتھ ڈنر پہ نکلی تھی۔۔۔اسکو بتائے بغیر ریسٹورنٹ سے غائب ہو گئی۔۔۔وہ اس کو وہاں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔۔۔غصے میں ہے۔۔۔"

امو کا چہرہ اُتر گیا۔

"تم ماں ہو۔۔۔اس کو پوچھو کیوں یہ ایسا کرتی ہے۔ کیوں اپنے ہاتھوں سے اپنی ازدواجی زندگی میں زہر گھولتی ہے۔"

"آپ ایک بات بھول جاتے ہیں۔۔۔ یہ ازدواجی زندگی اُس پہ جبراً مسلط کی گئی تھی جسے وہ قبول ہی نہیں کرتی ہے۔اس صورت میں اُس سے کیا پوچھوں۔۔۔اور خدایا اُس سے کوئی باز پُرس نہ کرنا۔۔۔وہ ذہنی طور پہ نارمل نہیں ہے۔۔۔ایسی حالت میں اس کو سکون کی ضرورت ہے۔۔۔آخری دن چل رہے ہیں۔۔۔ خدانخواستہ کچھ اُلٹا سیدھا نہ کر لے۔ کسی طرح بس اسکا بچہ خیریت سے دنیا میں آجائے۔۔۔ فکر سے میری تو جان آدھی ہوئی رہتی ہے اور اسکے سامنے فاز کی حمایت تو بھول کر بھی مت کرنا۔۔۔بہت غصہ کرتی ہے۔"

"اچھا اب بس کرو میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔۔۔ جس کو ہر بات سمجھانی پڑے۔۔ جانتا ہوں کیا کہنا ہے کیا نہیں۔"

"کاش آپ یہ بھی جانتے ہوتے۔۔۔بیٹی کے لیے کیسا فیصلہ لینا ہے کیسا نہیں۔"

جہانگیر صاحب نے بڑی سنجیدہ نظروں سے بیگم کو دیکھا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔۔۔فاز داماد کے طور پہ آپ کی بھی پہلی پسند تھا۔۔۔"

"وہ تواب بھی ہے۔۔۔ مگر ہماری بیٹی کو ہماری سوچ سے نہ کل اتفاق تھا۔۔۔نہ آج ہی وہ ہمیں معاف کر رہی ہے۔۔۔ اور اس بات سے میرے دل پہ بہت زیادہ بوجھ ہے۔۔۔ ایسا کیا کروں جو وہ خوش ہو جائے۔ فاز بھی تو نہیں جھکتا۔۔۔ اس کو اناد کھانے کی پڑی ہوئی ہے اور انکے آنے والے فرشتے کا سوچ سوچ کر مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔۔۔ آپ سب لوگ جس سوچ کو لیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔ ناکہ بچہ ہو گیا تو عورت بندھ جاتی ہے چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔۔۔ میری بچی ویسی عورت نہیں ہے۔۔۔ کوئی معجزہ ہی ہو گا جو وہ گزرے کل کو بھول کر آج کو قبول کرلے گی۔۔۔ اور میں اس معجزے کے رونما ہونے کی ہر روز ہر پل دعا کرتی ہوں۔۔۔ میرا رب میری دعائیں قبول فرمائے۔۔۔ میں فاز اور امل کو ایک ساتھ خوش باش ہنستا بستا دیکھ سکوں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جچتے ہیں کہ نظر بھر کر دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔۔ کہیں نظر ہی نہ لگ جائے۔۔۔ کیا ہی اچھا ہو دونوں کے دل مل جائیں۔۔۔ امل کل دل بدل جائے۔۔۔ ایک ماں کی عرضی قبول ہو جائے۔"

جہانگیر نے بیگم کے کندھے پہ تسلی دیتے ہوئے ہاتھ رکھا اور بولے۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔ انشاءاللہ جب امل اپنی اولاد کو گود میں اُٹھائے گی ہماری ساری خطائیں معاف کر کے سچائی قبول کرلے گی۔۔۔ تمہاری دعائیں ضرور سُنی جائیں گی۔ تم کھانا کھالو میں لان میں واک کرلوں۔ کھانا کھایا ہے یونہی سو گیا تو مسئلہ ہو گا۔"

امو نے سر اثبات میں ہلایا۔

ابی باہر چلے گئے۔ ایمان مالٹا چھیلتے ہوئے ٹی وی کے سامنے سے اُٹھ کر ماں کے برابر براجمان ہوتے ہوئے بولی۔

"امو۔۔"

"ہوں۔۔۔"

"آپی کا بے بی بوائے ہوگا یا بے بی گرل۔۔۔؟"

اتنی ٹینشن کے باوجود امو مسکرا اُٹھیں۔۔۔ تبھی فاز اندر آتا دکھائی دیا ۔۔۔ تو اسکے سلام کا جواب دینے کے بعد بولیں۔

"لو بے بی کا باپ آگیا ہے اُسی سے جواب لیتے ہیں۔۔۔ ہاں بھئی۔۔ بتاؤ ایمان کو تم لوگوں کا بوائے آرہا ہے یا بے بی گرل۔۔۔؟"

"اللہ پاک ہی جانیں۔۔۔ مجھے تو بس اتنا علم ہے۔۔۔ آنے سے پہلے مجھے بڑا ٹف ٹائم دے رہا ہے۔"

"فاز بھائی بے بی کا نام کیا ہوگا؟"

"جو چچی رکھیں گی وہی ہوگا۔"

امو شفقت سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"لو بھلا۔۔ میں کیوں۔۔ ماں باپ اپنی مرضی سے نام رکھیں گے۔"

"ماں کو تو بچے میں صفر دلچسپی ہے۔ نام میں کیا ہوگی اور جہاں تک باپ کا تعلق ہے۔ اُس کی شدید خواہش ہے کہ اسکے بچے کا نام اس کی پسندیدہ چچی رکھیں۔ اسلیے براہِ کرم نام تجویز کریں۔"

"میں صدقے جاؤں۔۔ اللہ تمہیں حیاتی دیں۔۔۔ دائمی خوشیوں سے نوازیں۔۔۔ اگر تو بیٹی آئی۔۔۔ اس کا نام نور ہوگا اور اگر بیٹا آیا۔۔۔ اُسکا نام موسٰی، آگے جو تم لوگوں کی مرضی۔"

"کسی کی کوئی مرضی ورضی نہیں پوچھوں گا۔ بس جو آپ نے کہہ دیا ہے وہی فائنل کر رہا ہوں۔۔۔اب دیکھتے ہیں اب کی بار نور آرہی ہے۔۔۔یا احد ہوگی۔"

امو ہنستے ہوئے بولیں۔

"اب کی بار۔۔۔ہاں؟۔۔۔اللہ کرے جیسا تم سوچ رہے ہو ویسا ہی ہو "

"جی ویسا ہی ہوگا۔۔۔آپ فکر کیوں کرتی ہیں۔۔۔اپنی بیوی کو مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔"

"فاز بھائی۔۔۔آپ کو پتا ہے۔۔۔امو کہتی ہیں جب امل آپی پیدا ہوئیں نہیں۔۔۔ابی نے اپنی سب بہنوں کو یہ ڈھیر مٹھائی اور سونے کے کنگن پہنائے تھے۔ اب اپنے بچے کی پیدائش کی خوشی میں آپ ہمیں یعنی اپنی بہنوں کو کیا دیں گے۔۔؟"

"واہ یعنی خرچہ ہی خرچہ۔۔۔کیونکہ جب لینے کی بات آئی بہنوں کی تو لائنیں لگ جاتی ہیں۔۔۔کیا پھوپھیوں کی اور کیا خالہ زاد۔۔۔ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں محمود وایاز۔"

امو نے فاز کے کندھے پہ دھپ رسید کی۔

"شیطان کہیں کے کھانا کھاؤ گے گرم کروں؟"

"نہیں ڈنر کر چکا ہوں۔۔۔امل سو گئی۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔شائد زیادہ ہی تھکی ہوئی تھی۔۔۔میں نے پیروں کی مالش کی اسی دوران سو بھی گئی۔"

"اگر بُرا نہ منائیں تو میں بھی آرام کرنا چاہوں گا۔۔۔آج طبیعت بھی تھوڑی ناساز رہی ہے۔"

"اوہ کیا ہوا۔۔۔؟۔۔دودھ کے ساتھ دوا لے لو۔"

"سر درد کی گولی ابھی دس منٹ پہلے ہی لی ہے ۔۔۔"

"اچھا جاؤ آرام کرو۔۔ تمہارے کپڑے وہیں الماری میں رکھے ہیں۔۔۔ دونوں کی طبیعت اُتری ہوئی ہے۔ میں صبح تم دونوں کا صدقہ دیتی ہوں ۔۔۔اللہ ہر بلا کو تم دونوں سے دور رکھیں۔"

"چچی میری زوجہ خود بہت بڑی بلا ہے اس لیے پریشان نہ ہوں۔۔۔ بس موسمی تبدیلی کا اثر ہے ۔۔۔ اور کچھ نہیں۔ اچھا شب بخیر ۔۔۔ صبح ملاقات ہوتی ہے۔"

وہ امو کے سامنے جھکا۔۔۔انہوں نے پیشانی چومی ایمان کے سر پیار دیتا ہال سے نکل کر سیڑھیوں کی جانب ہو لیا۔ دھیمے قدموں سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بے آواز قدموں سے چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔

نائٹ بلب کی مدھم لائٹ میں امل کے سیاہ بال گھٹا کی طرح سرہانے پہ بکھرے ہوئے تھے۔۔۔ سیدھے طرف کروٹ کے بل سوئی ہوئی تھی۔۔۔ ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھا تھا۔۔۔دوسرا ٹانگ پہ۔۔۔۔پیٹ کے قریب بڑا سا تکیہ رکھا تھا جس پہ اوپر والی ٹانگ رکھی ہوئی تھی۔۔۔ وہ جانتا تھا۔۔۔یہ امل کا پسندیدہ پوسچر تھا۔۔۔وہ ہر روز اسی ترتیب سے سوتی تھی۔

نگاہیں نیم اندھیرے میں امل کا چہرہ کھوج رہیں تھیں۔ اس دوران اُس نے اپنی جیکٹ اُتار کر پاس پڑی کرسی پہ رکھی، موبائل اور گاڑی کی چابی وغیرہ

ڈریسنگ ٹیبل پہ ڈالے، بیڈ کی دوسری جانب بیٹھ کر جوتے اُتارے، الماری میں لٹکے کپڑوں میں سے ایک آرام دہ شلوار سوٹ نکال کر پہننے کے بعد موبائل ہاتھ میں لیکر امل کے برابر لیٹ گیا۔

عادت کے مطابق موبائل پہ دن بھر کی آئی ای میلز اور میسج وغیرہ چیک کیے چند ایک جو کام کے حوالے سے اہم چیزیں تھیں انکا جواب دیا۔۔۔ابھی موبائل پہ ہی مصروف تھا۔ جب امل نے ایک کراہ کے ساتھ اپنی سائیڈ بدلی۔

فاز کے ہاتھ وہیں تھم گئے۔ وہ ہیڈ بورڈ کے ساتھ تکیہ اونچا رکھ کر اُس کے انتہائی قریب ہی تو لیٹا ہوا تھا۔ امل نے کروٹ بدلنے کے بعد اسکو اپنا تکیہ سمجھ کر اپنی ٹانگ اُس کے اوپر رکھی تھی۔

فاز نے بھویں اچکائے۔۔۔اور زیرِ لب بولا۔۔۔

"انٹرسٹنگ۔ دن بھر میری شکل دیکھنا گورا نہیں کرتی رات کو میں قابلِ قبول ہو جاتا ہوں۔"

اُس نے فون کا سیلفی موڈ لگایا، کیمرے کی فرنٹ فلیش لائٹ آن کی۔۔۔اور ہاتھ لمبا کر کے امل کی سیلفی لی۔۔۔اُس کے فون میں اب تک کوئی سو کے قریب سیلفیاں جمع تھیں۔۔۔ جو اُسکے مطابق ٹھیک وقت آنے پہ امل کو شیشے کی طرح دکھانی تھیں۔۔۔کیونکہ امل جس طرح ریلیکس ہو کر اس کی ہمراہی میں سو رہی تھی یہ آج کی بات نہیں روز کا معمول تھا۔۔۔ نیند میں بیڈ پہ وہ یوں قبضہ جماتی جیسے اُس کی راجدھانی ہو۔۔۔جہاں بس اُسی کا راج ہے۔

یہی وجہ تھی کہ فاز کی سونے کے لیے بیڈ کی کوئی ایک سائیڈ مختص نہیں تھی جب وہ کمرے میں آتا۔۔۔امل سو رہی ہوتی۔ اگر جاگ بھی رہی ہوتی تو اس کو دیکھ کر سوتی بن جاتی۔ اس صورت میں بیڈ کی جو سائیڈ خالی ہوتی وہ اپنا

فون ہاتھ میں لیکر اسی جانب لیٹ جاتا۔ کبھی کبھار گھنٹہ گزرتا۔۔۔ کبھی آدھا گھنٹہ ۔۔امل سائیڈ بدلتی اور اس کو سرہانے کے طور پہ استعمال کرتی۔۔۔اور جب تک وہ خود اپنی پوزیشن میں تبدیلی نہ لاتی فاز بغیر کسی احتجاج کے چت لیٹا رہتا۔۔۔اسی حالت میں سوتا۔

وہ نیند میں ایک دفعہ پھر کراہی تھی۔

فاز نے فون ایک طرف رکھ دیا۔۔۔ماتھے پہ سلوٹ آئی۔

ایک ہاتھ سے امل کی کمر کو ہلکے ہلکے سے دبانے لگا۔۔۔

امل نے ایک دم پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ چند سیکنڈ تک اپنے سرہانے کی جگہ انسانی وجود کی موجودگی کو سمجھنے میں لگے۔ پھر سر اُٹھا کر چوڑے سینے کے مالک کا چہرہ دیکھا۔ جس نے عین اُسی پل آنکھیں بند کر لیں۔

بغیر کسی لحاظ کے اس سے بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

فاز نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ اُس سے دور ہٹتے ہوئے غصے سے بولی۔

"میں جان گئی ہوں کہ تم جاگ رہے ہو۔۔۔اس لیے ڈرامہ بند کرو اور نکلو یہاں سے۔"

"میں تھکا ہوا ہوں۔۔۔تنگ نہ کرو۔"

"تھکے ہوئے ہو تو اسی کے پہلو میں آرام کرتے جس نے یہ تھکاوٹ بخشی ہے یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

وہ جانتا تھا۔ تیر کس سمت کے مارے جارہے ہیں اس لیے کوشش کے باوجود اپنی آواز میں سے ہنسی کو قابو نہ کر سکا۔

"اُسی کے پہلو میں پڑا ہوا ہوں۔"

"بکواس مت کرنا۔۔۔ ورنہ قسم کھا رہی ہوں۔۔۔ یا اپنا سر پھاڑ لوں گی ۔۔۔ یا تمہارا۔۔۔"

"کر لینا اپنا یہ شوق بھی پورا۔۔۔ مگر اس وقت نہیں۔ میرے میں ہمت نہیں ہے کہ رات کے اس پہر بستر سے نکل کر تمہیں ہسپتال لیکر جا سکوں۔ "

"تمہارے پاس تو اتنے شکار ہیں۔۔۔ ان میں سے کسی کے پاس بھی چلے جاؤ۔ بس یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"جنکا حوالہ دے رہی ہو۔ ان میں سے کوئی بھی میری بیوی نہیں ہے ۔۔۔ بیوی تو ایک ہی ہے ۔۔۔ اور میری وفاداری کا لیول چیک کرو۔۔۔ دن بھر جس کے ساتھ جہاں بھی جاؤں۔ پر ایک رات بھی کبھی گھر سے باہر نہیں گزاری۔ مطلب جب سے شادی ہوئی ہے۔۔۔"

"مجھے تم سے شدید ترین نفرت ہے۔"

"اچھا کرتی ہو۔۔۔ جو مجھے یاد کرواتی رہتی ہو۔۔۔ یقین مانو۔۔ اگر جو کبھی دل میں ندامت سر اُٹھاتی بھی ہے نا کہ اتنی قاتلانہ حسن کی مالک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی کسی اور کی زلفوں کے جال میں پھنس جاتا ہوں۔۔۔ تمہارا یہ فقرہ سُن کر ساری ندامت۔۔۔ سارا پچھتاوا جاتا رہتا ہے۔۔۔ ایک دم ہلکا پھلکا ہو جاتا ہوں۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر اپنے میکے چند پل سکون کے گزارنے آئی تھی۔ "

" تم نے بڑی فضول حرکت کی ہے۔۔۔ فیروزہ بچاری سے مجھے کیا کیا بہانے بنانے پڑے۔ وہ بار بار پوچھے جا رہی تھی۔۔۔ کہ فاز مائے لو تمہاری نک چڑھی کزن آخر واش روم کو کیوں پیاری ہو گئی اور کب تک وہیں رہے گی۔۔۔ وہ تو شکر ہے چچا کی کال چلی گئی۔ ورنہ فیروزہ تو واش روم کے ایک ایک دروازے کو بجا بجا کر امل امل پکارنے والی تھی۔ اصل میں اسکو بتایا کہ تمہیں بھی کبھی ماڈل بننے کا بڑا شوق تھا۔ چھوٹتے ہی بولی۔۔۔ ماڈلنگ میں اتنی موٹی لڑکیاں نہیں آسکتی ہیں۔۔۔ وہ تو میں نے اسی وقت غلط فہمی دور کر دی۔ میں نے کہا ارے موٹاپا نہیں ہے محبت کی نشانی ہے۔ پسند کی شادی ہوئی ہے بچاری کی اپنے کزن کے ساتھ پر ساتھ یہ بھی بتادیا کہ پریگنینسی سے پہلے بھی کوئی ایسی دبلی نہیں تھی۔ ثبوت کے طور پہ تمہاری ایک پرانی تصویر دکھائی تھی۔۔۔ میں نے فیروزہ سے درخواست کی ہے جب تم فارغ ہو جاؤ گی۔۔۔ وہ تمہیں ریمپ پہ واک کروائے گی۔۔۔ وہ بولی۔۔۔ فاز تمہاری خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

امل کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"فاز اورنگزیب یہاں سے دفعہ ہو گے کہ میں خود تمہیں اُٹھا کر باہر پھینکوں۔۔"

"جانے من کیوں بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔۔۔ آج کل اپنا وزن اُٹھا نہیں پا رہی ہو۔۔۔ مجھے کیسے اُٹھاؤ گی۔"

امل نے لیٹے لیٹے ہی اپنے ہاتھ فاز کے سامنے کیے۔

"یہ دیکھو میرے جُڑے ہوئے ہاتھ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ مین دماغ کی نس پھٹنے سے مرنا نہیں چاہتی ہوں۔"

"نہ نہ تم اتنی لکی نہیں ہو کہ اتنے آسان طریقے سے مجھ سے دور چلی جاؤ۔ میں ہر روز دعا کرتا ہوں۔۔ تمہارا میرا ساتھ ہمارے پوتے پوتیوں تک چلے۔"

"تمہارے منہ میں خاک۔۔۔"

"میرے منہ میں گھی شکر۔۔۔"

"تمہارے ساتھ بات کرنا ہی فضول ہے۔۔۔ ایک نمبر کے جاہل انسان ہو۔۔۔ کاش میری زندگی میں بھی کوئی اسفند بھائی جیسا سلجھا اور باوقار شخص ہوتا۔"

اسفند کے نام کا طعنہ توفاز کو سر سے پیر تک جلا کر راکھ کر گیا۔ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"تمہاری سوچ جیسی ہی تمہاری پسند ہے۔۔۔ اصل میں کچھ لوگوں کو اللہ پاک اچھی اور اعلیٰ چیزوں سے نوازتا ہے مگر وہ ہمیشہ نیچے کی طرف ہی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔۔۔ تم جیسی عقل کی اندھی عورتوں کے لیے اسفند جیسے ورندے ہی سوٹ کرتے ہیں جو عورت کو پیر کی جوتی سمجھتا ہے اور بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کو بہادری گردانتا ہے۔۔۔ خبردار جو آج کے بعد مجھے اُس شخص کے ساتھ ملایا۔۔۔ اُس سے تو بہتر ہے۔۔۔ میرا مقابلہ گلی کے آوارہ کتے سے کرلو۔۔۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔۔۔ کیونکہ تم میں اور آوارہ کتے میں کوئی خاص فرق بھی نہیں ہے۔ وہ بھی جگہ جگہ منہ مارتا ہے۔۔۔ اور تم بھی۔"

"کسی نے سچ ہی کہا ہے۔ بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔ تمہیں اللہ نے فاز اورنگزیب جیسا مرد نواز جو دیا ہے اسلیے تمہیں قدر نہیں ہے۔۔۔ جاکر ان سے پوچھو جو تمہاری جگہ لینے کو ترس رہی ہیں۔"

"تم انہی عقل کی دشمنوں کو مبارک ہو۔۔۔اب مجھ سے بات مت کرنا اگر میرے سر پر سے ہٹنا نہیں ہے تو کم از کم چُپ کر جاؤ۔۔ تاکہ کوئی بے غیرت نیند تو پوری کر سکے۔"

فاز نے امل کی جانب سے کروٹ بدل کر اپنا رُخ دوسری جانب کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں فاز کے خراٹے گونجھ رہے تھے۔۔۔

اور امل کروٹ پہ کروٹ بدل کر آرام دہ پوزیشن ڈھونڈ رہی تھی۔ جو ہر دو منٹ بعد پھر کھو جات۔ یہ سلسلہ تب تک جاری رہا جب تک نیم غنودگی میں فاز نے ایک مسکراتی ہوئی نظر بیوی پہ ڈالی اور چت لیٹ گیا۔۔ مگر کوئی آدھا گھنٹہ ہی گذرا ہو گا کہ جب امل اُٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ سیدھی کچن میں آئی۔ فریج کھول کر انار کا جوس یا انار ڈھونڈے۔ مگر فریج میں دونوں ہی نظر نہ آئے۔

سمجھ نہ آیا کہ اب کیا کرے، گھر پہ تو ہر وقت انار موجود رہتے تھے، مگر یہاں نہیں تھے، اس کو لگا ابھی متلی کر دے گی۔ اسلیے اورنج جوس ہی گلاس میں لیکر پینے لگی۔ اس کی کمر میں ہلکی ہلکی درد محسوس ہو رہی تھی، جسے وہ آج کی تھکاوٹ جانی۔ دل میں سوچا ایمان سے کوئی گولی لیکر کھاتی ہوں۔ مگر ڈرائینگ روم سے آتی شیری کی آواز سُن کر وہ اسی جانب آگئی۔ دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹا کر ہینڈل گھما کر دروازہ واہ کیا، سامنے شیری کسی کے ساتھ فون پہ مصروف تھا۔ اس کو دیکھ کر اشارے سے پوچھا۔ ٹھیک ہو؟"

امل نے سر اثبات میں ہلایا اور کمرے کے اندر آ گئی۔ امل نے سر گوشی میں کہا۔

"کس سے بات کر رہے ہو؟"

شیری نے فون اس کے کان کے قریب کیا۔ دوسری جانب سے لڑکی کی آواز سُن کر امل نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا اور منہ میں بڑبڑائی۔

"تم لوگوں کا کیا بنے گا۔ ساری ساری رات جانو مانو کرتے گزار دیتے ہو۔ تم لوگوں کی اپنی ہی ایک دنیا ہے، قریب کے لوگ جائیں بھاڑ میں، تم لوگوں کی چمڑی پہ دھیلے کا اثر نہیں ہے۔"

وہ پہلے ہی چڑی ہوئی تھی، اُٹھ کر باہر آ گئی۔ ایک تو متلی والی کیفیت سے جان نہیں چھوٹ رہی تھی، دوسرا انار کھانے اور اس کا جوس پینے کی اس قدر چاہت ہو رہی تھی کہ وہ واپس اپنے کمرے میں آ کر فاز کو ہلانے لگی۔

"بات سُنو۔"

بند آنکھوں سے جواب ملا۔

"ہوں۔"

"مجھے انار لا دو۔"

"ہوں۔"

"ہوں ہوں کیا کر رہے ہو۔۔ آنکھیں کھولو۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے، مجھے انار لا کر دو، اس سے مجھے آرام رہتا ہے۔"

فاز نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے پاس بیٹھی امل کو دیکھا۔ جس کی ایک ٹانگ بیڈ کے اوپر پڑی تھی اور گھٹنہ فاز کے پیٹ سے مس ہو رہا تھا۔ ایک پیر نیچے لٹکا کر ماتھے پہ تیوری لیے فاز کو دیکھ رہی تھی۔ اور وہ اس کی غصے والی

تیوری نہیں تھی کیونکہ اس کی فاز کو اچھے سے پہچان تھی، اور اُس صورت میں وہ فاز سے سات گز کی دوری بنا کر رکھتی تھی۔ کہاں اس کے پاس اس طرح سے بیٹھنا۔

"تم روز مجھے ایسے کیوں نہیں اُٹھاتی ہو؟ اتنے پیار سے؟"

امل نے اس کو یوں دیکھا جیسے فاز کے سینگ نکل آئے ہوں۔

"ہیں کیا بول رہے ہو؟"

"یوں میرے پاس بیٹھی کتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔۔اگر مجھے اسی طرح توجہ دینے کا وعدہ کرو میں فون سے ہر ایری غیری کا نمبر ڈیلیٹ کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

امل کو تو چڑھ تپ گئی۔۔

"میں یہاں سو نہیں پا رہی ہوں۔ درد سے لاچار ہوں۔ تمہارے پاس مدد کے لیے آئی ہوں۔ تمہیں اس وقت بھی فون کے کنٹیکٹ بک میں موجود ماؤں کی سوجھ رہی ہے۔ سو مر جاؤ اور خواب میں ان کے پیر چوموجا کر جن کے بغیر تم دو گھڑی زندہ نہیں رہ سکتے۔ میں جا کر اپنی ماں کو اُٹھا لیتی ہوں۔"

وہ غصے میں وہاں سے اُٹھ گئی۔ فاز ابھی بھی نیند میں ہی تھا۔ غائب دماغی سے چند سیکنڈ سامنے دیوار کو دیکھتا رہا، پھر نیند کے زور سے آنکھیں بند ہو گئیں ۔۔ پانچ منٹ تک وہ واپس سو رہا تھا۔ جب اس کے کمرے کا دروازہ ایک دفعہ پھر کھلا، شیری نے اس کا کندھا ہلایا۔

"حضور گاڑی کی چابی تو دیں۔"

نیم وا آنکھ سے شیری کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں آپ کی گاڑی کی چابی درکار ہے، کیونکہ آپ کی گاڑی میری کے پیچھے کھڑی ہے، اس بہانے اللہ نے فور ویلر کی سواری کا موقع دیا ہے۔"

فاز نے میز کی جانب اشارہ کیا۔

"وہاں رکھی ہو گی۔۔" شیری نے چابی لی کمرے کی مصنوعی روشنی گل کی اور جاتے ہوئے اپنے پیچھے دروازہ بند کر گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی فاز کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ جلدی سے سائیڈ پہ رکھا، موبائل اٹھا کر وقت دیکھا۔ صبح کے چار بجے تھے، ماتھے پہ بل آئے۔

"یہ اس وقت کہاں جا رہا ہے؟"

پھر امل کا خیال آیا۔۔ "کیا وہ یہاں آئی تھی؟ یا خواب تھا؟"

مگر دوسرے پل وہ کمبل ایک طرف پھینک کر بیڈ سے نکلا۔ واش روم کے باہر رکھے سلیپر پہن کر ہاتھوں سے بال سنوارتا کمرے سے نکل آیا۔ باہر ساری بتیاں جل رہی تھیں۔ مگر سامنے کوئی نظر نہیں آیا۔ تھوڑا آگے آیا تو سٹور روم سے باتوں کی آواز آئی۔ قدم اسی سمت میں چل پڑے۔ چوکھٹ پہ رک کر اندر نظر ڈالی، امل ایک سٹول کے اوپر بیٹھی ہاتھ میں بڑا سا انار لیے آنکھیں بند کر کے اس کو سونگھ رہی تھی۔ چچی اناروں کے کریٹ میں سے پانچ چھ انار ٹوکری میں نکال کر باقی کے اوپر ڈھکن رکھ رہی تھیں۔ امل ان کو کہنے لگی۔

"انار کی خوشبو سے ہی مجھے سکون سا آجاتا ہے، ورنہ اتنا دل متلاتا ہے کہ ایک گھنٹہ بھی متلی کیے بغیر نہ گزرے۔"

"ہاں مجھے اندازہ ہو گیا تھا، جب بھی تم آئی ہو، ناشتہ لنچ ڈنر میں انار کا جوس ضرور لیا۔ اس دن منگنی کے فنکشن میں بھی تم گھر سے انار کا جوس لیکر ہی آئی

تھیں۔اسی لیے میں نے تمہارے ابو سے کہہ کر انار منگوا لیے تھے،تاکہ جب تم ادھر آؤ تو تمہیں پریشانی نہ ہو۔بھابھی نے بتایا تھا،فاز ہر دوسرے دن انار کا گریٹ منگوا رکھتا ہے۔"

امل کی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"اب مجھے اتنا بھی بدنام نہ کریں۔میں اتنے انار نہیں کھاتی کہ دو دن میں سارا گریٹ ختم کر دوں۔گھر میں سب ہی کھاتے ہیں،اسلیے جلدی ختم ہو جاتے ہیں۔"

امو فاز کو دیکھ کر مسکرائیں۔

"تم بھی جاگ گئے ہو؟"

"ہاں جی۔۔شیری گاڑی کی چابی لیکر آیا تھا،میں ڈر گیا کہیں بیگم صاحبہ کو تو ضرورت نہیں پڑ گئی۔"امو اس کے پاس سے گزر کر کچن کی جانب جاتے ہوئے بولیں۔

"آثار سے تو لگ رہا ہے کہ وقت پہنچنے والا ہے،مگر ابھی شروعات ہے۔"

فاز نے چونک کر امل کو سر تا پا دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو؟کیا ہوا ہے؟اسپتال چلنا ہے؟میں ڈاکٹر کو فون ملاؤں؟"

امل نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔فاز نے اس کو سہارا دیکر اُٹھنے میں مدد دی۔امل سٹول سے اُٹھی اور پھر دیوار کے اوپر بازو کا تکیہ نما بنا کر اپنا سر اس پہ ٹکا کر لمبے سانس بھرنے لگی۔فاز لاعلمی سے اس کی حرکات نوٹ کر رہا تھا۔جب کچھ سیکنڈ تک امل اسی حالت میں کھڑی رہی تو اس نے پریشان ہو کر چچی سے پوچھا۔

"اس کو کیا ہو رہا ہے؟یہ ایسے کیوں کھڑی ہے؟"

اموہاتھ میں پکڑی ٹوکری ایک طرف رکھ کر امل کی کمر کو ہلکے ہلکے سے سہلاتے ہوئے بولیں۔

"اس کو درد آرہی ہے۔"

فاز نے ہونق بن کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟ سب ٹھیک تو ہے؟ بچہ ٹھیک ہے؟"

امل کو غصہ تو آیا مگر بولی کچھ نہیں۔ امو نے جواب دیا۔

"ہاں میری جان سب ٹھک ہے، میں نے شیری کو بھیجا ہے وہ دائی کو لیکر آتا ہے، پھر وہ چیک کر کے بتادے کہ امل کی لیبر شروع ہوئی ہے، یا ویسے ہی بچہ اوپر نیچے ہو جائے تب بھی درد ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں سے جو بھی ہو، پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔"

مگر فاز جو چوکھٹ کے ساتھ ٹیک لگائے ست سے انداز میں کھڑا تھا، فوراً اٹین شن ہو گیا۔ نیند بھی پوری طرح بھاگ گئی۔ مگر امل کے اگلے اقدام پہ وہ مزید الجھا کیونکہ جو کچھ سیکنڈ پہلے درد میں تھی۔ اب بڑے آرام سے سیدھی ہوئی اور یوں سٹور سے نکل گئی جیسے ابھی کچھ پل پہلے وہ درد سے بے حال نہیں ہو رہی تھی۔ فاز نے پوچھا۔

"تمہیں درد تھا؟ اب کیا ہوا؟"

امل لاپرواہی سے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"اب ختم ہو گیا ہے۔"

"یہ سالا درد ہے یا مذاق ہے؟"

"تم جا کر سو جاؤ۔"

"سوری آگے تم مجھے جگانے آئیں۔۔، میں گہری نیند میں تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے، بلکہ سوری تو مجھے کرنا چاہیے، تمہیں کسی خوشگوار خواب سے جگا کر تم پہ اتنا ظلم کیا۔"

"نہیں نیند سے جاگ کر جو منظر دیکھا تھا، وہ خواب تھا، پتا نہیں پھر کبھی دیکھنے کو ملے یا نہیں۔"

"نہیں ملے گا۔ اس بات کی تو میں گارنٹی دیتی ہوں۔"

"بڑی ظالم ہو، مجھ فقیر کو بھیک دینے سے کون سا تمہارے خزانے میں کمی ہو جانی ہے، پیار کی دولت تو جتنی بانٹیں اتنی بڑھتی ہے۔"

"امو اس کو بولیں اس وقت مجھے نہ چھیڑے۔"

"چچی کیا اپنے بچوں کی پیدائش کے وقت آپ نے بھی چچا کو یوں ایک پیر پہ نچوایا تھا؟ سچ کہہ رہا ہوں ابھی سے سوچ لیا ہے، دوسرا بچہ نہیں لینا ہے، یہ تو تب تک مجھے ویسے ہی گنجا کر دے گی۔" امو ان دونوں کو پُر شفیق نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیں جبکہ امل بولی۔

"خوابوں کی دنیا سے مت نکلنا۔"

کچن میں فاز نے انار اپنے سامنے رکھے اور امو کے ساتھ مل کر دانے نکالنے لگا۔ امل نے منہ پکڑ کر واش روم کا رُخ کیا۔۔ کھایا پیا سب نکل گیا تو جان کو کچھ سکون آیا۔ نڈھال سی آکر کرسی پہ ڈھے گئی روتے ہوئے بولی۔۔

"امو مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا ہے، پلیز مجھے ہسپتال لیکر چلیں میں نے ڈاکٹر کو کہنا ہے آپریشن کر کے اس کو باہر نکالیں۔۔ نہ میں سو سکتی ہوں، نہ بیٹھ سکتی ہوں۔ نہ چل پھر سکتی ہوں۔ نہ کچھ کھانے کو دل کرتا ہے، اگر کھا لوں تو ہضم نہیں ہوتا ہے۔"

فاز کے ہاتھ رُک گئے۔ انار پلیٹ میں ڈال کر اٹھا اور آ کر امل کے احتجاج کے باوجود اس کو اپنی بانہوں میں بھر کر زور سے بھینچا۔ پھر اس کے ماتھے پہ پیار کر کے واپس میز پہ بیٹھ کر ایک دفعہ پھر انار کے دانے نکالنے کا عمل جاری کرتے ہوئے بولا۔

"میں موسیٰ کو بتاؤں گا کہ تم نے اس کے لیے کتنی راتیں جاگیں ہیں۔"

امل امو کے سامنے فاز کے اس انداز پہ پہلے ہی حیران ہو رہی تھی، مزید حیرانی سے بولی۔

"یہ موسیٰ کون ہے؟"

فاز نے بغیر رکے بتایا۔

"اگر ہمارا بیٹا ہوا تو اس کا نام موسیٰ ہو گا۔"

امل کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

"یہ نام کس نے رکھا ہے؟"

جواب پھر فاز نے ہی دیا۔

"موسیٰ کی نانی نے رکھا ہے۔ اور یہی نام فائنل ہو گا۔"

امل نے ایک نظر امو پہ ڈالی جو مسلسل مسکرا رہی تھیں۔ جیسے ہی اذانیں شروع ہوئی، شیری بھی دائی کے ہمراہ پہنچ گیا، امل کو نہ جانے کیوں دائی کے نام سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"امل بیٹا جاؤ خالہ کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔"

امل نے مسکین سی شکل بنا کر انکار کرنا چاہا۔ مگر خالہ خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"آؤ پتر، ڈرو نہیں۔۔اللہ خیر کرے گا، میرا پچھلے پچیس سال کا تجربہ ہے ، یونہی تجربے سے دائی نہیں بنی ہوں۔ تین سال کا کورس بھی کیا ہوا ہے، تمہاری ماں کو مجھ پہ بھروسہ تھا تبھی تو مجھے بلایا ہے، ورنہ سیدھا ڈاکٹر کے پاس لے جاتی۔" فاز خاموش رہا مگر پڑھ امل کو ہی رہا تھا۔۔ جو تین اناروں کے دانے نگل چکی تھی۔

وہ پھر بھی ڈرتے ڈرتے خالہ کے ساتھ گئی۔ پانچ منٹ کے معائینے کے بعد انہوں نے باہر آکر امو کو مبارک باد دی۔ "رات تک درد تیز ہو جائے گا، پہلا بچہ ہے چوبیس گھنٹے لگ سکتے ہیں۔ بس بچے کے دل کی دھڑکن برابر چیک کرتی رہنا۔ میں دس بجے کے قریب آکر ایک دفعہ پھر لڑکی کو دیکھ جاؤں گی۔ تھکی ہوئی ہے، کوشش کرو درد کی گولی لیکر تھوڑی دیر اگر نیند لے سکے، اگر اس دوران کوئی تبدیلی ہو تو میرے ہسپتال لے آنا۔ یا جو اس کی ڈاکٹر ہے، اس کے پاس لے جانا۔ میں اب چلتی ہوں۔ شیری پُتر سے کہو مجھے چھوڑ آئے۔"

"اتنی جلدی کیوں ہے، آپ آئی ہیں تو کم از کم ناشتہ تو کر کے جائیں۔"

"نہیں میری بہن۔ ابھی ہسپتال میں ایک لڑکی کو میری شدید ضرورت ہے، میں اس سے وعدہ کر کے آئی ہوں کہ آدھے گھنٹے تک واپس آجاؤں گی، یہ بھی تمہارے ساتھ سالوں پرانا تعلق ہے تو تمہارے ایک دفعہ آواز دینے پہ چلی آئی ہوں، ورنہ اب میں صرف ہسپتال پہ ہی مریض دیکھتی ہوں۔"

"چلیں پھر جیسے آپ کی مرضی۔ ایک دفعہ بچہ خیر سے آجائے میں آپ کو خوش کر دوں گی، ابھی کے لیے یہ اپنی فیس لیں۔" امو نے ہزار ہزار کے دو نوٹ ان کے ہاتھ پہ رکھے، اور باہر دروازے تک چھوڑنے آئیں۔

امل نے خالہ کی ہدایت کے مطابق درد کی گولی لی، امو نے دودھ ابال کر اس میں ایک انڈا مکس کر کے اس کو پینے کو دیا۔ جس پر وہ بہت منہ بناتی رہی مگر امو نے زبردستی لاڈ پیار کے ساتھ پلا دیا۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے کے بعد وہ سو گئی۔ ابی نے نماز پڑھ کر پانی دم کیا اور بیٹی کے کمرے میں رکھ آئے۔ بیوی کو ہدایت دے دی کہ جب یہ نیند سے اُٹھے تو یہ پانی پلا دینا۔ امو نے شوہر بیٹے اور داماد کو ناشتہ بنا کر دیا۔ شیری یونیورسٹی چلا گیا۔ فاز کو آفس جانا پڑا۔ مگر وہ پُرزور اصرار کر کے گیا کہ ضرورت پڑی تو مجھے کال کر دی جائے۔

امو نے فون کر کے اپنی جٹھانی کو امل کی حالت سے مطلاع کیا۔ دس بجے سے پہلے ہی اماں گاؤں سے آ گئیں۔ دن تین بجے امل کو ہسپتال لیکر جایا گیا۔ فاز آفس سے سیدھا آیا تھا۔ چھ بجے امل نے صحت مند بیٹے کو جنم دیا۔ پیدائش کے ساتھ ہی سب کو نام بتا دیا گیا کہ موسیٰ آیا ہے۔ جس کو سب سے پہلے اس کی ماں نے اُٹھایا تھا۔

نم آنکھوں اور کانپتے ہاتھوں سے بیٹے کو پکڑ کر کئی پل غور سے اس کے نین نقش پڑھتی رہی۔ پھر امو کو دینے سے پہلے بیٹے کے گال پہ پیار کیا۔ جو منہ کھول کھول کر بھوک کا احتجاج کر رہا تھا۔ سارے وارڈ میں مٹھائی بانٹی گئی۔ باری باری صفائی والا عملہ تارڑ خاندان کے بڑوں کو مبارک باد دینے آیا۔

جواب میں ان کو ہزار ہزار روپیہ دیا گیا۔۔ جو نرس امل کا خیال کر رہی تھی ،اس کو سوٹ ملا ساتھ پانچ ہزار کا نوٹ کیونکہ کیس نارمل ہوا تھا اسلیے رات دس بجے امل کو چھٹی مل گئی۔ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ امو کو بچے کی شاپنگ کا بھی وقت نہ ملا تھا، وہی چند کپڑے تھے جو دادی آتے ہوئے ساتھ لیکر آئیں تھی۔

امل کو گھر پہ فاطمہ کی نگرانی میں چھوڑ کر امو اور تائی اماں فاز کے ساتھ مارکیٹ گئیں۔ امل اور بچے کی ضرورت کی چیزیں لیکر آئیں۔ فاز کو سارا دن ایک پل بھی امل کے ساتھ اکیلے میں میسر نہ آیا تھا۔ کچھ وہ سوچ بیٹھا تھا ابھی ڈلیوری میں دو ہفتے تو آرام سے نکل جانے ہیں۔ بیٹے نے یوں اچانک سے انٹری مار کر باپ کو ششدر کر دیا تھا۔

پہلی رات تو تائی اماں نے بیٹیوں اور نندوں کو، منع کر دیا کہ آج کوئی بھی بچہ دیکھنے نہ آئے، امل تھوڑی سنبھل لے تو آ جانا۔ اسلیے سُنت کے مطابق سات دن بعد موسیٰ کا عقیقہ رکھا گیا۔ سب کو تب ہی کی دعوت بھیجی گئی۔ اماں نے تو بیٹے کو بھی ڈانٹ کر گھر بھیج دیا۔

"ابھی وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایویں نا اس کے ساتھ چپکتے پھرنا۔"

جس پہ وہ جھنجھلایا ہوا بولا۔

"ساری دنیا بچے پیدا کرتی ہے، مگر آپ کی بہو تو جیسے انوکھی ماں بنی ہے۔

"

اماں پہ کسی چیز کا اثر نہ ہوا۔

"تم نیویں نیویں ہو کر نکلو یہاں سے۔"

"ایک دفعہ اس کو بیٹے کی مبارکباد تو دے لوں۔"

"فون کر کے دے لینا اور ملنا ہوا تو عقیقے والے دن آ جانا۔" اماں کو پتا تھا بہو ان کے بیٹے سے خار کھاتی ہے، اسلیے وہ چاہ رہی تھیں کہ امل کچھ وقت اپنے بچے کے ساتھ تنہا گزارے، فاز کے بغیر تاکہ اس کا موسیٰ کے ساتھ تعلق بن سکے، کیونکہ امل کے الفاظ سارے خاندان نے سُنے ہوئے تھے کہ بچہ ہو جائے میں تمہیں چھوڑ دوں گی، اپنی طرف سے وہ بہو کے دل میں اپنے بیٹے کے لیے

ٹھ بنانے کی کوشش میں تھیں۔ پورا ہفتہ انہوں نے امل کے ساتھ گزارا۔
امل کو فیڈ کروانا نہ آتا۔

امو اور اماں ہی اس کو شفقت سے سمجھا تیں۔ نیپی بدلنے لگتی تو متلی آتی
اوپر سے رونے لگ جاتی۔ امو پریشان بھی تھیں یونا۔ امل ڈپریشن میں تھی۔
ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر رو دیتے تین دفعہ رو لیتی تھی۔ فاز نے اس کے نمبر
پہ فون کیا مگر امل نے اٹھایا نہیں۔ میسج کیا تو دیکھ کر چھوڑ دیا۔ جس پہ فاز نے بھی
غصے میں دوبارہ میسج ہی نہ کیا۔ آخری پیغام بھیجا یوں تھا۔

"میں جتنا تمہارے آگے پیچھے پھرتا ہوں، اتنا تمہارا دماغ ہوا میں معلق
ہوتا ہے۔ بھاڑ میں جاؤ۔"

امل نے میسج پڑھ کر جواب میں شکریہ لکھ دیا۔ فاز نے جواب دیا۔

"مغرور عورت انتہا کی بدصورت لگتی ہے۔ اور بد دماغ عورت مرد کے
لیے کوئی کشش نہیں رکھتی ہے۔"

جب یہ میسج آئے وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ تائی امی اس دن گھر گئی ہوئی
تھیں۔ امو موٹی کو تیار کر رہی تھیں کیونکہ اس کے چیک اپ کے لیے ڈاکٹر
کے پاس جانا تھا، وہ امل کو تیار ہونے کا بول کر گئی تھیں۔ جب فاز کا یہ پیغام
موصول ہوا۔ امل نے رو رو کر بُرا حال کر لیا۔ اپنی طرف سے آنکھیں دھو کر
واش روم سے نکلی تھی، مگر جب ماں کو دیکھا تو ایک دفعہ پھر سے آنسو نکل
آئے۔ امو نے اس کی سوجی سُرخ آنکھیں دیکھ کر اس کو اپنی آغوش میں سما
کر اس کا چہرہ چوما۔ ساتھ خود بھی رونے لگ گئیں۔

"کیوں ایسا کرتی ہو؟ چار دن کا تمہارا بچہ ہے، کچا جسم ہے، کیوں اپنی
ہڈیوں میں بیٹھ رہی ہو کیا بات ہے جس پر اتنا روتی ہو۔"

وہ ہچکیوں میں بولی۔

"زندگی میں کشش ہی محسوس نہیں ہوتی ہے امو میں کیا کروں میرا دل کرتا ہے اپنی جان لے لوں، کچھ کھا لوں۔۔۔ وہ میری عزت نہیں کرتا ہے۔ میں اس کے بچے کیسے پالوں گی؟ امو میں کیا کروں گی؟ مومی کو پکڑتی ہوں تو اس کو چھوڑنے کے خیال سے کلیجہ کٹتا ہے، میں اس کو کیسے چھوڑ سکوں گی۔ مجھے اس کو سنبھالنا نہیں آ رہا کیونکہ میرا دماغ ان سوچوں سے رہا ہی نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے بغیر کیسے رہوں گی؟ اور اگر اس کے ساتھ رہوں تو اس کے باپ کو کیسے برداشت کروں گی؟"

ابی باہر سے اس کی بات سُن رہے تھے، اس کو یوں بلکتے دیکھ کر اندر آ گئے۔ امو کو بولا۔

"جاؤ اس کے لیے پانی لیکر آؤ۔" انہوں نے امل کو ساتھ لگا کر بیڈ پہ بٹھایا۔ اس کے سامنے کرسی کھینچ کر خود بھی بیٹھ گئے۔

"تم فاز کو چھوڑنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ عقیقہ گزر جائے، میں فاز سے کہہ دوں گا وہ تمہیں طلاق دے۔"

امل نے روتے ہوئے کہا۔

"ابی وہ طلاق نہیں دے گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم خلع لے لیں گے"

"آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

ابی نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پُر یقین لہجے میں بولنے لگے۔

"اگر میری بیٹی اس قدر تکلیف میں ہے کہ خود کو ختم کرنے جیسا گناہ سوچ رہی ہے تو میں اتنا گیا گزرا تو نہیں ہوں کہ بیٹی کی الاش کا انتظار کروں۔ مجھے فاز تمہارے لیے ہمیشہ سے پسند تھا۔ اسلیے میں نے تمہارا ہاتھ اس کو دے دیا، میں غلط تھا، مجھے تمہاری مرضی کو اہمیت دینی چاہیے تھی۔ مجھے لگا تم دونوں ہم عمر ہو، کہیں کہیں مجھے ایسا بھی لگا تھا کہ تم اس کو پسند کرتی ہو مگر ظاہر نہیں کرتی ہو، کیونکہ ایک تو وہ ہمیشہ سے میرے بڑا قریب رہا ہے، کچھ زبان کا بھی کڑوا ہے، اسلیے تم اس کو دیکھ کر چڑ جاتی تھیں۔ وہ بھی جس طرح تمہارے ہر معاملے میں خاص دلچسپی لیتا تھا، مجھے ہمیشہ ایسا لگا کہ وہ بھی تمہیں پسند کرتا تھا، مگر کھل کر اس نے بھی کبھی اس بات کا اعتراف نہ تو اپنے باپ کے سامنے کیا نہ میرے سامنے کیا ہے، تمہاری اور اس کی شادی میرا اور تمہارے تایا کا مشترکہ فیصلہ تھا۔ میں ہر حال میں تمہیں فیشن شو میں ماڈلنگ سے روکنا چاہتا تھا، کیونکہ ہم گاؤں کے لوگ ہیں جہاں آج بھی شوبز کو ایک خاص طبقے سے ہی منسلک کیا جاتا ہے، گاؤں کے چوہدریوں کی بیٹیوں بہنوں کا ایسے کاموں میں آنا کوئی بھی برداشت نہیں کرے گا، ہمارا ماحول نہیں ہے۔ تمہیں برا لگتا تھا کہ وہ تمہارے باپ کا اتنا پسندیدہ کیوں ہے، اسلیے اس کو پسند کرنے والے جذبات پہ نفرت اور ناپسندیدگی نمبر لے گئی، کچھ رہی سہی کسر ہم لوگوں نے تمہاری شادی جن حالات میں کروائی اس نے پوری کر دی ہے، تم اب یہیں رہو گی۔ عقیقہ سکون سے گزر جائے، پھر میں فاز سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے وہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔"

امل کی روح ایک دم سکون میں ہو گئی امید بھری نظروں سے باپ کو دیکھا پھر اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"ابی وہ موسیٰ کو میرے حوالے نہیں کرے گا۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ تمہارا بچہ تمہارے ساتھ ہی رہے گا، بلکہ میں کہوں گا، تم کچھ مہینے خود کو دو، غیر جذباتی ہو کر فیصلہ لینا۔ تمہارا جو بھی فیصلہ ہوا ہم تمہارے ساتھ ہیں، مگر میری جان کبھی بھی خود کو نقصان پہنچا کر ماں باپ کو جیتے جی زندہ قبر میں اتار کر مت جانا، تم میری بڑی اولاد ہو، میرے دل کا ٹکڑا ہو، تمہاری تکلیف کا سوچ کر میں بہت پریشان رہا ہوں، تمہارا دکھ نہیں سہہ سکتا ہوں۔ تمہارا باپ کمزور ہے امل اس کو اپنی جدائی کا غم نہ دینا میری بیٹی۔"

ابی نے آنسو بھری آنکھوں سے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کو گلے لگا کر رو دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ زندگی کا شیوہ ہے، جب بھی انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب سکون ہو گیا ہے، آزمائش ختم ہو گئی ہے۔ تب ہی زندگی نیا موڑ لیتی ہے، اور ایک نئے زخم سے انسان کو نڈھال کرتی ہے۔ مگر جدائی کا غم ایسا ہے، جس کی تکلیف کبھی کم نہیں ہوتی ہے، یہ زخم اتنی گہرائی تک انسان کو اندر سے کاٹ دیتا ہے، کہ لفظوں، تسلیوں دلاسوں کے چاہے ٹانکے یہ زخم سلائی نہیں کر پاتے۔ آنسو زخم بھرنے کی کوشش میں نڈھال ہو جاتے ہیں، اگر امل کو لگتا تھا کہ زندگی پہلے مشکل تھی تو اب لگنے والی چوٹ نے امل کو جذباتی طور پر مفلوج کر دیا، اندر اتنی خاموشی بھر دی کہ باہر کی ہر آواز اپنا اثر کھو گئی۔

ابی سے بات ہو جانے کے بعد سے وہ روئی نہیں تھی۔ بلکہ اب تو وہ بات بے بات مسکراتی بھی تھی، بہن بھائی کے ساتھ بھی پہلے کی طرح پیش آنے

گئی تھی۔ موسیٰ کا باپ عقیقے پر گھر پہ آیا تھا، مگر غصے میں امل کے پاس نہ آیا، بی وہ جان بوجھ کر اس دن اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ مگر وہ گھر جانے سے پہلے اس کے پاس آہی گیا۔ ایمان کو بال رنگنے کا نیا نیا شوق ہوا تھا، اس نے امل کے بالوں کو لیئرز میں کاٹنے کے بعد ان کا رنگ کیا اور آج کے لیے خاص طور پر پرمنگ کر کے کھلے چھوڑے ہوئے تھے، کمر تک آتے بالوں میں کہیں نیلی لٹ آتی کہیں جامنی کہیں گولڈن لٹ نظر آکر چھپ جاتی، فیروزی اور سفید رنگ کے امتزاج سے بنا نیٹ کے دوپٹے والا سوٹ جس کے ساتھ بیل باٹم کا سفید ٹراوزر اس کے لمبے قد پہ بہت بچ رہا تھا۔

دونوں ہاتھوں پہ مہندی لگی ہوئی تھی۔ کلائیوں میں سفید اور فیروزی رنگ کی کانچ کی چوڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ جس وقت وہ بغیر اطلاع دیئے اس کے کمرے میں داخل ہوا وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے بالوں میں لگی پنیں نکال رہی تھی۔ فاز کا چہرہ اپنے پیچھے شیشے میں ابھرتا دیکھ کر اس کے ہاتھ وہیں کے وہیں رک گئے۔ وہ تو سمجھی تھی وہ چلا گیا ہو گا۔ کیونکہ اس کی سسرال گھنٹہ پہلے واپس چلی گئی تھی، اجن میں ماں بھی شامل تھیں۔

امل کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار ہو گیا۔ فاز نے کالی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی، بال پہلے سے کافی لمبے ہو رہے تھے، ورنہ تو وہ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے بال رکھتا تھا، امل نے ایک پل کو آنکھیں میچ کر اندر ہی اندر دعا کی کہ اس پل کوئی وہاں آجائے۔ ابی، امو، شیری، چھمو کوئی بھی آجائے۔ فاز آکر اس کے سامنے ڈریسنگ کے اوپر بیٹھ کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"گھر کب چلنا ہے؟"

امل نے اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"امی سے پوچھ لو۔"
"کیوں؟ کیا تمہاری زبان چھٹی پہ گئی ہوئی ہے؟"
وہ دو قدم مزید دور ہوئی اس کے مخالف سمت میں اُٹھتے قدم فاز کی برداشت کا امتحان لے رہے تھے۔ مگر اس نے امل کو ہاتھ نہ لگایا۔ وہ بولی۔
"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے؟"
فاز نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے گہری سانس بھری اور بولا۔
"کاش یہ اتنا آسان ہوتا امل جی یا کاش یہ آپ کے پاس اس فاز نامی وجود کا ریموٹ ہوتا تو آپ اس کو اپنی مرضی ومنشا کے مطابق چلا سکتیں۔ مگر آپ کی بد قسمتی کہ ایسا نہیں ہے۔ بات تو کرنی ہی پڑے گی۔ میری ماں مجھے یہاں رُکنے نہیں دیتی، تمہاری ماں تمہیں ساتھ لیجانے نہیں دیتی، میں کب تک یوں ان دونوں عورتوں کا منہ دیکھتا رہوں گا؟ تم فون تک نہیں اُٹھاتی ہو۔ میں آج پورے آٹھ دن بعد تم دونوں کی شکل دیکھ رہا ہوں۔ فار گاڈ سیک تم ابھی جا کر امو سے کہو کہ تم گھر جانا چاہتی ہو۔ مجھے وہ بہانے بنا کر ٹال گئی ہیں، تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔"
امل نہیں چاہتی تھی کہ وقت سے پہلے لڑائی شروع ہو۔ اسلیے مصلحت کا دامن تھامتے ہوئے بولی۔
"امو کہتی ہیں، چھلا پورا ہونے تک میں یہیں رہوں گی۔"
وہ خفگی سے بولا۔ "نہ جانے ان کو کس سائنسدان نے یہ مشورہ دے دیا ہوا ہے۔ وہی سو سال پرانے رسم و رواج لیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔"
امل کے منہ سے نکل گیا۔
"تم نے مجھے جو میسج کئے تھے ان کا کیا مطلب تھا؟"

فاز نے وہاں اس کو دیکھا۔

"تم نے مطالب مجھے بتائی ہیں یہ اشکریہ ادا کر دیا تھا؟"

"کیا تم اپنے الفاظ پہ اب بھی قائم ہو؟"

"تم ایک مغرور عورت ہو۔ اس میں ایک رتی کا بھی شک نہیں ہے۔ یہ تو تمہارا واسطہ انا والے مرد سے پڑ گیا ہے۔ ورنہ اگر میری جگہ کوئی عام مرد ہوتا تو اس وقت تمہارا پانی بھر رہا ہوتا۔ تم ان عورتوں میں سے ہو، جو مرد کو نیچے لگا کر رکھنا چاہتی ہیں۔ جو چاہتی ہیں مرد نوکروں کی طرح ان کے ناز نخرے ہی دیکھتا رہے، پھر بھی اس کی عزت نہیں کرتی ہیں۔"

امل مسکرا کر بولی۔

"اور تم پھر بھی ایسی عورت کے ساتھ ہی کیوں رہنا چاہتے ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔"

فاز ڈریسنگ سے ہٹ کر اس کے پاس آیا اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چہرہ امل کے چہرے کے پاس جھکایا۔

"تمہاری اور میری علیحدگی ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ کیوں پاگلوں کی طرح ایک بات کو دہرائے جاتی ہو؟ میں اُن مردوں میں سے نہیں ہوں۔ جو عورت کو کنٹرول نہ کر سکیں۔ جو عورت کے ہاتھوں بلیک میل ہو جائیں۔ مجھے لگام ڈالنی آتی ہے، اسلیے میری جان مجھے چیلنج کرنے کی غلطی نہ کرنا۔ ماں باپ کے ساتھ کچھ دن اور رہنا ہے؟ رہ لو۔۔ مگر اس کے بعد لوٹ کر اپنے گھر ہی جانا ہے۔ گاؤں نہ جانا چاہو تو بھی کوئی ایشو نہیں ہے۔ ہمیں لاہور میں مکان لے لیں گے۔" فاز نے اپنی شہادت کی انگلی سے امل کی کنپٹی پہ ہلکی سی ضرب لگائی۔

"اب تم میری بیوی ہی نہیں ہو۔ مومی کی ماں بھی ہو، ماؤں کا اتنا مقام یونہی نہیں رکھا گیا ہے، ان کے فرائض کی بنا پر ہے۔ اب اپنی مری حسرتوں پہ آنسو بہا کر حال میں لوٹ آؤ۔ اسی میں سمجھداری ہے۔ ویسے بھی طلاق یافتہ عورت کی ہمارے معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہے، لوگ کہتے ہیں جو ایک گھر نہ چلا سکی وہ دوسرا کیسے بسائے گی۔ پاکستان میں طلاق ہو جائے نا تو عورت کی وقعت ختم ہو جاتی ہے، کسی مرد کے استعمال میں رہی عورت کے ساتھ کوئی دوسرا مرد شادی کرنا پسند نہیں کرتا ہے، استعمال شدہ مال کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا ہے، اسی لیے پھر کسی بچوں کے باپ کے ساتھ یا کسی بوڑھے کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہیں۔ کہ چلو کہیں نہ کہیں تو ٹک جائیں۔ طلاق یافتہ عورت پہ اعتبار کوئی نہیں کرتا ہے، اتنا بہت ہے یا میں مزید گہرائی میں جا کر اس پہ روشنی ڈالوں؟" امل پیچھے ہو کر بیڈ پہ بیٹھ گئی اور بولی۔

"یہ اصول کس نے بنائے ہیں؟ تم جیسے لوگوں نے۔۔۔ جن کے لیے عورت صرف ایک وجود ہے۔ جو اس کو ایک حیثیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اور جو عورت و مرد یہ کہتے ہیں نا کہ طلاق یافتہ عورت کی کوئی عزت نہیں ہوتی ہے، وہ اسلام کی تعلیم سے کھلا انحراف کرتے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ طلاق یافتہ سے نہ بیٹے کی شادی کرنی ہے نہ بھائی کی۔۔۔ وہ لوگ نبی پاک ﷺ کی سنت کی توہین کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں، جو بہنوں اور بیٹیوں کی لاشیں اٹھانے کو تو تیار ہوتے ہیں، مگر ان کو جینے کا حق دان نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے اس معاشرے میں ان گندے اور بدبودار رواجوں کے پلنے میں مرد سے کئی گنا زیادہ عورت قصوروار ہے، کیونکہ وہ اپنے بیٹوں کی تربیت ہی نہیں کر پائی ہے، اسلیے فاز صاحب مجھے معاشرے کا ڈر سنا کر متاثر نہ کیا جا سکے گا،

میں ایسے بے رحم رواجوں کو پیر کی جوتی پر رکھتی ہوں۔ شادی نام ہی عزت حفاظت اور سکون کا ہے، پیار تو اللہ نے دلوں میں ڈالنا ہوتا ہے۔ مگر عزت کرنا تو مرد کے بس میں ہوتا ہے اور جس شادی میں یہ بنیادی اجزاء ہی شامل نہ ہوں۔اس کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔"

فاز اس کو دیکھ کر طنزیہ مسکرایا۔"امل کاش تمہیں اندازہ ہو۔جب تم خاموش رہتی ہو نا؟ تمہارا حسن قیامت ڈھاتا ہے۔ مگر جیسے ہی زبان کھولتی ہو، تمہارے خیالات تمہیں بے انتہا بد صورت کر دیتے ہیں۔ کوشش کرو اپنی اس خامی پر قابو پالو۔ زندگی اچھی گزرے گی۔ ورنہ ساری عمر تمہیں یہ طعنے سننے کو ملیں گے کہ امل اتنی خوبصورت ہو کر بھی فاز کا دل نہیں جیت پائی، وہ بچارہ باہر مال دیکھنے پر مجبور ہے، سارے لوگ مجھ سے ہمدردی کریں گے۔اسلیے خود کو بدلو۔"

امل نے تھوک نگلا۔۔ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو اظہار سے روکے رکھا. ورنہ جی چاہ رہا تھا فاز کو شیشہ دکھا کر گھر سے نکال دے۔ مگر چپ رہی۔۔

فاز بولا.

" تمہارے پاس تین دن ہیں۔چار دن بعد تمہیں لینے آؤں گا۔ مجھے فضول کے ڈرامے نہیں چاہیے ہیں، تیار رہنا۔ ابھی چلتا ہوں۔ تمہارے بغیر میری راتیں بے رونق ہیں۔ دن تو چلو کام میں گزر جاتا ہے، رات کو تمہاری کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ مگر اماں نے سختی سے منع کیا ہے جب تک موئی دو ماہ کا نہیں ہو جاتا۔۔ امل کے پاس مت جانا، ان سے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔"

وہ اپنے جبڑے کو اتنی سختی سے میچے ہوئے تھی کہ دانت درد کرنے لگ گئے۔ فاز نے اس کے گال پہ پیار کیا اور چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہونے کے بعد امل نے اپنا دوپٹہ اتار کر بیڈ پہ پھینکا اور واش روم میں جا کر صابن ہاتھ پہ لگا کر اپنی گال کا وہ حصہ رگڑنے لگی، جہاں پہ فاز کے لب لگے تھے۔۔ خوب رگڑ رگڑ کر جب تسلی ہو گئی تو سامنے لگے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ بولی۔

"فاز اورنگزیب یہ آخری بار تھی کہ تمہارے ناپاک لبوں نے مجھے چھوا ہے۔ آئندہ ایسا نہیں کر پاؤ گے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"شیری راستے میں مارکیٹ سے ہوتے ہوئے جانا ہے، مجھے دوپٹے پہ لیس لگوانی ہے۔" امو کے کہنے پر شیری نے اکتائی ہوئی شکل بنائی۔

"آپ صبح آکر اپنے کام کرواتی رہیے گا، میں نہیں لے جا سکتا ہوں۔"

امل نے سیٹ کے پیچھے سے شیری کے سر پہ تھپڑ جھڑا۔

"آرام سے گاڑی مارکیٹ لیکر چلو۔۔ جانتی ہوں گھر جا کر تم نے کون سے کارنامے سرانجام دینے ہیں۔ اتنے ہی مرے جا رہے ہو تو یہیں ہمارے سامنے اس کا نمبر ملا لو، جس کے ساتھ ساری رات من من چلتی رہتی ہے، بے شرم انسان۔ ایک لڑکی رات کے ڈھائی بجے ایزی لوڈ مانگے اُسی وقت بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔ ماں کوئی کام کہہ دے تو ساتھ ہی موت پڑ جاتی ہے۔"

شیری اپنا سر پیچھے سے سہلاتے ہوئے بولا۔

"شادی کے بعد تمہارے ہاتھ کتنے بھاری ہو گئے ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ سر پہ تھپڑ پڑا ہے، ایسے لگا جیسے اینٹ ماردی ہو۔۔اُف تم اپنے گھر کب جاؤ گی؟ جم ہی گئی ہو۔"

"بے فکر رہو میں کہیں نہیں جارہی ہوں۔اپنے گھر پہ ہی ہوں۔"

"کیوں کیا فاز کو گھر داماد رکھ رہی ہو؟"

"تمہیں پتا چل جائے گا، کیا کروں گی، فلحال تو مارکیٹ چلو۔"

"یار آپی پہلے تمہارے بیٹے کے چیک اپ کے سلسلے میں ہسپتال میں دو گھنٹے لگے ہیں۔اب تم لوگ مارکیٹ گھس گئیں تو رات یہیں نکلنی ہے، اسلیے پلیز کل آجانا۔"

"کل نہیں ناکام آج ہے، صبح امو لوگ شادی پہ جارہے ہیں۔ان کو دوپٹہ چاہیے ہے۔"

"تو امو کوئی پرانا دوپٹہ لے لیں نا۔"

"تم ہمیں مارکیٹ اتار دو۔ اور موٹی کو گھر لے جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ڈرائیور کو لینے بھیج دینا۔"

امو نے مشورہ دیا جو تیری کے دل کو لگا۔وہ ان دونوں ماں بیٹی کو مارکیٹ اتار کر گھر چلا گیا۔امو اپنے دوپٹے کو لیس لگنا دینے کے لیے پہلے پیکو والے کے پاس گئیں۔

لیس والے نے ان کو آدھے گھنٹے کا انتظار بتایا، انہوں نے کپڑوں کی دکان کا رخ کیا۔امو نے امل کے لیے دو سوٹ پسند کئے، دو ایمان کے لیے لینی دفعہ وہ ٹال رہی تھیں۔ مگر امل نے ان کو کھاڈی کے دو سوٹ اپنے پلے سے لیکر دیئے۔دو سوٹ تائی امی کے لیے بھی خریدے۔

اس پل فاز کا اس کو پیسے دیکر جانا یاد آیا۔ یہ پیسے اس نے موتی کی پیدائش کے وقت دیئے تھے، مگر خرچ سارا پھر اس نے خود ہی کیا تھا، امل سے نہیں مانگے تھے، اور اس کے علاوہ جو ضرورت پڑی وہ ابی امو نے پوری کر دی اسلیے فاز والے پیسے اس کے بیگ میں ویسے کے ویسے ہی دھرے ہوئے تھے۔

امل نے اپنے لیے سادہ میرون چمڑے کا کھسہ لیا، ایمان کے لیے پمپس اور امو کے لیے انگوٹھے والی فینسی چپل لی، جو سوٹ انہوں نے کل شادی پہ پہننا تھا، وہ اس کے ساتھ میچ کرتی تھی۔

بچوں کے سیکشن سے گزرتے ہوئے اس نے زندگی میں پہلی دفعہ بچوں کے کپڑوں کو توجہ سے دیکھا۔ موتی دو ہفتے کا ہو رہا تھا، مگر کپڑے اس کو ایک ماہ کے بچے والے آسانی سے آ رہے تھے۔ ابھی اس کو بہت سے تحفے ملے ہوئے تھے، مگر پھر بھی امل نے اس کے لیے ایک کمبل لیا اور تین سوٹ لیے ساتھ میں میچنگ جرابیں وغیرہ لیں۔ دوپٹہ بھی واپس مل گیا مگر ان کا ڈرائیور ابھی نہیں پہنچا تھا۔ امل امو کو ساتھ لیکر ڈھابے کے سٹائل میں کھلنے والے نئے ٹی سٹال پہ لے آئی۔ ایک طرف لگے میزوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے وہ دونوں بیٹھ گئیں امل اپنے سوٹ کو نکال کر اس کا رنگ دیکھتے ہوئے اس کے پرنٹ پہ تبصرہ کرنے لگی۔ امو نے کہا۔

"اس کے ساتھ جامنی رنگ کی لیس لینا۔ سامنے بٹن لگوا کر اچھی سی شرٹ تم پہ بہت جچے گی۔" امل بولی۔

"ابھی تو میرے پاس بہت کپڑے سلائی ہوئے پڑے ہیں۔ میرا وزن تھوڑا کم ہو جائے پھر یہ والے سلواؤں گی۔ ابھی تو میرا پیٹ نظر آتا ہے۔ ڈائیٹنگ کر کے کنٹرول کروں گی۔"

چائے آگئی ساتھ میں دال کے بنے بسکٹ تھے۔اپنی چائے کا ایک سپ لینے کے بعد امو نے کہا۔

"چائے تو بہت عمدہ بنی ہوئی ہے، اسی لیے ان کے پاس اتنا رش ہوتا ہے۔"

امل نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔امو کہنے لگیں۔

"ڈائیٹنگ وغیرہ کا ابھی سوچنا بھی نہیں ہے، ابھی بچے کو فیڈ کروا رہی ہو، تمہیں خود اچھی خوراک کی ضرورت ہو گی، دوسرا چھ ماہ تک ویسے ہی تمہارا جسم پرانی ساخت میں چلا جائے گا۔اگر نہ ہوا تو پھر کر لینا ڈائیٹنگ۔۔۔ مگر ابھی نہیں۔" امل نے امو کو غور سے سُنتے ہوئے نظر اُٹھا کر سامنے دیکھا۔فاز کی گاڑی پارک تھی۔ پہلی نظر میں وہ یہی سمجھی کہ شیری نے اس کو انہیں لینے کے لیے بھیج دیا ہے۔ مگر پھر اگلی سیٹ پہ براجمان لڑکی پہ نظر پڑی۔امل کو اپنی نگاہ پہ یقین نہ آیا۔یہ آدمی کس قدر ذلیل انسان ہے۔آج اپنے ساتھ ایک نیا چہرہ لیے گھوم رہا ہے۔ایسے لوگ شادی کیوں کرتے ہیں؟ اور یہ دو دن پہلے مجھے اخلاقیات پہ لیکچر دے رہا تھا۔اس نے امو کو اشارہ کیا۔

"اپنے پیچھے دیکھیں کون کس کے ساتھ چائے پینے کے لیے آیا ہوا ہے۔"

"کون ہے؟" امو نے یہ کہتے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا۔اپنے پسندیدہ داماد کو کسی انجان چہرے کے ساتھ ہنستے دیکھ کر امو کے منہ کا ذائقہ بدل گیا۔ بولیں۔

"کوئی کولیگ ہو گی۔۔"

امل کا قہقہہ دل جلا گیا۔

"ماں میری پیاری ماں۔۔ مان لو۔۔ داماد ایک نمبر کا کھلاڑی ہے، مگر یہ اب آپ کا داماد نہیں رہے گا۔"

امو سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ گہرا سانس بھر کر آنکھ میں امڈ آنے والے پانی کو ٹشو میں جذب کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"مجھے علم ہے کہ تم باپ بیٹی نے فیصلہ کر لیا ہے، تمہیں اپنا اچھا برا سوچنے کا پورا حق حاصل ہے۔ مگر امل مجھے تم دونوں کی جوڑی بہت زیادہ پسند ہے، میں نے کل رات تہجد میں دعا کی تھی۔ کہ اللہ تم دونوں کے لیے بہت اچھا فیصلہ کرے، اگر وہ تمہارا نصیب ہے، تو اللہ اس کو تمہارے حق میں بہت اچھا کر دے، اور تمہارے دل میں بھی اس کے لیے نرمی پیدا کر دے۔" امل کو اپنی ماں کے لیے دکھ محسوس ہوا۔

وہ ناممکن کے ممکن ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ہائے ان دیوں کے جلانے کی منت مانگ رہی تھیں، جو کبھی جلنے ہی نہیں تھے، ڈرائیور کی بجائے ابی لینے آئے تھے۔ فاز کی گاڑی کے بالکل سامنے انہوں نے گاڑی روکی۔ فاز نے ان کو دیکھ کر اپنی ساتھ بیٹھی لڑکی سے کچھ کہا اور اپنی گاڑی سے نکل کر چچا کے پاس آیا۔ تب ہی امل کو گاڑی کی جانب آتا دیکھ کر اس کی موجودگی سے بھی واقف ہو گیا۔ منہ میں لاحول پڑھی۔ اس کی اپنی ہنسی نکل گئی بولا۔

"سالا جب بھی کسی کے ساتھ کہیں نکلوں یہ دیکھ لیتی ہے۔ اچھی قسمت ہے، بیٹا آج تو ساس سسر بھی ساتھ ہیں۔ پتا نہیں کون لوگ ہیں جو ایک وقت میں دس کھلا لیتے ہیں اور بیویاں سالوں کی پاکدامنی کی قسمیں کھاتی ہیں۔ اپنا تو کیس پہلے ہی خراب ہے۔"

"السلام علیکم سر جی آپ چائے پئیں گے؟"

چچا کی کھڑکی پہ رک کر پوچھا۔ ساتھ ہی ایک نظر بیوی کے پھولے منہ پہ ڈالی۔

"نہیں میں بس ان ماں بیٹی کو لینے آیا ہوں تم پیو چائے۔ وہ کون ہے؟"

فاز نے ان کے اشارے کی سمت دیکھا۔۔

"وہ حسان کی بہن ہیں۔ اس نے کہا ذرا ان کو گھر سے اُٹھا کر میکے چھوڑ دوں۔ میں نے سوچا چلو راستے میں چائے پلا دیتا ہوں۔۔ چچی آپ ٹھیک ہیں؟ "

داماد کے منہ سے وضاحت سُن کر وہ اس کو معاف کرتے ہوئے بولیں۔

"ہاں میری جان میں ٹھیک ہوں۔ تم کئی دن سے گھر پہ نہیں آئے، کل رات کا ڈنر گھر پہ کرو۔"

امل اس دوران لا تعلقی سے باہر دیکھتی رہی۔

"ہاں جی کل امل کو لینے آؤں گا، پھر ڈنر بھی ضرور کروں گا۔ امل کل تیار رہنا۔۔ میں آفس سے سیدھا اس طرف ہی آؤں گا۔" ابی نے فاز کو الوداع بول کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ سارا راستہ امو نے ایک ہی بات تین دفعہ کی تھی۔

"دیکھو نا فاز نے ایک دفعہ بھی موسیٰ کے بارے میں نہیں پوچھا ہے۔"

امل خاموش رہی۔ ابی نے بھی کچھ نہ کہا۔ گھر پہ پہنچے تو ایمان بھانجے کے ساتھ مل کر ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ موسیٰ کار سیٹ میں سو رہا تھا۔ امو نے فاز کا غصہ بھی ایمان پہ نکال دیا۔

"موسیٰ کو تب سے اس موئی کار سیٹ میں ہی ڈالا ہوا ہے، نیپی وغیرہ بھی نہیں دیکھی ہو گی۔"

ایمان مزے سے شاپنگ بیگز پہ حملہ آور ہوتے ہوئے بغیر شرمندگی کے بولی۔

"وہ آپ کا ڈپارٹمنٹ ہے، نیپی تو اس کی ماں نہیں بدل سکتی میں تو پھر معصوم سی خالہ ہوں۔ میرے لیے بھی کچھ لائی ہیں؟"

امل نے سارے بیگ اس کے سامنے رکھے فقط اپنا ہینڈ بیگ لیکر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے ماں سے بولی۔

"امو آپ موتی کی نیپی بدل دیں۔۔ پھر میں اس کو فیڈ کروا دوں گی۔"

ایمان اپنا جوتا دیکھ کر خوشی سے چہکی۔

"یہ کس نے پسند کیا تھا؟ پتا میں ابھی کل آن لائن ان جوتوں کو ڈھونڈ رہی تھی۔"

امو نے بتایا۔

"امل نے لیے تھے۔"

"تھینک یو تھینک یو تھینک یو آپی۔۔ جیو۔۔ اللہ تمہیں ایک اور چاند سا بیٹا دے۔۔ نہیں اس دفعہ کیوٹ سی بیٹی آئے۔۔ اُس کے میں اپنے جیسے کپڑے بنوایا کروں گی۔ اُف کتنا مزا آئے گا۔ ہے نا امو"

امو نے دلگرفتگی سے بڑی بیٹی کو جاتے ہوئے دیکھا اور بولیں۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے اللہ ان کے دل پھیر دے، اللہ ان کا سکون ایک دوسرے کی سنگت میں لکھ دے، آمین یا اللہ آمین۔"

امل نے ماں کی بات پہ کچھ نہ کہا۔

"گھر محبت کی مٹی سے بنے ہوں، یا نفرت کی مٹی سے۔ جب ٹوٹتے ہیں تو ایک دفعہ تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس رات دیر تک وہ سب لوگ ٹی وی کے آگے جمع رہے، ابی جو عام طور پر جلد سو جاتے تھے اس دن بیٹیوں کے ساتھ گپیں مارتے رہے، امو سارا وقت موئی کو گود میں لیے رہیں۔ ڈیڑھ بجے اطلاعی گھنٹی بجی۔ آنے والا فاز تھا۔ آتے ہی چچا کے پاس بیٹھ کر بولا۔

"وہ میری کچھ نہیں لگتی ہے، شادی شدہ عورت ہے، بس اچھی دوست ہے، ایسا ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔" جہانگیر نے اس کو گھورا۔

"میں نے تمہیں کچھ کہا ہے؟"

"کہا نہیں اسی لیے تو میں جان گیا ہوں کہ ناراض ہیں۔ ابھی میں گھر جانے کے لیے نکلا تھا، مگر گاڑی ادھر کو موڑ لی۔ آپ کی ناراضگی کا سوچ کر بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔"

"یہ صفائیاں اپنی بیوی کو دو۔ میں کیوں ناراض ہوں گا۔"

"بیوی تو صفائیاں مانے گی ہی نہیں۔ وہ تو آنکھ بند کر کے مجھے لفنگا مانتی ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے، اس کو مجھ سے کوئی امید نہیں ہے، مگر آپ کو ہے، اسلیے میں آپ کی ناراضگی نہیں بھگت سکتا ہوں۔ چاچو جی بندہ ان کو کھونے سے ڈرتا ہے، جو اس کے اپنے ہوں، سکھ دکھ کے ساتھی ہوں، وہ تو میرے لیے آپ ہی ہیں۔ امل کے ساتھ تو بس لڑائیاں ہی ہیں۔" ابی کے لبوں پہ نرم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

امل بڑے غور سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ فاز کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے، وہ بھی اپنی ہر بات بلا جھجک ان کے ساتھ کرنے کا عادی تھ۔ نوجوانی سے ہر ہفتے وہ ان کے گھر کا چکر ضرور لگاتا تھا، دونوں چچا بھتیجا گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتے۔۔ فرمائشی کھانے بنوا کر کھاتے۔ بزنس پہ تبادلہ خیال کرتے۔ ابھی بھی وہ اپنے فون سے تصویریں کھول کر ان کو دکھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"یہ فلیٹ مل رہا ہے۔ دو بیڈ روم کا ہے۔ ابا جی کو کوئی خاص پسند نہیں آیا۔ وہ کہہ رہے ہیں لینا ہے تو گھر لو۔ مگر میں سوچ رہا ہوں امل کے لیے بہت بڑا گھر دیکھنا ابھی مشکل ہو گا۔ ابھی وہ موتی کے ساتھ مصروف رہا کرے گی۔ گھر بعد میں لے لیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

امل کی ابی کے ساتھ نظر ملی۔ ابی نے سر خم کر کے اس کے ان کہے سوالوں کے جواب آنکھوں سے دیئے۔

"پریشان نہ ہو۔ وہی ہو گا جو تم چاہو گی۔"

مگر ہو وہ گیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا امو اور ابی اپنے دوست کے بیٹے کی شادی پہ گئے، واپسی پہ ان کی گاڑی ایک ٹرالر سے ٹکرا گئی۔ یوں چند گھنٹوں میں زندگی کے سارے رنگ ہی چھن گئے۔ امو کو گھر سے جاتے وقت موتی کی فکر ہو رہی تھی، بار بار امل کو کہہ رہی تھیں۔ دلہے کی ماں کا اتنا اصرار نہ ہوتا تو میں موتی کو چھوڑ کر بالکل نہ جاتی۔ اب دیکھو اس کی نیپی وقت پہ بدل لینا۔ یہ نہ ہو اس کو ریش کروا دو اور فیڈ کروانے کے بعد کندھے سے لگا کر ڈکار ضرور دلوانا۔ پریشان نہ ہونا۔

امل نے جواب میں کہا تھا۔ "نیپی بدلتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے، کہیں اس کو درد نہ ہو۔"

"پاگل نہ ہو تو۔ کچھ نہیں ہو گا اور اگر فاز اُٹھنے کے بعد تمہیں ساتھ چلنے کا بولے تو جھگڑا مت کرنا۔ بس ایک دفعہ اپنی ماں اور بیٹے کی خاطر اس کو ایک موقع دیکر دیکھنا۔ اگر تمہارا دل اس کی طرف مائل نہ ہوا تو جیسے تم چاہو وہی ہو گا۔ اچھا اب آپ کو اس وقت ہی ساری باتیں یاد آ رہی ہیں۔ واپس آئیں گی تو بات ہو گی۔"

اس پہ امو نے اس کو ساتھ لگا کر پیار کیا اور دعا دی تھی۔

"اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے میری بیٹی۔ دیکھو اس نے تمہیں موتی دیا ہے۔"

اس پہ امل ہنس دی تھی۔ "آپ پہلے موتی کے باپ کی دیوانی تھیں۔ اب موتی مل گیا ہے۔" امل فاز کی آمد سے بے خبر رہی جس نے اس کو پیچھے سے بانہوں کے گھیرے میں لیکر امل کے سامنے کھڑی امو کے ماتھے کو چوما۔

"دنیا کی سب سے اچھی چچی اور اب ساس۔۔۔"

امو بلش کرتے ہوئے باہر کو بڑھ گئیں۔ امل وہیں کھڑی ہو کر ان کو جاتا دیکھتی رہی۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے سے پہلے ابی نے فاز کو آواز دی۔ جو ابھی تک بیوی کے پیچھے چھپا اس کے کندھے پہ سر رکھ کر ساس سسر کو ہی دیکھ رہا تھا۔ چچا کے بلانے پہ سیدھا کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"جی سر جی۔۔؟"

"آفس جاؤ۔ گھر پہ رہ کر میری بیٹی کا خون نہ جلانا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"جی سر۔"

وہ آفس میں تھا جب کال موصول ہوئی۔ شیری زارو قطار روتے ہوئے بول رہا تھا۔

"ابی چلے گئے۔۔ فاز بھائی۔۔ میرے ماں باپ چلے گئے۔ فاز بھائی ایسے کیسے ہو سکتا ہے، آپ آکر ان ہسپتال والوں سے بات کریں۔۔۔"

اگلا سارا وقت کسی فلم کی طرح ہی گزرا۔ ہر کوئی صدمے سے نڈھال تھا۔ پھوپھیوں کی حالت غیر تھی، اور نگزیب کی کمر ٹوٹ گئی۔ ایمان بار بار بے ہوش ہوتی رہی۔ شیری کبھی صمد بھائی کے گلے لگ کر روتا۔ کبھی تایا سے لپٹ جاتا۔ آخری رسومات گاؤں میں ادا ہوئیں۔

خاندانی قبرستان میں دونوں پیاروں کی تدفین کر دی گئی۔ فاز بظاہر مضبوط بنا سارا کچھ دیکھتا رہا۔ مگر تنہائی میں صمد بھائی کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ اس سارے میں جہاں اپنے تو اپنے غیر کی آنکھ بھی نم تھی۔ ایک دیوانی لڑکی ایسی بھی تھی۔

جس کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہ بہہ سکا۔ جس کے اعصاب بالکل شل تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی گم گئی۔ نہ اپنا ہوش رہا نہ بیٹے کا۔ چُپ کر کے بیٹھی سب کی شکلیں دیکھے جاتی۔ اگر کوئی اپنے ساتھ لگا کر روتے ہوئے اس کو بھی رُلانے کی کوشش کرتا۔ وہ وحشت زدہ ہو کر ان سے الگ ہو جاتی۔ موسٰی مسلسل فاطمہ بھابھی کے پاس تھا۔ مگر اس نے خواتین کے ساتھ مل کر امو کو آخری غسل خود دیا تھا۔

جب تک وہ اپنے اصلی گھر چلے نہیں گئے، ان کے سرہانے کھڑی ہو کر ان کے خوبصورت چہروں کو آنکھوں کے راستے دماغ میں محفوظ کرتی رہی۔ ایک دو عورتوں کے فقرے بھی کان میں پڑے۔

"توبہ ہے بیٹی کی تو پلک تک نہیں بھیگی۔۔"

"ارے یہ وہی ہے، پہلے ماں باپ کا کونسا خیال کیا تھا۔ مرضی سے جا کر شادی رچالی۔ ایسی لڑکیوں کو ماں باپ کا کیا درد ہونا ہے۔"

وہ اپنے گھر جانا چاہتی تھی، مگر جب یہ خیال آتا وہاں نہ ماں ملنی ہے نہ باپ تو گھر جانے کا سوچ کر ہی دل ڈوبتا۔ دیں تک سارا خاندان گاؤں ہی رہا۔ امل ساری ساری رات سو نہ پاتی۔ سب کے سامنے کھانا زہر مار کر لیتی۔ مگر بڑی کوشش کر کے بھی چند ایک لقمے اندر جا پاتے۔

اس کا وزن گر گیا۔۔ رنگ دھلے ہوئے لٹھے جیسا ہو گیا۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ ہلکے بن گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موٹی کو خوراک نہ ملتی وہ کوشش کرتی مگر موٹی کی بھوک نہ پوری ہوتی۔ پھر کوشش بھی بند کر کے اس کو فیڈر ہی دینا شروع کر دیا۔ جب جب وہ موٹی کو گود میں لیتی۔ امو کا چہرہ سامنے آجاتا۔ وہ موٹی کو چھمو کے حوالے کر دیتی۔ شدید ترین ڈپریشن میں جاتی جارہی تھی، فاز بھی بہت چپ تھا، دس دن گزر جانے کے باوجود دونوں کی آپس میں بات نہ ہوئی۔ وہ سارا دن حویلی میں ہوتا۔ افسوس کرنے آنے والوں کا رش لگا رہتا۔

امل بظاہر سب خواتین کے ساتھ بیٹھ کر کلمہ وغیرہ پڑھنے کی کوشش کرتی مگر کبھی یہ بھول جاتی کہ کیا پڑھنا ہے۔ کبھی تعداد بھول جاتی۔ سب ہی اس کے رویے کو لیکر پریشان تھے۔ فاطمہ بھابھی نے صمد بھائی سے ذکر کیا۔ انہوں نے تسلی دی اور باہر جا کر آدمیوں میں بیٹھے بھائی کو ایک طرف بلایا۔ فاز ان کا اشارہ دیکھ کر ان کے پیچھے آگیا۔ حویلی کے خاموش کونے میں جا کر صمد بھائی بھینس کی کھرلی کے اوپر بیٹھ کر بولے۔

"امل کی خبر لو۔۔ وہ ٹھیک نہیں ہے۔"

فاز نے بھائی کا چہرہ دیکھا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کو وقت چاہیے۔"

"تو اس کو وقت دو۔"

فاز نے گہری سانس کھینچی۔

"میں جان بوجھ کر اس کو اگنور کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے، جب مجھے سامنے دیکھے گی، میری شکل میں چاچو کی مشابہت دیکھ کر سنبھلنے کی بجائے مزید بکھرے گی۔"

صمد بھائی نے اس کے کندھے پہ تسلی سے تھپکی دی۔

"اس کو قبرستان لے جاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ دیکھ کر وہ تھوڑی پُر سکون ہو جائے۔"

"اور اگر معاملہ مزید خراب ہو گیا تو؟"

"تم مرد ہو سنبھال لینا۔ یہی تو تمہاری اصل ڈیوٹی ہے۔"

اسی وقت کسی کے آنے پہ فاز کو واپس ڈرائنگ روم میں جانا پڑا۔ شام کو عصر کے بعد چھت پہ چارپائیوں پر پھوپھو لوگ لیٹی ہوئی تھیں۔ امل آنکھیں موندے پڑی تھی، مگر جاگ رہی تھی۔ شیری نے اس کا شانہ ہلایا۔

"آپی؟"

"ہوں۔۔ جی؟"

"نیچے آؤ۔"

"کیوں؟"

"تم سے کام ہے اُٹھو۔"

"اچھا۔"

وہ اُٹھ گئی۔ شیری اسی طرح اس کو ہاتھ سے پکڑ کر نیچے لایا۔ پھر بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا۔

"کہاں لیکر جارہے ہو؟"

"یہیں۔"

گیٹ کے سامنے فاز گاڑی میں انتظار کررہا تھا۔ شیری نے فرنٹ پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ امل نے استفسار کیا۔

"پتا تو چلے کہ جانا کہاں ہے؟"

"بیٹھو تو میں بھی ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

وہ بھائی کی مان کر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی فاز پہ بھرپور نظر ڈالی۔ جو نظریں سامنے ٹکائے خاموش بیٹھا تھا۔ جیسے ہی شیری نے دروازہ بند کیا فاز نے گاڑی آگے بڑھادی۔ امل نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔۔ پھر پوچھا۔

"کیا شیری نہیں جائے گا۔"

فاز نے گیئر بدلتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم اکیلے ہی جائیں گے۔"

"مگر جانا کہاں ہے۔"

"کسی اپنے بہت پیارے سے ملنے جارہے ہیں۔"

امل تیز لہجے میں بولی۔

"فاز مجھے قبرستان لیکر مت جانا۔۔ پلیز۔ اگر وہاں جانے کا ارادہ ہے تو مجھے واپس چھوڑ دو۔" فاز اس کے اتنے ٹھیک اندازے پہ اس کی سمجھداری سے متاثر ہوا۔

"ایک دفعہ مل آؤ۔ وہ لوگ تمہارے منتظر ہوں گے۔"

"گاڑی روکو۔۔۔ فاز گاڑی روکو۔۔۔ مجھے نہیں جانا ہے۔"

"ریلیکس کرو کچھ نہیں ہو گا، میں تمہارے ساتھ ہوں نا۔"

"ہر بات میں زبردستی نہیں چلتی فاز! تمہارے وہاں ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا ہے۔ تم ہو کون؟ کیوں تم ہر دفعہ ہر بات پہ زبردستی خود کو مجھ پہ مسلط کرتے ہو؟"

فاز نے لب بھینچ کر اس کو اگنور کر دیا۔ گاڑی اندر سے لاک کر دی۔ اور جا کر قبرستان کے دروازے پہ روک دی۔

"میں جانتا ہوں۔ تم ٹھیک نہیں ہو، یہاں آنا تمہارے لیے بہت مشکل ہے، میں جانتا ہوں، تمہارا نقصان بہت بڑا ہوا ہے۔"

امل غصے سے بولی۔

"میں نے ابی سے بات کر لی تھی، ابی نے مجھے اجازت دے دی تھی، وہ تمہیں مجھے طلاق دینے کا کہنے والے تھے، اگر تم طلاق نہ دیتے۔ ابی مجھے خلا دلوانے والے تھے۔"

فاز ہر بات بھول کر اس کو دیکھنے لگا۔

"چچا کبھی ایسا نہ کرتے۔ کم از کم میرے ساتھ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے تھے۔"

"ایسا ہی ہونا تھا فاز۔۔ تم ان کو کتنے بھی عزیز ہوتے، ان کی بیٹی سے بڑھ کر نہیں تھے، ان کو تمہارے میرے ساتھ سے زیادہ میری زندگی عزیز تھی۔ انہیں میری زندگی کی قیمت پر ہمارا رشتہ منظور نہیں تھا، کیونکہ میں نے کہہ دیا تھا، میں خود کو ختم کر لوں گی۔"

فاز نے آرام سے اس کو جھٹلاتے ہوئے کہا۔

"بکواس کر رہی ہو۔"

"مجھے گھر چھوڑ کر آؤ۔"

"خود چلی جاؤ۔۔۔ راستے میں وہ جو دو تازہ قبریں ہیں نا۔ وہ دونوں وہیں لیٹے ہوئے ہیں۔۔ دعا سلام کرتی جانا۔"

"اپنی بکواس بند کر لو۔ تم ہمیشہ ان لوگوں میں شامل رہو گے جن سے مجھے نفرت ہے، بلکہ تم سے زیادہ نفرت مجھے کسی سے نہیں ہے۔"

"تو پھر کیوں تب سے میرے چہرے کو دیکھے جا رہی ہو؟ جن سے نفرت ہو ان کی تو شکل دیکھنا بھی برداشت نہیں ہوتی۔" فاز کے اتنا کہنے کی دیر تھی۔ وہ جسے خواتین کے طعنے نہ رُلا سکے۔۔ جسے اپنے بہن بھائیوں کی سسکیاں نہ رُلا سکیں۔۔ کانپتے ہونٹوں کے ساتھ سرگوشی میں بولی۔

"تمہاری شکل میرے ابی سے بہت ملتی ہے فاز۔۔۔" پھر تو جیسے ندی کا بندھ ٹوٹ گیا۔ اس کے منہ سے سسکیوں کے ساتھ بس دو نام ہی نکلے۔

"ہائے میرے ابی۔۔۔"

"ہائے میری امو۔۔۔" فاز تیزی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر تیز تیز ڈگ بھرتا اس کے دروازے کے پاس آیا۔ دروازہ کھول کر امل کو بازو سے پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کیا۔ جو بری طرح سے کانپ رہی تھی۔ فاز نے اس کے روتے سسکتے وجود کو احتیاط سے بانہوں میں بھر کر اس کے سر کو سینے سے لگایا۔۔ وہ با آواز بلند روتی گئی۔۔ وہ اس کی کمر سہلاتے تسلی دیتا۔

"بس۔۔۔ بااااااس۔۔۔!"

"میرے اتنے قیمتی چہرے مٹی کے نیچے چھپ گئے ہیں۔ میں کیسے جیوں گی؟ ان کی جدائی کیسے سہہ لوں؟ میرا دل کیوں نہیں بند ہوا؟ اتنے دن گزر گئے ان کی سانس اس فضا سے نکل گئی ہے، پھر میں کیسے زندہ ہوں؟ میری ماں چلی گئی فاز۔۔۔ میری ماں چلی گئی ہے۔۔۔ اب میری غلطیوں پہ پردہ کون ڈالے گا۔ اب میرے عیبوں کے باوجود مجھے سینے سے لگا کر دعا کون دے گا؟ میرا تو سب کچھ لٹ گیا ہے، لوگو دیکھو امل کتنی غریب ہو گئی۔ مرنے تک ماں باپ کی شکل نہیں دیکھ سکے گی۔ میلہ ختم ہو گیا ہے۔" وہ فاز کی بانہوں میں بے جان سی ہو کر جھول گئی۔

وہ دو منٹ تک اس کو یونہی پکڑے کھڑا رہا۔ ارد گرد پھولوں کے سٹال لگے ہوئے تھے، وہیں پہ کھڑے ایک لڑکے کو اس نے اشارہ کر کے تھوڑی دور موجود دکان سے پانی لانے کا کہا۔ خود امل کو دونوں بانہوں میں اٹھا لیا۔ قبرستان سے ابا جی برآمد ہوئے فاز اور امل کو وہ دور سے دیکھ چکے تھے، انہوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا فاز نے امل کو اس پہ لٹا دیا۔ ابا جی اس کے سر پہ پیار دیتے ہوئے بولے۔

"امل اللہ تمہیں صبر دے۔ ہمیں بھی تو دیکھو۔ ہم بھی تو زندہ ہیں۔ اپنے چہیتے بھائی کے چہرے پہ ان گناہگار ہاتھوں سے مٹی ڈالنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اللہ ایسا دکھ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔"

فاز کی قمیض اس کے آنسوؤں سے تر تھی۔ ابا جی اور امل کو وہیں سے گھر لے آیا۔ اس دن کھل کر رو لینے کے بعد تو جیسے امل مزید چپ ہو گئی۔ دو ماہ گزر گئے، زندگی جیسے تیسے چلنے لگی تھی، اس دن وہ چھت سے موسیٰ کے

سوکھے کپڑے اتار کر نیچے آ رہی تھی، جب اباجی کی گفتگو میں اپنا نام سُن کر اس کے قدم رُک گئے۔

"امل تو بہت بدل گئی ہے، اب تو وہ تمہارے ساتھ لڑتی بھی نہیں ہے۔"

جواب میں فاز کا لاپرواہ قہقہہ اس کے سارے زخم ادھیڑ گیا وہ بولا۔

"پھر مانتے ہیں اپنے بیٹے کی سمجھداری کو؟ اولاد ایسی چیز ہے، بڑی سے بڑی منہ زور عورت بھی مجبور ہو جاتی ہے، اب یہ کہیں نہیں جائے گی۔ ایک سال مزید رُک جائیں۔ یہی امل مجھ سے محبت کی دعویدار بھی ہو گی۔"

اس کے آگے بھی وہ کچھ بول رہا تھا، مگر امل کے کانوں میں ہونے والی سائیں سائیں نے مزید کچھ سُننے نہ دیا۔ دل مزید چھلنی تب ہوا۔ جب سیڑھیوں کے نیچے ڈرائینگ روم کی دیوار کے پاس صمد بھائی کو کھڑے پایا۔ وہ بھی یقیناً ساری بات سُن چکے تھے۔ امل کی ٹانگیں اس شدت سے کانپ رہی تھیں کہ اگر وہ بر وقت نیچے نہ بیٹھتی، تو منہ کے بل گر جاتی۔ وہ جو اپنے والدین کی جُدائی کے غم کی وجہ سے اپنی ازدواجی زندگی کی تلخیوں کو نظر انداز کیے بیٹھی تھی، وہ جو گھن لگی لکڑی کی طرح اندر ہی اندر ختم ہو رہی تھی، وہ جو گیلی لکڑی کی طرح اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ وہیں سیڑھیوں پہ بیٹھے بیٹھے فیصلے پہ پہنچ گئی۔

اس رات جب فاز اپنے کسی کام کی وجہ سے گھر سے باہر گیا تھا امل صمد بھائی کے پاس گئی۔ وہ اپنے بیڈ روم میں ٹی وی دیکھ رہے تھے، امل کو دیکھ کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"آؤ بیٹے۔"

"میں لمبی تمہید نہیں باندھوں گی، مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے، اگر آپ مجھے واقعی اپنی بہن یا بیٹی سمجھتے ہیں، تو مجھے اتنی تھرڈ کلاس زندگی گزارنے پہ مجبور نہیں کریں گے، آج آپ نے اپنے کانوں سے اس شخص کی سوچ سُن لی ہے۔اس نے اتنا بھی لحاظ نہیں کیا ہے کہ میں ابھی تک صدمے میں ہوں۔ ایسے شخص کے ساتھ رہنا بذاتِ خود ایک خودکشی ہے۔ مجھے یہاں سے جانا ہے ،میری خالہ میرا اسپانسر شپ بنوا رہی ہیں، میں آپ کو اپنے پاسپورٹ سمیت تمام کاغذات مہیا کردوں گی۔ ایمبیسی سے ویزا لگوانے کا کام آپ کا ہوگا۔"

صمد بھائی نے صرف ایک ہی سوال کیا۔

"موسٰی کہاں رہے گا؟"

امل کی آنکھ میں آنسو تھے، جب اس نے کہا۔

"موسٰی اپنے باپ کے پاس رہے گا۔ جسے یہ لگتا ہے کہ عورت کی جیسے مرضی تذلیل کرنے کے بعد اس کو ماں کی سند دیکر ایک غلام سمجھ کر بھول جاؤ۔"

صمد بھائی نے اس کی مدد کردی۔ فاطمہ بھابھی تک کو خبر نہ ہوئی۔امل یہ بات جانتی تھی کہ فاز کا رویہ اس کے بھائی بہن کے ساتھ بہت اچھا ہے، وہ لوگ ابھی تک گاؤں میں ہی تھے۔گھر جانے پر راضی نہ تھے، کیونکہ ماں باپ کے بغیر اس گھر میں جانا ایک الگ امتحان تھا، امل جانتی تھی اس کی کوئی دلیل کام نہیں آئے گی۔ ایمان اور شیری کا ووٹ فاز کے حق میں ہی جائے گا۔اسلیے اس نے ان کو بھی اپنے ارادے سے واقف نہ کیا۔

مریم کی ساس بیمار تھی۔ تائی امی فاز کے ساتھ ان کی عیادت کو جارہی تھیں۔امل نے موسٰی کو مالش کے لیے ان کے حوالے کیا۔ دونوں بھابھیاں

اور ایمان شہر شاپنگ کرنے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ شیری ان کو لیکر جا رہا تھا۔ بیڈ پہ شال ڈال کر اس کے اوپر موسیٰ کو لٹایا ہوا تھا۔ اماں بادام روغن سے دھیرے دھیرے اس کی ٹانگوں کو دبا رہی تھیں۔ فاز فون پہ بات ختم کر کے اندر آیا۔ ماں کو دیکھتے ہی بولا۔

"اماں آپ نے جانا ہے کہ نہیں؟ مجھے فون پہ فون آ رہے ہیں۔ آپ کی وجہ سے میں فیکٹری سے لیٹ ہو رہا ہوں۔"

"او پڑ گیا پیچھے۔ صبر کر لو۔ موسیٰ کی مالش کر کے اس کو نہلا دوں۔ پھر چلتے ہیں۔"

"موسیٰ کو اس کی ماں کے حوالے کریں۔"

"نہیں وہ کب اس کو نہلا پاتی ہے، اتنی مشکل سے تو اب اس کی نیپی بدلنے لگی ہے، وہ بھی ڈرتے ڈرتے۔"

فاز نے مسکراتی نظروں سے امل کی پشت کو دیکھا جو الماری کے ایک خانے میں موسیٰ کی چیزیں سیٹ کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"یہ واحد ماں دیکھی ہے، جو اپنے ہی بچے کو اٹھاتے ہوئے ڈرتی ہے۔"

امل نے کوئی ردِ عمل نہ دیا۔ اماں ہنستے ہوئے بولیں۔

"جب امل پیدا ہوئی تھی نا۔ اللہ بخشے تمہاری چچی بھی اس کو میرے حوالے کر دیا کرتی تھی، تمہاری دادی نے ہنسنا دیکھو تو بچی سے ڈرتی ہے، مگر اس نے کہنا اتنی چھوٹی سی ہے اگر کہیں سخت ہاتھ لگ گیا اس کی کوئی ہڈی نہ ٹوٹ جائے۔"

امل کے ہاتھ رک گئے۔ میری ماں اتنی جلدی اتنی دور چلی گئی ہو، تمہارے ذکر کے ساتھ اب جنتی اور اللہ بخشے آتا ہے۔ بے اختیار آنکھ سے دو چار موتی ٹوٹ کر دوپٹے میں جذب ہو گئے۔

فاز بھی خاموش ہو گیا وہیں اماں کے پاس بیٹھ گیا۔۔ مگر نظریں امل پہ مڑ مڑ کر جاتیں۔ وہ ابھی تک الگ کمرے میں سو رہا تھا۔ موسیٰ کا بہانہ بنا کر امل نے اماں کے ساتھ مل کر ساتھ والے کمرے میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ کچھ وہ اتنی خاموش اور سنجیدہ ہو گئی ہوئی تھی کہ وہ اس کے ساتھ پہلے کی طرح چھیڑ چھاڑ کرنے سے بھی گریز برت رہا تھا۔ ابھی چچی کے ذکر کی اداسی دور کرنے کی خاطر بولا۔

"اماں کب تک بہو پہ قبضہ رکھنا ہے؟ بیٹے کا بھی کوئی خیال کر لو؟"

"اس کو ابھی اس کے حال پہ رہنے دو۔ چند دن صبر کر لو۔ کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہے، اللہ کرم کرے ساری عمر اکٹھے ہی رہو گے۔ اس کی صحت تو دیکھو سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہے۔ ایک تو ابھی اس کا بیٹا چالیس دن کا بھی نہیں ہوا تھا کہ بچاری پر غم کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ اس کے جسم میں ابھی اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ تمہارے ناز نخرے دیکھتی پھرے۔"

"جتنی آپ بہوؤں کی سگی بنتی ہیں انہوں نے کون سا آپ کو میڈل پہنا دینے ہیں۔"

"مجھے کسی میڈل کی ضرورت بھی نہیں ہے اللہ ان کو زندگی دے ہنستی بستی رہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"ٹھیک ہے آپ اس کو آرام کروائیں۔ میں ایک اور شادی کر لیتا ہوں۔"

زہر جدائی پیوین او کھا ساقی ہن تا جیون او کھا
لگدا اے ہن مکدے ساہ ہن آخری دے دیدار ساول
مار مکایا ئیڈے پیار وے ساول
اماں نے اس کو شرمندہ کرنا چاہا۔۔
"پتر ایک کیوں دو تین بیاہ کر لو۔ ایک سے جوتے کھا کر دوسری کی طرف جانا دوسری سے ذلیل ہو کر تیسری کی طرف جانا۔۔ یہاں ایک تم سے بات نہیں کرنا چاہتی تم نئی کی بات کر رہے ہو۔"
"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔ میں اس کی دسترس میں ہوں نا۔ اسلیے اس کو میری قدر نہیں ہے، میرا حال تک نہیں پوچھتی ہے، اس سے اچھی تو وہ ہیں جو صبح شام باقاعدگی سے گڈ مارننگ اور گڈ نائٹ کے پیغام بھیجتی ہیں۔ آپ کی دوسری بہوئیں بھی تو ہیں نا اپنے شوہروں کے واری صدقے جاتی ہیں۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی ہیں۔ ان کے سارے کام کرتی ہیں۔ دس منٹ لیٹ ہو جائیں فون پہ فون کرتی ہیں ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچے۔ یہاں کسی کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ گھر آیا ہوں یا نہیں آیا ہوں۔۔ کھانا کھایا ہے یا نہیں کھایا ہے۔۔ کسی کی صحت پہ کوئی اثر نہیں ہے بلکہ جب میں نظر نہ آؤں یہ خوش رہتی ہے۔"
اماں نے بیٹے کی بات سُن کر اس کو آڑے ہاتھوں لے لیا۔
"اچھا تم بھی کم نہیں ہو۔ کتنی دفعہ اس سے آ کر اس کا حال پوچھتے ہو؟ کبھی اس سے پوچھا کہ اس نے کھانا کھا لیا ہے یا نہیں؟ اس کا دن کیسا گزرا؟ موٹی نے اس کو زیادہ تنگ تو نہیں کیا؟ وہ میرے ساتھ والی چارپائی پہ ساری رات جاگ کر گزارتی ہے۔ تم نے کبھی اس کی آنکھیں دیکھ کر اس کا پیلا رنگ دیکھ کر یہ سوچا ہے کہ اس کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں شائد ماں باپ کی

اچانک جدائی کے صدمے کو سہہ نہیں پا رہی ہے۔ کبھی یہ سب سوچا؟ بے کہ جب بھی تم کبھی اپنی ضرورت کے لیے اس کو فون پہ فون کر کے اپنے کمرے میں بلاتے ہو وہ چپ چاپ کیوں چلی آتی ہے؟ پہلے کی طرح تمہارے ساتھ ڈٹ کر بات کیوں نہیں کرتی؟ اتنی خاموش کیوں ہو گئی ہے؟ عورت کو تو الزام دینا بہت آسان ہے، میرا بیٹا اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کرو۔" امل الماری کا پٹ بند کر کے کمرے سے نکلنے کے چکر میں تھی۔ کم از کم آج کے دن وہ ایسی کسی گفتگو کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی، فاز اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔ اس کو روکنے کو بولا۔

"ایک منٹ ادھر آؤ۔"

وہ نہیں رکی۔

"مجھے کام ہے۔۔۔"

"بھاڑ میں گئے تمہارے کام۔ واپس آؤ امل۔"

مگر وہ چلی گئی۔ وہ ماں کو جتاتے ہوئے بولا۔

"آپ اس کی اکڑ دیکھ رہی ہیں۔ مجھے تو ایسے اگنور کرتی ہے، جیسے میں شوہر نہیں نوکر ہوں۔"

اماں موسٰی کو گود میں اُٹھا کر مسکراتے ہوئے بولیں۔

"پُتر شوہر نوکر ہی ہوتا ہے، بیوی کو ہر سرد گرم سے بچانے والا۔ اس کو گھر کی چار دیواری میں محفوظ رکھ کر باہر کی دنیا کو خود جھیلتا ہے۔۔۔ نوکر ہی تو ہے۔ اسی لیے تو اس کا درجہ بلند ہوتا ہے، کیونکہ اپنے سے پہلے وہ اپنے سے وابستہ لوگوں کو رکھتا ہے۔ پہلے بیوی کی ضروریات پوری کرنے کو دھوپ سہتا ہے، پھر اولاد کے آرام کے لیے دوڑ لگاتا ہے۔ ساری عمر اپنے پیاروں کی

نوکری ہی تو کرتا ہے۔اسی لیے تو اللہ نے اس کو ولیوں اور پیغمبروں جیسی عزت سے نوازا ہوا ہے۔درجہ بھی تو دیکھو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا۔'اگر کسی کو سجدہ واجب ہوتا تو شوہر کو ہوتا۔'جو شخص اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہوتا ہے اس کا درجہ کس قدر بلند رکھا گیا ہے۔میرا پتر مشقت کے بغیر درجے نہیں ملتے۔تم اپنے بڑے بھائی کو سو باتیں کر جاتے ہو کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے۔کام نہیں کرتا۔کبھی غور سے اس کا اپنی بیوی کے ساتھ معاملہ دیکھنا۔آج تک اس نے کسی کے سامنے فاطمہ کی برائی نہیں کی ہے۔کبھی وہ فاطمہ میں نقص نہیں نکالتا ہے۔کبھی بھی اس کو آج تک دیکھا ہے کہ وہ فاطمہ پہ رعب ڈال رہا ہو؟ ایک دفعہ اپنی مرضی سے پسند کا سوٹ سلوا کر لایا تھا،دوست کی شادی پہ جانے کو تیار ہو رہا تھا،فاطمہ اس کا سوٹ استری کر رہی تھی۔۔کپڑا نازک تھا۔۔شلوار بری طرح جل گئی۔۔میں قسم کھانے کو تیار ہوں افضال یا تم ہی کیا اس کی جگہ تمہارے ابا بھی ہوتے تو میری بے عزتی کر دیتے۔مگر میں اپنے بیٹے کے صدقے جاؤں۔۔دو منٹ چپ رہا۔۔پھر بیوی سے بولا۔کوئی بات نہیں،کوئی اور سوٹ نکال دو۔یہ جو تم کہہ رہے تھے نا کہ تمہاری بھابھیاں شوہروں کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتی ہیں۔۔تو بیٹا اس میں تمہارے بھائیوں کے رویے کا سب سے زیادہ اثر ہے۔

عورت سے عزت کروانا ہر مرد کے بس کی بات نہیں ہے یہ مخلوق اسی کی عزت کرتی ہے،اسی کی جوتیاں سر پر رکھتی ہے۔جو مائی کا لال یہ ثابت کر دیتا ہے کہ وہ عزت کروائے جانے کے لائق ہے۔تمہارا تو رشتہ پہلے ہی بڑا نازک ہے۔اس پہ جس طرح تم آتے جاتے اس کو سب کے سامنے کوئی نہ کوئی فقرہ لگا جاتے ہو۔۔اس کے دل میں تمہاری جگہ کیسے بنے گی؟"

"آپ بھول گئی ہیں۔۔ اسفند کے ساتھ مل کر سارے خاندان کے سامنے اس نے میرا مذاق بنایا تھا۔۔ کون عورت ایسا کرتی ہے؟ میں نے اس کو کچھ کہا؟"

"یہی بات تو میں کہہ رہی ہوں۔ تمہارا اور اس کا رشتہ نارمل نہیں ہے۔ تم وار کرتے ہو۔ پھر وہ بھی بدلہ لیتی ہے، مگر اب تو وہ کچھ کہتی ہی نہیں ہے۔ تم بھی اس کے حق میں نرمی برتو۔ اس کا درد بانٹو۔ یاد ہے نہ جو کسی کے ساتھ نہ روئی۔ تمہارے سامنے رو پڑی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے تم اس کے ماں باپ کے لاڈلے تھے، اس ایک بات پر اس کے دل میں تمہارے لیے نرمی آئے گی، آگے اپنے رویے سے اس کو اپنے قریب لاؤ۔ یہ کیا ہوا جب اپنی ضرورت ہو۔ بیوی کو اپنے پاس بلا لیا۔ آگے پیچھے اس کے وجود سے بے خبر رہو۔"

فاز نے ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"او میری ماں۔۔۔ بس کر دیں۔ سارے قصور میرے کھاتے میں ڈال کر اس کو بری الذمہ کر دیا۔ اور جو آپ اپنے بڑے بیٹے کی اتنی تعریفیں کر رہی ہیں نا۔ وہ ایک نمبر کا رن مرید ہے، بیوی کے آگے بولنے سے ویسے ہی ڈرتا ہے۔ میرے سے امید مت رکھئے گا کہ میں ایسا لگو قسم کا شوہر بنوں گا۔ بیوی کو اس کی حد میں ہی رکھنا پڑتا ہے، ورنہ سر پہ چڑھ کر ناچتی ہیں۔ آپ کسی اچھے زمانے کی باتیں کر رہی ہیں، جو آج کے لوگوں پہ لاگو نہیں ہوتی ہیں۔"

اماں موسیٰ کو نہلانے لے جاتے ہوئے بولیں۔

"تم جیتے میں ہاری۔۔ اپنی من مانیوں میں لگے رہو۔" جب امل موسیٰ کے کپڑے لینے آئی، فاز نے گھیر لیا۔

"اب میں سمجھا کہ کیوں اتنی خاموش رہتی ہو کیونکہ اب تم نے اپنے لیے وکیل رکھ لیے ہیں۔ جو میرے آگے تمہارا دفاع کر رہے ہیں۔ یہ بھی اچھی پالیسی ہے، دشمن کو زیر کرنا ہو تو اس کے اپنوں کو اپنے کیمپ میں شامل کر لو۔"

امل نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کرتے ہوئے اپنا رخ پوری طرح فاز کی جانب موڑا۔ دونوں بالکل آمنے سامنے کھڑے تھے۔ امل بڑی بے باکی سے اس کے چہرے کو دیکھے گئی۔ پہلے تھوڑا سا مسکرایا۔ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

امل اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اعتماد سے بولی۔

"بس میرا دل کیا تمہیں پیار سے دیکھوں۔ سو دیکھ لیا۔"

فاز کی تو بولتی ہی بند ہو گئی کیونکہ امل کا اگلا عمل پہلے سے بھی نمبر لے گیا۔ اس نے فاز کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا دل کر رہا تھا تمہارے چہرے کو پیار سے تھاموں۔ لو دل کی چاہت پہ عمل کر دیا۔"

اس کے بعد وہ دونوں پیروں کے پنجوں پہ کھڑی ہو کر اس کے چہرے کے برابر آئی اور فاز کے دائیں گال پہ بوسہ لے لیا۔

"میری شادی اگر واقعی میری مرضی سے میرے پسند کے شخص سے ہوئی ہوتی تو میں اپنے شوہر پہ ہر پل یونہی پیار نچھاور کرتی۔ میں دنیا کے سامنے بڑے فخر سے کہتی یہ جو سب میں جدا نظر آتا ہے نا یہ جو سب سے الگ اور اجلی

سوچ رکھتا ہے۔ وہ میرا ہے اور میں اس کی ہوں۔" فاز کے سینے میں رقابت کا خنجر کھونپا۔ تڑپ کر پوچھا۔

"وہ کون ہے؟ کس کو پسند کرتی ہو؟"

امل کا ایک ہاتھ ابھی تک اس کے گال پہ رکھا تھا وہ مسکرائی۔

"کاش کوئی ہوتا۔۔۔ یا کاش وہ ہی ایسا ہوتا۔ جو میرے جسم تک رسائی پا گیا ہے۔ کاش وہ ویسا نہ ہوتا جیسا وہ ہے، کاش وہ ویسا ہوتا جیسا مجھے پسند ہے۔"

وہ مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ امل کی آنکھیں پانیوں سے چمکنے لگیں۔

"کاش وہ ویسا ہوتا جیسا میری ماں اس کو دیکھتی تھی۔ کاش میرے باپ کی پسند میرے حق میں بڑی اچھی ثابت ہو جاتی۔ کاش وہ جسم سے نکل کر روح کی سُننے والا ہوتا۔۔۔ تو شائد۔۔۔ شائد زندگی خوبصورت ہو جاتی۔"

فاز بولا۔

"تم نے آج کیا کھایا ہے؟"

امل بولی۔

"کبھی تمہیں خیال ایا کہ تمہیں مجھ سے معافی مانگنی چاہیے؟"

فاز قہقہہ مار کر بولا۔

"کیا تم پاگل ہو؟ میں نے کیا کر دیا جو میں معافی مانگتا پھروں؟ میرے ساتھ تو الٹا وہ ہوا۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔۔۔۔"

امل نے مزید کچھ نہ کہا کمرے سے چلی گئی۔ مگر فاز کتنی دیر وہیں کا وہیں کھڑا رہا۔ جیسے اس کی بیٹری کے سیل نکال دیئے گئے ہوں۔

پہلے بھابھیاں شاپنگ کے لیے نکلیں۔ پھر اماں اور فاز بھی چلے گئے۔ ان کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد صمد بھائی کی مس کال موصول ہوئی۔ امل نے موسیٰ کو سینے سے لگا کر سسکی لی۔ اس کے دونوں ہاتھ چومے۔ پیر چومے۔ اس کی پیشانی چومی۔ ساتھ آنسو گرتے جا رہے تھے۔ پھر اپنے آنسو صاف کر کے چھمو کو کمرے میں بلا کر موسیٰ کو اس کے حوالے کرتے ہوئے بولی۔

"اس کا اچھا خیال رکھنا۔ فاز ایک گھنٹے تک آ جائے گا، میں ذرا ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہوں۔ اگر تو میں اس کے آنے سے پہلے واپس آ گئی تو ٹھیک۔۔ ورنہ میں کال کر دوں گی۔"

"کس کے ساتھ جا رہی ہیں، حویلی میں تو کوئی گاڑی بھی نہیں ہے۔"

"شیری آ رہا ہے، اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ دھیان سے اس کو فیڈر دینا۔"

"بے فکر رہو باجی یہ تو میرا لاڈلا ہے۔ میرا گولو ہے۔" وہ الماری سے اپنا ہینڈ بیگ اُٹھائے اسی سادہ سے سوٹ کے اوپر چادر لیکر باہر نکل آئی۔ گلی کے آخر پہ صمد بھائی کھڑے تھے۔ اس نے گھر سے نکلنے سے پہلے ہی اپنا چہرہ چُھپا لیا۔ گھر پہ اس وقت یا تو صفائی والی تھی یا چھمو تھی۔

ائر پورٹ تک وہ ڈرتی ہی رہی صمد بھائی سے آخری دفعہ مل کر پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

"میرے موسیٰ کا خیال رکھیے گا۔"

صمد بھائی نے اس کے آنسو صاف کیے۔ اپنی جیب سے ایک پیکٹ نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھا۔

"اگر بہادر بن کر یہ قدم اُٹھا رہی ہو تو ہمت سے مضبوط رہنا۔ یہ کچھ پاؤنڈ زہیں تمہارے کام آئیں گے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ کبھی خود کو اکیلا مت سمجھنا۔ ہو سکتا ہے تم سے دور ہو کر اس گدھے کو کوئی عقل آجائے۔ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔"

وہ مجروح سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"آج ہی میں نے اس سے پوچھا ہے کہ کبھی لگا نہیں کہ تمہیں مجھ سے معافی مانگنی چاہیے۔ جانتے ہیں وہ کیسے ٹھٹھا لگا کر ہنسا تھا۔ وہ کبھی نہیں بدل سکتا ہے کیونکہ وہ خود کو حق پہ سمجھتا ہے۔"

"نہیں تمہارے یوں لاپتہ ہونے سے ایک دفعہ تو وہ پاگل ہونے والا ہے۔"

"پلیز اس کو مت بتایئے گا کہ میں کہاں ہوں۔ وہ میرے پیچھے آئے گا۔"

"بے فکر رہو۔ اس کو بھنک بھی نہیں پڑے گی۔"

"بہت شکریہ۔ زندگی رہی تو شاید پھر کبھی ملاقات ہو جائے۔"

اس کے لہجے کی مایوسی پہ صمد بھائی نے اس کے گال تھپتھپائے اور اعتماد سے کہنے لگے۔

"انشاءاللہ ضرور ملیں گے۔"

جہاز کے اُڑنے سے پہلے اس نے فاز کی فیس بک آئی ڈی پہ میسج چھوڑا۔ سم پہ اسلیے میسج نہ کیا کیونکہ وہ اسی وقت دیکھ لیتا۔ فیس بک وہ کبھی کبھار ہی کھولتا تھا۔

"اگر تم نے میرا پیچھا کیا۔ تو اپنی ملاقات عدالت میں ہو گی۔ تمہارا میرا زبردستی کا ساتھ بس یہیں تک تھا۔ ابھی میں اپنے ماں باپ کے غم کو جی رہی ہوں۔ جس دن مضبوط ہو جاؤں گی، تم سے خُلا لوں گی۔"

دبئی تک تو وہ وقفے وقفے سے روتی رہی۔ سب کچھ پاکستان چھوڑ گئی۔ ساتھ صرف وہی جو تن پہ کپڑے تھے۔ماں باپ کی لاڈلی چُپ چاپ خاموشی سے اتنی بڑی جنگ لڑ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صمد بھائی نے ٹھیک کہا تھا کہ امل کو لاپتہ پا کر فاز پاگل ہو جائے گا۔ یہی ہوا۔ گھر میں بھونچال آگیا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھا کسی کام سے ہی گئی ہو گی۔ مگر جوں جوں شام ڈھلی فاز کو یقین ہو گیا کہ وہ چلی گئی ہے۔ گاڑی لیکر نکلا۔ چچا کے گھر گیا اور کہاں جائے گی؟ ماں باپ کے گھر ہی جانا تھا؟ مگر وہاں پہ ملازموں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"یہاں تو کوئی نہیں آیا۔" پھر بھی اس نے اندر جا کر ایک ایک کمرہ خود چیک کیا۔ جب نہ ملی تو اس نے ایمان کو فون کر کے شبنم کے گھر کا پتا لیا اور وہاں جا کر بھی جب کوئی اچھی خبر نہ ملی تو اس نے شبی کو دھمکی بھی دے دی۔

"اگر تم جھوٹ بول رہی ہو نا تو یاد رکھنا میں تمہیں بھی جیل بھجواؤں گا۔"

شبی نے دکھ سے کہا۔

"فاز بھائی بڑے افسوس کی بات ہے جو آپ ایسا سوچ رہے ہیں۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔ میں تو خود اس کے لیے پریشان ہو گئی ہوں۔ کیا آپ

نے اپنے رشتے داروں پہ پتا کیا؟ ہو سکتا ہے آپ کی کسی بہن یا پھوپھو کی طرف گئی ہو؟"

وہ وہاں سے آ گیا۔ دل میں خیال آیا کہیں اس نے خود کو کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو۔ تھانے سے سارے علاقے میں ہونے والے واقعات کی تفصیل نکلوالی۔ ہسپتالوں کے ایمرجنسی وارڈ سرد خانے دیکھ لیے۔

رات کے تین بجے مریم نے کال کر کے بتایا امل کسی رشتے دار کے گھر نہیں گئی۔ شیری اور ایمان الگ اس کو ڈھونڈ رہے تھے۔ دو دن بعد وہ گھر آیا۔ اس کی سُرخ آنکھوں کی وحشت نے ماں کو دل دہلا دیا۔ جو پہلے ہی روتی رہی تھیں۔ وہ ماں کی آنکھوں میں بھر آنے والے تازے آنسو دیکھ کر نفرت سے دھاڑا۔

"آپ نے دیکھ لیا؟ میں کیوں اس کے پہرے دیتا تھا؟ وہ ایک بد کردار عورت ہے، اس نے ثابت کر دیا ہے، اس کو نہ میرا پیار راس آیا ہے، نہ عزت راس آئی ہے۔ چلی گئی کسی کے ساتھ منہ کالا کر کے۔ فاز تو بڑا بے غیرت مرد ثابت ہوا ہے۔ ایک عورت نہیں سنبھالی گئی۔ چلی گئی ہے۔ میں اپنے باپ کا نہیں ہوں۔ اگر وہ کسی مرد کے لیے مجھے اور میرے بیٹے کو دنیا کے سامنے دو کوڑی کا کر کے ننگا کر گئی ہے نا۔۔ تو میں اپنے باپ کا نہیں ہوں جو اگر اس کو اور اس کے یار کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کروں۔۔۔ میں دنیا کو کیا منہ دکھاؤں گا ؟لوگ ماں یاوے میرے پہ تھوکیں گے کہ یہ ہے وہ جس کی بیوی کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔۔ دل کر رہا ہے خود کو گولی مار لوں۔۔۔ مگر ایسے نہیں مروں گا۔ پہلے اس کو اور اس کے یار کو ماروں گا۔ کہاں؟ جائے گی؟ مجھ سے بچ کر کہاں جائے گی؟ دنیا کے دوسرے کونے میں بھی چھپی ہوئی میں اس کو

ڈھونڈ لوں گا۔ اس کو نہیں چھوڑوں گا۔" وہ بک جھک کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس نے کمرے میں موجود امل کا سارا سامان اُٹھا کر کمرے سے باہر پھینکنا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ امل کو گالیاں دیتا رہا۔

"آج کے بعد اس گھر میں کیا اس خاندان مین بھی کوئی اس کا ذکر نہیں کرے گا۔ اصل موت تو اس کو ابھی آنی ہے مگر میرے لیے اور موتی کے لیے وہ اسی وقت مر گئی تھی، جب اپنے ناپاک ارادے سے اس نے میرے نکاح میں ہوتے ہوئے اس گھر کی دہلیز کسی غیر کے ساتھ کے لیے پار کی تھی۔ بے وفا عورت وہ زہر ہے، جو ڈس کے جیتے جی سارے خاندان کو قبر میں اتار دیتی ہے۔"

گھر کی فضا ایسی ہوگئی جیسے کسی کی مرگ ہوگئی ہو اور اگلا پورا مہینہ سوگواری ایسے ہی رہی۔ ننھیال والے بھی افسوس کرنے آئے۔ سب نے اپنی سی کوشش کی مگر اس کا سراغ نہ ملا۔

یہ امل کے جانے کے دو ماہ بعد کی بات ہے، ہمسایوں کی بہو جو کراچی اپنے میکے سے واپس آئی تھی۔ جب اس کے کان میں اُڑتی خبر پڑی کہ جہانگیر تارڑ کی بڑی بیٹی اور اورنگزیب تارڑ کی چھوٹی بہو گھر سے چلی گئی ہے۔ اور یہ ان دنوں کا واقع ہے۔ جب وہ میکے رہنے کے لیے گئی تھی، تو وہ انہیں قدموں پہ دوڑتی ہوئی اماں جی کے پاس آئی۔

موتی کو دو دن سے بُخار ارہا تھا۔ ماں جی اس کو گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ساتھ ساتھ اس کو دم کر رہی تھی۔ موتی نے دودھ پینا چھوڑ دیا تھا، وہ

ماں کی آغوش ڈھونڈتا تھا رو رو کر بُرا حال کر لیتا۔ اس کی حالت دیکھ کر اماں روتیں اور امل سے ہزاروں شکوے ہو گئے۔
"تم اتنی ظالم کیسے ہو گئی۔ اتنا بے حس تو جانور بھی نہیں ہوتا ہے، میں اپنے بیٹے کو تمہارے لیے بُرا بھلا کہتی تھی، تم نے تو میری محبت کی بھی لاج نہ رکھی۔" فاز فیکٹری سے واپس آکر سیدھا ماں کے پاس آیا کہ اگر موسٰی کو ہسپتال لیکر چلنا ہے تو لے جاتا ہوں۔ مگر ابھی دروازے سے اماں کے کمرے میں داخل نہیں ہوا تھا، جب اس عورت کی بولی لائن نے اس کے قدم لڑکھڑا دیے۔
"قسم لے لیں اماں جی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اپنی امل باجی اس دن وڈے باجی کے ساتھ ہی گئی تھیں۔ یہ جس گاڑی میں وہ گئے تھے، وہ گاڑی آپ لوگوں کی نہیں تھی، میں تو یہی سمجھی تھی کہ صمد پانے نئی کار لی ہے، اڈے تک ان کی کار ہمارے آگے رہی تھی۔"
فاز نے وہیں سے آواز دی۔
"مولوی کدھر ہے؟"
اماں جی کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔
"ہائے میں مر جاواں نی اے کدو آیا جے۔"
انہوں نے جلدی جلدی موسٰی کو اس عورت کی گود میں ڈالا اور کانپتی ٹانگوں سے فاز کے پیچھے بھاگیں جو ایسے منہ زور طوفان کی طرح سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہا تھا جو اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز تہس نہس کر دیتا ہے۔ جب تک اماں سیڑھیوں تک پہنچی۔ وہ ایک وقت میں دو تین تین سٹیپ پھلانگ کر چھت پہ پہنچ گیا تھا۔

"دے فاز تینوں رب دا واسطہ۔۔رُک جا۔۔ہائے کوئی حویلی سے کسی مرد کو بلاؤ۔۔۔"

اسی وقت افضال اور ابا جی گھر میں داخل ہوئے۔اماں جی نے وہیں بیٹھ کر رو رو کر افضال کو کہا۔

"جاؤ اس کو روکو۔وہ صمد کے ہاتھ پڑے گا۔۔وہ صمد کو مار دے گا۔"

افضال پوری بات تو نہ سمجھا مگر دوڑ لگا دی۔۔وہی ہوا۔۔جب وہ صمد کے کمرے میں پہنچا فاز نے بھائی کو گریبان سے پکڑا ہوا تھا۔فاطمہ بھابھی دونوں کے درمیان آکر فاصلہ پیدا کرنے کے چکر میں ہلکان ہو رہی تھیں۔افضال نے فاز کو پیچھے سے دونوں بازو ڈال کر اپنی طرف کھینچا۔وہ منہ سے کف اُڑاتے ہوئے بک رہا تھا۔

"تم جانتے تھے وہ کہاں گئی ہے،تم اس کو لیکر گئے تھے۔میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا مولوی۔تم اتنے بے غیرت کب ہوئے۔؟تم تو میرے بھائی ہو؟"صمد بھائی نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑوایا۔۔

"ہاں بھائی ہوں اور صرف تمہارا ہی نہیں اس کا بھی بھائی ہوں۔۔۔جو تمہاری سنگت میں پل پل مر رہی تھی۔"

فاز کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔اس نے افضال کو ایک طرف دھکا دے کر خود کو آزاد کیا اور صمد بھائی کے جبڑے پہ ایک ساتھ دو مکے جڑ دیئے۔

"تو تم مان رہے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ گئی۔میرے گھر میں نقب لگانے والے تم ہو۔"

صمد نے کونے میں پڑا بیٹ اُٹھایا اور فاز کو ایسے پیٹا جیسے سامنے گیند آگیا ہو اور صمد ماہر بیٹس مین کی طرح سکسر پہ سکسر دیتے گئے۔جب تک فاز بیٹ

چھیننے میں کامیاب ہوا اباجی بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے آکر دونوں بیٹوں کے منہ پہ ایک ایک جڑھ دی۔

"کچھ تو خیال کر لو۔۔ باپ کی سفید داڑھی کا کچھ ادب کر لو اور کچھ نہیں تو گھر میں موجود معصوم بچوں کا خیال کر لو؟ کیا سکھا رہے ہو؟ ایسی کون سی قیامت برپا ہو گئی ہے، جو یوں ایک دوسرے کو نوچ رہے ہو؟"

فاز نے پہل کی۔ سُرخ آنکھوں سے صمد کو گھورتے ہوئے دھاڑا۔

"اس کو پوچھیں۔ وہ اس کے ساتھ گئی تھی، اس منافق کے ساتھ گئی تھی۔ پوچھیں اس کو وہ کہاں ہے۔ یہ اس سارے وقت میں میرا تماشہ دیکھتا رہا ہے۔ بھائی کے نام پہ گالی ہو۔ گندی گالی ہو۔۔"

اباجی نے صمد کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

"اباجی یہ تو کہہ رہا ہے امل کے میرے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، میرے ساتھ بھاگی ہے۔ تو اس عقل کے اندھے کو کہہ دیں۔۔ وہ میری بیٹی تھی اور ہے بھی۔۔ اور اسی لیے جب اس نے مجھ سے مدد مانگی تھی، میں نے اس کی مدد کی۔ اس نے جہاں چھوڑ کر آنے کا کہا۔۔۔ میں چھوڑ آیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا ہوں۔ میں اس کے منہ سے امل کے لیے نکلنے والے برے القابات سُن سُن کر ان تین ماہ میں جس قدر اذیت کا شکار رہا ہوں۔ یہ میرا اللہ جانتا ہے۔ مجھے میری بہن کا دیا وعدہ نہ روکتا تو میں کب کا اس کا منہ توڑ چکا ہوتا۔ میں آپ سب کے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں امل کل بھی باکردار باوفا لڑکی تھی، آج بھی وہ باکردار باوفا ہے۔ غلطی اس کتے کی ہے، جس نے غلط بنیاد

پراس کے ساتھ نکاح کیا تھا، وہ اس کو بار بار کہتی آئی ہے کہ وہ اس کو چھوڑ دے گی، اگر یہ اس کی بات مان لیتا۔ تو اس کو یوں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر نہ جانا پڑتا۔"
کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔
"آپ سب لوگ قصور وار ہیں۔ سب کچھ جانتے بوجھتے آنکھیں بند کی رکھی۔"
فاز یک ٹک بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک دم بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔
"بس ایک سوال کا جواب دے دو۔"
دو پل کو وہ خود بھی چپ ہو گیا کیونکہ جو لفظ زبان کی نوک پہ آئے تھے، جو خیال اس کو مسلسل آگ پہ لٹا رہے تھے وہ کہنا بھی آسان نہ تھا۔
"کیا وہ کسی اور مرد کی خاطر مجھے چھوڑ کر گئی ہے؟" صمد بھائی نے نفی میں سر ہلایا۔ "جب تمہارا غصہ اترے گا۔ تمہارا اپنا دل بھی اس کے حق میں گواہی دے گا، وہ کسی اور کے لیے نہیں گئی ہے فاز اس نے تمہاری وجہ سے تمہیں چھوڑا ہے۔ تمہاری وجہ سے موسیٰ کو بھی یہ سب دیکھنا پڑا ہے۔"
"تم جتنی بھی اس کے امر کے ٹھیک ہونے کی دلیلیں دے لو مولوی ایک بات ہمیشہ تمہارے اور میرے درمیان حائل رہے گی۔ اور وہ یہ کہ تم نے میری پیٹھ میں چھرا کھونپا ہے۔ تمہارے سامنے میں اس کو ڈھونڈنے کے لیے دن رات کا فرق بھول کر کتوں کی طرح جگہ جگہ ذلیل ہوتا رہا۔ تم نے ایک لفظ نہیں کہا۔ خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ بات کبھی نہیں بھولوں گا۔ ابا جی میں جانتا ہوں آپ اپنے بڑے بیٹے کو کبھی نہیں بولیں گے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ اسلیے آپ کی مشکل حل کر رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔"

ابا جی نے فاز کو ایسے دیکھا جیسے وہ کوئی مذاق کر رہا ہو۔

"تحمل سے کام لو فاز۔ یہ معاملات ایسے نہیں حل کئے جاتے ہیں۔ اور قصور سارا امل کا ہے۔ اپنے بچے کو چھوڑ کر وہ گئی ہے۔ اس میں تمہارے بھائی کا کیا قصور ہے ؟ اچھا ہے نہ اس نے اس کی مدد کر دی۔ وہ کسی باہر کے آدمی سے مدد مانگتی پھر بھی تو ہماری ہی بے عزتی ہونی تھی۔"

فاز تلخی سے مسکرایا۔

"ہاں جی اب تو جیسے ہمارے نام کے آگے چاند ستارے لگ گئے ہیں۔ آپ سب کو تو کوئی فرق نہیں پڑا ہے، نہ آئندہ پڑے گا، نقصان میرا اور میرے بیٹے کا ہوا ہے، آپ لوگوں کا کچھ نہیں گیا ہے۔"

اماں نے فاز کا بازو پکڑ کر اس کا منہ اپنی طرف کیا۔

"ہمیں فرق نہیں پڑا؟ بیوی تمہاری بھی کہیں سکون سے بیٹھی ہو گی۔ تم بھی دکھی ہونے کے بہانے اپنے آپ کو سب سے الگ کمرے میں بند رکھتے ہو۔ اُس جان کا کیا؟ یہ خیال آیا کہ اس سارے وقت میں اس کی دیکھ بھال کون کر رہا ہے ؟ ہم لوگ ! جن کو بقول تمہارے کوئی فرق نہیں پڑا۔ راتوں کو تمہارے بیٹے کے لیے تمہاری ماں اور بھابھی ہی جاگ رہی ہیں۔ یہ جس کا گریبان تھام کر مار رہے تھے نا یہی بھائی تمہارے بچے کو دس دفعہ ڈاکٹر کے پاس لیکر گیا ہے، جب وہ دودھ نہیں پیتا تھا یہی صمد اس کو دم کرتا تھا۔ تم تو اپنے خول میں بند ہو۔ بیوی چھوڑ گئی ہے تو بس جوگ لے لیا ہے۔ مجھے تم پہ بھی غصہ ہے، اور امل کو تو میں معاف نہیں کروں گی۔ اس پر ایسے کون سے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے، جو اپنے بیٹے کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی کر گئی ہے۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں نے اتنے دن موسٰی کو اگنور کر کے بہت غلط کیا ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں، میری وجہ سے آپ لوگوں کی نیندیں خراب ہوئیں۔ آپ لوگ پریشان ہوئے۔ مگر آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا کیونکہ میں اور موسٰی یہاں سے جا رہے ہیں۔"

اماں پریشانی سے بولیں۔۔

"او یہ کیا بات ہوئی؟ اپنے گھر نہیں رہنا تو پھر کہاں رہنا ہے؟"

"ہم لوگ شہر جا رہے ہیں۔ اماں میں اب یہاں نہیں رہ سکتا ہوں۔"

اماں سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"چلو ٹھیک ہے، تم چار دن شہر رہ آؤ۔ ہوا بدل جائے گی، تمہارا ذہن بھی تبدیل ہو گا۔ مگر موسٰی کہیں نہیں جا رہا ہے۔ وہ یہیں میرے پاس رہے گا۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو گا۔ موسٰی وہیں رہے گا، جہاں میں ہوں گا۔ اس کی ماں نے اس کو چھوڑ دیا ہے، میں نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔"

اماں کے دل کو کچھ ہوا۔

"تم کیسے چھوڑ سکتے ہو، مگر اتنا چھوٹا بچہ تم سے نہیں سنبھلے گا۔ تم نے کب بچے پالے ہیں۔"

"نہیں پالے تو سیکھ لوں گا۔ مگر وہ میرے ساتھ ہی رہے گا۔ اس پر بحث نہیں ہو گی ماں۔۔"

وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

افضال نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے سمجھانا چاہا۔

"دیکھ بھائی بچہ پہلے ہی بیمار ہے، اپنی ہٹ دھرمی میں کوئی بڑا ناقابلِ تلافی نقصان نہ کر لینا۔۔ ضد نہ کرو۔"

وہ رُک گیا۔ بڑے تحمل کے ساتھ افضال سے بولا۔
"میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تم یہ سب نیک نیتی سے ہی کہہ رہے ہو۔ مگر میرا جو نقصان ہونا تھا نا وہ ہو گیا ہے، مزید کا رسک میں نہیں لوں گا۔ اور ہو سکتا ہے موسیٰ کے ساتھ ہونے سے میں بھی ان سوچوں سے آزاد ہو جاؤں کیونکہ میرے جیسے لوگوں کے لیے ہارنا موت کے برابر ہوتا ہے۔ یا تو یہ مار دیتے ہیں یا مر جاتے ہیں۔ کہنے کو تو مولوی نے کہہ دیا ہے نا کہ وہ کسی مرد کے لیے نہیں گئی ہے، مگر ایک دفعہ ایمانداری سے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر بتانا کون سی ماں ایک دودھ پیتے بچے کو سینے سے الگ کر کے جاتی ہے سوائے اس بدبخت کے جس کے دل میں اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے عشق عاشقی کے جذبات پل رہے ہوں۔ نفسانی خواہشات کی ہوس میں عورت اندھی ہو جاتی ہے، اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک دن اس کو میں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتاروں گا۔ بُرے سے بُرا مرد بھی جب اپنی بیوی کو چھو لیتا ہے۔ نیک عورت اسی سے محبت کرتی ہے، یہ نیک ہوتی تو یہ سب نہ کرتی۔ نیک ہوتی تو میری وفادار ہوتی۔ نیک ہوتی تو اپنے ماں باپ کی ہی وفادار ہوتی۔ ماڈلنگ کے شوق نہ پالتی۔" افضال کو اس کی باتوں سے اتفاق نہیں بھی تھا۔ تب بھی اس نے کچھ نہ کہا بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہوتا ہے۔ ایسے کام شائد اس گھر میں صرف صمد بھائی نے اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے۔ جو نہ جانے کب ان کے پیچھے آکر رُکے تھے غصے سے بولے

-

"تم ایسے بے شرم انسان ہو۔ بغیر ثبوت کے تم ایک انسان پہ بہتان بازی کر رہے ہو۔ تمہاری زبان کو لگام نہیں ہے۔ اِمل نے تمہارے ساتھ بالکل ٹھیک کیا ہے۔ تم اسی قابل ہو۔"

اگر افضال بروقت اس کو آہنی گرفت میں نہ جکڑتا۔ صمد کی خیر نہیں تھی۔ ایکشن ایک دفعہ پھر گرم ہوتا دیکھ کر اباجی نے صمد کو جھڑک کر اندر بھیج دیا۔

"جب جانتے ہو کہ اس وقت وہ غُصے میں اندھا ہے، اس کو کچھ نظر نہیں آنا ہے۔ پھر بھی تمہاری لتری چپ نہیں کرتی ہے۔ میں تم لوگوں کی بکواس سے اکتا چکا ہوں۔ یا وہ تمہاری ہڈی پسلی توڑ دے گا یا تم اس کا سر پھاڑ کر سکون کرو گے۔۔ دونوں صورتوں میں تکلیف مجھے ہی ہونی ہے بے غیرتو۔۔ گھر کو دنگل بنا دیا ہے۔"

فاز کا پارہ ایک دفعہ پھر سوا نیزے پہ پہنچ گیا تھا نیچے پلر کے ساتھ کھڑی روتی ہوئی ایمان کو دیکھ کر حکم دیا۔ "موسیٰ کا سامان پیک کر دو۔"

سب نے منت کر لی۔ مگر اس کی نہ ہاں میں نہیں بدلی۔ بخار میں نڈھال موسیٰ کو گود میں اُٹھایا۔ ملازم سے سامان اٹھوایا اور چل پڑا۔

ماں نے جب دیکھا کہ ہر جتن کر چکنے کے باوجود وہ نہیں باز آیا۔ تو چادر لی اور اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ ایمان بھی خود ہی کسی کے کہے بغیر تائی کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی۔

فاز نے کچھ نہ کہا۔

ڈیکی کھول کر ملازم کو سامان رکھنے کا اشارہ کیا۔

خود موسیٰ کو گود میں لیے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

ایمان نے ہاتھ بڑھایا۔ فاز نے موٹی کو اس کے حوالے کر دیا۔
گاڑی اسٹارٹ کی اور حویلی سے نکل آیا۔
سڑک آنے تک ایمان روتی رہی۔
تائی سے کہنے لگی۔
"آپا نے ایسا کیوں کیا ہے؟"
فاز لب بھینچے بیٹھا تھا۔ ایمان کو چپ کروانے کے لیے بولا۔
"کیا چاہتی ہو؟ تم چاہتی ہو میں کار کسی دیوار میں ماروں؟ یا سامنے سے آنے والے ٹریفک میں ٹھوک دوں؟ پھر چپ کرو گی؟"
تائی امی نے ایمان کا ہاتھ دبا کر اس کو چپ ہو جانے کا اشارہ کیا۔ ایمان ایسے چپ ہوئی جیسے اس کی بیٹری نکال دی گئی ہو۔
فاز نے کار کے بلوٹوتھ پہ اپنے ایجنٹ کو کال ملائی۔ کوئی چھ بیل کے بعد بیچارے کی سوئی ہوئی آواز سنائی دی۔
"ہیلو؟"
"سلام اصغر صاحب میں فاز عرض کر رہا ہوں۔"
"اوہ اچھا اچھا فاز صاحب وعلیکم السلام۔۔۔ سوری یار میں سویا ہوا تھا۔"
"نہیں جی سوری تو مجھے کرنا چاہیے آپ کو یوں بے وقت زحمت دی ہے، مگر ایک کام آپڑا تھا۔" دوسری طرف وہ نیند سے نکل آیا تھا، آواز بھی تیز ہو گئی۔
"جی جی حکم کریں جناب۔۔۔"
"اصغر صاحب مجھے فلیٹ کی چابی چاہیے تھی۔ آپ نے کہا تھا جلد ری فرنیشڈ کا کام ختم ہو جائے گا۔"

"ہاں جی۔۔۔چابی تو میرے پاس ہی ہے، مگر کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔فرنیچر وغیرہ سب آچکا ہے۔بس اندر کمروں کے دروازے لگنے باقی ہیں۔"

"کیا آپ مجھے اس وقت چابی دے سکتے ہیں۔میں آج ہی وہاں شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔جو بھی پیپر ورک ہوگا۔وہ کل میرا وکیل آپ سے رابطہ کر کے اپ ڈیٹ کر دے گا۔"

"جی ٹھیک ہے، آپ مجھے بتا دیں چابی کہاں پہنچانی ہے؟ یا میں فلیٹ پہ آجاؤں؟"

"نہیں نہیں آپ کو اس وقت اتنی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، میں آدھے گھنٹے تک آپ کے گھر سے چابی لے سکتا ہوں۔اگر آپ کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے، میں آپ کو اپنا ایڈریس ٹیکسٹ کر دیتا ہوں۔آپ آجائیں۔"

"او کے جی پھر ملتے ہیں۔"

اس نے کال بند کر دی۔

اماں آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر اس پہ اور موسیٰ پہ پھونک رہی تھیں۔پھر درود پاک پڑھنے لگیں۔موسیٰ ابھی تک ویسے ہی غنودگی میں تھا۔سڑک پہ کافی رش تھا، مگر ان کی کار ہوا سے باتیں کرتی ہوئی جارہی تھی۔شہر پہنچ کر پہلے اس نے چابی لی۔پھر چلڈرن ہسپتال کے آگے گاڑی روک کر اماں اور ایمان کو وہیں رُکنے کا بول کر موسیٰ کو لیکر اندر چلا گیا۔آدھے گھنٹے بعد واپس آیا۔موسیٰ جاگ رہا تھا۔پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر موسیٰ کو دادی کی گود میں

دیا۔ خود میڈیکل سٹور سے دوا لیکر آیا۔ جب دوبارہ گاڑی آگے بڑھائی تو اس نے اس کے سنجیدہ چہرے کی وجہ سے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟"

فاز نے بیک ویو مرر سے ماں کو دیکھا اور آرام سے بولا۔

"کہہ رہا تھا گلا خراب ہوا ہے جس کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے۔ شربت دیا ہے، ساتھ انجکشن لگایا ہے، کہہ رہا تھا فکر والی بات نہیں ہے۔ ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس کے بعد اس نے ایک جگہ سے کھانا پیک کروایا۔ جس وقت وہ فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، دل پہ اداسی کا وہ حملہ ہوا جس سے وہ آج تک کی زندگی میں واقف نہیں ہوا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہیں بھاگ جائے، کیونکہ یہ فلیٹ اس نے امل کے لیے خریدنے کا سوچا تھا، ارادہ یہی تھا جب وہ چچا کے دکھ سے تھوڑا سنبھلے گی تو اس کو لا کر دکھائے گا، اگر امل کو پسند آگیا تو خرید لے گا۔ مگر اس کے الٹ ہو گیا تھا، امل اس وقت اس کے نکاح میں تو تھی، مگر زندگی سے جا چکی تھی، اور جو اپنی مرضی سے چلا جائے وہ واپس پھر گھر والے کی مرضی سے ہی آسکتا ہے اور جانے والوں کو واپس قبول کوئی کوئی ہی کرتا ہے۔ خاص کر ایسا مرد جو معاشرے کے رسم و رواج کا پابند ہو، اپنے رواجوں کو بہت زیادہ پسند کرتا ہو۔ وہ کیسے اپنی فطرت سے ہٹ کر ایک ایسی عورت کو قبول کر سکتا تھا؟ اماں ایک مہینہ اس کے پاس رہیں اور ہر دن حیران ہوتیں۔ فاز نے آفس کا کام گھر سے کرنا شروع کر دیا۔ موسیٰ کا ہر کام خود کرنے کی کوشش کرتا۔ موسیٰ کی صحت بھی ٹھیک ہو گئی تھی۔

"فاز بھائی۔"

"ہوں؟"

"آپ اتنے چپ کیوں رہنے لگے ہیں؟"

وہ موسیٰ کو سلانے کے بعد لیپ ٹاپ پہ سپریڈ شیٹ پھیلائے اپنے نئے پروجیکٹ کا بجٹ بنا رہا تھا۔ جب ایمان نے سوال کیا۔ فاز نے کی پیڈ پہ انگلیاں نچاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کالج تمہارے انتظار میں اس کی پڑھائی نہیں روکے گا۔ کیا خیال ہے؟ کب سے جانا شروع کرنا ہے؟"

"اب واپس کالج جانے کا میرا دل نہیں کرتا ہے۔"

"تمہارا دل اتنا فضول کب سے ہو رہا ہے؟"

"کیا فائدہ ہے؟ جب آپی واپس آجائے گی، تب دوبارہ داخلہ لے لوں گی۔"

امل کے ذکر پہ وہ ہر دفعہ مکمل چپ ہو جاتا تھا۔ کہیں پانچ منٹ بعد کچن سے پانی لینے گیا۔ فریج سے بوتل نکال کر واپس اپنی جگہ پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ایمان امی کے ساتھ جا کر گھر سے اپنی کتابیں وغیرہ لے آؤ۔ کل تم کالج جا رہی ہو۔ میں ایک ہاسٹل میں تمہیں کمرہ لیکر دوں گا۔ سارا ہفتہ وہیں رہنا ویک اینڈ پہ گھر چلی جایا کرنا۔ یا پھر یہاں موسیٰ کے پاس آجایا کرنا۔"

"کیوں ہاسٹل کیوں؟ یہاں بھی تو رہ سکتی ہوں؟"

"ہاں رہ سکتی ہو۔ مگر کیونکہ میں گھر کے کاموں کے لیے ایک کل وقتی ملازم رکھ رہا ہوں۔ جو کہ آدمی ہو گا۔ ایسے میں تم یہاں کی بجائے گاؤں میں زیادہ آرام دہ محسوس کرو گی۔"

"سیدھا سیدھا بولیں نا میرے سے جان چھڑوا رہے ہیں۔ وہ بھی تو مجھے چھوڑ گئی ہے۔"

ایمان نے رونا شروع کر دیا۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ تائی امی نماز پڑھ کر آئی تھیں۔ ایمان کے پاس بیٹھ کر اس پہ پھونک ماری۔ اس کو اپنے ساتھ لگایا۔ جب اس نے اپنا دل ہلکا کر لیا تو پیار سے بولیں۔

"اس کے سامنے امل کا ذکر نہ کیا کرو۔ اس کی اذیت نہیں برداشت ہوتی ہے، شاید وہ اس کو بھولنا چاہ رہا ہے۔"

ایمان ایک دفعہ پھر رونے لگی۔

"تائی امی ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوا ہے، امو ابی کیوں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میں کہاں جاؤں۔ ہمارا تو گھر ہی نہیں رہا۔ میں اکیلی وہاں کیا کروں گی؟ مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپی کو بولیں نا وہ واپس آ جائے۔ امو تو نہیں آسکتی ہیں۔ ابی بھی نہیں آسکتے ہیں۔ پر آپی تو آسکتی ہے نا؟"

تائی امی بھی رونے لگیں۔

"ماں صدقے جائے مجھے تو یہی علم نہیں ہے وہ گئی کہاں ہے؟ امل تم نے مجھے بھی مایوس کر دیا ہے، تم نے تو اپنے بہن بھائی کی ہمت باندھی تھی۔ تم نے سارے خاندان میں اپنے شوہر کو دو کوڑی کا کر دیا ہے۔ ہر وقت بولنے والا چھیڑ چھاڑ کرنے والا انسان اب بلانے پر بھی بات مختصر کر دیتا ہے۔ میں کیا کروں میرے دل کو کیسے چین آئے جب میرے بچے پریشان ہیں۔"

"آپ فاز بھائی کو منع کر دیں۔ میں نے نہیں کالج جانا ہے۔ میں آپ کے ساتھ گاؤں رہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے ساتھ ہی رہو گی۔ میں تمہیں کب کہیں اور رہنے دوں گی۔ مگر پڑھائی چھوڑنا عقل مندی نہیں ہے، گھر بیٹھو گی تو بھائی تمہاری شادی کا سوچنے لگ جائیں گے۔ فارغ رہ کر دماغ مزید خراب ہوتا ہے، پڑھائی تمہیں مصروف رکھے گی۔"

ایمان نے ان کی گود میں سر چھپایا۔

"امو کہا کرتی تھیں۔ ایمان ڈاکٹر بنے گی۔"

تائی امی نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"انشاء اللہ تمہاری ماں کے منہ سے نکلی پوری کرے۔ چلو شاباش جاؤ بھائی بالکونی میں گیا ہے، جا کر اس کو بولو کہ تم کل سے کالج جاؤ گی۔ وہ دیکھو اپنا کمپیوٹر کھلا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" ایمان اُٹھ کر فاز کے پیچھے گئی۔ وہ دونوں بازو ریلنگ پہ رکھ کر نیچے گلی میں کرکٹ کھیلتے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔

"سوری بھائی۔"

فاز نے مڑ کر اس کو دیکھا اور اس کے سر پہ ہلکی سی تھپکی دیکر سابقہ پوزیشن میں ہو گیا۔

"مجھے اور تائی امی کو گھر کون لیکر جائے گا تاکہ میں اپنا سامان لے آؤں۔"

"ڈرائیور کو فون کر دیتا ہوں۔ دس منٹ تک آجائے گا، تم لوگ تیار ہو جاؤ۔"

"اور بھائی میں نے ہاسٹل میں نہیں رہنا ہے۔ وہاں میرا دل نہیں لگے گا، میں تائی اماں کے پاس ہی رہوں گی، بچوں کے ساتھ وین میں کالج آجایا کروں گی۔ جیسے کبھی کبھی گاؤں رات رہنے پر آیا کرتی تھی۔"

فاز نے اس کو سمجھانا چاہا۔

"وہ کبھی کبھار ہوتا تھا، ہر روز روٹین میں اتنا زیادہ سفر تمہیں تھکا دیا کرے گا۔ تمہاری سہولت کے لیے ہوسٹل کا مشورہ دیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ باقی لوگ بھی تو آتے جاتے ہیں۔"

"ان کا سکول نزدیک ہے، تمہارا کالج دور پڑتا ہے۔"

"اچھا ہے روز لاہور کے دھوئیں میں سانس لیا کروں گی۔"

اطلاعی گھنٹی بجی۔ فاز نے جاکر دروازہ کھولا۔ مگر سامنے صمد کو دیکھ کر ماتھے پہ تیوری پڑ گئی۔

"یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

"غصہ نہ کرو چوہدری۔ اماں جی نے فون کیا تھا، ان کو لینے آیا ہوں۔"

فاز وہیں سے پلٹا۔

"اماں آپ کا سپوت آیا ہے، آج آپ کی وجہ اس کو اندر آنے دے رہا ہوں۔ آج کے بعد یہ یہاں نہ آئے۔"

وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ اماں نے ایمان کو تیار ہونے کا بولا۔ خود بھی اپنی چادر لینے لگیں۔ ایمان نے اس کے دروازے پہ دستک دی، پھر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

"فاز بھائی میں تائی امی کے ساتھ جا رہی ہوں۔ راستے میں صمد بھائی گھر کا چکر لگوا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے پاس گھر کی چابیاں ہیں؟"

"نہیں پر نوکر ادھر ہی ہوں گے نا۔ تو گھر کھلا ہوا ہی ہو گا۔"

"ہاں کھلا ہوا ہی ہے، الماریوں کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ وہ بھی لیتی جاؤ۔"

"نہیں بھائی میں نے بس اپنی کتابیں اور کپڑے وغیرہ لینے ہیں۔ان کو کوئی تالا نہیں لگا ہوا ہے۔میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہتی ہوں۔" فاز نے اپنی ڈریسنگ کا دراز کھول کر اپنا والٹ نکالا۔اسے کھول کر پانچ پانچ ہزار کے چھ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ایمان نے تعجب سے پوچھا۔

"ان کا میں کیا کروں گی؟ مجھے ضرورت ہو تو تائی امی دے دیتی ہیں۔"

"اپنی ضرورت کے لیے تمہیں کسی سے بھی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے ،اماں تمہیں دیتی ہی رہیں گی۔ مگر یہ تمہارے اپنے پیسے ہیں۔ چچا کا سارا کاروبار اس وقت میرے پاس ہے، یہ پیسے تمہارے ہیں۔ میں تمہارا اکاؤنٹ بنوا دوں گا۔ ہر مہینے تمہارا خرچہ اکاؤنٹ میں آجایا کرے گا۔ اس کے علاوہ بھی جو ضرورت ہو مجھے بتا دیا کرنا۔"

ایمان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا آپ امل آپی کے حوالے سے میری ذمہ داری لے رہے ہیں۔"

فاز کے چہرے سے ساری نرمی جاتی رہی۔ بولا تو لہجہ پتھریلا تھا۔

"وہ بھاڑ میں جا چکی ہے، اس کے حوالے سے میں کسی کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کروں۔ تم میری بہن ہو۔ وہ کون ہے؟ کوئی نہیں۔۔۔ تم بہن ہو تمہارا خیال کرنا میرا فرض ہے، آج کے بعد یہ موضوع نہ اُٹھے۔ اب جاؤ۔"

ایمان پیسے پکڑ کر سوئے ہوئے موتی کے پاس آئی اس کے گال پہ پیار کیا۔ کمرے سے نکل رہی تھی جب فاز نے اس کو آواز دیکر بیس ہزار مزید دیا۔

"یہ اماں کو دے دینا۔"

اماں اندر اس کو ملنے آرہی تھیں اس کی بات پہ جتاتے بولیں۔

"اماں کو دے دینا، مطلب تم نے مجھ سے ملنا بھی نہیں تھا، موٹی کا خیال رکھنا۔ کوئی ضرورت ہوئی مجھے اسی وقت کال کرنا، میں آجاؤں گی۔ "

وہ ان کی فکر پہ مسکرایا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ابھی بھی نہ تجربہ کار ہوں؟ آپ بے فکر ہو کر جائیں۔۔۔ میں سیکھ گیا ہوں اور پھر بھی اگر ضرورت پڑی آپ کو بلانا کون سا مشکل ہے۔"

"مجھے تو تم اپنے والے فاز لگتے ہی نہیں ہو۔ بہن بھائیوں کے بچے اکٹھے ہوئے شور کرتے تھے تو تم اس دن حویلی میں سویا کرتے تھے کہ ان کے بچے سونے نہیں دیتے ہیں۔ کہاں اب اپنے بیٹے کے رونے پہ اس کو اس قدر پیار سے بہلاتے ہو۔ رات کو اسے فیڈر گرم کر کے پلاتے ہو۔ اس کو نہلاتے ہو۔ تمہارے اندر کس کی روح آگئی ہے۔"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"شاید اسی کی سزا ملی ہے۔"

اماں نے بھی موٹی کو پیار کیا۔

"میرا سارا دھیان اس کی طرف رہنا ہے۔"

"اگلے ہفتے ڈرائیور کو بھیجوں گا۔ آپ آکر مل جانا۔"

"اچھا بوڑھی ماں راستوں میں ہڈیاں رولے گی۔ تم نہیں آؤ گے۔" ان کے شکوے پہ وہ چُپ رہا۔

اماں اور ایمان چلے گئے۔ وہ انتظار کر رہا تھا یہ لوگ باہر جائیں تو وہ دروازہ بند کر لے گا۔ مگر صمد بھائی اس کے کمرے میں آگئے۔ فاز ایسے ہو گیا جیسے اس

کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں ہے۔ صمد بھائی کچھ پل دروازے کے پاس خاموش کھڑے رہے پھر بولے۔

"میں جانتا ہوں، تم مجھے اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔ تم ایک بیٹے کے باپ ہو۔ جب تم ایک بیٹی کے باپ بنو گے۔ تب میری جگہ خود کو رکھ کر دیکھو گے نا تو تم کو مجھ سے نفرت نہیں ہو گی۔ جب میں نے اس کو روتے دیکھا تھا، پہلا سوال یہی آیا تھا، اگر امل کی جگہ میری بیٹی کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا تو میں کیا کرتا؟ بس اسی لیے میں نے اس کی مدد کی ہے کیونکہ آج اگر میں نے کسی کی بیٹی کا خیال کیا ہے تو کل کو میری اولاد پہ آنے والی کوئی پریشانی شائد اسی کے صدقے ٹل جائے۔" اپنی بات کہہ کر وہ چلے گئے۔

فاز کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ مٹھیاں اتنی زور سے بھینچی تھیں کہ اس کی انگلیوں کے جوڑ سفید نظر آ رہے تھے۔ فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔ کمرے سے باہر آیا۔ ہال میں رکھے ڈنر کی میز پہ اس کا لیپ ٹاپ اور فون پڑے تھے، فون کال اٹھاتے ہوئے اس نے باہر کا دروازہ اندر سے لاک کیا۔

"ہیلو۔۔؟"

"السلام علیکم فاز۔۔ کیسے ہو یار؟"

"وعلیکم السلام۔ صابر کیسے فون کیا؟"

"یار مانا کے تم امیر آدمی ہو۔ مگر اب ہر بندہ تمہیں مطلب کے لئے ہی فون نہیں کرتا ہے۔ کس قدر بے مروت قسم کا جواب دیتے ہو، منہ کا ذائقہ کڑوا کر دیا۔"

"اب اصل بات کی طرف بھی آنا ہے یا اسی کام کے لیے میرا وقت برباد کیا ہے؟"

"شاکر کی وفات ہو گئی ہے۔ تم جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ یہی پوچھنے کو کال کی تھی۔ مگر تم مرد آئندہ نہیں کروں گا۔"

"یار معاف کردے۔ مجھے اس بات کا پتا نہیں تھا، مگر اس کو کیا ہوا۔ یوں اچانک چلا گیا ہے۔ اور تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"اس کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا یار، میں نے دس دفعہ فیس بک پہ پوسٹ میں تمہیں ٹیگ کیا تھا۔ تم نہ جانے کہاں غائب ہو۔"

"سوری میں نے تو مہینوں سے فیس بک ہی نہیں کھولی ہے۔"

"سارے کلاس فیلو اس کی عیادت کو گئے تھے، تم تب بھی شامل نہ ہوئے، اب اس کے جنازے میں بھی نظر نہ آئے، اس لیے فون کیا ہے، پرسوں اس کے قل ہیں۔ یاد سے شامل ہونا۔ انکل وغیرہ سے آفسوس کر کے ان کو تسلی بھی دینا۔"

"انشاءاللہ کل ہی چکر لگاتا ہوں۔ بہت زیادہ افسوس ہوا ہے۔"

"ہاں یار ابچارے کی منگنی ہوئی تھی۔ جلد شادی کی تیاریوں میں تھا۔"

"اللہ کی جو مرضی انسان کیا کر سکتا ہے۔"

"یہی تو بات ہے یار۔ چل ٹھیک ہے پھر بات ہوتی ہے، جب تم جاؤ مجھے فون کر دینا میں بھی آ جاؤں گا اور موئی ٹھیک ہے؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"اوکے پھر بائے۔"

"بائے۔۔" کال بند ہو گئی اس نے فیس بک کھولی۔

صابر کے ساتھ وہ شروع میں روڈ ہو کر اس لیے بولا تھا کیونکہ صابر اس کے ساتھ والے گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کا کلاس فیلو بھی رہ چکا تھا۔ دیہاتوں میں خبریں آگ کی طرح پھیلتی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ صابر کو امل کے کارنامے کی خبر نہ ہوتی۔ اور جس طرح اینڈ پہ اس نے موسیٰ کی خیریت دریافت کی تھی۔ اس بات سے ثابت ہو گیا تھا، کیونکہ اگر وہ لاعلم ہوتا تو بھابھی بچے کا پوچھتا، خالی موسیٰ کا نہیں۔

فیس بک پہ واقعی بہت سے دوستوں نے شاکر مرحوم کی تصویریں اپ لوڈ کی ہوئی تھیں۔ شاکر کی وفات کا سُن کر اسے دلی طور پہ بہت دُکھ لگا تھا۔ اس نے شاکر کے بھائی کی آئی ڈی کھولی اور اس کو میسنجر پہ کال ملائی۔ دوسری طرف سے کال اُٹھالی گئی۔ اس نے باری باری اس کے بھائی اور ابو سے افسوس کیا اور بتایا کہ وہ گھر پہ بھی حاضر ہو گا۔ آدھے گھنٹے بعد کال بند کر کے وہ باقی آئے میسج دیکھنے لگا۔ اور ٹھٹک گیا۔

امل کی آئی ڈی سے میسج آئے ہوئے تھے وہ بھی ایک ماہ پہلے کے، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس میں کیا لکھا ہو گا؟ اس نے فون بیڈ پہ رکھ دیا۔ خود چُپ چاپ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

مجھے یہ میسج کھولنا ہی نہیں چاہیے ہے۔ پرائیویٹ انویسٹیگیٹر نے بتایا تھا وہ پاکستان میں نہیں ہے، یا تو کینیڈا میں اپنے ماموں کے پاس گئی ہے۔ یا پھر انگلینڈ میں اپنی خالہ کے پاس ہے، کیونکہ ان دونوں کے علاوہ اگر وہ کہیں اور گئی ہوتی تو بڑی رقم لگتی، مگر بڑی رقم کہیں سے بھی غائب نہیں ہوئی ہے۔ نہ چچا کے بزنس اکاؤنٹ سے نہ ہی چچا چچی کے جوائنٹ اکاؤنٹ سے۔ اس کا ماموں اتنی رقم دینے والوں میں سے نہیں ہے۔ خالہ کا چانس ہے۔ خالہ کا بیٹا بھی تو ہے؟ تو

کیا وہ انگلینڈ میں ہے؟ بیٹے تو ماموؤں کے بھی ہیں۔ کیا اب یہ اہم ہے کہ میں اس کا میسج پڑھوں؟ اگر نہیں پڑھوں گا تو الجھتا رہوں گا اور نا ہی میرے دماغ سے اسکی آخری ملاقات کے مناظر جائیں گے۔ جانے سے پہلے مجھے پیار کی مار سے بھی مار گئی ہے۔

جیسے اس نے فاز کو نرم نگاہوں سے دیکھا تھا وہ نگاہیں فاز کی یاداشت میں پیوست تھیں۔ جیسے امل نے اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرا تھا، جب اس کے لبوں نے فاز کے چہرے کو چھوا تھا۔ اس دن سارا راستہ وہ اس کے ساتھ رہی تھی۔ اماں کو مریم کے پاس لے جاتے ہوئے وہ مسلسل اسی کو سوچ رہا تھا کہ گھر جا کر امل کو آج اپنے کمرے میں شفٹ ہو جانے پہ زور دے گا۔ مگر وہ کمرے میں کیا شفٹ ہوتی، وہ تو گھر سے ہی دفعہ ہو گئی۔ تم نے اس آخری پل میں میرے پہ بالکل ویسے ہی جھوٹا پیار لٹایا تھا، جیسے قربانی والے جانور کو چھری پھیرنے سے پہلے چارہ اور پانی دکھایا جاتا ہے۔

کس طرح آئے گا قرار مجھے

اُس نے دیکھا ہے بار بار مجھے

کھو گیا ہوں غموں کے صحرا میں

تو کہاں ہے ذرا پکار مجھے

اس نے امل کا میسج کھولا۔

"اگر تم نے میرا پیچھا کیا۔"

"تو اپنی ملاقات عدالت میں ہو گی۔"

"تمہارا میرا زبردستی کا ساتھ بس یہیں تک تھا۔"

"ابھی میں اپنے ماں باپ کے غم کو جی رہی ہوں، جس دن مضبوط ہو جاؤں گی، تم سے خُلاء لوں گی۔"

فاز نے پورا میسج پڑھنے کے بعد جواب میں امل کو گالیاں لکھ دیں مگر بھیجنے سے پہلے ہی ڈیلیٹ کر کے اس کی آئی ڈی بلاک کر دی۔ یہ الگ بات ہے کہ اگلے مہینے اس نے دوبارہ سے آئی ڈی ان بلاک کی۔ دوبارہ سے گالیاں دیں پھر سے بھیجے بغیر ڈیلیٹ کر دی۔

یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ بھائی سے ناراضگی کی وجہ سے وہ گاؤں نہیں جاتا تھا، مگر جس دن اس کو فون آیا کہ صمد کا موٹر سائیکل پہ ایکسڈینٹ ہو گیا ہے، ساری ناراضگی بھول کر بھائی کی خیریت جاننے چلا گیا۔ صمد نے اس سے معافی مانگ لی۔

تب تک ویسے بھی فاز کی طبعیت میں ایک ٹھہراؤ آ چکا تھا۔

رہی سہی کسر تب پوری ہو گئی جب اس نے امل کو خود جا کر دیکھ لیا۔ وہ جو کہتا تھا میرے سامنے آ گئی تو اس کو جان سے مار دوں گا۔ وہ لندن اس کو لینے گیا تھا، مگر دور سے دیکھ کر اس سے ملے بغیر ہی واپس آ گیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا جواب آج تک نہیں ملا تھا۔ کیا اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی؟ یا موسیٰ کی خاطر ہر بات پس پُشت ڈال دی تھی۔ چلو تب کی بات اور تھی، اب بھی تو وہ اکیلا ہی واپس آ گیا تھا۔ اس کو موسیٰ کی سوالیہ نظریں اندر ہی اندر کاٹتی تھیں۔ جس وقت وہ لوگ ایڈنبرا ائیرپورٹ پہ بورڈنگ کر رہے تھے، موسیٰ نے باپ سے پوچھا تھا۔

"کیا ممی ہمارے ساتھ نہیں جا رہی ہیں؟"

اور وہ بیٹے کے سامنے لاجواب تھا اور شکر بھی کرتا تھا کہ گھر آنے کے بعد موسیٰ نے دوبارہ امل کا ذکر نہیں کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆ آخری باب

"آپ آفس واپس کیوں جا رہے ہیں؟"

"ایک میٹنگ دیکھنی ہے، اس کے بعد سیدھا گھر آؤں گا، پرامس کر رہا ہو۔ پھر اکٹھے ڈنر کریں گے۔ آپ تب تک جمال انکل کے ساتھ لنچ کر کے تھوڑی دیر آرام کر لو۔ میں شام میں آکر آپ کو جگا لوں گا۔ ٹھیک ہے؟"

"اوکے بابا میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

فاز نے جھک کر موسیٰ کو گلے سے لگا کر اس کے گال پہ پیار کیا۔

"میرا پیارا شیر بیٹا۔ بابا کی جان۔"

موسیٰ کے چہرے پہ فخریہ مسکراہٹ تھی۔ فاز نے ہمیشہ کی طرح جمال کو اس کا خیال رکھنے کی تلقین کی اور گھر سے نکل آیا۔ لبرٹی چوک سے گزر رہا تھا، جب سامنے نظر آنے والے بل بورڈ نے اس کے پیر بے اختیار گاڑی کے بریک پیڈل پہ رُک گیا۔

یوں بیچ سڑک اچانک بغیر انڈی کیٹر دیے رُکنے سے اس سے پچھلی گاڑی اس کی کار میں لگ گئی۔ مگر وہ ہونق بنا سامنے بل بورڈ کو یک ٹک دیکھ رہا تھا، پورے کمرے کے سائز کی سکرین پہ وہ مسکراتی ہوئی اس کی جانب آکر ایک پوز دینے کے بعد واپس مڑ جاتی اور دو سیکنڈ بعد پھر وہی عمل دوبارہ دہراتی تھی۔

اس چہرے کو وہ لاکھوں کروڑوں میں بھی ایک پل میں پہچان سکتا تھا، کیونکہ وہ کوئی اور نہیں امل فاز تھی۔ جس نے عربی کلچر کی عکاسی کرتا لباس پہنا

ہوا تھا، عبایہ ساتھ میں ہائی ہیلز اور سر پہ سکارف تھا۔ نیچرل رنگوں کا میک تھا ۔اس کے شارپ فیچر بڑے نمایاں ہو رہے تھے اور پچھلی ٹریفک والے ہارن پہ ہارن دینے کے بعد اس کی سائیڈ پہ آکر باقاعدہ گالیاں دے رہے تھے۔

وہ ہوش کی دنیا میں آیا۔اور گاڑی ایک سائیڈ پہ لگالی۔اس کی سیکرٹری کی کال آگئی۔

"ہیلو۔۔؟"

"سر آپ کہاں رہ گئے۔دوسری پارٹی یہاں آپ کے انتظار میں ہے۔"

"میٹنگ کینسل کر دو۔"

"ہیں؟"

"یار میں نے کہا ہے کہ میٹنگ کینسل کر دو۔ کسی اور وقت پہ رکھ لیں گے۔اس وقت میرا موڈ نہیں ہے۔" اس کی اسسٹنٹ کی عمر اس سے بیس سال زیادہ تھی ، اسی بات کا فائدہ اُٹھا کر وہ گاہے بگاہے اس کو ڈانٹ لیا کرتی تھی۔ابھی بھی غصے سے بولی۔

"تمہارا موڈ کب سے اتنا اہم ہو گیا کہ اس کی بنیاد پہ کام کو ٹالا جانے لگا ہے ،یاد نہیں ہے تو میں یاد کرواؤں میری بہن کی آج ویڈنگ اینیورسری ہے، جس کی پارٹی میں جانے کے لیے میں نے آج جلد گھر جانے کی بات کی تھی اور تم نے کہا آج ہر حال میں یہ میٹنگ ہونا ضروری ہے۔ میں نے دو گھنٹے ضائع کر کے دوسری فرم کے لوگوں کو آفس آنے پر رضامند کیا۔اب جب وہ لوگ آگئے ہیں۔سارا انتظام ہو گیا ہے، تو تمہارے موڈ کو کچھ ہو گیا ہے، میں یہی کہوں گی جو بھی موت پڑی ہے اس کو میٹنگ کے بعد دیکھ لینا ابھی جلد از جلد آفس میں نظر آؤ۔ ورنہ میرا استعفیٰ پہلے سے تیار پڑا ہے۔"

فاز نے اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے اذیت سے کہا۔
"یار کون سی منحوس گھڑی تھی، جب میں نے تمہیں نوکری پہ رکھا تھا۔ تم کیوں یہ بات بھول جاتی ہو کہ تم میری اسسٹنٹ ہو نا کہ میری ماں۔"
"تم اپنی بکواس کسی اور وقت پہ ڈال دو۔ ابھی آفس پہنچو۔ تمہارے پاس صرف چودہ منٹ ہیں۔"
"مسز نواب آپ میری طرف سے برطرف ہیں۔"
"تمہارے اتنے اچھے نصیب نہیں ہیں میرا کنٹریکٹ ابھی دو سال باقی ہے۔ ہاں اگر میں اپنی مرضی سے نوکری چھوڑنا چاہوں تو تم مجھے روک نہیں سکو گے۔"
"تم مجھے سر درد دے رہی ہو۔ فون بند کرو۔ میں آرہا ہوں۔" فون بند کرنے کے بعد اگلے پانچ منٹ وہ وہاں سے ہل نہ پایا۔ نظریں بل بورڈ پہ چپکی تھیں۔ آفس آیا تو موڈ بہت اداس تھا۔ سیدھا میٹنگ روم میں گیا۔ اس کی ٹیم اور مخالف پارٹی آمنے سامنے بیٹھ کر ضروری کاغذات دیکھ دکھا رہے تھے۔ اس نے اپنی سیٹ سنبھالی، دوسری کمپنی کا سارا پرپوزل سُنا۔ جو جو اعتراضات تھے، ان کو کھل کر بتا دیئے۔ سائن ہونا باقی تھے۔ جب اس کی اسسٹنٹ نے شیشے کے دروازے میں منہ دے کر اس کی توجہ حاصل کی۔
"سر آپ سے ملنے کے لیے کوئی آیا ہے۔"
فاز نے سر اُٹھا کر دیکھے بغیر کہا۔
"اس وقت میں کسی سے نہیں مل سکتا ہوں۔ مجھے گھر جانا ہے، مولی سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ جو بھی ہے اس کو کل صبح کا وقت دے دو۔"
وہ تیزی سے قلم چلاتے ہوئے سائن کرنے لگا۔ مہناز نے پھر کوشش کی۔

"سر؟"

"تم وقت دیکھ رہی ہو؟ چھ بج رہے ہیں۔ اس وقت میں کسی سے نہیں ملوں گا۔ کلیئر ہو گیا؟ اب جاؤ۔"

"سر۔۔! ملنا ضروری ہے۔"

"مہناز۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم نے گھر نہیں جانا ہے؟ یا کل کا دن نہیں چڑھنا ہے؟ کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہی ہو؟ اور ایسی کون سی عظیم ہستی آگئی ہے جس کے لیے تم مجھے اتنا زور دے رہی ہو؟" مہناز نے اس کے اکتائے ہوئے تاثرات کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"کیونکہ ملنے کے لیے آپ کی بیوی آئی ہیں۔"

فاز کی سارہ توجہ اس پہ فوکس ہو گئی۔ اس کو لگا غلط سُنا ہے۔ فوراً تصدیق چاہی۔

"کیا؟۔۔۔ کون؟"

"امل آئی ہیں۔"

فاز کے چہرے پہ دنیا جہاں کی سختی در آئی۔ دونوں ہاتھ سامنے میز پہ رکھے تھے، سیدھے ہاتھ میں پین پکڑا ہوا تھا۔ گردن موڑ کر مہناز کو سنجیدگی سے متنبہ کرتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ایسے مذاق پہ تم اپنی نوکری سے ہاتھ بھی دھو سکتی ہو۔"

"جانتی ہوں۔ مگر میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔ امل آئی ہے۔ اس کو میں نے تمہارے آفس میں بٹھایا ہے۔"

اگلے لمحے وہ اپنے قد سے کھڑا ہو گیا۔

"قیوم صاحب میری طرف سے سائن ہو گئے ہیں۔ پراجیکٹ آپ کو مل گیا ہے، اب باقی کا کام میرے لوگ دیکھ لیں گے۔ مجھے اجازت دیں۔"

قیوم کے ساتھ ہاتھ ملا کر لمبے مگر مستحکم قدم اٹھاتا ہوا وہ میٹنگ روم سے نکل کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔ اپنے آفس کا دروازہ کھولا اور بُت بن گیا۔ سامنے وہ دشمن جان اپنے پورے جمال کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔

آف وائٹ لونگ سٹریٹ ٹراؤزر کے اوپر اسی رنگ کی لونگ سوٹ جیکٹ تھی، اس کے ٹراؤزر کے نیچے سے سفید جوتوں کی نوک نظر آرہی تھی۔ سفید سکارف سر پہ لیکر دونوں کندھوں سے پیچھے کو پھینکا ہوا تھا۔ ہاتھ میں سفید بیگ تھا۔ جب فاز کو یک ٹک اپنی جانب دیکھتے پایا تو بولنے میں اسے ہی پہل کرنی پڑی۔

"السلام علیکم!"

وہ جواب بھی نہ دے پایا۔

"سوری آنے سے پہلے میں نے بتایا نہیں۔ مجھے لگا تھا اگر بتاؤں گی، تو تم مجھ سے ملنے سے انکار کر دو گے۔" فاز کے دونوں ہاتھ ٹراؤزر کی جیبوں میں تھے، سر کو تھوڑا سا خم کیے وہ اس کو دیکھے جا رہا تھا، جو اس کے ایک دم سنجیدہ تاثرات کے سامنے اپنا اعتماد کھونا نہیں چاہ رہی تھی۔ ایک دفعہ پھر بات بڑھاتے ہوئے بولی۔

"تم نے آفس بہت اچھا سجایا ہوا ہے۔ لوکیشن بھی اچھی ہے۔ دوسری منزل پہ ہونے کی وجہ سے اگلا پچھلا باغ اچھے سے نظر آرہا ہے۔ اس کے علاوہ دور تک کھیت بھی نظر آرہے ہیں۔ بابا کا آفس بھی یہاں سے قریب ہی ہے۔

عمر میں حیران ہوں کہ میں وہاں آتی جاتی رہی ہوں۔ مگر تمہارے آفس میں ایک دفعہ بھی نہیں آئی حالانکہ تمہارا آفس بابا سے پہلے آتا ہے۔"

"کیا بابا کا آفس بند کر دیا ہے؟"

امل کمرے میں ادھر سے اُدھر جاتے ہوئے مڑ مڑ کر چور نظروں سے اس کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جو ابھی تک ویسے ہی کھڑا تھا۔ جب فاز نے اس کے اتنے سارے سوالوں کے جواب میں بھی خاموشی ہی دکھائی تو وہ اپنا ہینڈ بیگ صوفے پہ پھینکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے بولی۔

"میں جانتی تھی۔ تم میرا یہاں آنا پسند نہیں کرو گے، مگر اب میں آ ہی گئی ہوں تو میری بات سُن لو۔۔ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

فاز نے بیرونی دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں سے ڈاک دینے والا لڑکا گزر رہا تھا، اس نے اس کو آواز دے کر اندر بلایا۔

"جی سر؟"

"کیا یہاں کمرے میں کوئی لڑکی موجود ہے؟"

اس لڑکے کے ساتھ ساتھ امل نے بھی اس کو ایسے دیکھا جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔ مگر لڑکے کی کچھ کہنے کی جرات نہیں تھی۔ اسلیے تصدیق کرتے ہوئے بولا۔

"جی سر، سفید پینٹ شرٹ میں ایک عورت موجود ہے۔"

"اچھا کیا اس کے پیر سیدھے ہیں؟ کوئی بدروح بھی تو ہو سکتی ہے۔"

امل مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے اس کو چڑا کر بولی۔

"ہاہاہا ویری فنی۔" فاز نے اس لڑکے کو جانے کا اشارہ کیا۔ ایک دفعہ پھر تنہائی ملتے وہ دوٹوک بولا۔

"امل یہاں کیوں آئی ہو؟"

وہ اتنی زیادہ نروس تھی۔ لندن سے دبئی اور پھر دبئی سے لاہور تک کی فلائیٹ میں اس نے لاتعداد مرتبہ یہ لائن دہرائی تھی۔ ایسے کہوں گی، اتنے اعتماد سے کہوں گی۔ مگر اب ایک دم سے بول گئی۔

"میں موسیٰ کو لینے آئی ہوں۔"

دونوں جہاں تھے، وہیں تھم گئے۔ فاز کی آنکھیں پھیل گئیں۔ امل کو لگا اب وہ اس کو طعنے مارے گا، وہ سارا سوچ کر آئی تھی، جو کچھ کہے گا وہ چپ چاپ سُن لے گی۔ موسیٰ کو پانے کے لیے وہ اتنی سی قربانی تو دے ہی سکتی تھی، مگر فاز نے اس کو حیران کر دیا۔ وہ اپنے ڈیسک کے پیچھے جا کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ اس وقت گھر پہ ہے۔ اگر تم تھوڑی دیر انتظار کر لو۔ میں نے ایک کال کرنی ہے، اس کے بعد گھر لے چلوں گا۔"

امل جلدی سے وضاحت دیتے ہوئے بولی۔

"تم شاید میری بات نہیں سمجھے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے ٹھیک ہی سُنا ہے کہ تم موسیٰ کو لینے آئی ہو ---"

"ہاں ۔۔ مگر کوئی ایک دو گھنٹے کے لیے نہیں ۔۔۔ ہمیشہ کے لئے اس کو ساتھ لے جانے کو آئی ہوں۔"

فاز نے جیب میں سے موبائل نکال کر سکرین لاک کھولتے ہوئے عام سے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

امل اس کے ردِ عمل پہ شاکڈ رہ گئی۔

"تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

ایک پل کو اس کی انکھوں میں دیکھا جو اس کے ڈیسک کے بالکل سامنے کھڑی حیران آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسی طرح عام سے انداز میں بولا۔

"نہیں۔"

امل کے ماتھے پہ تیوری چڑھ گئی۔

"فاز میں موٹی کو اپنے ساتھ لندن لے جانے کے لیے آئی ہوں۔ مجھے وہاں پہ ایک انٹر نیشنل ایڈورٹائزنگ کمپنی میں ماڈل کی جاب مل گئی ہے، میں نے ایک اچھے ایریے میں فلیٹ کرائے پہ لیا ہے۔ جہاں قریب میں اچھے سکول ہیں، شاپنگ سٹورز بھی ہیں۔ میں اور موٹی اب وہاں رہیں گے۔"

فاز نے انگوٹھا اُٹھا کر اس کو داد دی۔

"ویری گڈ، بیسٹ آف لک۔"

امل نے دوسرے انداز میں سوچا اور فوراً سے کہہ بھی دیا۔

"اوہ تو آخر تم اکتا ہی گئے۔ پھر تو میں نے آکر تمہارا بھلا کیا ہے، اچھا ہے ہم ماں بیٹا ایک طرف ہو جائیں گے پھر تم آرام سے شادی کر کے اپنا گھر بسا لینا۔"

فاز کے ہاتھ تھم گئے اس نے ہاتھ میں پکڑے فون سیٹ کو دیکھا اور دوبارہ جیب میں ڈالتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔ بالکل اس کے سامنے رُک کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر نرمی سے بولا۔

"جب ہم یوکے سے واپس آرہے تھے۔ تو میرے بیٹے نے ائرپورٹ پہ مجھ سے سوال کیا تھا کہ بابا کیا مما ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ میں اس کو کوئی

جواب نہیں دے پایا تھا، کیونکہ میرے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے جو کہ اس کا حق ہے، اور میرے منت کرنے کے بغیر ہی تم نے آکر اس کو ساتھ رکھنے کی بات کی ہے تو میں کیوں کوئی اعتراض کروں گا؟ میں نے اس کو بہت محبت دی ہے، مگر پھر بھی وہ ماں کو یاد کرتا ہے، میں چاہتا ہوں اس کے پاس ماں کی یادیں ہوں۔ اسلیے میں اپنی مرضی سے اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔"

امل نے آنکھوں کی نمی چھپانے کی خاطر نظر جھکالی۔ فاز میز پر سے اپنی کار کی چابی اُٹھا کر باہر کو جاتے ہوئے بولا۔

"آجاؤ میں گھر تک لے چلتا ہوں۔ موتی تمہیں مل کر خوش ہوگا۔"

وہ اپنے بیگ کو اُٹھانے کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نیچے میری ٹیکسی کھڑی ہے۔" وہ کچھ بھی کہے بغیر آگے آگے چل پڑا۔ امل اس کے پیچھے تھی، درمیان میں چند قدم کی دوری تھی۔ اسلیے جب وہ کچھ یاد آنے پر یکدم مڑا تو امل اس کے ساتھ ٹکرائی۔ بہت پُرانا ایک ٹکراؤ یاد آگیا۔ فاز نے تھوک نگلا۔

امل نے فوراً دور ہو کر اس کو سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"سوری میں بھول گیا۔ میں نے تمہیں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی آفر نہیں کیا۔ تمہاری باتوں سے لگ رہا ہے ایئرپورٹ سے سیدھی ادھر آئی ہو۔ بھوک نہ سہی پیاس تو ہوگی ہی۔ کیا پیو گی؟ میں منگواتا ہوں۔ سوری میرے دماغ سے یہ نکل گیا۔"

امل نے کہا۔

"یہاں آنے سے پہلے میں گھر پہ اپنا سامان چھوڑ کر آئی ہوں اور اس وقت مجھے نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے، مجھے بس موٹی سے ملنا ہے۔ اس کو لیکر گھر پہ جاؤں گی۔ اکیلی تھی ناتو اندر نہیں جا سکی، باہر سے ہی واپس آگئی ہوں۔"

فاز نے مزید استفسار نہیں کیا ایک دفعہ پھر چل پڑا فون نکال کر نمبر ملایا۔ لفٹ میں وہ اہل کے ساتھ جانے کا سوچ کر ہی ارادے کو بدل گیا۔ سیڑھیوں کا رخ کیا۔

"ہیلو۔۔۔ تم ایسا کرو۔۔۔ نو بجے کی فلائٹ سے لاہور آ جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لیے بڑا اچھا سرپرائز ہے۔"

ایمان نے کئی سوال پوچھ ڈالے۔ مگر وہ سب ٹال گیا۔

"کس بات کی بے صبری ہے؟ دو گھنٹے کی بات ہے۔ اپنا جو بھی سامان لینا ہے لو اور ٹیکسی پکڑ کر ائیر پورٹ پہنچو تمہاری ٹکٹ کاؤنٹر پہ دستیاب ہو گی۔ میں مہناز سے کہتا ہوں ابھی بک کروا دے گی۔ شاباش جو بھی سر کھانا ہے، گھر پہنچ کر کھانا، اللہ حافظ۔"

اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ دوسرا نمبر مہناز کا ملایا۔

"میڈم گھر جانے سے پہلے ایک آخری کام کرتی جائیں۔ ایمان کی سیٹ بک کروا دیں۔ نو بجے کی فلائٹ سے وہ یہاں ہو۔"

کال کاٹ کر تیسرا نمبر ملایا۔

"تم کہاں ہو؟"

"میں نے کہاں ہونا ہے؟ وہیں ہوں جہاں خاک چھاننے کے لیے ،مجھے جناب نے بھیجا تھا۔ دھوپ میں جل جل کر میرا رنگ گہرا سانولہ ہو گیا ہے، اگر کل کو کسی نے مجھے یہ کہہ کر رشتے سے انکار کیا نا کہ لڑکا کالا ہے، تو یاد

رکھنا میں نے رنگ گورا کرنے والے ٹیکے آپ کے خرچے پہ لگوانے ہیں کیونکہ فیشل وغیرہ سے جلی ہوئی چمڑی مزید جل تو سکتی ہے۔ سفید نہیں ہو سکتی ہے۔"

فاز کو آتا دیکھ کر چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔

"تم پہ ٹیکے بھی اثر نہیں کریں گے بیٹا کیونکہ وہ انسانوں کے لیے بنے ہیں گدھوں کے لیے نہیں۔ حمد اُدھر ہی ہے یا گھر کے لیے نکل آیا ہے؟"

"ابھی نکلنے والے ہی ہیں۔"

"تم بھی اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھو۔ ڈنر میرے ساتھ کرو۔"

"نہیں جی آج ایسا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ آج میری متوقع سسرال کی طرف کھانے کا اہتمام ہے، اسلیے آپ کل پہ رکھ لیں۔"

"ہاں ہاں۔۔۔ ڈنر پہ ملتے ہیں بائے۔۔۔"

اُس نے فون بند کر کے جیب میں رکھا اور اپنے ملازم سے بولا۔

"اس ٹیکسی کو اس کا کرایہ دیکر فارغ کر دو۔"

اس کی کار نزدیک ہی پارک تھی۔ اس نے امل کے لیے دروازہ کھولا اور روٹین میں جیسے ماں یا موسیٰ کے لیے فرنٹ پینجر سیٹ کا دروازہ کھولتا تھا۔ ابھی بھی وہی کیا۔ پھر خیال آیا۔ وہ شاید میرے برابر نہ بیٹھے مگر امل بیٹھ گئی، دوسری طرف سے آکر اس نے اپنی سیٹ سنبھالی۔ ابھی وہ کار کو ڈرائیووے سے نکال کر روڑ پہ بھی نہیں لایا تھا کہ بلوٹوتھ پہ گھر کے نام سے نمبر کی بیل بجنے لگی۔ اس نے کار کی سپیڈ کم کر کے کال لے لی۔

"ہاں جی؟" کار میں موسیٰ کی آواز ابھرتی سُن کر امل کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"بابا آپ نے کہا تھا۔ آپ جلدی واپس آ رہے ہیں۔"

"میں راستے میں ہوں، بیس منٹ میں آپ کے پاس ہوں گا۔ آپ کو کچھ چاہیے؟"

"بابا دادو کی کال آئی تھی، وہ کہہ رہی تھیں موٹی تم فروٹ سیلڈ ضرور کھایا کرو۔"

روڈ پہ دونوں طرف دیکھ کر گاڑی کو سڑک پہ ڈالتے ہوئے وہ موٹی کی بات پہ ہنس رہا تھا۔

"دادو نے یہ بھی کہا ہوگا کہ موٹی بس بسم اللہ فروٹ چاٹ والوں کا بنا سیلڈ ہی کھانا۔"

موٹی کی سرگوشی سُنائی دی۔

"جمال انکل بابا کو پتا چل گیا ہے، اب کیا بولنا ہے؟"

فاز کھل کر ہنسا۔

"جمال صاب آپ خود بھی مجھے بتا سکتے ہیں کہ سیلڈ کھانا ہے۔"

"نہیں سر اصل میں اچھا نہیں لگتا نا میرا یوں منہ پھاڑ کر فرمائش کرنا، مگر اب کیا کریں وہ دکان ہے ہی آپ کے آفس کے پاس۔ اگر یہاں پاس میں ہوتی تو میں خود دن کے وقت جا کر لے آتا۔"

"سلاد آ جائے گا۔۔ کچھ اور۔۔؟"

"نہیں جی اور کچھ نہیں۔ ہاں وہ مریم بی بی کی کال آئی تھی۔ آپ کا پوچھ رہی تھیں کہہ رہی تھیں آپ کا نمبر نہیں مل رہا ہے۔"

فاز نے ماتھا مسلا۔

"اوہ فار گاڈ سیک ان کا نیٹ ورک اتنا تیز ہے۔ اچھا بائے۔ اب اگر اس کی کال آئے، کال نہ اُٹھانا۔"

اس نے کال کاٹ کر مہناز کا نمبر ملایا۔ جیسے ہی دوسری طرف سے جواب ملا وہ چھوٹتے ہی بولا۔

"مریم کو کیا بتایا ہے؟"

وہ بھی ڈرے بغیر بولی۔

"یہی کہ امل آگئی ہے۔"

فاز غصے سے بولا۔

"اپنا سامان پیک کرو۔ تم جاب سے فارغ ہو۔"

" تم کیا نکالو گے۔ میں خود چھوڑتی ہوں۔ اتنے بکواس ترین اوقات ہیں۔ ہر بندہ حد چار بجے گھر پہنچ جاتا ہے، میں رات کے چھ سات تک یہاں پہ ہلکان ہوتی ہوں۔"

"کل سے مت آنا۔ وہ بی بی سی پورے خاندان کو کالز ملا کر ہیڈ لائن دے چکی ہو گی۔ اور ابھی دو گھنٹے بعد سارے میرے سر پہ سوار ہونے کو پہنچ جائیں گے۔ تمہیں اللہ اُٹھائے۔"

"ہاں پھر تم ماں بن کر میرے بچوں کی رُخصتی کرنا۔"

"کر دوں گا۔"

"بدتمیز انسان۔۔۔"

"لاپرواہ عورت۔۔۔"

مہناز کے جواب دینے سے پہلے ہی فاز نے کال کاٹ دی۔

امل کی طرف دیکھے بغیر اس سے بولا۔ "خاندان کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بہت بڑے بڑے حملے ہونے ہیں۔ میں کوشش تو کروں گا کہ وہ تمہاری شامت نہ بلائیں۔ مگر ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔"

"میں ان لوگوں سے نہیں ڈرتی ہوں، بُرا بھلا ہی کہیں گے نا۔ تو پہلے کون سا میری شان میں قصیدے بولے جاتے تھے۔ پہلے بھی تو سُنتی ہی تھی۔ اب بھی سُن لوں گی۔"

وہ نظر پھیر کر کھڑکی سے باہر لاہور کی رونقیں دیکھنے لگی۔ اندر سے اتنی پریشان تھی کہ اتنے سالوں بعد وطن کی ہوا میں سانس لینے کی خوشی بھی نہیں منا پا رہی تھی۔ دوسرا فاز کے ساتھ تنہائی میں کار کا سفر کرتے ہوئے پرانی یادیں جاگ رہی تھیں۔ ایک وقت تھا جب انہوں نے کار پہ ملک کے ایک کونے سے دوسرے تک کا سفر کیا تھا۔ ملک وہی تھا، راہیں وہی تھیں، مگر وہ دونوں لوگ وہ ہو کر بھی ویسے نہ رہے تھے۔

تب اور اب میں جو بات سب سے زیادہ بدلی تھی، وہ فاز کی سوچ تھی۔ فاز ایک بدلا ہوا انسان تھا، کیونکہ اگر یہ وہ والا فاز ہوتا تو کبھی بھی امل کے موسیٰ کو لے جانے والے مطالبے پہ اتنی آسانی سے نہ مانتا۔ نہ ہی اس کو گھر والوں کی باتوں سے بچانے کی آفر کرتا۔ گاڑی میں محسوس کی جانے والی خاموشی تھی۔ اس نے کار فروٹ سالاد والی دکان کے باہر روکی۔ اندھیرا چھانا شروع ہو چکا تھا۔ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہی ایک پندرہ سولہ سال کا لڑکا آرڈر لینے کے لیے آگیا۔

"السلام علیکم بھائی۔۔ آج موسیٰ کیوں نہیں آیا ہے؟"

"وعلیکم السلام کیونکہ میں گھر کی بجائے سیدھا آفس سے آیا ہوں۔ موبٰی گھر پہ ہے۔"
"کیا لینا پسند کریں گے؟"
"دس پلیٹیں فروٹ سالاد کی پیک کر دو اور مینگو شیک کے دو گلاس ابھی لے آؤ۔" امل اس لمحے کو کوس رہی تھی جب وہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ براجمان ہو گئی۔ پیچھے ہونے سے درمیاں میں کچھ فاصلہ تو ہونا تھا نا۔ فاز اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے خود کو بے نیاز محسوس کروا رہا تھا اور وہ اس کے چہرے کو دیکھنے کی خواہش کو دبا رہی تھی۔
ایک عورت نے امل کی سائیڈ پہ ناک کیا۔ وہ اپنے دھیان میں تھی اسلیے ڈر کر اُچھلی جبکہ ادھیڑ عمر عورت اس سے کہنے لگی۔ "باجی ازار بند لے لو۔ خالص پشم کے بنے ہوئے ہیں۔ رنگ خراب نہیں ہو گا۔ نہ ہی ٹوٹتے ہیں۔ ان کی لمبائی بھی ٹھیک ہے۔ ہزار کے پانچ ہیں۔"
امل کو امو کی یاد آ گئی۔ وہ ہمیشہ مارکیٹ جب رات کو آئس کریم وغیرہ کھانے کے لیے آتیں۔ اس طرح چیزیں بیچنے والوں سے اشیاء خرید لیتی تھیں۔ امل اکثر ان سے الجھ پڑتی تھی، کہ امو ان چیزوں کا معیار اتنا اچھا نہیں ہوتا ہے آپ کیوں لے لیتی ہیں۔ اس پہ امو نرمی سے کہتیں۔ میں اس انسان کے جذبے کی قدر کر رہی ہوں۔ جو مانگنے کی بجائے محنت کر رہا ہے۔ حلال کما رہا ہے۔ آج ماں کی یاد تازہ کرتے ہوئے ماں کی نخریلی بیٹی نے شیشہ نیچے گرایا اور مسکرا کر اس عورت سے بولی۔
"میں لے لوں گی۔ مگر مجھے بیس روپے کم کریں۔"
فاز نے اس کی مسکراتی ہوئی آواز پہ چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اگر آپ بیس روپے کم کریں گی تو میں پانچ پیکٹ خرید لوں گی۔"
وہ عورت خوشی سے مسکرادی۔
"ٹھیک ہے بیٹی۔ تم بیس روپے کم دے دو۔"
خوشی خوشی اس نے پانچ پیکٹ گن کر ایک تھیلے میں ڈال کر امل کی جانب بڑھادیئے۔ امل نے تھیلا پکڑ لیا اور اپنے بیگ کی زپ کھول کر پیسے نکالنے لگی تو یاد آیا کہ اس نے تو ابھی تک کرنسی ہی نہیں بدلوائی تھی۔ اس نے پریشان ہو کر فاز کی جانب دیکھا۔ منہ پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔
"ہائے میرے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں۔"
فاز اس کی پریشانی بھانپ کر اپنی مسکراہٹ نہ روک پایا۔ اس نے اپنی ٹراؤزر کی دائیں جیب سے پیسے نکال کر دوسرے ہاتھ پہ رکھ کر ایک پانچ ہزار کا نوٹ امل کی طرف بڑھایا۔ امل نے شرمندگی سے وہ پیسے لیے۔
"میں تمہیں واپس کر دوں گی۔"

وہ بولا۔

"ہاں پلیز یاد سے واپس کرنا۔ پیسوں کے ساتھ ساتھ باقی سب کچھ بھی لوٹا دو تو مہربانی ہو گی۔" امل نے اس سے ڈر کر اس کے چہرے کو غور سے پڑھنا چاہا مگر تب ہی لڑکا شیک لیکر آگیا۔ فاز اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ امل نے ان خاتون کو پیسے دیئے۔ وہ پیسے لیکر بولی۔
"کیا ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں؟ تم میری پہلی گاہک ہو۔ میرے پاس کھلے پیسے نہیں ہیں۔"
امل اس کا حل نکالتے ہوئے بولی۔۔

"آپ ایسا کریں نا۔ مجھے پیسے واپس کرنے کی بجائے اس کے حصے کا ایک ازار بند دے دیں۔"

اس عورت نے خوشی خوشی اس کے مشورے پہ عمل کیا اور اس کو ازار بند دے کر خوشی خوشی آگے چلی گئی۔

فاز نے امل کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ امل نے گلاس لینے کے لیے ہاتھ آگے کیا دونوں کی انگلیاں ہلکی سی مس ہوئیں۔ امل انجان بن گئی۔ فاز مزید سنجیدہ ہو گیا۔

دونوں نے ایک ساتھ اپنے اپنے گلاس میں پڑا پائپ منہ میں رکھا۔ فاز نے لمبا سا گھونٹ بھرا جبکہ امل نے تھوڑا سا پی کر سانس لی۔

سالا د والوں نے اونچی آواز میں میوزک لگایا ہوا تھا۔

تیرے نام ہم نے کیا ہے

جیون اپنا سارا صنم

پیار بہت کرتے ہیں تم سے

عشق ہے تو ہمارا صنم

امل نے فاز کی جانب سے رُخ ہی موڑ لیا

تیرے عشق نے ساتھیہ میرا حال کیا کر دیا

فاز کو اچھو لگ گیا۔ بری طرح کھانسنے لگا۔ امل نے گردن موڑ کر اس کو دیکھا۔ جبکہ اُدت نارائین کہہ رہا تھا۔

گلشن بھی اب تو ویرانہ لگتا ہے

ہر اپنا ہم کو بیگانہ لگتا ہے

ہم تیری یادوں میں کھوئے رہتے ہیں

لوگ ہمیں پاگل دیوانہ کہتے ہیں
تیرے بنانا ممکن ہے زندگی کا گزارا صنم
فاز کی جانب پھولوں کے گجرے لیے ایک بچہ آیا۔ فاز نے پہلے تو اس کو اگنور کیا۔ مگر وہ اس کا ریگولر کسٹمر تھا اسلیے بچہ وہاں سے ہلنے کو تیار نہ ہوا۔ شیشہ کھٹکھٹاتا رہا۔ آخر فاز کو شیشہ نیچے کرنا ہی پڑا۔
"تم اشارہ نہیں سمجھتے ہو؟ آج پھول نہیں لوں گا۔"
بچے نے حیرانی سے کہا۔
"تم عجیب آدمی ہے، جب اکیلا آتا ہے تو تم پھول ضرور خریدتا ہے۔ اب آج ساتھ میں پھول پہننے والی بیٹھی ہوئی ہے تو کہتا ہے پھول نہیں لینا ہے۔"
وہ بے تکلفی سے امل سے پوچھنے لگا۔
"تم فاز بھائی کا کیا لگتی ہے؟"
فاز کو ایک دفعہ پھر اچھو کا لگا۔ امل بولی۔
" میں اس کی وہ لگتی ہوں، جس کا نام سُن کر ہی اس کو غوطہ لگ جاتا ہے۔"
وہ بچہ زور سے ہنسا۔ فاز نے ٹشو سے اپنا منہ صاف کیا اور بتاتے ہوئے بولا۔
"یہ ایمان باجی کی بڑی بہن ہے۔"
وہ لڑکا حیرت سے بولا۔
"تم ڈاکٹر کا بڑی بہن ہے؟"
امل نے سر اثبات میں ہلایا جس پہ وہ مزید بولا۔
"تم پہلے کبھی کیوں نہیں آیا؟ کیا تم شادی شدہ ہے؟"

امل اس بچے کی اتنی بے تکلفی پہ حیران ہوتے ہوئے بتانے لگی۔
"کیا تم موسیٰ کو جانتے ہو؟"
وہ خوشی سے بولا۔
"موسیٰ تو اپنا یار ہے اپنا جگر ہے۔"
"میں اُس کی ماں ہوں۔"
لڑکے کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔ وہ فاز سے پوچھنے لگا۔
"استاد کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"
فاز خود امل کے جواب پہ حیران تھا، مگر پھر بھی سر اثبات میں ہلا کر اس کی تصدیق کر دی۔
"پھر تم آج سے پہلے یہاں کیوں نہیں آیا ہے؟"
"کیونکہ تمہارا افاز بھائی مجھے ساتھ نہیں لاتا تھا۔ آج زبردستی آئی ہوں۔"
"او استاد کیا تم اتنا ظالم مرد ہے یار۔ ایک منٹ۔۔۔۔۔ اگر یہ، موسیٰ کا ماں ہے، اور تم موسیٰ کا باپ ہے، تو اس کا مطلب یہ تمہارا بیوی ہے؟"
اس کے انداز پہ امل کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ فاز بس اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔
"بھابھی یہ لو یہ پھول تمہارے لیے ہیں۔ میں یہ تم کو بیچ نہیں رہا ہوں بلکہ تمہارے لیے میرا تحفہ ہے۔" امل نے آگے کو جھک کر اس کے ہاتھ سے پھول لیے تو امل کا کندھا فاز کے سینے کو چھو رہا تھا۔
وہ سیدھی ہوتے ہوئے بولی۔ "بہت شکریہ۔ پھول بہت پیارے ہیں۔"
ساری کار موتیے اور گلاب کی خوشبو سے مہک اُٹھی۔ امل نے گجرے ناک کے آگے رکھ کر لمبی سی سانس اندر لی۔۔ پھر اس لال گالوں اور بلوچی

ٹوپی والے گیارہ بارہ سال کے بچے سے بولی۔ یہ لو اب تم ہی مجھے یہ پہنا بھی دو۔
وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سر نفی میں ہلا کر ارد گرد دیکھنے لگا۔ امل ہنسی۔
"تم شرما رہے ہو۔"
وہ مزید لال ہوتے ہوئے بولا۔ "لڑکیوں کو پھول انکا شوہر پہناتا ہے یا بوائے فرینڈ۔۔ تمہارا شوہر ساتھ ہے اس کو بولو تمہیں پھول پہنائے۔"
"یہ نہیں پہناتا ہے نا تبھی تو تم سے کہہ رہی ہوں۔ تم میرے بوائے فرینڈ بن جاؤ۔ تم تو پہنا سکو گے نا۔"
وہ لڑکا ہنستے ہوئے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔
"توبہ توبہ تم کیسی باتیں کرتا ہے، میں تو کبھی بھی گرل فرینڈ نہیں بناؤں گا۔"
"کیوں؟"
"کیونکہ میرے بڑے بھائی نے بنائی تھی نا تو میری ماں نے اس کو روٹی والے چمٹے سے مار مار کر کمرے میں روٹی دیئے بغیر بند کر دیا تھا، چلو نا فاز بھائی تم کیسا مرد ہے، اپنی بیوی کو پھول پہناؤ نا یار۔۔" فاز جانتا تھا وہ صرف اس بچے کے ساتھ ہونے والی گفتگو کو انجوائے کرنے کی وجہ سے بات کو طول دے رہی تھی۔ پھول پہننے کی خواہش نہ رکھتی تھی، اسلیے وہ خاموشی سے جوس پیتا رہا جبکہ امل مزید بولی۔
"وہ مجھے پھول کبھی نہیں دیتا ہے۔ بس اپنی گرل فرینڈ کو دیتا ہے۔"
"بھائی تمہاری بھی کوئی گرل فرینڈ ہے؟"
"کبھی دیکھی ہے؟"

"نہیں نہیں بھائی یہاں پہ ہمیشہ اکیلا آتا ہے، یا موٹی اور ڈاکٹر باجی کے ساتھ آتا ہے۔ بھائی باجی کو پھول پہناؤ میں تصویر بناتا ہوں۔ پھر وہ تصویر تم اس پر لگانا۔ اپنا انسٹا گرام پر۔"

امل ہنستے ہوئے بولی۔

"تمہیں سب پتا ہے، بڑی پہنچی ہوئی چیز ہو۔"

"میں دو سال سے ہر روز رات کو پھول بیچتا ہوں۔ اتنے لوگوں کو دیکھا ہے، سب سیکھ گیا ہوں۔ جو آدمی پھول لیکر فوراً سے لڑکی کو پہنا دیتا ہے نا۔ وہ اس کا شوہر نہیں ہوتا۔ جو شوہر ہیں نا ان کی عورت خود ہاتھ آگے کرتی ہے، یہ لیں پھول ڈال دیں۔ وہ منہ بنا بنا کر پہناتا ہے۔ جبکہ گرل فرینڈ والے خوشی خوشی پھول پہنا کر تصویریں بھی وہیں لے لیتے ہیں۔

امل کے ساتھ ساتھ فاز بھی مسکرا پڑا۔

"بھائی پھول ڈالو یار۔۔۔"

فاز نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ جانتا تھا امل انکار کر دے گی، بات ختم ہو جائے گی۔ مگر اپنی جگہ ہر چیز جیسے تھم سی گئی۔ جب امل نے اپنا نرم ہاتھ اس کی پھیلی ہتھیلی پہ رکھ دیا۔ امل بھی ایک پل کے لیے گڑ بڑا گئی اس کو پھول پکڑانے کی بجائے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ کیسے رکھ گئی۔ فاز نے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔ پھول لیا اور اس کی کلائیوں پہ ایک ایک گجرا ڈال دیا۔

امل نے اپنا سیدھا ہاتھ ہلایا۔ مگر لمس کی تپش روح میں محسوس ہو رہی تھی۔ وہ لڑکا تھوڑی دیر مزید رکا پھر ایک نئی کار کے آنے پر وہاں سے ہٹ گیا۔ ان کا آرڈر تیار ہو کر آگیا۔ وہ بھی گھر کو روانہ ہو گئے۔ ایک دفعہ پھر خاموشی کا راج ہو گیا۔ جسے وقتی طور پہ فاز نے توڑا۔

"تمہیں ایئرپورٹ سے کال کرنی چاہیے تھی۔ مجھے نہیں تو شیری کو کر لیتیں یا کم از کم صمد کو ہی بلا لیتی۔ ہم میں سے کوئی چلا جاتا۔ یا ڈرائیور بھیج دیتے۔ اس طرح اکیلے ٹیکسی پہ آنا محفوظ نہیں ہے۔"

امل دھیرے سے بولی۔

"اپنے کام خود کرنے کی عادت گئی ہوئی ہے نا اسلیے کسی کو مدد کے لیے بلانا عجیب لگتا ہے۔"

"میں چاچو کے ڈرائیور کو کال کر دوں گا۔ کل صبح وہ اپنی ڈیوٹی پر آ جائے گا۔"

امل نے حیرت سے پوچھا۔"کیا ابی کے بعد ان کو نوکری سے نکال دیا گیا تھا؟"

"نہیں۔ بس جگہ بدل دی تھی، آفس میں فی میل سٹاف کو پک اینڈ دراپ دیتے ہیں۔"

"تو وہ کون کرے گا؟"

"اس کے لیے بہت سے لوگ ہیں۔ نہ بھی ہوا تو کوئی نیا ڈرائیور رکھ لوں گا۔ مگر گھر پہ تو قابل اعتبار آدمی ہی چاہیے ہے۔"

"ویسے میں بس ایک ہفتہ ہی رکوں گی۔ اس دوران خود بھی ڈرائیو کر لوں گی۔" خاموشی کا وقفہ آیا۔ پھر امل نے پوچھا۔

"ایمان مجھ سے ناراض ہے۔ کیا وہ مجھ سے ملے گی؟"

فاز کی نظریں سامنے سڑک پہ تھیں۔ وہ بولا۔

"تمہیں سامنے دیکھ کر بڑے بڑوں کو ناراضگی بھول جاتی ہے، وہ تو پھر تمہاری چھوٹی بہن ہے۔ کتنی دیر ناراض رہ سکے گی، جبکہ وہ تمہیں بہت یاد کرتی رہی ہے۔"

امل نے گہری سانس بھری۔

"یہ تو ان لوگوں سے ملنے کے بعد ہی پتا چلے گا۔"

فاز نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ موتیے کی خوشبو امل کو بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی، کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے اُس نے دو دفعہ گجرے کو ناک کے قریب لا کر سونگھا تھا، کار فلیٹ کے نیچے روک کر وہ بولا۔

"اگر تم سر باہر نکال کر اوپر دوسری منزل کی بالکونی میں دیکھو تو کوئی نظر آئے گا۔" امل نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا۔ مگر اس کی بتائی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے کھڑکی کا شیشہ نیچے کھسکا کر اوپر کو دیکھا۔ بالکونی میں بڑے سائز کا بلب جل رہا تھا، اور ریلنگ سے ایک سر جھانک رہا تھا۔ اگلے پل آواز آئی 'بابا؟' ساتھ ہی ہاتھ ہلایا گیا۔ امل کا دل بھر آیا۔ وہ فاز سے بولی۔

"کیا تم ہر روز اتنا شاندار استقبال وصول کرتے ہو؟"

فاز بولا۔ "الحمدللہ۔"

اگلے پل وہ کار سے باہر نکلا اور موسٰی کو واپس ہاتھ ہلایا۔

امل ابھی تک اوپر کو ہی دیکھ رہی تھی۔ موسٰی کا ہیولا ہی نظر آ رہا تھا۔ فاز کے باہر نکلتے ہی موسٰی وہاں سے ہٹ گیا۔ امل نے فاز سے پوچھا۔

"کیا وہ اندر چلا گیا ہے؟"

" ہاں اب دروازہ کھول کر کھڑا ہو گا۔ تم بھی اوپر چلو؟"

"پتا نہیں مناسب لگے یا نہیں۔"

"آجاؤ۔ ویسے بھی موسٰی نے اگر تمہارے ساتھ گھر جانا ہے تو اس کی پیکنگ میں تھوڑا وقت لگ جائے گا۔"

"او کے۔"

امل گاڑی سے نکل آئی۔ فاز نے سامان اُٹھایا۔ گاڑی لاک کی اور آگے چل پڑا۔ امل اس سے دو قدم پیچھے تھی۔ جیسے ہی وہ آدھی سیڑھیاں عبور کر کے اوپر آئے۔ موسٰی کا مسکراتا چہرہ سامنے تھا، وہ بھاگ کر فاز کی جانب آیا۔ فاز نے سامان ہاتھ میں ہونے کے باوجود جھک کر اس کو گود میں اُٹھالیا۔ موسٰی نے باپ کے گال پہ پیار کیا۔ جمال نے آکر فاز کے ہاتھ سے بیگ پکڑ لیے۔ موسٰی کا دھیان ابھی بھی امل کی جانب نہیں گیا تھا، کیونکہ جہاں وہ کھڑی تھی، وہاں بلب کی روشنی اتنی تیز نہیں تھی۔ فاز نے موسٰی سے کہا۔

"کوئی آپ کے لیے لندن سے آیا ہے اور ایئرپورٹ سے سیدھا آپ کے کو ملنے آئیں ہیں۔" موسٰی نے اشتیاق سے پوچھا۔

"کون آیا ہے بابا؟"

امل نے آگے ہو کر موسٰی کو مخاطب کیا۔

"السلام علیکم موسٰی۔۔"

جیسے ہی موسٰی نے امل کو پہچانا اس کا چہرہ کھل اُٹھا۔ خوشی سے بولا۔

"بابا یہ تو وہ ہیں۔"

فاز ہنس دیا۔

"ہاں وہی ہیں۔۔ ملو گے نہیں؟"

موسٰی اسی پل باپ کی گود سے نیچے اترا اور بھاگ کر امل سے لپٹ گیا۔ اس کو اپنی آغوش میں سماتے ہوئے خوشی سے ہنستے ہنستے رو دی۔۔

"ماشاءاللہ تین ماہ میں تم کتنے بڑے ہو گئے ہو۔"

امل کو جو جواب ملا اس کی توقع کوئی نہیں کر رہا تھا۔

"بھابھی جی تین ماہ نہیں۔ موسیٰ اب چار سال چھ ماہ کا ہو گیا ہے، تین ماہ کا تو تب تھا، جب آپ اس کو چھوڑ کر گئیں تھی۔"

مریم کی آواز پہ امل تو چونکی ہی۔ فاز نے بھی تیزی سے مڑ کر پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کب آئی ہو؟"

مریم کے پیچھے فاطمہ بھابھی بھی فلیٹ سے برآمد ہوئیں اور خوشی سے امل کی جانب بڑھتے ہوئے بولیں۔

"صدقے جاؤں۔ تمہاری تو شکل دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں تھیں۔"

فاطمہ اس کو ایسے گلے لگ کر ملیں جیسے ان کے درمیان ان ماہ و سال کی دوری آئی ہی نہ ہو۔

"تمہیں کبھی اس بہن کی یاد نہ آئی۔ بندہ کال ہی کر لیتا ہے۔ ہیں؟ ناراضگی ایک فاز سے تھی، تم نے اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھی چھوڑ دیا۔ پیار کرنے والوں کو تو ایسے نہیں چھوڑتے ہیں امل۔"

وہ اس قدر پیار لٹا رہی تھیں۔ امل کی ہچکی نکل گئی۔ وہ سارے پل یاد آ گئے جب رونے کے لیے کوئی کندھا میسر نہ ہوتا تھا، جب اپنے آنسو خود صاف کرتی تھی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے ڈر تھا کہ آپ مجھ سے بات نہیں کریں گی۔ آپ بھی مجھ سے ناراض ہوں گی۔"

"دیکھو جھلی نہ ہو تو۔ بھلا ناخنوں سے ماس بھی کبھی جدا ہوا ہے۔"

فاطمہ بھابھی نے اس کے آنسو صاف کیے۔ فاز نے مریم کا بازو پکڑا اور اسکو فلیٹ کے اندر لے گیا۔ "تم لوگ ادھر کیسے ؟"

"بیٹا تم تو ہمیں کبھی نہ بتاتے۔ وہ تو شکر ہے میری نند تمہارے دفتر میں ہوتی ہے۔ جب مہناز کا میسج آیا تھا۔ میں اور بھابھی بازار میں تھے، میں نے بھابھی کو بتایا۔ بھابھی شاپنگ بھول کر بولیں چلو فاز کی طرف چلیں۔ ڈرائیور ابھی آیا نہیں تھا، اسلیے ہم نے وہاں سے رکشہ پکڑا اور ادھر پہنچ گئے۔ فکر نہ کرو میں نے گھر پہ بتادیا ہے۔ امی ابو بھی آرہے ہیں۔ مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرلو۔ پھوپھو لوگ بھی آرہی ہیں۔"

فاز نے جیسے سر پیٹ لیا وہ اپنے بیٹے کو لینے آئی تھی، اور اس کی فیملی یوں خوش ہورہی تھی، جیسے بیٹا گھوڑی چڑھ رہا ہے۔

"یا میرے خُدا۔"

وہ مریم کو چھوڑ کر اندر کمرے کی جانب جاتا رکا۔ واپس پلٹ کر مریم کے سامنے آیا۔

"امی کے سامنے اپنی زبان کو ذرا کنٹرول رکھنا۔ اپنا غصہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ڈرتی نہیں ہوں۔ جو دل چاہا کہوں گی۔ جورو کی غلامی تم ہی کو مبارک ہو۔ ہم سے نہیں ہوتی ملکہ عالیہ کی جھوٹی خوشامدیں۔ اور اس کی دیدہ دلیری تو دیکھو۔ چھوڑ کر تو بڑے نخرے سے گئی تھی، اب کس منہ سے اور کیسے واپس آئی ہے؟ اور جس شوہر کے سر میں بدنامی کی خاک ڈال کر گئی تھی، آئی بھی سیدھی اسی کے پاس ہے۔ اپنے گھر جاتی، اپنے بہن بھائی سے ملتی، جو اسے نفرت کرتے ہیں۔""

فاز مریم کو زبرستی کھینچ کر اندر کمرے میں ہی لے گیا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

"تم مجھے اندر کیوں بند کر رہے ہو تمہیں کیا ڈر ہے؟ کیا پرانی محبتیں جاگ گئی ہیں؟ مجھے اس کو پوچھنے تو دو؟ آخر وہ کس حق سے موسٰی کو گلے لگا کر پیار کر رہی ہے۔ بلی کے بچے جتنا تھا جب یہ اس کو اگنور کر کے اپنے شوق پورے کرنے نکلی تھی۔ وہ چوک میں اس کی فوٹو لگی ہوئی ہے، یہی سب یہ چاہتی تھی، تو اب واپس کیوں آئی ہے؟"

فاز نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

"وہ واپس نہیں آئی ہے۔"

مریم نے تعجب سے پوچھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟"

"مطلب سادہ ہے یار وہ میرے لیے نہیں آئی ہے، نہ وہ میرے پاس آئی ہے، وہ فقط اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے آئی ہے۔"

مریم تو تپ ہی گئی۔

"کون سا بیٹا؟ تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اس کا بیٹا ہوتا تو وہ اس کو چھوڑ کر کیوں جاتی؟ تب تو وہ دن رات تمہارا بیٹا تمہارا بیٹا کرتی تھی، پچھلے پانچ سال سے وہ تمہارا بیٹا تھا، جب اس کی پوٹیاں صاف کرنی تھیں وہ تمہارا بیٹا تھا، جب راتوں کو اس کے لیے جاگنا تھا، تب وہ تمہارا بیٹا تھا۔ آج وہ پل گیا ہے تو اب اچانک سے اس کا بیٹا بھی ہو گیا ہے؟ واہ جی کمال ہے۔"

فاز نے سوچا امل کے موسٰی کو ملنے پر اتنا واویلا کر رہی ہے۔ اگر جو اس کو بتا دوں کے وہ موسٰی کو انگلینڈ لے جانے کو آئی ہے تو یہ کیا کرے گی۔ سختی اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"مریم میں مانتا ہوں تم مجھ سے اور موسٰی سے بہت محبت کرتی ہو۔ اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور مجھے بھی تم سے اتنا ہی پیار ہے، مگر میں تمہیں اپنی ذاتی زندگی میں مداخلت کی اجازت نہیں دوں گا۔ بلکہ کسی کو بھی کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ اس کے پاس تھی یا نہیں تھی، مگر ہے تو اس کی ماں۔۔ اور تا حیات رہے گی۔ یہ حقیقت نہ تم بدل سکتی ہو، نہ میں بدل سکتا ہوں۔ اگر بات یک طرفہ صرف امل کی چاہت کی ہوتی کہ وہ موسٰی سے ملنا چاہتی ہے، میں تب بھی اس کو ملنے سے نہ روکتا۔ اب تو بالکل نہیں روکوں گا جب مجھے علم ہے کہ میرا بیٹا بھی اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

مریم نے اس کو غصے سے دیکھا اور پوچھنے لگی۔۔

"کیا تم وہی فاز ہو جو کہتا تھا مجھے کہیں مل جائے میں اس کو گولی مار دوں گا۔ تم وہی ہو یا کوئی اور ہو؟ جو کہتا تھا میں جب تک اس کو قتل نہ کر لوں چین نہیں پاؤں گا۔ جس نے اپنے بڑے بھائی پر اسلیے ہاتھ اُٹھایا تھا کہ انہوں نے اس عورت کی مدد کی تھی، تم بھائی کی جان لینے کے درپہ آ گئے تھے۔ تم نے گھر چھوڑ دیا، پورا ڈیڑھ سال تم نے اپنے بڑے بھائی سے کلام نہیں کیا تھا۔ یہ ساری باتیں تم بھولے ہو گے۔ مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ کیسے سارے گاؤں میں سارے خاندان میں ہماری بدنامی ہوئی تھی۔ لوگ ہماری پیٹھ پیچھے ہم پہ تھوکتے تھے، کہ ان کی بہو بھاگ گئی ہے۔"

فاز بولا۔۔

"وہ لوگ تم پہ نہیں مجھ پہ تھوکتے تھے، اور بہت اچھا کرتے تھے، میں اسی قابل تھا۔ وہ تمہیں نہیں مجھے چھوڑ کر گئی تھی، اور اس نے بالکل ٹھیک کیا تھا کیونکہ میں اسی قابل تھا۔ جو جو کچھ میں نے اس کے ساتھ کیا تھا، اس کے بعد اس کا میرے ساتھ رہنا بنتا ہی نہیں تھا۔ میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے چھوڑا، مجھے ٹھوکر لگی، میں اس قابل ہوا کہ اپنی اوقات دیکھ سکتا، اگر وہ چُپ چاپ میرے ساتھ رہی رہتی تو مجھے اپنی غلطی کا کبھی احساس نہ ہوتا۔ اگر وہ میرے ساتھ رہتی تو ہو سکتا ہے آج بھی وہ میرے لیے فقط ایک جسم ہی ہوتی، میں یہ بات جان ہی نہ پاتا کہ وہ بھی میری طرح ایک انسان ہے۔ میری طرح اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اس کا بھی دل ٹوٹتا ہے، اس کی بھی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ اس کے بھی خواب ہیں۔ میں سمجھتا تھا عزت والا مرد وہ ہے، جو اپنی عورت کو دبا کر رکھتا ہے، جو اس کو حد سے باہر نہیں جانے دیتا ہے۔ عورت اس مرد کی عزت کرتی ہے جو بات بے بات گالی دینا جانتا ہو، جو بیڈ روم میں اس کو خوش رکھنا جانتا ہو، مگر مجھے پتا چلا میں غلط تھا۔ عزت اس مرد کی ہوتی ہے، جو عورت کی عزت کرنے والا ہو۔ میں تو عورت کی خود ہی عزت نہیں کرتا تھا۔ معاشرے میں اس کو کیا عزت دلواتا۔

"یہ تم جیسے لوگ ہیں۔ جو مجھ جیسے شیطانوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میں اس کو اپنے پیر کی جوتی سمجھتا تھا۔ نفرت کرنی ہے تو مجھ سے کرو۔ غصہ نکالنا ہے تو مجھ پہ نکالو۔ میری وجہ سے اس کی زندگی خراب ہوئی، میری وجہ سے وہ پچھلے پانچ سال سے دکھی ہے۔ میری وجہ سے اس نے اپنے بیٹے سے دوری برداشت کی۔۔ تاکہ وہ مجھے میری کوتاہیوں کا احساس دلوا سکے۔ اس نے مجھے بہت سی باتوں میں غلط ثابت کر دیا ہے۔ میں سمجھتا تھا جب

لڑکیاں گھر سے نکلتی ہیں تو خراب ہو جاتی ہیں۔ میں سمجھتا تھا ایک عورت اپنے مرد کو صرف دوسرے مرد کے لیے ہی چھوڑتی ہے، مگر امل نے مجھے ہر بات میں غلط ثابت کر دیا ہے، یہ اس قدر مضبوط عورت ہے کہ مجھے فخر ہے کہ یہ میرے خاندان کی لڑکی ہے۔ یہ چار سال سے ایک مادر پدر آزاد معاشرے میں اکیلی رہ رہی ہے۔ مردوں کے ساتھ نوکری کرتی آئی ہے، مگر کوئی اس کے کردار پہ انگلی نہیں اُٹھا سکتا ہے، اس کی زندگی میں میرے علاوہ اور کوئی مرد نہیں آیا ہے۔ اگر یہ چاہتی تو مجھ سے خلاء لیکر شادی کر چکی ہوتی، اب تک تو اس کے دو بچے اور ہو گئے ہوتے۔ اس وقت اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ خوش و مگن زندگی جی رہی ہوتی، پیسے کی تو اس کے پاس نہ کل کمی تھی، نہ آج کمی ہے۔"

وہ دو منٹ کی خاموشی کے بعد آہستگی سے بولا۔

"ہم اپنے رسم و رواج کے نام پر اپنی بہن بیٹیوں بیویوں کے پر کاٹ کر سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو محفوظ کر رہے ہیں۔ ہم ان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے ہیں کہ وہ کھل کر ہمارے سامنے اپنی خواہشات کا اظہار کریں۔ بلکہ ہم ان کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر ایک بہت بڑا قبرستان بنا لیں، جہاں وہ اپنی جائز خواہشات اور حسرتوں کو دفناتی رہیں۔ ہم ان کو صرف استعمال کرنا جانتے ہیں۔

"جانتی ہو اس سب کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے، معاشرے میں بے اعتباری اور بے بسی بڑھ رہی ہے، جو مل کر بے حسی کو بڑھا رہی ہے۔ ہم اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا رہے ہیں، مگر اس لیے نہیں کہ ہم ان کو امپاور کریں، ان کو جدید سکلز سکھائیں تا کہ یہ نئے جہاں دریافت کریں۔ نئی ٹیکنالوجی ایجاد کریں۔ بلکہ

اس لیے دلوار ہے ہیں تاکہ اچھی جگہ رشتہ ہو جائے، اور ایک بات جو میں نے دیکھی ہے، وہ بھلا کیا ہے، لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ جو شادی سے پہلے نوکری کرتی ہیں، یا نہیں شادی کے بعد ان کے شوہر ان کو فون رکھنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں، کیوں؟ کیونکہ فون رکھنے سے بہو بیوی خراب ہوتی ہے، اپنے گھر والوں کو چغلیاں لگاتی ہے۔ اب وہ لڑکی جو پچیس چھبیس سال اتنے وقار کے ساتھ جی ہو اس کو اس عمر میں آ کر یہ سُننے کو ملے کہ فون رکھنے سے خراب ہو جائے گی تو کیا وہ اندر سے اپنے شوہر کی اس بات کو پسند کرے گی؟ کیا اس بات سے انکا رشتہ مضبوط ہو گا؟"

مریم بولی۔

"تم نہ جانے کس زمانے کی بات کر رہے ہو۔ آج کون فون کے بغیر رہتی ہے، منہ دکھائی میں آئی فون ملتے ہیں۔"

فاز بولا۔

"تمہیں ہی ملا ہو گا۔ مجھے تو نہیں ملا تھا۔"

"تم شادی کے لیے ہاں تو کرو میری جان ایک چھوڑ دو فون مل جائیں گے۔"

"مہربانی۔۔۔ اپنے لیے فون میں خود ہی خرید لوں گا، شادی تم اپنے شوہر کی کروالو۔"

"میرا شوہر کون سا چھڑا چھانٹ گھوم رہا ہے۔ اس کی روٹی پک رہی ہے، شادی تو وہ کرے جو باورچی کے ہاتھ کے کھانے کھاتا ہے۔"

"تم اپنے جیسے مشورے اپنے پاس رکھو۔ اور اب یہاں سے نکلو اور جا کر موٹی کی پیکنگ کر دو۔"

"کیوں موٹی کہاں جا رہا ہے؟"

"اپنی ماں کے ساتھ اپنی ننھیال جائے گا۔"

"وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو بولو گاؤں چلے۔ اب آ ہی گئی ہے، تو سسرال میں رہے۔"

"میرا اس پہ کوئی حق نہیں ہے۔ جو میں اس کو حکم صادر کرتا پھروں۔ اس کو اپنے گھر جانے دو، تاکہ دو چار دن وہ بہن بھائی اکٹھے رہ لیں۔ چلو شاباش موٹی کا سامان پیک کر کے لاؤ۔"

مریم ناک چڑھا کر کمرے سے نکل گئی۔ فاز نے گاؤں کا نمبر ملایا، اس کے بھتیجے نے کال اُٹھائی تھی، فاز نے اس کو پیغام دیا۔

"دادو سے کہنا فاز کہہ رہا ہے، اس وقت لاہور آنے کی ضرورت نہیں ہے، آنا ہوا تو کل صبح کو آجائیں۔" ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مریم نے امل کو گلے ضرور لگایا تھا، مگر اس میں فاطمہ بھابھی والی گرمجوشی نہیں تھی۔ امل کے ذہن میں فاز کی باتیں گھومتی رہیں۔ کمرے کا دروازہ نیم واہ تھا۔ دونوں بہن بھائی میں ہونے والی گفتگو امل کے ساتھ ساتھ جمال اور بھابھی فاطمہ نے بھی سُنی تھی۔ مریم ابھی موٹی کی چیزیں بیگ میں ڈال ہی رہی تھی، جب صمدان کو لینے آگیا۔ شیری بھی ساتھ تھا۔ امل کو دیکھ کر دونوں ہی حیران نہیں ہوئے کیونکہ فیملی گروپ سے وہ بھی میسج پڑھ چکے تھے۔ شیری نے بہن کو دونوں بازؤں کے گھیرے میں لیکر اپنے ساتھ لگا کر زور سے بھینچا۔ اپنے بیڈ پہ ٹانگیں لٹکا کر بیٹھا فاز فون پہ اسلام آباد سے آنے والی پرواز کے اوقات چیک کر رہا تھا، وہ شیری کے گلے مل رہی تھی۔ فاز نے فون سے نظر ہٹا کر اس منظر کو بڑے غور سے دیکھا۔ تب ہی امل نے اس کی نگاہوں کو

محسوس کر کے اس کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظر ملی۔ فاز کی آنکھیں امل کو ایک ہی وقت میں کئی مختلف جذبات دیتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

اداس۔۔ خالی۔۔۔۔ خاموش، حسرت۔۔

شیری کے بعد صمد بھائی نے اس کے سر پہ پیار دیا۔ امل خود سے آگے بڑھ کر ان کے گلے ملی۔ فاز نے نگاہ پھیر لی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو تم میسر ہے

جو تیری خوشبو پارے ہیں

جن کو دیکھ کر تیری آنکھوں کی خوشی بڑھ جاتی ہے

ان کے بخت روشن ہوئے جنہیں تو گلے لگاتی ہے

سب نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ فاز سارا وقت بہت خاموش تھا، اگر کوئی بات کرتا تو وہ جواب دے دیتا، خود سے کچھ نہ کہتا۔ امل کی نگاہ بار بار اس کی جانب جاتی۔ کبھی وہ اس کو دیکھ رہا ہوتا تو امل کو متوجہ ہوتا دیکھ کر نظر چرا لیتا۔ صمد بھائی اس کے ساتھ والی کرسی پہ تھے، سرگوشی میں پوچھ لیا۔

"اتنے خاموش کیوں ہو؟"

فاز نے بلا جھجک کہا۔

"تھک گیا ہوں۔ آج کام بہت تھا، صبح پانچ بجے کا اُٹھا ہوا ہوں، نیند بھی آ رہی ہے۔"

امل پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا لیکر کھا رہی تھی۔ مگر وہ خود کو ایک دم سے سب کے درمیان پا کر نروس بھی ہو رہی تھی۔ خاص کر جب وہ خود کے بارے میں مریم کے خیالات کو جان گئی تھی۔ کھانے کے فوراً بعد اس نے شہریار کو اشارہ کیا کہ چلو گھر چلیں۔ شہریار پہلے تو حیران ہوا۔ کونسے

گھر جانا ہے۔ پھر سمجھتے ہوئے اس نے فاز کی جانب اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ فاز نے کہا۔

"میری گاڑی لے جاؤ۔ چابی اندر بیڈ سائیڈ پہ رکھی ہے۔"

"آپ کو کہیں جانا پڑا تو؟"

"کوئی نہیں میری دوسری کار نیچے ہی ہے۔ تم لوگ جاؤ۔ میں ایمان کو لے آؤں گا۔"

صمد بھائی بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سارے آگے پیچھے وہاں سے نکل گئے۔ موسیٰ نے باپ کی گود میں چڑھ کر پیار کیا اور وعدہ لیا کہ وہ بھی ساتھ آئے گا۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ مانی خالہ کو لیکر آ رہا ہوں۔ اصل باپ بیٹے کے قریبی تعلق کو ایڈنبرا میں ہی دیکھ اور جان چکی تھی۔ اسلیے اب انجان بن رہی تھی۔ کیونکہ اسی میں اس کی بھلائی اور مطلب تھا۔

اگر وہ زیادہ گہرائی میں جاتی تو موسیٰ کو کیسے لیکر جائے گی۔ فاز بھی ان کے پیچھے ہی نیچے آگیا، دوسری کار کا کور اتار کر ڈکی میں رکھا۔ تب ہی جمال ہاتھ میں ایک ٹفن لیکر اس کے پیچھے آیا۔

"سر جی آپ مانی باجی کو لینے جا رہے ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں نہیں آنا ہے تو یہ ان کا کھانا لے جائیں۔ وہ گھر کے کھانے کو یاد کریں گی۔"

اس نے اس کے ہاتھ سے ٹفن لے لیا اور ائیر پورٹ کو روانہ ہو گیا، کیونکہ اگلے پندرہ منٹ میں ایمان کی فلائیٹ پہنچ رہی تھی۔ وہ گاڑی سائیڈ پہ لگا کر ارائیول کی جانب گیا تو سامنے ایک پلر کے پاس ایمان کھڑی نظر آگئی۔ اس نے ہاتھ اُٹھا کر ایمان کی توجہ حاصل کی اور واپس کار کی جانب چل پڑا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر سائیڈ والی سیٹ کا دروازہ ایمان کے لیے کھولا۔

اس نے کھلے دروازے سے جھک کر اپنا بیگ پچھلی سیٹ پہ پھینکا اور دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر فاز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تو یہ بات سچ ہے کہ آپ کی بیوی واپس آگئی ہے۔"
فاز نے سر پھیر کر سامنے کی جانب دیکھا پھر دوبارہ ایمان کی طرف دیکھ کر بولا۔
"میری بیوی نہیں آئی ہے، ہاں تمہاری بڑی بہن آگئی ہے۔"
"آپ نے مجھے اس کے لیے بلایا ہے، جس نے ان چار سالوں میں مجھے مرا ہوا سمجھ کر اگنور کیا ہے، آپ کو لگا میں اس کو ملنے کے لئے اتنی بے تاب ہوں گی؟"
"میں جانتا ہوں تم اس سے ناراض ہو۔ مگر ناراضگی جیسی بھی ہو بہن بھائیوں کی محبت تو ختم نہیں کر سکتی ہے۔"
"فاز بھائی اس عورت نے کبھی مجھے ایک کال تک نہیں کی۔"
"میری وجہ سے نہیں کی کیونکہ اس کو پتا تھا تم میری نگہداشت میں ہو۔ اس کو یقین تھا تم اس کو میرے حق میں پریشرائیز کرو گی اور میں گواہی دے سکتا ہوں کہ بالکل ایسا ہی ہوتا۔ تمہارے لیے تو میں سب سے اچھا بھائی ثابت ہوا ہوں نا۔ تم نے اپنی بہن کے آگے میری ہی حمایت کرنی تھی۔ اچھا کیا جو اس نے کسی سے بھی رابطہ ہی نہیں رکھا۔"
"مجھے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا ہے بھائی کہ آپ یہ سب کہہ رہے ہیں۔ آپ کیسے اس کو معاف کر سکتے ہیں۔"
"اگر میں یہ کہوں ایمان کہ تمہاری یہ گفتگو مجھے تکلیف دے رہی ہے۔ کیا پھر بھی تم امل کے بارے میں اپنی بدگمانی کو ختم نہیں کرو گی؟ میں اب تم سب کو ایک ایک کر کے تو بتانے سے رہا کہ وہ عورت نہ میری قصوروار ہے نہ میری اولاد کی نہ کسی اور فرد کی۔ بلکہ اگر کوئی کسی کا قصوروار ہے تو وہ میں ہوں۔۔ صرف اور صرف میں ہوں۔ تم تو اس کو جانتی ہو۔ کم از کم تم تو اس کی مخالفت مت کرو۔"

"قصور وار آپ تھے، تو اس نے مجھے بھی اس کی سزا کیوں دی؟ میرا کبھی سوچا؟"

"یہ ساری باتیں اس سے کرو، اس کی سُنو اپنی کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، چلو شاباش اب کار میں بیٹھو گھر چلیں۔ آج تم تینوں ایک ساتھ اپنے گھر میں رہو گے۔ آج چچی کی یاد تازہ ہوئی ہے۔"

ایمان نے پلکیں جھپک کر اپنے آنسو واپس بھیجنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"میں کار میں صرف ایک ہی شرط پہ بیٹھوں گی۔۔"

فاز نے تحمل سے کہا۔

"بولو؟"

"آپ بھی وہیں رہیں گے۔"

"نہیں میری موجودگی میں وہ آرام وہ محسوس نہیں کرے گی۔"

"تو ٹھیک ہے پھر میں ابھی سیٹ لیکر واپس چلی جاتی ہوں۔ یہ نہ سمجھیئے گا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہے۔ آخر کار میری بہن نے ایک اتنی بڑی عرب کمپنی کے لیے اشتہار کیا ہے۔ پیسے کی کمی نہیں ہوئی ہے۔"

"اچھا میری ماں بیٹھو کار میں۔"

"ایک دفعہ پھر سوچ لیں۔ اگر آپ وہاں سے غائب ہوئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی۔"

"نہیں جاؤں گا۔ اب چُپ چاپ بیٹھو۔ اس مہینے شاپنگ کے لیے تمہیں ایک کوڑی نہیں ملے گی۔" وہ بھائی کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کوئی نہیں میں ادھار لے آؤں گی۔" فاز گاڑی کو اسٹارٹ کر کے بیرونی سمت جانے والے راستے پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"میں اس کی پے منٹ ہی نہیں کروں گا۔"

"آپ پہلے ایسے ہی کہتے ہیں۔ پھر خود ہی ہاں کر دیتے ہیں۔"

"جس دن سختی کروں گا تب ہی تم سدھرو گی۔"

"مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں نے لنچ میں فقط ایک سینڈوچ لیا تھا۔ اور مجھے جمال بھائی کے ہاتھ کا کھانا کھانا ہے۔"

فاز ہنس پڑا۔

"ہاں گئے بھائی جمال نے پہلے ہی تمہارا ٹفن دیکر بھیجا ہے، اگر تو آپ کی یہ کوشش اسلیے تھی کہ آپ اپنے گھر نہ جاؤ۔ تو ناکام ہوئی ہیں۔ وہ پیچھے سیٹ پہ رہا آپ کا کھانا۔"

"مجھے واقعی ہی جمال انکل کے ہاتھ کا کھانا بہت اچھا لگتا ہے۔ اتنا سگھڑ بندہ نہ جانے سے آپ کو کہاں سے مل گیا۔:"

"تمہارے کہنے پہ یاد آیا جمال کو بھی تمہارے ساتھ ہی بھیجنا چاہیے کیونکہ تم لوگوں کے پاس باورچی نہیں ہے۔"

"وہ ہے نا آپ کی زوجہ، وہی یہ سارے کام کرے گی۔"

فاز نے سر نفی میں ہلایا۔

"اگر تم نے اس کے سامنے بھی ایسے ہی بولنا ہے تو میں تمہارے ساتھ نہیں رکھوں گا۔ کیونکہ میں اس کو بے آرام نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ تم اپنی زبان کا سوچ سمجھ کر استعمال کرو گی۔ میری بیوی ہونے کا اس کو کوئی حوالہ نہیں دو گی وہ میری کزن ہے۔ اب سے اس کی اور میری بات صرف اسی حوالے سے ہو گی۔"

"آپ دونوں ہی میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

ایمان کی بات پہ فاز نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس وقت وہ لوگ گیٹ پہ پہنچے اسی وقت شہریار والی کار بھی ان سے صرف دو منٹ آگے پہنچی تھی۔ وہ

یقیناً راستے میں کہیں رک گئے تھے۔ چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ شہریار اپنی کار آگے لے گیا۔ فاز نے لا کر اپنی کار اس کے پیچھے روکی۔

ایک وقت میں گھر میں گاڑی کے دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں گونج گئی۔ نوکرانی بھی اپنے کوارٹر سے نکل کر آگئی۔ امل نے گاڑی سے نکلتے ساتھ ہی مڑ کر پیچھے ایمان کو دیکھا ۔بہن کے ساتھ نظر ملی مگر ایمان کے چہرے پہ کوئی نرمی نہ آئی۔

امل نے جن نظروں سے اس کو اور فاز کو غور سے دیکھا تھا، فاز دل ہی دل میں لا حول پڑھ کر گاڑی سے نکلا اور امل کو جتاتی ہوئی ملامتی نظروں سے دیکھتا ہوا شہریار اور موٹی کو ساتھ لیکر اندر کی جانب چلا گیا۔ امل نے شرمندگی سے اس کے پیچھے دیکھا۔ پھر واپس ایمان کی جانب متوجہ ہوئی جواب گاڑی سے نکل آئی تھی۔ امل نے پہل کی۔

"میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔"

"اچھی بات ہے، ورنہ مجھے بتانے پر انرجی ویسٹ کرنی پڑتی۔"

امل دو قدم اس کی جانب آئی۔ ایمان دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"میرے قریب آکر جھوٹا پیار جتانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ جہاں پیار ہو وہاں لفظوں سے صفائیاں اور تسلیاں نہیں دینی پڑتی ہیں۔ میں یہاں صرف فاز بھائی کے مجبور کرنے پر آئی ہوں۔ کیونکہ ان کی کوئی بات ٹالنا میرے بس میں نہیں ہوتا ہے، ان کے مجھ پہ بڑے احسانات ہیں۔ جو کام میرے بہن بھائی کے کرنے کے تھے، وہ بھی انہوں نے کئے ہیں۔"

"مجھے معاف کر دو۔"

ایمان نے اس کو غصے سے دیکھا۔

"اگر اتنا آسان ہوتا ہے معاف کرنا تو چلیں کر دیتی ہوں میں آپ کو معاف۔ کیا بدلے میں آپ فاز بھائی کو معاف کر سکیں گی؟"

"اسی لیے آج ہم چار سال بعد مل رہی ہیں۔ مجھے علم تھا تم ہر فون کال پہ اس کا مقدمہ لڑو گی۔ کیونکہ تم میرے احساسات کو سمجھ ہی نہیں سکتی ہو۔ ایمان کسی کو زبردستی کسی انسان کے حق میں نہیں کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی اپنے تعلق میں ایک گیپ لا رہا ہے تو اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دو، اگر تعلق میں دم ہو تو وہ خود کو خود ہی بچا لیتا ہے، کسی ریسکیو آپریشن کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ تم فاز کو اپنا کیس خود لڑنے دو۔ مجھے بس اتنا بتا دو۔ کیا تم مجھے گلے لگ کر ملو گی یا مجھے ابھی مزید ترسنا ہے؟"

اس کی آخری بات پہ ایمان کے آنسو بھر آئے، امل نے آگے بڑھ کر اس کو گلے لگا لیا۔ دونوں بہنیں رونے لگ گئیں۔ مگر اتنا شکر ہوا کہ رونے کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ امل نے اس کو چھیڑا۔

"ڈاکٹر صاحبہ آپ تو کتنی بڑی ہو گئی ہیں۔"

"جی جناب ایک دن ڈاکٹر کے کوٹ میں دیکھیں گی۔ بس کچھ سال کی کھجل خرابی بچی ہے۔" امل نے آنسو ہاتھ کی پشت میں جذب کیے۔

"امو بہت خوش ہوں گی۔"

ایمان رندھی آواز میں بولی۔

"وہ خوش ہیں، مجھے خواب میں ملتی ہیں تو ہر دفعہ مسکرا رہی ہوتی ہیں۔ مگر میرا ان کے بغیر دل نہیں لگتا، اب تو لاہور اپنا گھر ہی نہیں محسوس ہوتا ہے، میں یہاں مہینوں بعد آتی ہوں۔ وہ بھی اگر کوئی چیز لینی ہو، ورنہ اس گھر کا خالی صحن کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے، ابھی بھی یوں لگتا ہے نہ جانے کس وقت امو کچن سے نکل آئیں۔ ابی کہیں سے آواز دے دیں۔ میں تو ان کی آواز سننے کو ترس گئی ہوں۔"

امل نے ایک دفعہ پھر اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ خاموش آنسو نکل رہے تھے۔ اس کی کمر سہلاتے ہوئے بولی۔

"اللہ کسی دشمن کو بھی یتیمی کا غم نہ دے، بندہ بڑا اکیلا ہو جاتا ہے۔ کوئی آپ کی خبر نہیں لیتا۔ انسان سائے سے نکل کر کڑی دھوپ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ زندگی کے تمام رنگ ماند پڑ جاتے ہیں۔ امو کے بغیر ان چار سالوں میں کسی نے عید نہیں دی۔ کسی نے دعا نہیں دی۔ کسی نے یہ نہیں کہا تم بُری بھی ہو مگر ہو تو میری نا۔ کسی نے سینے کی گرمی میں بھینچ کر دنیا کی فکروں سے آزاد نہیں کیا ہے۔ ابی کا سر پہ سے ہاتھ اٹھا ہے تو سمجھ آیا بے سروسامانی کیا ہوتی ہے۔"

دونوں کو شیری کے وہاں آنے کی خبر نہ ہوئی۔۔ جب اس نے دونوں بہنوں کے گرد اپنی بانہیں پھیلائیں دونوں پہلے چونک گئیں۔۔ پھر تینوں مسکرا دیئے۔۔ امل بولی۔

"موٹے ہو گئے ہو۔۔ دوڑ وغیرہ نہیں لگاتے ہو؟"

شیری نے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرتے ہوئے سامنے کھڑکی کے شیشے میں خود کو دیکھ کر کہا۔

"فاز بھائی مجھے ایک ٹانگ پر نچا رہے ہیں۔ اینٹوں والی بھٹی لگائی ہے، اس کا سارا کام میرے پہ ڈال دیا ہے۔ انچارج ہوں۔ کئی دفعہ تو کھانا کھانے کا بھی ہوش نہیں رہتا ہے، صمد بھائی تو کل مجھے کہہ رہے تھے کہ باہر برگر بڑے کھا کھا کر جو پیٹ نکلا ہوا تھا، اب ساتھ لگ گیا ہے۔"

"جب ہم ایڈنبرا میں ملے تھے، تب تو تمہارا پیٹ نہیں تھا۔"

"ہاں وہاں سے آنے کے بعد پورا مہینہ حویلی میں کیبل کے آگے لیٹ کر اور کھاتے ہوئے گزرا تھا، وہ تو فاز بھائی پیچھے پڑ گئے ورنہ میں نے اب تا مل کیا انگلش کیا کسی سینمے کی فلم نہیں چھوڑنی تھی۔ گینس بک آف ریکارڈ میں تمہارے بھائی کا نام آنا تھا۔"

امل شفقت سے مسکرا دی۔ شیری بولا۔

"اپنی سناؤ۔۔ واہ بھئی۔۔ لبرٹی چوک میں یہ بڑا سا بل بورڈ لگا ہوا ہے۔ پیاری لگ رہی ہو۔ پہلی نظر میں پہچانی بھی نہیں جاتی ہو۔"

"ہاں عربی لک میں میک اپ کیا گیا ہے اس لیے الگ ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

"تم لوگوں کو برا تو لگا ہوگا؟"

ایمان بولی۔ "نہیں اب ہم نے اتنی ٹھوکریں کھا کر ایک چیز تو سیکھ ہی لی ہے، اگر کوئی جائز طریقے سے کچھ کرنا چاہتا ہے، اس کو کرنے دیا جائے۔ چلو اندر چلیں موٹی سے تو میں ابھی ملی ہی نہیں ہوں۔ ویسے بھی امل تم نے پورے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سر ڈھانپا ہوا تھا، اس پہ تو کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوگا، عبایا پہنا تھا وہ بھی سکن ٹائٹ نہیں تھا، جبکہ پاکستان کے ہر برینڈ کی تصویر پہ ماڈل ہو یا عام زندگی میں لڑکیوں کے پہننے اوڑھنے کا طریقہ ایک چیز بہت عام کی جا رہی ہے۔ فیشن کے نام پر عورتیں ننگی پنڈلیاں لیکر گھوم رہی ہوتی ہیں۔"

شیری ایک دم بولا۔ "ہاں یار مانی میں بھی اس دن ٹی وی شو میں دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ یار یہ کیا بات ہوئی۔ میڈیا کا تو اللہ ہی حافظ ہے، مجال ہے جو کسی چینل نے ریٹنگ سے نکل کر کنٹینٹ کا سوچا ہو۔۔۔ خیر مٹی پاؤ۔۔ امل تم فاز بھائی کو یہاں سے جانے کا مت کہہ دینا۔ ان کو میں زبردستی اپنے ساتھ لائی ہوں۔ اگر وہ گئے نا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔"

امل نے آنکھیں گھمائیں۔ "جی بہن میری مجال کہ میں مہمان سے کوئی بے ادبی کروں۔"

شیری شرارت سے بولا۔ "یہ کیسے ان کو کچھ کہہ سکتی ہے آخر یہ بھی تو ان کے گھر میں رکی تھی۔" ایمان حیرت سے بولی۔

"کب؟"

"جب فاز بھائی پچھلی دفعہ یو کے گئے تھے۔"

"ہیں کیا تب ان دونوں کی ملاقات ہوئی تھی؟ بڑے میسنے ہو تم لوگ مجھے تو نہ بتایا۔"

شیری بولا۔" جس طرح فاز دکھی واپس آیا تھا۔ میں نے تو جان بوجھ کر کبھی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ ویسے باجی جی آپ نے واپس آکر بہت اچھا کیا ہے۔"

باتوں کے دوران وہ لوگ اندر آگئے۔ امل نے جان بوجھ کر اس وقت یہ بات نہ کھولی کہ وہ صرف ایک ہفتے کے لیے آئی تھی۔ جب جانے کا وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی، فلحال تو وہ بہن بھائی کے ساتھ وقت گزارنا چاہ رہی تھی۔ اندر آئے تو فاز اور موسٰی کو دیوار پہ لگی تصویروں کے سامنے کھڑے پایا۔ موسٰی باپ سے پوچھ رہا تھا۔

"اگر یہ نانا جان ہیں تو یہ کون ہیں؟"

"یہ بھی نانا جان ہی ہیں۔ یہاں وہ آپ کے بابا کی عمر کے تھے۔ اور دوسری جگہ وہ تھوڑے ضعیف ہو چکے ہیں۔"

"اور بابا نانا جان کے ساتھ کون ہے؟ کیا یہ میں ہوں؟"

"نہیں یہ میں ہوں۔"

موسٰی نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

"کیا سچ بابا؟ کیا یہاں پہ آپ موسٰی کی عمر کے ہیں؟"

"ہاں جی تقریباً یا شائد ایک سال بڑا ہوں۔"

"بابا۔۔؟"

"جی"

یہ کون ہے؟"

"یہ آپ کی مما ہیں۔"

"شی از لوکنگ ٹوینگ۔"
"جی۔۔ کیونکہ یہاں پہ وہ صرف دو سال کی ہیں۔"
مانی نے پیچھے سے جا کر موسیٰ کو اُٹھا لیا۔
"میرا جانو تو مجھ سے ملا ہی نہیں ہے۔۔ ہیں۔۔۔"
"مانی خالہ آپ کو پتا ہے جمال انکل اور میں طوطے خرید رہے ہیں۔ بابا نے بھی اجازت دے دی ہے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے، مگر آپ کی بلی طوطے کو کھا جائے گی۔"
"نہیں بابا کہتے ہیں وہ بڑا سا پنجرہ لا کر دیں گے۔ بلی کو اس پنجرے کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ نہ طوطے کو باہر آنے کی اجازت ہو گی۔"
شیری بولا۔
"مگر وہ تو بہت زیادہ شور کرتے ہیں۔ تم لوگوں کا فلیٹ تو چڑیا گھر بن جائے گا۔"
فاز نے اسے بڑے پیار سے کہا۔
"موسیٰ شیری ماموں ہمیں اپنے جیسا سمجھ رہے ہیں، ان کو بتاؤ کہ ہمارا گھر چڑیا گھر بس تب ہی لگتا ہے، جب یہ وہاں صوفے پر پسر کر دن رات ٹی وی دیکھتا ہے۔ عام طور پر وہاں انسان ہی رہتے ہیں۔"
امل نے ان کو تحائف دیئے۔ موسیٰ کے لیے زیادہ چیزیں نہیں تھیں۔ جس پر امل کے منہ سے نکل گیا۔
"موسیٰ کا سارا سامان میں اس کے کمرے میں سیٹ کر کے آئی ہوں۔ جب یہ وہاں جائے گا تو سب دیکھ کر بہت خوش ہو گا۔"
مانی چونکی۔ شیری شائد پہلے سے ہی یہ سب توقع کر رہا تھا۔ ایمان کو امل کا ارادہ جان کر بہت صدمہ ہوا۔
"تم موسیٰ کو لینے آئی ہو؟ ایسا تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟"

امل نے چور نظر سے فاز کی جانب ایک نظر دیکھا۔ جس کا ایک دم سے سارا فوکس ٹی وی کی جانب ہو گیا۔

"ایمان اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟ موسیٰ میرا بیٹا ہے۔ وہ میرے ساتھ رہ سکتا ہے۔"

"ہاں رہ سکتا ہے۔ پاکستان میں رہونا۔ جہاں اس کا باپ بھی اس کے پاس ہو۔ جو بچہ ساری عمر ایک دن کیا چند گھنٹے سے زیادہ کبھی باپ سے دور نہیں ہوا۔ اس کو تم ایک دم سے سات سمندر پار اس کے باپ سے دور لے جانے کی بات کر رہی ہو۔"

"اس کے باپ کو جب کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"فاز بھائی کو مسئلہ کیوں نہیں ہوگا؟ فاز بھائی اس کو بتائیں کہ یہ ایسے ویسے منصوبے نہ بناتی پھرے۔ آپ موسیٰ کو ہم سب سے دور نہیں جانے دیں گے۔"

"پلیز مانی تم خوامخواہ کی بحث شروع نہ کرو۔ فاز نے اجازت دے دی ہے۔ میں فلحال پاکستان شفٹ نہیں ہو سکتی ہوں۔ میری نئی نئی جاب ہے۔ مجھے مختلف ملکوں میں جانا پڑ سکتا ہے۔ مگر زیادہ کام یو کے کا ہے۔"

"بھائی آپنے اس کو کیسے اجازت دی ہے؟"

مانی کے براہراست پوچھنے پر فاز بولا۔

"یہ ماں ہے۔ جتنا حق میرا ہے، اس سے دوگنا اس کا ہے، اگر یہ اس کو ساتھ لیکر جانا چاہتی ہے تو میں منع نہیں کروں گا۔"

"حد ہو گئی ہے بھائی۔ کیا آپنے یہ فیصلہ لینے سے پہلے تائی امی وغیرہ سے پوچھا ہے؟ وہ کبھی بھی اجازت نہیں دیں گی۔ مانا یہ ماں ہے، مگر ہم سب کے ساتھ بھی تو زیادتی ہے ہم کیسے موسیٰ کو اتنی دور جانے دیں۔"

فاز سمجھاتے ہوئے بولا۔۔

"دیکھو اماں کے سامنے ایسی ایموشنل باتیں مت کرنا، ان کو سمجھانا ویسے ہی مشکل ثابت ہونا ہے، اور یو کے کون سا دور ہے۔ موسیٰ ہر چھ ماہ بعد آ کر مل جائے گا۔ میں خرچہ بھیج کر منگوالیا کروں گا۔ یا ہم خود چلے جایا کریں گے۔ سیر سپاٹا بھی ہو جائے گا اور تمہاری تو ویسے بھی اب میں شادی کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے تمہارا شوہر یو کے میں ہی رہنے چلا جائے پھر موسیٰ کے ساتھ ملتی رہنا۔"

ایمان غصے سے بولی۔۔

"بھائی مجھے تسلیاں دے رہے ہیں یا خود کو؟ آج تک کبھی موسیٰ کو اپنے بغیر گاؤں رکنے کی اجازت تو دی نہیں۔ اس کو یو کے بھیجنے چلیں ہیں۔" ایمان اپنی جگہ سے اٹھی امل کے لائے تحفے اپنی گود سے اٹھا کر صوفے پہ ڈالتے ہوئے امل کو دیکھ کر بولی۔

"اگر تم ہمیں نئے طریقے سے تکلیف سے دوچار کرنے آئی ہو نا تو تم نہ ہی آتی تو اچھا تھا۔ ہو سکتا ہے ایک دن ہمیں صبر آ ہی جاتا۔"

اتنی بات کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ شیری بولا۔

"میں اس کو دیکھ کر آیا۔"

بہانہ بنا کر وہ بھی کھسک گیا۔ امل کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ فاز نے جھکی گردن سے آنکھ اٹھا کر اس کو دیکھا اور بولا۔

"میں جانتا ہوں۔ تم بہت مضبوط ارادوں کی مالک ہو۔ اگر فیصلہ لے چکی ہو تو ان لوگوں کی باتیں تمہیں متاثر نہیں کریں گی۔"

امل اپنی گود میں آدھا جسم رکھ کر سوئے موسیٰ کے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

"پہلے مریم اب ایمان۔۔ تم مجھے کس کس کے غصے سے بچاؤ گے۔ ان کو کہنے دو جو یہ کہنا چاہتی ہیں۔ پتا چلتا ہے ان کے دل میں میری کتنی عزت اور چاہت ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ایمان تمہارے جانے کا سن کر زیادہ اپ سیٹ ہوئی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تم ان لوگوں کی زندگی کا حصہ رہو۔"

امل بولی۔

"اس سب میں وقت لگے گا نا۔ سب کچھ ایک پل میں تو واپس نارمل نہیں ہو سکتا ہے۔ میں اسی لیے موسیٰ کو وہاں لے جانا چاہتی ہوں۔ مجھے تو بچہ سنبھالنے کا اگر کچھ ہنر آیا بھی ہو کبھی مگر اب تو سب بھول چکی ہوں۔ مجھے تو سب کچھ نئے سرے سے سیکھنا پڑے گا، اور یہ کام میں یہاں رہ کر تو ہرگز نہیں کر سکتی ہوں۔ جہاں انسان کو بات بات پہ جج کیا جاتا ہے، ہر عمل پہ رائے دی جاتی ہے۔ میں نے یہ جاب لی ہی اسلیے ہے تاکہ میں موسیٰ کو اچھا لائف سٹائل دے سکوں۔"

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں اس کا خرچہ بھیج دیا کروں گا۔"

امل نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم جانتے ہو نا مجھے پیسے کی کمی نہیں ہے؟ مگر میں خالی ہاتھ نہیں بیٹھنا چاہتی ہوں۔ نہ ہی اپنے بچے کی پرورش اپنے باپ کی دولت پہ کرنا چاہتی ہوں۔ اسلیے جاب کرنا میری مجبوری ہے۔"

فاز بولا۔

"چاچو کا بزنس آج بھی تمہارا منتظر ہے، تمہاری جگہ خالی ہے۔"

امل نے اس کو غور سے دیکھا۔ کیا یہ ذو معنی جملہ تھا؟ اور بولی۔

"وہ تمہارا اور شیری کا ہے۔ مجھے اس کام کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے، فیشن تمہاری فیلڈ ہے۔"

"ہاں مگر میں نے گرافک ڈیزائننگ نہیں پڑھی ہوئی ہے۔ کیا میں تم سے ایک بات کہہ سکتی ہوں؟" فاز نے سنجیدگی سے کہا۔

"بولو۔"

"جب میں یہاں آرہی تھی تو مجھے پورا یقین تھا کہ ہو سکتا ہے اپنی بات منوانے کے لیے تمہارے ساتھ لڑنا جھگڑنا پڑے۔ میں ذہنی طور پر تیار ہو کر آئی تھی کہ شائد عدالت سے رابطہ کرنا پڑے۔ کسٹڈی کا کیس لڑنا پڑے۔ مگر تمہارا ردِ عمل میری سوچ کے بالکل اُلٹ ثابت ہوا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تم نے اتنے آرام سے ہاں کیسے کر دی ہے؟"

"اس بات کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔"

"وہ جواب کافی نہیں ہے، موسیٰ کی خوشی کے لیے بھی جانے دیتے تب بھی تم یہ شرط رکھ سکتے تھے کہ میں موسیٰ کو دینے کو تیار ہوں، مگر تم رہو گی یو کے میں۔"

فاز کی لہجہ مزید ٹھنڈا اور سنجیدہ ہو گیا اور بولا۔ "مجھے کسی نے سکھایا ہے زبردستی کسی کے فیصلے تبدیل نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ دوسرا مجھے لالچ بھی ہے۔"

امل چونکی ہوئی۔

"کیسا لالچ۔"

"ہو سکتا ہے اس طرح سے ایک دن تم مجھے معاف کر دو۔"

امل اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ فاز نے نظر جھکا لی۔ تھوک نگلا۔ پھر سر اُٹھا کر دیکھا تو وہ ابھی بھی اس کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ حیرت سے بولی۔

"کیا مجھے سُننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

فاز نے سر نفی میں ہلا کر جواب دیا۔

"اگر معافی کے خواہش مند ہو تو منہ سے کیوں نہیں کہتے ہو؟"

"کوشش کرتا ہوں۔ مگر زبان ساتھ نہیں دیتی ہے۔"

"کیا انا آگے آتی ہے؟"

وہ مجروح سا مسکرایا۔

"انا تو کب کی اپنی موت آپ مر گئی ہے۔"

"تو پھر کیا ہے؟"

"ڈر لگتا ہے۔"

"کس بات کا؟"

"اگر تم نے انکار کر دیا تو؟"

"تو تم پھر کوشش کر لینا۔"

اس دفعہ چونکنے کی باری فاز کی تھی۔ وہ اس سے نظر چُراکا بولا۔

"انتظار کی سولی بڑی بے رحم ہوتی جا رہی ہے۔ اور وسوسے اس سے بھی بے رحم ہیں۔ یہاں کھڑے رہنا آسان نہیں ہے۔"

"کیا میرے معاف کر دینے سے ساری اذیت ختم ہو جائے گی؟"

"ہو سکتا ہے کم ہو جائے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ مزید بڑھ جائے۔"

"وہ کیسے؟ معاف کر دینے سے تو تم خوش ہو جاؤ گے۔"

"اگر تم معاف کر دو گی تو دل خوش فہمیاں پالے گا، جیسے ابھی اس تذبذب میں مبتلا ہے کہ شائد تم معاف کر دو پھر نئی امید لگالے گا کہ شائد تم مل جاؤ۔"

امل کے گلے میں گولا سا پھنسنے لگا۔

"یاد ہے جانے سے پہلے میں نے تم سے پوچھا تھا۔"

"ہاں تم نے کہا تھا کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں مجھ سے معافی مانگنی چاہیئے۔ وہ سوال تم نے بند کانوں سے کیا تھا۔ جہاں تمہاری آواز ہی نہ پہنچ پائی۔"

"پھر آج کس چیز کی معافی چاہیے؟"

فاز نے نم آنکھوں سے اس کی نظروں میں دیکھا دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا، وہ ڈبل صوفے پہ تھی اور وہ کمرے کے دوسرے کونے میں پڑے سنگل صوفے پہ براجمان تھا۔

"تمہاری ذات کی بے حرمتی کرنے پر، تمہیں جذباتی طور پر کمزور کرنے پر۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں حاصل کرنے پر۔۔۔زبردستی بلیک میلنگ کے ساتھ نکاح پڑھوانے پر۔۔ تمہارے ذہنی طور پر تیار نہ ہونے کے باوجود تم سے جنسی تعلق قائم کرنے پر، تمہیں بے اعتباری کے اس مقام پر لانے کے لیے کہ جہاں تم موسیٰ کے ابارشن کا سوچنے پر مجبور ہوئیں۔ میری غلطیوں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ مگر میں اس بات پہ بالکل بھی شرمندہ نہیں ہوں کہ میں نے تمہیں ابارشن سے روکا۔"

امل کی آنکھ سے ٹوٹ کر آنسو موسیٰ کے بالوں میں گم ہوگیا۔ موسیٰ کی غیر موجودگی کا سوچ کر ہی امل کے کلیجے پہ ہاتھ پڑا تھا۔ روتے ہوئے بولی۔

"اس کے لیے میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ تمہارا شکریہ فاز کہ مجھے اس کمزور لمحے سے بچا لیا چاہے میں نے اس وقت بُرا ہی منایا تھا۔ مگر گزرتے وقت کے ساتھ میں اپنے آپ کا سامنا نہ کر پاتی، میں تمہارا غصہ اس پہ نکالنے والی تھی۔ جس کا کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ اس وقت میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب تھی۔ اور اگر تم بیچ میں نہ آتے میں موسیٰ کو کھو دیتی۔ میں ذہنی طور پہ ہر نفع نقصان سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ تمہاری اس نیکی کے بدلے میں باقی کی ساری باتیں معاف کرتی ہوں۔ موسیٰ کو تمہارے پاس چھوڑ کر جانے میں ایک سوال میرے دماغ میں یہ بھی تھا کہ میں تو اس کے ساتھ برا کرنے والی تھی، یہ دنیا میں آیا تو تمہاری وجہ سے ہے تو میں کس منہ سے اس کو لیکر جاتی۔ مگر اب میں مزید اس سے دور نہیں رہ سکتی ہوں۔ تم جب چاہے اس کو ملنے آ سکتے ہو۔ جتنا وقت چاہے اس کو اپنے پاس بلا سکتے ہو۔ مگر میں موسیٰ کی زندگی کا حصہ رہنا چاہتی ہوں۔"

فاز نے ایک ہاتھ سے اپنا چہرہ صاف کیا اور اثبات میں سر ہلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تم چاہو تو وکیل سے اگریمنٹ بنوا سکتی ہو۔ کل کو اگر تم شادی کرتی ہو تب بھی میں موسیٰ کو تم سے دور نہیں کروں گا۔ ہاں اگر تمہارے شوہر کو اچھا نہ لگے تب موسیٰ کو یہ بات سمجھانا میری ذمہ داری ہوگی۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ اس کو چھوڑ کر میں کسی سے شادی پہ کیوں راضی ہوں گی؟ جس کو میرا بیٹا قبول نہیں ہوگا۔ اس کو میں کیسے قبول کروں گی؟ اور یہ شادی کی بات آئی کہاں سے ہے؟"

"شادی کی بات آئے گی ہی زندگی ایک مقام پہ کب تک رُکے گی؟ آگے بھی تو بڑھو گی۔"

"تم مجھے مشورے نہ دو۔ میں آگے ہی بڑھ رہی ہوں۔ ورنہ اس وقت ریسٹورانٹ پہ ویٹری ہی کر رہی ہوتی۔ اور آگے بڑھنے کا مطلب شادی ہی نہیں ہوتا۔"

فاز نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اور امل کے پاس آکر نیچے جھکا۔ امل بدک کر پیچھے ہوئی۔

"کیا کرنے لگے ہو؟"

فاز اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ کو بیڈ پہ لٹانے لگا ہوں۔ ایسے اس کی تھکاوٹ نہیں جائے گی۔"

اس نے ایک ہاتھ موسیٰ کی گردن میں ڈالا۔ دوسرے میں اس کی ٹانگیں بھر کر اس کو گود میں اُٹھالیا۔

"کس کمرے میں سونا ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ کمرہ کیوں شئیر کروں گی؟"

"کس نے کہا ہے کہ تم میرے ساتھ کمرہ شئیر کرو گی؟"

"تو پھر کیوں پوچھا ہے۔ کس کمرے میں سونا ہے؟"

فاز نے اس کو غور سے پڑھا۔ پھر بولا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟"

وہ گھورتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟"

"تمہارا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے اور تمہیں وہ باتیں سُنائی دے رہی ہیں جو میں نے کبھی ہی نہیں تم سے۔ کہاں سونا ہے بھی اسلیے پوچھا ہے تاکہ موسیٰ کو تمہارے بیڈ پہ شفٹ کر دوں۔"

وہ خفیف سی ہو کر بولی۔

"میرے کمرے میں۔"

گنیوہ مزید کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔ امل نے دور تک اس کی پُشت کو گھورا۔ منہ میں بڑبڑائی۔

"کمینہ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کو دیر سے سونے کے باوجود وہ صبح فجر کے وقت ہی جاگ گئی۔ اپنے ساتھ زبردستی ایمان کو بھی جگا دیا۔ شیری اور موسیٰ تھوڑا لیٹ اُٹھے تھے۔ ان کے اُٹھنے سے پہلے وہ دونوں بہنیں نماز پڑھ کر واک سے ہو کر آنے کے بعد مارکیٹ سے ناشتے کا سامان بھی لے آئیں تھی۔ فاز رات کو ہی واپس چلا گیا تھا۔

شیری جب نیند سے بھری آنکھیں مسلتے ہوئے کچن میں آیا۔ امل سر پہ سکارف لیے چولہے کے آگے کھڑی ہو کر آلو والے پراٹھے بنا رہی تھی۔ جبکہ ایمان اس کے دوسری جانب میز پہ بیٹھ کر پراٹھے کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔ شیری ایمان کے سامنے پڑے چھابے میں سے ایک نوالا توڑ کر منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"مائی کیا میری گناہگار آنکھیں کوئی خواب دیکھ رہی ہیں؟"

"نہیں بد تمیز انسان بندہ ہاتھ ہی دھو لیتا ہے، نہ برش کیا ہے۔ آتے ہی میرے رزق پہ حملہ آور ہو گئے ہو۔"

"ایک نوالے پہ تمہاری جان نکل رہی ہے، اور لے لینا ندیدی۔"

وہ شیری کو جواب دیتے ہوئے بولی۔

"آج زندگی میں پہلی دفعہ میری بہن نے اپنے ہاتھ سے پکا کر کچھ کھلایا ہے۔ آج کا دن ہسٹری کی کتابوں میں شامل ہو گا۔"

شیری مزید ایک نوالا توڑنے کو پر تول رہا تھا، جب ایمان نے اس کے ہاتھ پہ تھپڑ مار کر اس کو ایک طرف دھکیل دیا۔

ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ گاؤں سے تائی امی اور تایا ابو آ گئے۔

کافی ایموشنل سین ہو گیا تھا۔ سب شکوے شکایتیں ہونے کے بعد منظر صاف ہو گیا۔ پھوپھیاں بھی آ گئیں۔ ایک دفعہ تو گھر کی پرانی رونقیں لوٹ آئیں۔ اسی دوران ایمان کا رشتہ دیکھنے بھی گئے۔ جو امل کو پسند آیا مگر اس نے آخری فیصلہ ایمان پہ چھوڑ دیا۔ ایمان کو کیا اعتراض ہونا تھا، یوں امل کی واپسی سے ایک دن پہلے ایمان کی منگنی کر دی گئی۔ رشتہ بھی فاز لایا تھا، سارا انتظام بھی اسی نے دیکھا تھا۔

ابھی ایمان کو انگوٹھی پہنا کر وہ لوگ گئے تھے۔ جب امل نے سب کی موجودگی میں اپنی سیٹ کا ذکر کیا۔ جو اس نے کل رات ہی بک کروائی تھی، کیونکہ جب اس کو یہ پتا لگا کہ موسیٰ کے پاسپورٹ پہ دو سال کا ویزہ پہلے ہی موجود ہے۔ جو فاز نے پچھلی دفعہ لگوایا تھا۔ اب تو بس اس نے ٹکٹ ہی لینی تھی

سب کے سنجیدہ چہرے دیکھ کر اس نے کہا۔

"آپ لوگوں کو اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جلد موہی کو ملوانے کے لیے لے آؤں گی۔" نوجوان نسل کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا گیا۔ امل کو صمد بھائی نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خود بھی اس۔ کے سامنے والی سیٹ پہ اماں جی کے برابر بیٹھ گئے۔ تایا ابو گہری نظروں سے اپنے بیٹے کا جائزہ لے رہے تھے، جو اس وقت دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے سربلند کیے کھڑا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی تھی۔ اباجی نے پہل کی

--

"تم دونوں کا کیا فیصلہ ہے؟"

امل نے باری باری سب کی شکل دیکھی۔۔ جب ان دونوں میں سے کوئی نہ بولا۔ تو ابا جی ایک دفعہ پھر بولے۔۔

"فاز تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابا جی جو میں چاہتا ہوں، وہ پورا کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ آپ امل سے پوچھ لیں یہ کیا چاہتی ہے، جو اس کو منظور ہوا میں اس پہ عمل کر دوں گا۔"

امل کی ہتھیلی میں پسینہ آ گیا۔

"امل پتر کبھی کبھار بڑوں سے بھی غلطی ہو جاتی ہے، جو بھی غصہ ہے، اس کو ایک طرف رکھ کر اپنے مرحوم باپ کے اس بھائی کو معاف کر دو۔ جو اس کے جانے کے بعد اس کی اولاد کا خیال نہیں کر سکا ہے، فاز کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اس کی ماں نے اس پہ شادی کا جتنا زور دیا ہے، اس کی نہ ہاں میں نہیں بدلی۔ نہ مجھے ایسا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ حلانکہ ہمارے معاشرے میں بڑھی روٹھ کر میکے جائے پیچھے سے شوہر دوسری شادی کھڑکا لیتا ہے، میرا بیٹا جس نے نوجوانی سے لاپرواہ بے فکر زندگی گزاری ہے، جو سرِ عام لڑکیوں

کے ساتھ نظر آتا تھا، اب وہ عورت کا نام بھی نہیں لیتا ہے، اور ایسا کیوں ہے؟ ہم سب تو جانتے ہیں۔ وہ احساسِ جرم میں ہے۔"

"تایا ابو میں نے اس کو معاف کر دیا ہوا ہے۔"

"پھر تم واپس انگلینڈ کیوں جا رہی ہو؟ اگر تم دونوں میں معافی تلافی ہو چکی ہے، تو اصولی طور پر تم دونوں کو اب اکٹھے رہنا چاہیے؟"

تائی امی کی بات پہ وہ ہونٹوں پہ زبان پھیر کر بولی۔۔

"ہم لوگ اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں۔"

تائی امی بولیں۔۔

"ٹھیک ہے پھر طلاق لے لو۔ اس قصے کو یہیں ختم کرو۔ اور دونوں اپنی الگ الگ راہ لو۔۔"

امل کچھ دیر ان کی شکل دیکھتی رہی۔۔ پھر بولی۔۔

"اگر فاز طلاق دینا چاہتا ہے، تو دے سکتا ہے۔"

"اس نے اگر اپنی مرضی سے تمہیں طلاق دینی ہوتی تو یہ چار سال کم نہیں تھے۔ کب کا دے چکا ہوتا۔ تم اس سے مانگو۔۔ وہ تب ہی دے گا۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ اسلیے اس بات پہ زور دے رہی ہوں۔ ٹھیک ہے تمہارا میرے بیٹے کے ساتھ دل نہیں ملا۔ تو کوئی بات نہیں ہے، کوئی قیامت تھوڑی نہ آئے گی، اللہ نے طلاق رکھی ہی اس لیے ہے۔ تم جوان ہو ہمارے معاشرے میں تو ویسے ہی لڑکیوں کے اچھے رشتوں کا مسئلہ ہے، طلاق یافتہ کا تو اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔"

ان کی باتوں سے امل کا دل گھبرانے لگا وہ تیزی سے بولی۔۔

"تائی امی مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔"

"جب کوئی اچھا سا تھی ملا۔۔ میں فاز کو نوٹس بھیج دوں گی۔ مگر ابھی میں نے اس سب کے بارے میں سوچا نہیں ہے۔ مجھے بس موحی کے ساتھ وقت

گزارنے کی خوشی ہے۔ میرا سارا فوکس اس پہ ہوگا کہ اس کا وہاں دل لگ جائے۔"

تائی امی نے تایا ابو کی طرف دیکھا۔۔ پھر صمد کو مخاطب کر کے بولیں۔۔

"تم ہی ان کو سمجھادو۔۔۔ تمہاری تو بہن ہے۔ اس کی طلاق کروادو۔ اور وقت سے کسی اچھی جگہ دیکھ کر اس کا نکاح کروادو۔ اس پہ رہا تو اگلے چار سال بھی اسی طرح گزرنے ہیں۔ نہ بننے بسنے والوں میں۔۔۔ نہ اُجڑوں میں"

صمد بھائی اپنے بھائی کے دل کی لے کو سُن سکتے تھے کہ جب جب طلاق کا ذکر آتا تھا، فاز کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، وہ جانتے تھے وہ کسی صورت بھی امل کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے، پر اگر امل نے ایسا فیصلہ کر لیا۔ تو فاز اس کو نہ بھی نہیں کرے گا۔ مگر اس وقت وہ امل کے جواب پہ حیران تھے، کہ وہ کیوں انکار کر رہی تھی؟ وہ کیوں نہیں اس بات کو ختم کر رہی؟ وہ بولے

"اماں جی میرا خیال ہے ان دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آنے والے مہینے سال میں یہ لوگ کوئی بہتر فیصلہ لینے کے قابل ہو جائیں۔"

"مگر ہم لوگ موسٰی کے بغیر کیسے رہیں گے۔ ان دونوں کی وجہ سے وہ کیوں برداشت کرے۔، میرا تو دل کرتا ہے، موسٰی کو اپنے ساتھ لے جاؤں ۔۔۔ اور ان دونوں سے ہر تعلق توڑ دوں۔"

اماں جی آبدیدہ ہو کر وہاں سے چلی گئیں۔ ابا جی بھی افسردہ سے چلے گئے ۔۔۔ فاز بھی چپ چاپ ان کے پیچھے چلا گیا۔ امل نے صمد بھائی کی طرف دیکھا ۔۔۔

"کیا میں غلط کر رہی ہوں؟"

"غلط وہ ہو گا جو تم لوگ ایک چھت تلے رہنے لگ جاؤ مگر دل میں ہنوز نفرت پلتی رہے، اس کا موسٰی پہ بہت بُرا اثر پڑے گا۔ مگر میں اس بات پہ حیران ہوں۔ تم اس سے علیحدگی کیوں نہیں مانگ رہی ہو؟"

"پتا نہیں صمد بھائی۔۔ میں نے ابھی تک اس بارے میں سوچا ہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے آنے والے کل میں، کچھ تبدیلی آجائے، فی الحال میں موسٰی کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ جو بھی سوچو اس بات کو مد نظر ضرور رکھنا۔ اگر وہ کل والا فاز ہوتا، تو میں کبھی تمہیں اس کے حق میں قائل کرنے کی کوشش نہ کرتا، مگر یہ فاز وہ آدمی ہے جس نے اپنی غلطی مانی ہے۔ نہ صرف شرمندہ ہے، بلکہ اس نے اپنی ہر بری عادت سے چھٹکارہ حاصل کر لیا ہے، جب انسان بہتری کے لیے اتنی کوشش کرے۔ ایک چانس دینا تو اس کا حق بنتا ہے۔ مگر پھر کہوں گا یہ تم دونوں کی زندگی ہے، ارد گرد کے ماحول کے اثرات سے جو ہونا تھا ہو گیا، اب کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔"

امل گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گہری سانس لیکر رہ گئی، کل اس کی فلائیٹ تھی اور ابھی تک اس نے پیکنگ بھی نہیں کی تھی۔ سب نے باری باری اس کو سمجھا کر دیکھ لیا۔ مگر امل کی نہ ہاں میں نہ بدلی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح آٹھ بجے کا وقت تھا، وہ لوگ دس منٹ لیٹ ہو گئے تھے، باقی سب گھر پہ ہی مل لیے تھے، ان کو چھوڑنے شیری اور فاز آئے تھے، ایمان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ میں مزید دکھی ہو جاؤں گی۔ امل چیک ان کے کھلنے کا انتظار کر رہی تھی، شیری باہر ہی رک گیا تھا، مگر فاز کوئی کارڈ دکھا کر اندر لاؤنج میں آگیا تھا، موسٰی کے ساتھ کھڑا ہو کر ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔۔

"آپ خوب تصویریں لینا۔۔ پھر مجھے بھیجنا۔۔"

"پر بابا آپ ساتھ کیوں نہیں چل رہے ہیں۔ پہلے تو ہم ہمیشہ اکٹھے ہی لندن جاتے تھے۔"

"مجھے تھوڑا کام ہے، میں وہ ختم ہوتے ہی آپ کے پاس آجاؤں گا۔"

"کیا آپ پرامس کر رہے ہیں؟"

"بالکل ایک دم پکے والا پرامس۔۔ آپ کا جب دل کرے آپ مجھے کال کر لینا۔ مما کو تنگ نہیں کرنا ہے۔"

'بابا موسیٰ اچھا بچہ ہے۔"

فاز کا دل اندر سے ڈوب رہا تھا۔ مگر موسیٰ کے سامنے مضبوط بنا ہنستا رہا۔۔ امل ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ چیک ان کی اناؤنس منٹ ہو گئی۔۔ فاز نے آخری دفعہ موسیٰ کو گلے لگایا۔۔ اور اس کے گال پہ پیار کر کے باہر چلا گیا۔ موسیٰ کتنی دیر تک شیشے کے پاس کھڑا ہو کر باپ کو باہر کی بھیڑ میں گم ہوتا دیکھتا رہا۔۔ چیک ان کرنے کے بعد وہ لوگ ڈیپارچر لاؤنج میں آ گئے۔۔ ابھی بورڈنگ میں آدھا گھنٹہ باقی تھا، امل موسیٰ کو واش روم کا چکر لگوا کر لائی۔۔ سارا وقت وہ اس کو نوٹ کرتی رہی۔۔ وہ بہت زیادہ خاموش تھا۔ چہرے پہ اداسی کے ڈیرے نظر آرہے تھے۔ بار بار مڑ کر باہر کی جانب دیکھتا۔۔ دو تین دفعہ ایک ہی سوال دہرالیا۔۔

"کیا بابا چلے گئے ہیں؟"

ادھر سے بورڈنگ کا اعلان ہو گیا۔۔ امل نے سوچا جب رش ختم ہو جائے گا گیٹ کی جانب جائے گی، یونہی موسیٰ کو مخاطب کر کے بولی۔۔

"کیا موسیٰ مما کے ساتھ خوش نہیں ہے؟"

موسیٰ نے سر اثبات میں ہلایا۔۔ اور بولا۔۔

"مما موسیٰ سیڈ ہے؟"

امل نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔۔

"میری جان کیوں اداس ہے۔۔؟"

"جب موسیٰ کے پاس بابا تھے، تو مما نہیں تھی۔ آج مما ہیں تو بابا موسیٰ سے دور ہوں گے۔ کیا موسیٰ دونوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا جیسے گاؤں میں سب بچے اپنے ممی بابا کے ساتھ رہتے ہیں۔ میرے پاس بس ایک ہی کیوں ہوتا ہے؟۔۔"

امل بت بنی اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔۔ جو ایک دفعہ پھر اداس نظروں سے مجمع میں اپنے باپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ امل کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔۔ اس نے موسیٰ کو سینے سے لگا کر سسکی بھری۔۔ اس کا چہرہ ہاتھ میں لے کر

والہانہ چوما۔

"کیا میرے بیٹے نے بابا کے پاس رہنا ہے؟"

موسیٰ بولا۔۔

"سوری مما میں آپ کو تنگ کر رہا ہوں۔ بابا نے منع کیا تھا آپ کے سامنے ان کو یاد نہیں کرنا ہے۔۔ مگر مما ایسا کیوں ہے؟ بڑی اماں بڑے بابا کی وائف ہیں، وہ تو سب ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں، آپ اور بابا کیوں الگ رہتے ہیں؟"

وہ روتے ہوئے بولا۔۔

"موسیٰ کو دونوں ایک ساتھ کیوں نہیں مل سکتے، "

to live with both of you . Musa wants

امل اس کو روتا دیکھ کر مزید شدت سے رونے لگی۔ اس نے موسیٰ کے آنسو صاف کئے۔ کیونکہ ان کو بورڈنگ کی کال آرہی تھی۔۔ اب وقت نہیں تھا۔

جیسے ہی امل اور موسیٰ اندر گئے تھے، شیری واپس چلا گیا تھا، وہ اداس تو تھا مگر پھر بھی پر امید تھا کہ اب امل سے جلد ملاقات ہوا کرے گی۔ فاز باہر آیا اور گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا بے دھیانی میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہا تھا، وہ آدمی جو صبح ناشتے سے پہلے اپنے سارے دن کی مصروفیت کا ٹائم ٹیبل پڑھنے کے بعد اردو انگلش اخبار چھان لیتا تھا۔ اس وقت یوں اداس کھڑا تھا۔ جیسے دنیا میں کرنے کو کوئی کام نہ بچا ہو۔۔ یا شاید اندر کی چاہت ختم ہو گئی تھی۔
سائیڈ سے گردن موڑ کر سامنے دیکھا۔۔ تو پہلی جھلک میں امل اپنی جانب آتی دکھائی دی۔۔ مگر وہ یہاں کیا کرے گی، فاز نے فون نکال کر سکرین پہ وقت دیکھنے کے بعد واپس جیب میں
ڈال لیا۔۔ جہاز اڑنے میں صرف دو منٹ باقی بچے تھے۔۔
"پھر یہاں سے کہاں جاؤں گا؟" پہلے اس کی نظر اپنے بالکل سامنے آکر رکنے والے لیڈیز جوتے پہ پڑی۔۔ نظر اوپر کو ہوتی ہوئی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ٹکرائی۔۔
"امل۔۔؟"
"کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟ کیا کوئی ایشو نکل آیا ہے؟"
وہ سیدھا ہوتے ہوئے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر گیا۔ امل نے ہاتھ میں پکڑا بیگ نیچے رکھا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ موسیٰ کے لیے کھول کر اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ موسیٰ نے کار میں بیٹھنے سے پہلے باپ کو دیکھ کر شرمندگی سے کہا۔۔
"سوری بابا۔۔"
فاز نے امل کو پھر سے پوچھا۔۔
"ہوا کیا ہے؟ کچھ بتاؤ بھی تو؟ موسیٰ کیوں سوری کہہ رہا ہے؟ اور تم رو کیوں رہی ہو؟"

امل نے کار کا دروازہ بند کیا۔۔اور بھرائی ہوئی آنکھوں سے بولی۔۔
"تم واپس کیوں نہیں گئے؟ابھی تک یہیں کیوں کھڑے ہو؟ "
فاز تھوڑی دیر کے لیے کچھ کہہ نہ سکا۔۔ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد دھیمے سے بولا۔۔
"مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب یہاں سے کہاں جانا ہے؟"
امل آنسو صاف کرتے ہوئے بولی
"گھر جاتے اور کہاں جانا تھا؟"
فاز نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔۔
"گھر تو میرا بیرونِ ملک روانہ ہو رہا ہے۔"
امل کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔۔بولی
"تم یہاں اداس کھڑے ہو۔وہ اندر رو رہا تھا۔جب اس کے بغیر رہ نہیں سکتے ہو تو اس کو میرے ساتھ اتنی آسانی سے کیوں بھیج رہے تھے۔۔"
"رہ تو میں تمہارے بغیر بھی نہیں سکتا ہوں۔مگر زندگی کے دن گزر ہی رہے ہیں نا۔۔مجھے یہ سکون رہتا وہ تمہارے پاس ہے۔"
امل کے رونے کو بریک لگنے کی بجائے مزید تیزی آگئی۔۔جس پر وہ سُرخ آنکھوں سے پوچھنے لگا۔۔
"رو کیوں رہی ہو؟"
"حالات کی ستم ظریفی پہ رو رہی ہوں۔جانتے ہو اس نے مجھ سے کیا کہا ہے؟"
فاز نے ہاتھ بڑھا کر امل کے گال کو صاف کرنا چاہا۔۔امل نے ہاتھ جھٹک دیا۔۔روتے ہوئے بولی۔۔
"موسٰی کے سوال نے میرا دل چیر دیا ہے،وہ اتنی سی عمر میں میری وجہ سے اتنا بڑا دکھ اُٹھانے جا رہا تھا۔وہ کہتا ہے موسٰی کو ماں اور باپ میں سے کسی

ایک کو کیوں چُننا پڑتا ہے، وہ دونوں کو اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھ سکتا ہے۔۔
جیسے اس کے باقی کزنز کے پاس مما بھی ہیں اور بابا بھی ہیں۔ موسیٰ کے پاس
ایک وقت میں ایک ہی رشتہ کیوں ہوتا ہے۔۔"

فاز کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے

امل روتے ہوئے بولی۔۔

"نہ جانے یہ بات اس کے دل میں کتنی دفعہ آئی ہو گی، جو آج لبوں تک آئی ہے۔ تم نے اس کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔۔اب میری باری ہے۔ سو فاز اور تگزیب اگر تمہیں اعتراض نہ ہو۔۔ تو کیا ہم کوشش کر سکتے ہیں۔؟ دیکھو نا فاز جس جس رشتے میں میری جان رہی ہے، تم ہر اس رشتے کی جان رہے ہو ۔۔ ابی تمہارے گرویدہ تھے، میری امو تمہاری دیوانی تھیں، اب میرے جگر کا ٹکڑا تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا ہے۔۔ تمہاری جڑیں میری زندگی میں اس قدر گہری ہیں۔ میں کس کس حوالے سے تمہیں اگنور کروں؟"

محبت کا غم ہے ملے جتنا ہو کم ہے

یہ تو زمانہ نہیں جان پائے گا

"میں اپنے بیٹے کو اس کی خوشی دینا چاہتی ہوں۔"

فاز نے نفی میں سر ہلایا۔۔ امل ٹھٹکی۔۔

"کیا مطلب ہے؟ تم نفی کیوں کر رہے ہو؟"

"میں تمہاری زندگی میں تمہاری مجبوری بن کر نہیں رہوں گا۔ موسیٰ بچہ ہے۔ ابھی نا سمجھ ہے، وقت کے ساتھ سچ جانے گا سمجھ جائے گا، بچے تو ضد کرتے ہی ہیں۔ مگر میں موسیٰ کی خاطر تمہاری زندگی میں نہیں آؤں گا، اگر مجھے ایسا کوئی سمجھوتا کرنا ہوتا تو میں اس وقت کرتا جب یہ بہت چھوٹا تھا، تب میں اس کی خاطر تمہارے پیر پڑ جاتا۔ جیسے پہلے تمہیں ایموشنلی بلیک میل کیا تھا اس دفعہ بھی کر لیتا، لندن کون سا دوسرے سیارے پر تھا۔ میں موسیٰ کا

بہانہ بنا کر تمہیں اپروچ کر لیتا۔ مگر نہیں کیا ہے۔ یاد ہے تم نے مجھ سے ایک دفعہ میری قیمت پوچھی تھی۔ میرا جواب آج بھی وہی ہے، میرے پاس آنا ہے تو میری چاہت میں آنا۔ چالیس دن تک کوئی صدقِ دل سے چلکرے اس کو بھی مقصود مل جاتا ہے، کیا میری اتنی سالوں کی تڑپ نے تم پہ کوئی اثر نہیں کیا ہے؟ میں خالی جھک ہی مار تا رہا ہوں؟"

امل رونا بھول کر اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔ فاز بولا۔۔

"ابھی فلائٹ گئی نہیں ہے، ماں بیٹا اپنے بیگ اُٹھاؤ اور چلتے بنو۔۔"

امل پہلے اس کو بے یقینی سے دیکھنے لگی پھر اس کو گاڑی کے فرنٹ پیسنجر سیٹ کے دروازے کے آگے سے ہٹایا۔۔

"ہٹو سامنے سے۔۔"

اپنا ہنڈ بیگ پکڑا اور دروازہ کھول کے کار میں بیٹھ گئی۔۔ فاز نے اس کی کھڑکی بجائی۔۔

"ارے تم لوگ یہاں کہاں گھس رہے ہو۔۔ جہاز اس طرف ہے۔"

فاز کے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ دیکھ کر امل اس کا منصوبہ سمجھ گئی۔۔ اس لیے بے نیاز ہو کر بیٹھ گئی

وہ دوسری طرف سے آکر کار میں بیٹھ گیا۔۔ امل اس کو وارننگ دیتے ہوئے بولی۔۔

"تم جو اگلوانا چاہ رہے ہو ناوہ نہیں ہو گا۔ ہاں البتہ تمہارا بھانڈا کل صمد بھائی نے پھوڑا تھا۔ کچھ مجھے ابی نے بہت پہلے بتا دیا تھا۔"

فاز نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔۔

"کیا بتا دیا تھا؟"

"ابا نے کہا تھا فاز کی باتوں اور حرکتوں سے ہمیشہ سے یہ تاثر ملا ہے کہ وہ تمہیں یعنی مجھے امل کو پسند کرتا ہے۔"

فاز بڑے عرصے بعد اپنی پرانی جون میں بولا۔۔
"ہائے میرے معصوم چچا۔۔ اور مولوی نے تمہارے کیا کان بھرے ہیں؟"
"یہی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔"
"یہ سالا ہمیشہ تمہارے حق میں بیان دیتا ہے۔"
"اب بتائیے بیگم صاحبہ خادم کے لیے اگلا کیا حکم ہے؟ کہاں لے کر چلوں؟"
امل نے گردن موڑ کر پچھلی سیٹ پہ موسیٰ کو دیکھا۔۔ جو ماں کو دیکھ کر بولا۔۔
"کیا آپ دونوں لڑ رہے ہیں؟"
دونوں بیک وقت بولے۔۔
"نہیں تو۔۔"
امل نے فاز کو دیکھا فاز نے امل کو۔۔ آنکھوں میں نرمی تھی۔ امل واپس موسیٰ کو دیکھتے ہوئے یقین دہانی کروانے لگی۔۔
"ہم کیوں لڑیں گے؟"
امل سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔ فاز نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ امل نے ایک دفعہ اس کے ہاتھ کو دیکھا، ایک دفعہ بیک مرر میں نظر آتے موسیٰ کو اور دھیرے سے اپنا ہاتھ فاز کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ جانتی تھی یہ خالی جیسچر نہیں تھا۔ وہ ہاتھ مانگ کر اس کی رضامندی مانگ رہا تھا، اس کا وعدہ مانگ رہا تھا، اگلے شروع ہونے والے نئے سفر میں امل کا ساتھ مانگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک دفعہ پھر قطرہ قطرہ آنسو نکلنے لگے۔ جسے محسوس کر کے فاز نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرمی میں چھپا لیا۔ امل کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔ فاز نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔۔ گاڑی سے نکل کر دروازہ بند

کرتا امل کی جانب گیا۔ دروازہ کھول کر اس کو ہاتھ سے پکڑ کر گاڑی سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ امل باہر نکلی۔۔ اور فاز کے گلے میں بانہیں ڈال کر زار و قطار رونے لگی۔ جواب میں فاز نے اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کو مزید اپنے قریب کیا۔۔ ایک ہاتھ امل کے سر کے پیچھے دوسرا اس کی کمر میں ڈالے کسی بچے کی طرح اس کو اپنی آغوش میں لیکر کھڑا رہا۔۔ کئی آنے جانے والے ان کو دیکھ رہے تھے، مگر کسی نے کہا کچھ نہیں کیونکہ ائرپورٹ پر ایسے مناظر اکثر اوقات نظر آتے ہیں۔

پردیسی واپس آکر جب ائرپورٹ پہ اپنے پیاروں سے ملتے ہیں، تو خوشی کے آنسو بہاتے ہیں ساتھ اس جدائی کے درد میں روتے ہیں جو سہہ کر وہاں تک آئے ہوتے ہیں۔ اور جب واپس بیرون ملک جا رہے ہوتے ہیں۔ تو پڑنے والی جدائی پر روتے ہیں۔ وسوسوں پہ روتے ہیں نہ جانے اب دوبارہ یہ چہرے دیکھنے نصیب ہوں گے۔ کبھی آپ پاکستان آنے والے جہاز کا ماحول دیکھیں۔ ہر مسافر کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ریلیکس آنے والے لمحوں کو سوچ سوچ کر مسکراتا ہوا۔ مگر جب جہاز پاکستان سے مسافر لیکر جا رہا ہوتا ہے تو جہاز کے اندر کا ماحول بہت خاموش ہوتا ہے، ہر بندہ اداس نظر آ رہا ہوتا ہے۔

فاز نے اس کے چہرے کو اوپر اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ نم آنکھوں سے مسکرایا۔۔

"ہیلو۔۔"

امل بولی۔۔

"ہائے۔۔"

اس کی سفید شرٹ کے کندھے پر مسکارا لگا دیکھ کر کہنے لگی۔۔

"تمہاری شرٹ خراب ہو گئی ہے۔"

وہ مسکرایا پھر دھیرے سے بولا۔۔

"مگر زندگی بن گئی ہے۔"
اس کی بات پہ امل کی ہنسی نکل گئی۔۔ وہ اس کو ہنستے دیکھتا رہا۔۔ عجیب دھوپ چھاؤں سا منظر تھا۔ امل نے اپنا سر اس کے کندھے پہ رکھا۔ فاز نے اس کے بالوں پہ بوسہ لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مانی خالہ مانی خالہ اُٹھ جائیں مما کہہ رہی ہیں کتنا سونا ہے؟ "
مانی نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔۔
"تم کہاں سے آئے ہو؟ کیا میں اتنی دیر تک سوتی رہی ہوں کہ تم یو کے سے ہو کر بھی آ گئے ہو؟"
کیونکہ شیری ان کو جہاز میں بٹھانے کے بعد کب کا واپس آ گیا تھا، اس کے بعد رونے کا سیشن چلا پھر کہیں مانی کو نیند نے آ لیا۔ موسیٰ نے سر پیٹا۔۔
"کیا کہہ رہی ہیں۔ ہم تو کہیں گئے ہی نہیں۔۔"
مانی کی ساری نیند اڑنچھو ہو گئی۔۔ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔۔
"تمہاری ماں کدھر ہے؟"
"ممی؟ وہ نیچے بابا کو ناشتہ دے رہی ہیں۔"
"ہیں۔۔؟ تم لوگ گئے نہیں؟"
موسیٰ نے اس کے برابر لیٹتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔
"کیا ہوا تھا؟ کیا بابا نے نہیں جانے دیا؟"
"نہیں بابا تو ہمیں اندر چھوڑ کر واپس آ گئے تھے، میں ان کے لیے اداس ہو گیا۔ ممی رونے لگیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بابا کے پاس لے آئیں۔ گاڑی میں مما بابا نے کچھ دیر بات کی۔۔ پھر مما رونے لگیں۔۔ بابا نے ان کو گلے لگایا۔۔ پھر دونوں ہنسنے لگے۔"
ایمان بولی۔۔

"تم ادھر رکو میں ابھی آئی۔۔"

اپنا سکارف گلے میں لپیٹ کر ننگے پیر نیچے کو بھاگی۔۔ کچن سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔

"فلیٹ کا میں نے دو ماہ کا کرایہ اڈوانس دیا ہوا ہے۔ مگر مجھے وہاں سے سامان اُٹھوانا ہوگا۔۔" امل کو جواب فاز دے رہا تھا۔

"میں حدید کو کہ دوں گا، جب بھی اس کا لندن کا چکر لگا یہ معاملہ دیکھ آئے گا۔" ایمان کچن کے دروازے میں ہونقوں کی طرح دونوں کی شکلیں دیکھنے لگی۔۔ پھر حیرت کی انتہا پہ بولی۔۔

"یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟ بھائی صاب۔۔۔! میرے کان کیا سُن رہے ہیں؟"

امل کی آنکھوں کا میک اپ پھیلا ہوا تھا جسے اس نے ٹشو کے ساتھ ہلکا سا سیٹ کیا تھا۔ کالے ٹراؤزر پہ سُرخ کرتا پہنا ہوا تھا، جس پہ کالے دھاگے کی کڑھائی تھی۔ اپنے بالوں کو ہائی پونی میں باندھا ہوا تھا۔ سر پہ سفید سکارف اوڑھ رکھا تھا، جو اس کے سوٹ سے میچ نہیں کھا رہا تھا، مگر چونکہ وہ کچن میں کام کر رہی تھی تو بال ڈھانپے ہوئے تھے۔۔ اپنے ازلی اعتماد سے بولی۔۔

"ایمان میں امی کے گھر میں رہنا چاہتی ہوں کیا تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہوگا؟ فاز کہتا ہے میں جہاں کہوں گی وہ وہیں گھر بنوالے گا، مگر میں اس گھر میں رہنا چاہتی ہوں۔ ابی نے یہ مکان بڑے شوق سے بنوایا تھا، میں اس کو دوبارہ سے بند کر کے نہیں جانا چاہتی ہوں۔ جو پیسے ہم نے نئی جگہ بنانے میں لگانے ہیں۔ اس گھر کا جو تھوڑا بہت کام ہونے والا ہے، وہ کروا لیتے ہیں۔۔ تمہارا کیا خیال ہے فاز؟"

"تم یہاں رہنا چاہتی ہو، تو سمجھو آج سے یہ گھر تمہارا ہے۔ میں اس کی مارکیٹ ویلیو پتا کروا کر ایمان اور شیری کو اس کی پے منٹ کر دوں گا۔۔"

ایمان آگے بڑھی اور بہن کو گلے لگایا زور سے بھینچا۔۔ پھر اس کا گال چوما

۔۔

"تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دے دی ہے، اللہ تمہارے چہرے پہ نظر آنے والا یہ سکون سدا سلامت رکھے۔۔ اپنا ارادہ بدلنے کے لیے بہت بہت شکریہ۔۔ تمہارے جانے کا جان کر سارا خاندان اداس تھا۔۔ میں جا کر فیملی گروپ میں بتاتی ہوں۔۔"

ایمان فاز کے پاس آئی۔

۔"بہت مبارک ہو فاز بھائی۔۔ آخر آپ کی محبت اور آپی کی لگن دونوں کی ہی جیت ہوئی۔۔ آپ کو وہ مل گئی جسے آپ چاہتے تھے۔ اور اللہ نے آپ کے لیے امل کا دل بدل دیا۔"

فاز نے مانی کے سر پہ پیار دیا۔۔

"شکریہ مانی۔۔ خیر مبارک۔۔"

امل بولی۔۔

"تم کیا ناشتہ کرو گی؟"

ایمان بہن کو دیکھ کر پورے دل سے مسکراتے ہوئے بولی۔۔

"نہیں ابھی میں اور موٹی سونے لگے ہیں، ساری رات تو ٹینشن کے مارے آنکھ تک نہیں لگی۔۔ ناشتہ اُٹھنے کے بعد کروں گی۔"

مانی وہاں سے یاہو کا نعرہ لگا کر چھت کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ امل فاز کو دیکھ رہی تھی۔۔ جب فاز نے اس کی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا

ادھر آؤ۔۔"

امل اس کے پاس آئی۔ اس کو اپنے بالکل سامنے میز اور کرسی کے درمیان کھڑا کر کے گردن اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"اب کہو کیا کہنے جا رہی تھیں۔"

امل نے میز کی کے ساتھ ٹیک لگا کر کہا
"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کچھ کہنے جا رہی تھی؟"
"تمہارے تاثرات سے۔۔"
"میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"
فاز نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے نرمی سے اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے ہوئے بولا۔
"بولو۔۔"
"میں تمہاری شخصیت کے بعض پہلوؤں پہ بہت حیران ہوں۔"
فاز نے اس کا ایک ہاتھ آزاد کر دیا۔۔دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اپنے سامنے کھول کر اس کی لکیروں پہ انگلی پھیرنے لگا۔۔ بالکل آہستہ آہستہ انگلی کو لکیر کے ایک سرے سے ٹریس کرتے ہوئے دوسرے سرے تک جاتا۔
"مثلاً۔۔؟"
"تم جس طرح سے موسیٰ کے ساتھ بات کرتے ہو۔ جس طرح تم نے اس کی تربیت کی ہے۔ تمہیں دیکھ کر کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ تمہاری طبعیت میں اس قدر نرمی بھی پائی جاتی ہے۔" فاز بولا۔۔ "کیسے پتا چلتا میں نے تو موسیٰ سے پہلے کبھی کسی بچے کو پیار تک نہیں کیا۔ بہن بھائیوں کے بچوں سے پیار تھا، مگر سب دور دور سے۔۔" امل نے اپنا پہلو میں گرا ہاتھ اُٹھا کر فاز کے گھنے بالوں کی نرمی کو محسوس کیا۔ "ایک بات اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔"
فاز نے آنکھیں موند کر اپنا سر امل کے جسم پہ ٹکا دیا۔
"بولو۔۔"
"ہماری بہت لڑائیاں ہوئیں۔۔ ہم نے ایک دوسرے کو بہت برا بھلا کہا۔۔ تمہاری گفتگو بہت غیر مناسب بھی ہوتی تھی، مگر اس سب میں ایک چیز ایسی بھی تھی جو میں تمہیں کبھی کہہ نہیں سکی۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"وہ یہ کہ تم نے کبھی بھی مجھے گالی نہیں دی۔۔ کبھی مجھ پہ ہاتھ نہیں اُٹھایا ۔اگر تم اس حد کو بھی پار کر جاتے تو میں کبھی تمہارے لیے نہ سوچتی۔ مجھے لگتا ہے تمہارے رویے میں بہت سی باتیں غلط تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تمہاری شخصیت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔"

فاز اسی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے بولا۔۔

"شکر ہے میرے اللہ نے مجھے اس قدر نیچے گرنے سے محفوظ رکھا۔"

امل اس کے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے ہوئے مزید بولی۔۔

" تمہارے اندر حالات کا سامنا کرنے کی صلاحیت بھی ہے۔میں اس بات پر آج تک حیران ہوں۔ بہت سوچنے پر بھی مجھے سمجھ نہیں آتا کہ جب میں یہاں سے گئی تھی، تب مجھے ایمان اور شیری کے بارے میں یہ یقین کیوں تھا، کہ تم ان کو سنبھال لو گے۔ تم ان کا خیال کرو گے۔ مجھے ایک پل کو بھی یہ سوچ نہیں آئی کہ تم ان کے ساتھ مخلص نہیں ہو گے۔اور یہی سچ ثابت ہوا۔ تم نے ان دونوں کو نہ صرف سنبھالا بلکہ مضبوط بھی بنایا ہے۔مانی کی تعلیم پھر اس کا اتنی اچھی جگہ رشتہ کروانا، شیری کو کاروبار میں لگانا۔۔ تم نے ابی کا اعتماد سچ کر دیا ہے، وہ تمہیں اپنے بیٹوں کی جگہ رکھتے تھے، اس معاملے میں تم نے خود کو ان کا بیٹا ہی ثابت کیا ہے۔ابی اور امو تم پہ بڑے خوش ہوں گے۔" وہ بولا ۔۔"امل مجھے لگتا ہے وہ دونوں مجھ سے خفا ہوں گے۔""ایسا کیوں لگتا ہے؟"

"کیونکہ جب چچا نے مجھ سے ہماری شادی کی بات کی تھی نا۔۔ چچا نے کہا تھا فاز امل میری بڑی لاڈلی بیٹی ہے، بڑے نازو سے پالی ہے اس کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھنا۔" باپ کے الفاظ فاز کے منہ سے سن کر امل کے آنسو بھر آئے۔۔

"ہر باپ کو اپنی بیٹی اسی طرح پیاری ہوتی ہے، میں نے ان کی بیٹی رول دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگرے تم

اتنی مضبوط نہ ہوتیں۔۔ تم بھی ہمارے معاشرے کی ان لاکھوں لڑکیوں کی طرح ہوتیں جو ساری عمر ظلم برداشت کرتی ہیں، مگر کبھی اپنے حق کے لیے کھڑا ہونے کی جرات نہیں کر پاتی ہیں، جو یہ سمجھتی ہیں شادی تو ہے نا۔۔ شوہر تو ہے نا چاہے برا ہی ہے، چاہے چیسٹر ہی ہے، اور جو اس سوچ کی عکاسی کرتی ہیں کہ اگر مرد خراب ہے تو باہر کے لوگوں کا قصور ہے، کبھی اس کی صحبت پہ ڈال دیا۔ اور پھر وہ مرد کی برائی کو خود ہی جسٹیفائی کرنے بیٹھ جاتی ہیں۔ کبھی محبت کے نام پر۔۔ کبھی مالی طور پر مرد کی محتاج ہونے کے نام پر۔۔ اگر تم خود اپنے لیے کھڑی نہ ہوتیں۔۔ میں کبھی نہ بدلتا۔ کیونکہ مجھے اپنا عمل کبھی غلط نہیں لگا تھا۔"

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا ہے امل۔۔"

امل کے ہاتھ اس کے بالوں میں رک گئے۔۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا۔۔ مزید کہہ رہا تھا۔۔

"جس دن تم گئی تھی تم نے میرا منہ چوما تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے، وہ تم نے اپنے دل سے کیا تھا، کیونکہ میں آج تک اس ایک لمحے کی قید سے نکل نہیں پایا ہوں۔ وہ لمحہ میرے لیے جہاں بہت اذیت کا باعث بنا ہے، وہیں مجھے اس کو سوچ سوچ کر خوشی بھی ملتی تھی۔ ایک امید بھی بندھاتی تھی کیسی خوشی ۔۔ کیسی امید۔۔"

وہ کسی ٹرانس میں یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

"یہی کہ اگر ایک دن میں تمہارا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تمہاری محبت کا محور ہوں گا۔ تب کیسا محسوس ہو گا جب تمہاری نظر میں میرے لیے نفرت یا بیزاری کی بجائے وارفتگی ہو گی۔ میں ہر روز رات کو اس ایک بات کو یاد کر کے خود سے سوال کرتا تھا، کیا زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آئے گا، جب میں تمہاری توجہ کا مرکز بنوں گا، جب تم مجھ پہ سب سے زیادہ اعتماد کرو گی

۔جب میرے بغیر تمہارا گزرا نہیں ہوگا۔جب تمہارے دل میں بھی میرے لیے ویسی ہی تڑپ ہوگی، جو میرے دل میں اس گزرے وقت میں پیدا ہوئی ہے۔"

امل کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔فاز نے گہری سانس خارج کی اور کچن کی کھڑکی سے باہر آسمان پہ نظر ڈال کر اداسی سے کہنے لگا۔"چچا نے سچ کہا تھا۔میں تمہیں پسند کرتا تھا، مگر یہ وہ والی پسند تھی جس میں مجھے تمہارا نخرہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، جس میں میں مسلسل تمہیں نیچا دکھانے کا سوچا کرتا تھا ۔اب مجھے علم ہوا ہے کہ تب جو تم سب لڑکیوں میں مجھے نمایاں نظر آتی تھیں ،تو وجہ تمہارا چہرہ یا قد کاٹھ نہیں تھا، بلکہ تمہارا رویہ تھا، تم اپنی بات کہنے میں کبھی جھجکتی نہیں تھیں۔ سوائے میرے تم نے کبھی کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ شادی کے بعد تم بھابھیوں کو میری بہنوں کو کپڑوں پر مشورے دیتی تھیں۔اپنی طبیعت ناساز ہونے کے باوجود ان کے میک اپ کر رہی ہو، تب مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ تم سیلف سینٹرڈ نہیں ہو۔میں بہت عرصہ تمہیں سیلف سینٹرڈ سمجھتا رہا۔اب احساس ہوا ہے کہ اگر تم خاندان میں منہ پھٹ اور بدتمیز مشہور ہوئی تو اس کے پیچھے بھی وجہ میں ہی تھا، کیونکہ ہر فیملی فنکشن میں جان بوجھ کر میں تم سے کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا تھا جس پر تم بھڑک کر میری ماں بہن ایک کر لیتی تھیں۔میری بات تم نے کبھی برداشت نہیں کی ہر دفعہ منہ توڑ جواب دیا، اور میں ٹھہرا سارے خاندان کا لاڈلا چہیتا سپوت ۔۔ تو میری بے عزتی کرنے پر سب تم پہ خفا ہوتے تھے، تمہیں بدتمیز اور منہ پھٹ بول دیا جاتا تھا۔پھر ماڈلنگ کی بات پہ تو سب تمہارے خلاف تھے۔"

اب وہ مسکرا رہا تھا۔۔

"تمہیں یاد ہو شادی کے بعد میں نے تمہیں آفر کی تھی، کہ اگر تم میرے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کرلو تو میں ہی وہ آدمی ہوں۔ جو تمہارا ماڈلنگ کرنے کا شوق پورا کروا سکتا ہے۔ یہاں پہ پھر تم نے اپنی مضبوطی کا مظاہرہ کیا اپنی خواہش کے سامنے ہار کر غلط آدمی کو تسلیم کرنے کی بجائے میری آفر واپس میرے منہ پہ مار دی۔ میں تب سوچ رہا تھا اس بات پہ تو پکا جھک جائے گی۔ مگر باپ رے"

فاز قہقہہ مار کے ہنسا تو وہ بھی مسکرادی پھر ہونٹوں کو دانتوں میں دبا کر مسکراہٹ روک کر ایک دم سے سنجیدہ ہو گئی۔۔ فاز سوالیہ نظروں سے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی۔۔

"میں اچھی بیٹی اور اچھی ماں نہیں بن پائی۔"

فاز نے اس کا ہاتھ دبایا۔۔

"ایسا کیوں سوچتی ہو؟"

"میں موسیٰ کو چھوڑ کر جو چلی گئی تھی۔ یہ چیز مجھے بہت کھاتی ہے،"

"تمہارا جانا ضروری تھا، ایک بات جو میں نے سیکھی ہے، میاں بیوی ساتھی ہیں۔ ٹیم ورک ہیں، ایک کی غیر موجودگی میں دوسرے کو دونوں کے حصے کا کام کرنا ہوتا ہے، اور مجھے نہیں لگتا کہ موسیٰ کے جو کام تم نے کرنے تھے وہ میں نے ایک پل کو بھی اگنور کئے ہیں۔ میں نے تمہاری اور اپنی ذمہ داری نبھائی ہے، موسیٰ ابھی چھوٹا ہے، مگر اس کی شخصیت ابھی سے بڑی مضبوط ہے۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس میں کوئی ایسی عادت اور بات ہے جسے دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ ہائے ماں سر پہ نہیں تھی نا اس لیے اس کی شخصیت میں یہ کمی رہ گئی، یا باپ نے بے جا لاڈ پیار سے بیٹے کو بالکل بگاڑ دیا ہے۔ تم اگر یہاں نہیں تھی۔ تو میری وجہ سے نہیں تھی۔ میں نہیں چاہوں گا کہ تم کبھی بھی خود کو الزام دو۔ یا کسی قسم کے احساسِ جرم کو پالو۔"

"جس وقت سے ہم گزرے ہیں نا امل اگر وہ وقت بیچ میں نہ آتا تو ہم کبھی بھی ایک فیملی نہ بن پاتے۔"

"مگر تم یہ بھی بھول رہے ہو کہ نتیجہ اس کے الٹ بھی نکل سکتا تھا،"

"ہاں ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا تھا، مگر میں کوئی منفی بات نہ سوچنا چاہتا ہوں، نہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جب اللہ نے میرے دل کو سنبھال لیا تو پھر شکوہ کیسا؟"

امل اس کے بھنویں کو چھوتے ہوئے رندھی آواز میں بولی۔۔

"فاز۔۔ جب میں ابی سے ماڈلنگ کی اجازت مانگا کرتی تھی۔ تو میں ان کے ساتھ بہت بدتمیزی کر جاتی تھی۔ میں اللہ سے بڑی معافی مانگتی ہوں۔ وہ باتیں میں دل سے نہیں کرتی تھی، بس غصے میں منہ سے نکل جایا کرتی تھیں۔ مگر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان کے جانے سے پہلے میں ان سے معافی نہ مانگ سکی۔"

فاز نے اس کے آنسو صاف کیے اور نرمی سے کہنے لگا۔

"پہلی بات تو یہ ہے، ایک باپ ہونے کی حیثیت سے ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ ماں باپ کا دل بہت وسیع ہوتا ہے، وہ اولاد سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے تمہارے ان کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ وہ تم سے خوش تھے، چچا کہیں نا کہیں مجھ سے تمہاری شادی کروانے کی وجہ سے گلٹ محسوس کرتے تھے، مگر وہ تم سے ناراض نہیں تھے، اسلیے ایسا ویسا کچھ نہ سوچا کرو، بس ان کے لیے ڈھیروں دعائیں کیا کرو۔۔"

"کیا تم مجھے ان سے ملوانے قبرستان لے چلو گے؟"

وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"کب چلنا ہے؟"

"آج ہی چلتے ہیں۔ موئی تھوڑی نیند پوری کر لے۔ کیونکہ صبح وہ جلدی اٹھ گیا تھا۔ اور میں چاہتی ہوں۔ ہم کچھ دن گاؤں میں رہیں۔ مجھے لگتا ہے تائی امی مجھ سے خفا ہیں، میں ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہوں گی۔"

"اتنائی امی کے بیٹے کے بارے، میں کیا خیال ہے؟ اس کے ساتھ بھی کچھ وقت بتا لیں۔۔"

امل ہنستے ہوئے اس کے چہرے پہ جھکی۔۔ فاز کے چہرے کو سابقہ انداز میں اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔۔ فاز کی آنکھیں نیم وا تھیں، چہرے پہ دلفریب مسکراہٹ۔ امل نے پہلے اس کی پیشانی پہ اپنے لپ گلوز کا نشان چھوڑا پھر لبوں کے قریب۔۔ فاز کی مسکراہٹ گہری ہوگئی، پوچھنے لگا۔

"بیگم صاحبہ ناچیز پہ محبت لٹائی جارہی ہے یا مروت؟"

امل ایک دفعہ پھر کھلکھلا کر ہنسی۔۔

"صاب جی محبت کا افسانہ تو وقت پر چھوڑتے ہیں۔ فی الحال اتنا جان لیں مروت میں ہاتھ تو تھامے جاسکتے ہیں۔ مگر منہ نہیں چومے جاتے۔"

فاز اس کی گود میں دونوں ہاتھ باندھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"بیگم صاحبہ آپ خاکسار کو خوش فہم بنا رہی ہیں۔"

امل نے اس کو ایک اور بوسے سے نوازا۔۔ اپنے ہونٹ ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے بولی۔۔

"گاؤں میں جو ہمارا کمرہ تھا کیا آج بھی ہمارا ہے؟"

وہ بتانے لگا۔۔

"جس دن تم گئی تھیں۔ میں نے تمہارا سارا سامان اُٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیا تھا۔ کپڑے جوتے یہاں تک کہ تمہارا میک اپ کریمیں سب کچھ۔

ٹوتھ برش بھی ۔۔ آئی واز آ میس ۔۔ دوسری دفعہ میں نے کمرے سے ڈریسنگ ٹیبل ہٹا دیا تھا، کیونکہ اس کے شیشے میں اپنی شکل دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی تھی۔ میرے شہر آ جانے کے بعد وہ کمرہ چھوٹی بھابھی نے بچوں کو دے دیا تھا۔ اب جب جاتا ہوں تو بیٹھک میں چارپائی بچھوا کر بستر لگوا لیتا ہوں۔"

امل پر امید انداز میں بولی۔۔

"کیا وہ کمرہ ہمیں واپس مل سکتا ہے؟"

فاز کو تعجب ہوا۔۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ ساری عمر میری اس کمرے سے یا اس گھر کے ساتھ تلخ یادیں وابستہ رہیں۔ میں وہاں رہ کر نئے سرے سے نئی اور خوبصورت یادیں بنانا چاہتی ہوں۔ پر اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔۔"

"تم مجھ سے کتنی چھوٹی چھوٹی سی فرمائشیں کر رہی ہو۔"

"نہیں تو اور کیا بحری جہاز مانگوں۔۔؟"

"مانگ لو مگر اس کو رکھو گی کہا؟ لاہور والی نہر میں یا گاؤں والے سیلابی نالے میں؟"

امل سوچتے ہوئے بولی۔۔

"چلو تم بحری جہاز رہنے دو۔۔ اناروں کا باغ لے دینا۔۔"

فاز ہنس پڑا۔۔

"وہ آدمی یاد ہے جو ہمارے گھر ہر ہفتے اناروں کی پیٹی دے کر جاتا تھا۔ ایک دن اس کا فون آیا۔۔ کہتا بھائی جی آپ اب انار کیوں نہیں منگواتے ہیں۔ یہ تمہارے جانے کے دو ہفتے بعد کی بات ہے، جب میں دن رات ایک عذاب مسلسل میں جی رہا تھا۔ میں نے کچھ کہے بغیر اس کی کال کاٹ دی ساتھ ہی اس

کا نمبر بھی بلاک کر دیا۔ زرا سوچو سالا میں کس ذہنی کیفیت میں گھوم رہا ہوں۔
اور وہ کیا کہہ رہا ہے۔"
امل بولی۔۔
"ہائے بچارہ۔۔"
'فاز بولا۔۔
"اور کچھ؟"
"میں چھمو کو کچھ تحفے دینا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اس نے میرا بہت خیال کیا تھا، میں تمہارا غصہ بھی اس پہ نکال دیتی تھی، مگر وہ برا نہیں مناتی تھی، ایسے لوگ کتنے درویش صفت ہوتے ہیں۔ یہ کہاں آسان ہوتا ہے؟"
"اور۔۔؟""""اور یہ کہ میں چاہتی ہوں۔ تم وقاص کو اس کی فیملی سمیت اپنے یہاں آکر رہنے کی پُر زور پُر اسرار دعوت دو۔۔ وہ ہمارے پاس کم از کم ایک دو ہفتے تو رک کر جائیں، ہم ان کی خوب خدمت کریں گے، اپنے سارے روایتی کھانے کھلائیں گے، اپنے پنجاب کی سیر کروائیں گے۔ ان کو اچھے سے تحفے دیں گے۔ کیونکہ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔۔"
فاز منہ پہ پُر سوچ انداز میں ہاتھ رکھ کر بولا۔۔
"یہ تم میرے لیے پاکستان میں رہی ہو یا اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے رکی ہو؟"
امل ڈرامائی انداز میں بولی۔۔
"تم تو اندر کی بات جان گئے۔۔ اب کیا ہو گا؟"
تب ہی ملازمہ نے بیرونی دروازے سے اندر پیر رکھتے ہی ہانک لگائی۔۔
"ایمان بیٹی کدھر ہو میں تمہیں ناشتہ بنا دوں؟"
امل راستے سے فاز کی ٹانگ پھلانگ کر باہر کو آئی۔ کل خالہ کو جب امل کے جانے کی خبر ملی تھی تو وہ بہت روئی تھی، کہ اس کے جانے سے مالکن کا گھر

پھر سے بند ہو جائے گا۔ اسلیے امل اس کو مل کر خوش کرنا چاہ رہی تھی، وہی ہوا امل کو دیکھ کر ہی خالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔

"خالہ ایمان سو رہی ہے۔ اور ناشتہ میں نے بنالیا ہے۔ آپ صفائی دیکھ لیں۔"

"بیٹی تم نے تو کہا تھا صبح چھ بجے ائرپوٹ جانا ہے۔"

"گئی تھی خالہ۔۔ مگر تمہارے لیے واپس آگئی ہوں۔۔ اب میں موسٰی اور فاز صاب بھی ادھر رہیں گے۔ اب اس گھر کے دروازے کبھی بند نہیں ہوں گے۔"

خالہ نے شکرانے میں ہاتھ اُٹھائے،

"یااللہ تیرا شکر اے۔۔ لکھ لکھ شکر اے۔۔"

☆☆☆☆☆

"چھوٹی چچی موسٰی کے پیر پہ چوٹ لگ گئی ہے، وہ رو رہا ہے۔"

اوپر والے ہال میں گھر کی ساری خواتین جمع ہو کر ہاتھوں سے میدے کی سویاں بنا رہی تھیں۔ اماں کی ساری بیٹیاں آئی ہوئی تھیں۔ نندیں بھی یہیں تھیں، اتنی عوام تھی کہ ایک دن میں وہ لوگ دو سے ڈھائی کلو آٹا سویوں میں بدل دیتیں۔ پچھلے ایک ہفتے سے انہوں نے دو لوگوں کے لیے پانچ پانچ کلو سویاں بنالی تھیں۔ سفید سویوں میں کہیں کہیں بے بی پنک اور نیلا ہرا دانا آتا تھا، ان کے گاؤں کی سالوں کی روایت تھی تقریباً ہر گھر میں بیٹی گرمیوں میں میکے رہنے آتی تو واپسی پہ سویاں سامان میں شامل ہوتی تھیں۔ امل ہاتھ میں پکڑا آٹا گود میں رکھی گندم کی ڈالیوں سے بنی چھابی میں ڈال کر باہر کو بھاگی، موسٰی کے رونے کی آواز سیڑھیوں سے ہی آنا شروع ہو گئی تھی، امل کو دل کی دھڑکن کانوں میں محسوس ہوئی۔ اندھا دھند سیڑھیاں اتر کر اس تک پہنچی۔۔ دور سے ہی موسٰی کے گھٹنے پہ خون کی لکیر نظر آگئی۔۔ اس کے قریب گئی تو

گھٹنے سے تھوڑی سی سکن ہٹی ہوئی تھی۔ کٹ چھوٹا سا تھا، مگر گہرا بہت تھا، امل کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے، ہونق بنی کبھی ادھر کبھی اُدھر دیکھتی جائے، کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کرنا کیا ہے؟ اتنے میں حویلی کے دروازے سے فاز اندر آیا۔ دور سے ہی پچکارتے ہوئے پیار بھری آواز میں بولا۔۔

"اوہ موسٰی کو چوٹ آگئی ہے؟۔۔"

موسٰی روتے ہوئے بولا۔۔

"جی بابا۔۔"

"اوہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

اس نے ایک بچے کو کچن سے فرسٹ ایڈ باکس لانے کا بولا۔ اس کے بھتیجے نے موسٰی کے سامنے پڑے باکس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔۔

"چاچو وہ تو پہلے ہی لے آئے ہیں۔ مگر چچی کو کچھ کرنا نہیں آتا ہے، دیکھیں وہ تو خود بھی رونے لگ گئی ہیں۔"

فاز نے ایک نظر روتی ہوئی امل پہ ڈالی۔۔اور موسٰی کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے کاٹن نکال کر ایک گولا بنا کر پانی میں ڈبویا۔۔اور موسٰی کو باتوں میں لگا کر نرمی سے اس کا زخم صاف کرنے لگا، ٹھنڈا پانی لگنے سے موسٰی مزید رونے لگا۔ امل کے آنسوؤں میں بھی تیزی آگئی۔ فاز نے موسٰی کا دھیان بٹانے کو اس کا پسندیدہ کتے کا ٹاپک چھیڑا۔۔

"موسٰی صمد بھائی کہہ رہے تھے، بلو کے بچے کو بیچ رہے ہیں۔"

"موسٰی رونا بھول کر جھٹ بولا۔۔

"بابا وہ بلو کا بچہ نہیں ہے اس کا نام جوجو ہے۔ بڑے بابا نے وعدہ کیا تھا جوجو ہمارے ساتھ شہر جائے گا۔"

فاز نے اس کے دھیان بٹنے کا فائدہ اُٹھا کر پھٹی ہوئی جلد کو سیدھا کر کے کاٹن اوپر رکھ کر زور سے دبا دیا۔ اور یونہی باتوں سے باتیں نکالتا گیا۔ دو منٹ دبا کر رکھنے کی وجہ سے موسیٰ کی بلیڈنگ رک گئی۔ اس نے کاٹن ہٹائی اور کھینچ کر ٹیپ لگا دی۔۔ اس کے اوپر سپرٹ لگا کر پٹی لپیٹ دی۔۔ آدھے گھنٹے بعد موسیٰ تو سب کچھ بھول بھال کر باہر کھیل رہا تھا، مگر اس کی ماں کمرے کے واش روم میں بند تھی، اور رو رو کر آنکھوں کی بری حالت کیے ہوئی تھی۔ وہ دس دفعہ دروازہ کھٹکھٹا چکا تھا، مگر دوسری طرف سے جواب نہیں آ رہا تھا۔۔ آخری حربے کے طور پر بولا۔۔

"میں دروازے کے پیچ کھول کر اس کو اتار دوں گا۔ تمہارے پاس صرف دو منٹ ہیں۔۔۔"

ایک منٹ بعد دروازہ کھل گیا۔ لال آنکھیں۔۔ لال ناک۔ پسینے میں ڈوبی ہوئی حالت خراب۔ وہ غصے سے بولا۔۔

"یہ کیا حرکت تھی؟"

"میں جانتی ہوں۔ دل ہی دل میں تم میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہو۔ اب اوپر اوپر سے ہمدردی جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہیں؟ اب یہ کیا بکواس شریف ہے؟"

"میرا بچہ میرے سامنے زخمی بیٹھا ہوا تھا، میں اس کی کوئی مدد ہی نہیں کر پائی۔ کس ماں کو یہ سب پتا نہیں ہوتا ہے؟ اس دن میں نے اس کو سٹرابیری کھلا دی جو کھٹی تھی، اس کا گلا خراب ہو گیا، مریم بولی تم کیسی ماں ہو جس کو یہی نہیں پتا تمہارے بچے کو کیا چیز سوٹ کرتی ہے، کس چیز کے کھانے سے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔"

مجھے اتنی شرم محسوس ہوئی تھی کبھی میں اس کو مچھر والا لوشن لگانا بھول جاتی ہوں۔ ساری ماؤں کو پتا ہے اپنے بچوں کا خیال کیسے رکھنا ہے، مجھ سے کوئی

کام ٹھیک نہیں ہوتا ہے۔ جب یہ چھوٹا تھا میں تب بھی اس کا پیمپر بدلنے میں فیل ہو جاتی تھی ۔۔ فاز مجھے لگنے لگا ہے کہ میرے اندر اچھی ماں بننے والے جراثیم ہی نہیں ہیں۔۔"

وہ جو بڑے غور سے اس کو سُن رہا تھا۔۔اس کی آخری بات پہ ہنسا تو پھر پاگلوں کی طرح ہنستا چلا گیا۔ پہلے امل نے اس کو حیرت سے دیکھا۔۔ پھر غصے سے گھورا۔۔ پھر وارننگ دی۔۔ جب وہ پھر بھی اپنی ہنسی نہ روک پایا تو امل نے واش روم سے مگ پکڑ کر پانی کا بھرا اور لا کر فاز پہ انڈیلنے لگی جب وہ باہر نکل گیا۔ امل اس کے پیچھے بڑبڑائی۔۔ "کتا۔۔۔ کمینہ۔۔ میں اپنا دکھڑا رو رہی ہوں۔ اس کو لطیفے لگ رہے ہیں۔ رات تک اس نے فاز سے بات نہ کی۔ سونے کے لیے بھی جلدی لیٹ گئی۔ جب وہ کمرے میں آیا۔ موسیٰ سویا ہوا تھا، وہ سونے کی کوششوں میں تھی۔ وہ اس کے پہلو میں لیٹ کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔۔ "ویسے کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی تھیں۔" امل کے کان کھڑے ہوئے ۔۔"کس بارے میں۔۔؟"

"وہی جراثیم والی بات۔۔"

وہ اس کی جانب کروٹ لیکر پریشانی سے بولی'

'تو کیا تمھیں بھی ایسا لگتا ہے؟"

فاز منہ کے اندا اپنی گال کو دندی کاٹ کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش میں تھا۔۔ بولا۔۔

"ہاں مجھے لگتا ہے تمہارے اندر ماں والے جراثیم کم ہیں، جبکہ میرے میں بہت زیادہ ہیں۔"

امل جوش سے اُٹھ بیٹھی۔۔

"بالکل سو فیصد درست۔۔ میں تمہاری بات سے پوری طرح متفق ہوں
۔۔ تمہیں موسیٰ کے بارے میں سب پتا ہوتا ہے۔ کب کیا کرنا ہے۔ فاز یقین
کرو۔۔ تم ایک دم پرفیکٹ ماں ہو۔۔"
فاز نے بڑا کنٹرول کیا مگر ہنسی چھوٹ گئی۔ اور شام کی طرح کا دورہ ہی پڑا
تھا۔۔ باہر سے افضال کی آواز آئی۔۔
"امل یہ تمہارا گدھا آدھی رات کو کیوں ہنہنا رہا ہے۔"
امل نے جواب دیا۔۔
"افضال بھائی میرا خیال ہے یہ آج گھاس کھانا بھول گیا ہے۔"
ساتھ ہی سرہانہ اُٹھا کر فاز کو مارنا چاہا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے اچک لیا۔
"یوں میرے پہ ہنستے ہوئے ایک دم برے لگ رہے ہو۔۔ میں جا رہی
ہوں۔ ہنستے رہو۔۔ موسیٰ کو بھی اٹھا دو گے۔"
فاز نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے برابر لٹایا۔ امل کا سر فاز کے بازو پہ تھا۔۔
اپنی آنکھوں میں آنے والے پانی کو صاف کرتے ہوئے بولا۔۔
"پہلی دفعہ سُنا ہے کہ کسی میں ماں ہونے کے جراثیم بھی ہوتے ہیں۔
میری پیاری امل۔۔ جن ماؤں کے ساتھ تم خود کو ملا رہی ہو۔ انہوں نے دو دو
تین تین بچے پالے ہیں۔ جبکہ تمہارا وقت موسیٰ کے ساتھ بہت کم گزرا ہے،
اب اس کو سمجھنے جاننے میں وقت تو لگے گا ہی نا؟ کامن سینس کی بات ہے، اور
اس کو تم نے سر پہ سوار کر کے ہوا بنایا ہوا ہے۔ آئی کچھ سمجھ؟ "
امل کے جواب دینے سے پہلے ہی امل کا فون بجنے لگا۔ فاز کی طرف پڑا تھا
اس نے ہی اُٹھا کر دیکھا،، چھوٹی بھابھی کا نمبر تھا۔۔ فاز نے کال اُٹھا کر سیل کان
سے لگایا۔۔

"میں نے سنا ہوا تھا، دیورانیاں جٹھانیاں سازشی ہوتی ہیں، مگر اب تو ثبوت بھی مل گئے ہیں۔" دوسری طرف سے آنے والی آوازوں سے پتا چل گیا کہ سپیکر آن تھا، فاطمہ بھابھی بولیں۔

"فاز تمہاری کب سے دیورانی جٹھانی پیدا ہوئیں ہیں۔"

وہ بولا۔۔

"جب سے مجھے پتا چلا ہے کہ میرے اندر ماں والے جراثیم موجود ہیں اور میری بیوی کے اندر نہیں ہیں۔"

"اچھا تو کیا اس دفعہ بچہ تم پیدا کرو گے؟"

"جس طرح ہر رات آپ میری بیوی کو بہانے بنا کر باہر بلا لیتی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا یہاں میری دال گلنی ہے، کل ہی شہر جا رہے ہیں۔"

"اچھا اچھا میں سامان پیک کروا دوں گی، ابھی امل کو اوپر بھیج دو۔ بڑی اچھی ہوا چل رہی ہے، ٹھنڈے ٹھار آم ہیں۔ ساتھ میں میٹھا شہد آلو بخارہ۔۔۔"

امل بولی۔۔

"بھابھی میں ابھی آئی۔۔"

جبکہ فاز بولا۔۔

"اے صمد کی بیوی اے افضال کی بیوی اور بہنوں تم سب کے بچے میو لڑکیاں بیاہ لائیں۔ جو آتے ہی تم سب کو آگے لگا کر رکھیں، تم لوگوں سے حویلی کے کام بھی کروائیں۔۔"

مریم کی آواز آئی۔۔

"میو لڑکیاں ساس سے کام نہیں کرواتیں بلکہ اس کی بڑی خدمت کرتی ہیں۔ اور جہیز بھی بہت لاتی ہیں۔۔"

فاز بولا۔۔

"تم لوگ اسی لالچ میں مرو گی۔۔ بیٹوں کی بولیاں لگانے والی شوہدی عورتو۔۔اور امل نہیں آرہی ہے وہ سو گئی ہے،"

اس نے کال کاٹ دی۔۔امل بولی۔۔

"فاز استاروں نے سے نامیرا شو گر لیول لو ہو گیا ہے۔۔"

"امل تم پٹو گی۔۔""پلیز چلونا۔۔ صرف دس منٹ کے لیے چلتے ہیں۔"

"تم کل دس منٹ کے لیے گئی تھیں۔اور پورے دو گھنٹے بعد واپسی ہوئی تھی۔"

"پلیز چلونا۔۔اگلے ہفتے تو ویسے بھی ہم واپس جارہے ہیں۔"

"ہاں جیسے سو سال کی مسافت پہ جارہے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے پھر بھوکی ہی سو جاتی ہوں۔لائٹ بند کر دو۔"

وہ لیٹ گئی۔۔فاز مسلسل اس کو گھور رہا تھا۔۔

"دس منٹ مطلب دس منٹ۔۔سُنا تم نے۔۔اب اُٹھ جاؤ۔۔"

امل چھلانگ لگا کر اُٹھی۔۔فاز کے گال چٹکیوں میں بھر کر، مسلتے ہوئے بولی۔۔

"جب تم منہ پھلاتے ہو نا۔۔ سارے موسیٰ لگتے ہو۔۔ ہائے تم کتنے پیارے لگتے ہو۔۔" فاز نے جوتا پہنا اور اس کی جانب ہاتھ بڑھایا۔جسے امل نے تھام لیا۔۔اپنا دوپٹہ لیا۔۔جوتا پہنا اور اس کے ساتھ چل پڑی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امل کا فون بج رہا تھا۔مگر وہ خود کمرے میں موجود نہیں تھی۔موسیٰ اپنی دادی کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ کر اپنی بہن کو مساج ہوتے دیکھ رہا تھا۔

جب فون بجا تو اُسی نے بیڈ پر سے اُٹھ کر سائیڈ میز پر رکھا فون ہاتھ میں لیکر کال اُٹھائی۔۔دو سیکنڈ بعد فون کی سکرین پر فاز کی تصویر اُبھری۔۔

"السلام علیکم موسیٰ۔"

"واعلیکم السلام بابا دیکھیں آیت کی مالش ہو رہی ہے۔اور وہ رو تو نہیں رہی ہے۔"

موئی نے فٹ سے پچھلا کیمرہ کلک کر کے باپ کو بیڈ پر لیٹی آیت کی تصویر دیکھائی۔۔

وہ اپنی بیٹی کو پیر کا انگوٹھا منہ کی جانب لے جاتے ہوئے دیکھ کر مسکرایا۔۔

جبکہ موئی نے اس کا پیر واپس کھینچتے ہوئے ٹوکا۔۔

"اوہو۔۔آیت ایسے نہیں کرتے۔کیا آپ بھوکی ہو۔۔۔؟"

ساتھ ہی بلند آواز سے ماں کو بلانے لگا۔۔

"مما۔۔۔!! دیکھیں نا آیت کو بھوک لگی ہے۔وہ اپنا پیر کھا رہی ہے۔"

امل کمرے میں آئی تو دونوں بازوؤں میں بچی کے کپڑے بھرے ہوئے تھے۔۔

شوہر کے فون سے بے خبر اپنی تائی سے مخاطب تھی۔۔

"تائی امی کیا آپ نے ایک بات نوٹ کی ہے؟"

اماں جی پوتی کے پیروں کو نرمی سے دباتے ہوئے بہو سے پوچھنے لگیں۔۔

"وہ کیا؟"

"جب فاز گھر پر ہوتا ہے تو یہ اتنا بڑا گھر کتنا بھرا بھرا سا لگتا ہے۔اور جب وہ گھر پہ نہیں ہوتا ایسا لگتا ہے۔جیسے سارا گھر خالی ہے۔"

جہاں فاز اُس کی بات پر ساکت ہوا تھا۔وہیں اس کی ماں کی آنکھوں میں پہلے حیرت اُبھری پھر آنسو چمک آئے۔۔انہوں نے امل کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔۔

وہ آیت کے تہہ ہونے والے کپڑے صوفے پہ ڈال کر ان کے پاس آئی تب ہی فون کی سکرین پر نظر پڑی۔۔ دونوں کی آنکھیں ملیں۔

تائی امی نے امل کی پیشانی چومی۔۔

"ماں صدقے۔۔ ماں واری۔۔ ماشاءاللہ۔ میرے بچوں کو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے۔"

فاز کچھ سیکنڈ اس کے لال پڑتے چہرے کو دیکھتا رہا پھر کال بند کر دی۔۔

امل کے دل کو کچھ ہوا۔۔ خیال آیا۔۔

ویسے بھی جب سے آیت ہوئی ہے یہ چُپ چپ سا رہنے لگا ہے "کیا اس کو میری بات بُری لگ گئی ہے؟"

"مگر میں نے کچھ بُرا تو کہا نہیں ہے۔"

انہی خیالوں میں گم اُس نے آیت کے کپڑے تہہ کرنے کے بعد اُس کی الماری میں رکھے۔

اماں نے آیت کو نہلا دیا۔ ساتھ ہی کپڑے پہنا کر اس کو امل کے حوالے کیا۔

امل اس کو فیڈ کروانے لگی۔ جس کے دوران ہی آیت سو گئی۔

اماں اور موسیٰ وہاں سے چلے گئے۔

آیت کو لٹا کر اُٹھی ہی تھی جب فاز لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے میں داخل ہوا۔

چہرے پر انتہا کی سنجیدگی تھی۔ امل جہاں تھیں وہیں جم گئی۔

"اب بولو اماں کو جو کہہ رہی تھیں؟"

امل نے فاز کو دیکھا۔۔ پھر نیم وا دروازے کو دیکھا۔۔ لبوں پر زبان پھیری۔۔

"جلدی بتاؤ۔۔"

امل نے گہرا سانس بھر کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تو فاز کا سوال اپنا جواب سب کچھ بھول گئی۔

فاز کو ایک دفعہ پھر یاد دلوانا پڑا۔۔

"تم سے کچھ پوچھا ہے؟"

"جب تم میرے پاس ہوتے ہو اپنی ذات مکمل لگتی ہے۔جب تم مجھے اس طرح سے دیکھتے ہو۔مجھے اپنا آپ ز ا صورت لگتا ہے۔"

وہ چند سیکنڈ تک اس کو دیکھتا رہا۔پھر اس طرح آگے بڑھا جیسے شکار کے لیے بلا حملہ کرتا ہے۔

امل کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کو ہوا میں اٹھایا۔امل کے منہ سے نکلنے والی آواز کو وہ اپنے ہونٹوں سے پی گیا۔امل نے دونوں ہاتھ اس کے بالوں میں ڈال کر اس کو مزید اپنے قریب کیا

فاز یوں اس کا منہ چوم رہا تھا۔جیسے کئی دنوں کے بھوکے کے آگے اس کی پسند کا کھانا آگیا ہو۔۔امل اس کو اس سے بھی بھرپور انداز میں جواب دے رہی تھی۔۔

فاز نے سر پیچھے کیا اور بولا۔۔

مائی پرفیکٹ وائف۔۔!!جانتی ہو اس دن کا میں نے کتنا انتظار کیا ہے۔؟

امل کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے جنہیں فاز نے چوم لیا۔

"فاز۔۔!!۔۔"

"ہوں۔۔؟"

" کوئی آجائے گا۔۔"

"میں اماں کو بول آیا ہوں موسی اندر نہ آئے۔"

امل نے یک دم خود کو اس سے دور کرتے ہوئے خوفناک نظروں سے اس کو دیکھا۔

فاز کا دل اس کی نظروں میں دھڑک رہا تھا۔ امل کے گلابی لب ہلکے سے سوج رہے تھے۔۔۔ اس کے گالوں پر فاز کی داڑھی رگڑنے سے گال ٹماٹر کی طرح چمک رہے تھے۔۔۔

"ایسا کیوں کیا؟ تمہیں شرم نہ آئی۔ تائی امی کیا سوچیں گی؟"

"یہی کہ ان کے ترسے ہوئے بیٹے کو نہ بیوی رات میں میسر ہوتی ہے۔ کیونکہ تب بچے ظالم سماج کا کردار ادا کرتے ہیں۔ صبح کے وقت کوئی نہ کوئی آیا رہتا ہے۔ قسم سے میں تو تمہیں بانہوں میں لینے کو ترس گیا ہوں۔"

امل نے دلکشی سے ہنستے ہوئے فاز کے چوڑے سینے پر مذاق سے مکا مارا۔۔۔

"اُف اللہ تم کس قدر جھوٹے ہو۔ تم نے مجھے پچھلے تک کے لیے گاؤں نہیں جانے دیا تھا۔ رات کو بھی ضد کر کے بچوں کو کاٹ میں سلواتے ہو۔ اس قدر ظالم باپ ہو۔۔۔"

"یہ سب تمہارا قصور ہے۔۔۔"

"میں کسی کام کا نہیں رہا ہوں امل فاز۔۔۔۔۔! تمہیں ایک نظر فون پر دیکھا ہے۔ ہر کام چھوڑ کر بھاگا چلا آیا ہوں"

"تم مجھے زبردستی آفس بھیجتی ہو۔ حلانکہ میں آفس کا کام گھر پہ بھی دیکھ سکتا ہوں۔ اماں سے میری شکایت کیوں کی تھی؟"

"کیونکہ مجھے ڈر آ گیا تھا۔۔"

"کیسا ڈر۔۔؟"

امل نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا ہوا تھا۔ دونوں نم آنکھوں سے گہرائی تک ایک دوسرے کی نظروں میں دیکھ رہے تھے۔

"جیسے تمہاری نظریں کسی دیوانے کی طرح میرا تعاقب کرتی ہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ تمہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ آیت کے عقیقے پر ساری فیملی اور دوستوں نے یہی بات میرے سے دہرائی تھی۔"

"کیا بات؟"
"سب کہتے ہیں امل بڑی خوش نصیب ہے۔ کیونکہ فاز کو امل کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے۔"
"فاز میں نے ایک بات نوٹ کی ہے، جب سے آیت ہماری زندگی میں آئی ہے، تم بہت خاموش سے ہو گئے ہو؟ ایس کیوں ہے؟"
"میں ڈر گیا ہوں۔"
"کس بات سے؟"
"مولوی نے مجھ سے کہا تھا، جب تم بیٹی کے باپ بنو گے تب تمہیں سمجھ آئے گی۔ جب میں آیت کو تمہاری جگہ رکھ کر سوچتا ہوں۔ تو میرا خون کھولتا ہے، اگر خدانخواستہ اس کو کوئی فاز ملا گیا۔ میں تو اس سالے کو جان سے مار دوں گا۔" "تم نے خود ہی کہا تھا نا کہ نا منفی بات کرنی ہے نا منفی سوچنا ہے تو پھر یہ سب ازیت والی باتیں بھی چھوڑ دو، تم نے مجھ سے معافی مانگی میں نے معاف کر دیا۔ بات ختم ہو گئی ہے۔"
فاز کی سانس پھول رہی تھی۔ جب اُس نے امل سے کہا۔۔
"بعد میں پوچھ لینا۔" "ایک بات بتاؤ۔؟"
"نہیں ایک جواب ابھی دینا ہو گا۔"
"پوچھو۔۔۔"
"کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔؟"
امل کی آنکھ کے کونے سے آنسو نکل کر گال پہ پھسل گیا۔
اُس نے کب سوچا تھا۔ کہ آنے والے وقت میں یہ فاز اُس کے لیے آکسیجن کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ جس کو نہ دیکھنے سے سانس اٹکتی محسوس ہو۔
"فاز۔۔"
"یس۔۔"

"کبھی مجھ سے اکتا بھی جاؤ نا تو مجھے بتانا مت کیونکہ تمہارے بغیر اب زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں رہا ہے۔۔"

"بے بی سے داڈیم ورڈز دیٹ یو لو می۔۔"

"وہی تو کہہ رہی ہوں۔۔"

"بولو۔۔۔"

"فاز۔۔"

"سُن رہا ہوں۔۔'

"مجھے تم سے محبت ہے۔"

ختم شُد

ملنے کا پتہ
Facebook Neelam Riasat Novels
Instagram@Neelam Riasat
riasatneelam@gmail.com